

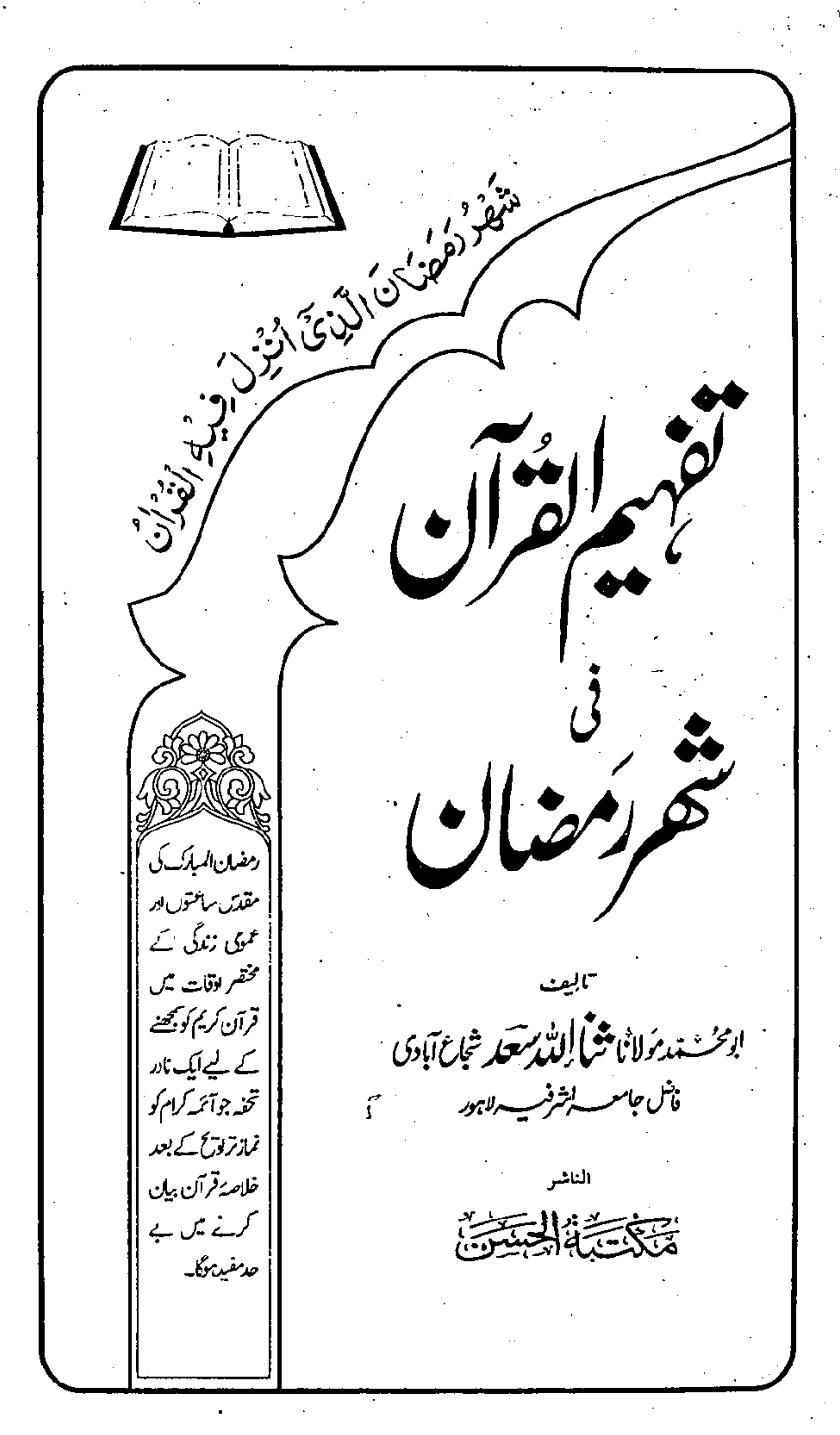
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ
تفہیم القرآن
فی
شہرِ رمضان
تالیف
محمد مولانا ثنا اللہ سعد شجاع آبادی
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
الناشر
مکتبۃ الحسن
رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں اور عمومی زندگی کے مختصر اوقات میں قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے ایک نادر تحفہ جو آئمہ کرام کو نماز تراویح کے بعد خلاصہ قرآن بیان کرنے میں بے حد مفید ہوگا۔



تفہیم القرآن

فی

شہر رمضان


شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
تفہیم القرآن
فی
شہر رمضان
رمضان المبارک کی
مقدس ساعتوں اور
عمومی زندگی کے
مختصر اوقات میں
قرآن کریم کو سمجھنے
کے لیے ایک نادر
تحفہ جو آئمہ کرام کو
نماز تراویح کے بعد
خلاصہ قرآن بیان
کرنے میں بے
حد مفید ہوگا۔
تالیف
ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
الناشر
مکتبۃ الحسن

نام کتاب: تفہیم القرآن فی شہر رمضان
مؤلف: ابومحمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی
طبع: اول ۱۱۰۰
مطبع: ایم اے پرنٹرز
باہتمام: عبدالقدیر

الناشر

مکتبۃ الحسن

33۔حق سٹریٹ اردو بازار۔لاہور
فون: 042-7241355 موبائل:0300-4339699
042-7018002 فیکس: 042-7241355


بسم الله الرحمن الرحيم



بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم
صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم
بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

فہرست عنوانات



رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ (بمطابق اکتوبر ۲۰۰۲ء) میں، جب بندہ روزنامہ اوصاف ملتان میں بطور سب ایڈیٹر کام کر رہا تھا۔ محترم ریذیڈنٹ ایڈیٹر اور چند دیگر دوستوں کے خصوصی تعاون کے ذریعے بندۂ ناچیز کو اللہ تعالیٰ نے مضامینِ قرآنِ کریم کے خلاصہ کی اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائی، اور یومیہ ایک پارے کا خلاصہ اخبار کی زینت بن کر ہزاروں قارئین کے استفادے کا ذریعہ بنتا رہا۔ تب میرے پیشِ نظر یہ خیال تھا کہ آسان اور شستہ زبان کے ذریعے قارئین کو قرآنِ کریم کی طرف راغب کیا جائے اور عوامی اذہان کے مطابق قرآنی قصص و واقعات کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کرنے کے علاوہ ہلکے پھلکے انداز میں احکامِ قرآنی کی تشریح بھی ساتھ ساتھ کی جاتی رہے تاکہ متوسط اذہان کے مالک اور کم علم افراد بھی اس کے مطالعہ سے مستفید ہو سکیں، اس سے جہاں انفرادی زندگی سے لے کر خانگی و معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس اُجاگر ہوگا وہاں اقوامِ سابقہ کے عبرت انگیز واقعات کا مطالعہ قارئین میں اپنے خالق و مالک کی عظمت و رفعت اور اس کے خوف و خشیت کو جلا بخشنے کے ساتھ ساتھ اعمال میں اخلاصِ نیت کا سبب بنے گا۔ ان خیالات کی بناء پر بندہ نے چند مستند اور متداول تفاسیر کی مدد سے اس مبارک کام کا آغاز کیا۔ چنانچہ اللہ نے خصوصی مدد فرمائی اور یہ دشوار ترین کام میرے لئے آسان بنا دیا۔ یومیہ تقریباً آٹھ گھنٹے کی محنت نے جہاں میرے لیے رمضان المبارک کی مقدس ساعات کو پُرکیف بنایا، وہاں اتنے گھنٹے اس کام پر صرف کرنے کی وجہ سے میری معلومات میں بھی اضافہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تیس دن گزر گئے۔ بحمد اللہ قارئین نے اس سلسلے کو بہت پسند کیا، اور بے شمار لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچا۔ درمیان میں ایک دو مواقع ایسے بھی آئے کہ مسند صحافت پر براجمان چند ملحد و بے دین افراد کی

سازشوں کی وجہ سے کام میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ مثلاً یہ کہ سولہویں اور بائیسویں پارے کے مضامین اچانک پیدا کردہ حالات اور بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر اشاعت پذیر نہ ہو سکے۔ تاہم روزنامہ اوصاف کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر میاں غفار احمد صاحب، نیوز ایڈیٹر جناب جمشید بٹ صاحب اور سینئر سب ایڈیٹر جناب محمد فہیم صاحب کا خلوص اور شفقتیں میسر رہیں اور اس طرح میں یہ خدمت سرانجام دینے میں کامیاب رہا۔

اب جبکہ اس واقعہ کو کم وبیش تین سال کا عرصہ بیت رہا ہے، بعض دوستوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس تفسیری خلاصے کو کتابی شکل دی جائے تا کہ افادۂ عام ہو سکے۔ چنانچہ اس نکتۂ نظر سے مطبوعہ مواد پر مشتمل روزنامہ اوصاف کی فائلیں اٹھا کر دیکھیں تو احساس ہوا کہ اگرچہ اخبار کی پالیسیوں اور مجبوریوں کے پیشِ نظر اُس وقت اِسی قدر ہی لکھا جا سکتا تھا، لیکن اب ضروری ہے کہ اس پر ایک بار پھر محنت کی جائے اور جو مضامین پہلے شامل ہونے سے رہ گئے ہیں انہیں ضرور شامل کیا جائے، نیز مختلف تفاسیر کی مدد سے اس میں قیمتی اضافات کے ذریعے اس کام کو مفید سے مفید تر بنایا جائے۔ چنانچہ اللہ کا نام لے کر ایک بار پھر اس پر کام شروع کیا۔ اللہ نے غیبی مدد فرمائی اور حضرت مولانا خواجہ خلیل الرحمان صدیقی مدظلہٗ کے روپ میں ایک انتہائی محترم و شفیق ہستی کو میرے سامنے لا کھڑا کیا۔ جن کی وسعتِ مطالعہ، علمی و کتابی ذوق اور وسیع لائبریری نے اس مبارک کام کی تکمیل میرے لئے آسان کر دی۔ اس پر تہہ دل سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کے لئے اجر جزیل کی درخواست ہے۔

اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں اللہ کے خصوصی فضل و کرم اور اس کی توفیق کے ساتھ:

(۱) درجن بھر معتبر تفاسیر کی مدد سے مضامینِ قرآن کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے، جن کی فہرست کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

(۲) ہر پارے کے شروع میں اس پارے کے رکوعات کا مختصر ترین خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تحریر کردہ ہے، لیکن اسے مزید آسان بنانے کے لئے اس میں بعض لفظی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

(۳) ہر سورت کے آغاز پر حاشیہ میں اس سورۃ سے متعلق اہم معلومات پیش کی

گئی ہیں، نیز ہر سورۃ کا پہلی سورت سے ربط بھی بیان کیا گیا ہے اور حسبِ ضرورت بعض سورتوں کا شانِ نزول بھی پیش کیا گیا ہے۔

(۴) بعض خاص خاص سورتوں کے خواص بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں جن میں آخری پارے کی تمام سورتیں شامل ہیں۔

(۵) کتاب تکمیل کے بالکل آخری مراحل میں تھی کہ اس پر فہم قرآن کا ذوق رکھنے والوں کی سہولت کے لئے مبسوط مقدمہ لکھنے کا مشورہ ہوا، جو کہ وقت کی انتہائی قلت اور راقم کی بے حد مصروفیت کی بناء پر خاصا دشوار محسوس ہو رہا تھا، چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت فیوضہم العالیہ کی کتاب ''علوم القرآن'' سے مدد لیتے ہوئے بعض اہم مضامین کی تلخیص پیش کر دی گئی۔ نیز مقدمہ کے آخر میں ایک مشہور مستشرق ''سر ولیم میور'' کے تدوینِ قرآن سے متعلق ایک اہم مضمون کا اُردو ترجمہ پیش کر کے قارئین کے دلوں میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

(۶) بعض مقامات پر نابغۂ عصر عظیم عالم باعمل، اور مبلغ قرآن و سنت حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم سے بھی علمی استفادہ کیا گیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب ذوالجلال اپنے اس نالائق بندہ کی یہ کاوش اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ نیز اسے مقبولیتِ عامہ عطا فرما کر متلاشیانِ حق اور قرآن فہمی کے شائقین کے تشنہ قلوب کی سیرابی کا ذریعہ بنائے۔ نیز جن حضرات نے جس مقام پر جو کچھ تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمتِ کاملہ سے مالا مال فرمائے۔

والسلام

ابو محمد ثناء اللہ سعد

مدیر الہدیٰ مجلہ خیرپور سندھ

یکم رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

بمطابق ۷/ اگست ۲۰۰۵ء بعد نمازِ ظہر



مُقَدِّمَۃ

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمدٍ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین وعلیٰ کل من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین. اما بعد!

اس سے قبل کہ قرآن کریم کے مضامینِ عالیہ کی تلخیص معزز قارئین کی نظر نواز ہو، نہایت مناسب سمجھا گیا کہ بطور مقدمہ چند اہم باتیں بھی پیش خدمت کردی جائیں جو قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والوں کے لئے نہائت ضروری خیال کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے خصوصی فضل وکرم سے ہمارے اوپر قرآن فہمی کے تمام مراحل آسان فرما کر ہمیں عاملین وصالحین کے زمرہ میں داخل فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

قرآن کریم کا نام اور وجہ تسمیہ

قرآن کریم کے نام کل پانچ ہیں، القرآن، الفرقان، الذکر، الکتاب اور التنزیل، خود قرآن کریم نے اپنے لئے یہ پانچوں الفاظ اسمِ علم کے طور پر ذکر فرمائے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور نام ''قرآن'' ہے، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے کم از کم اکسٹھ مقامات پر اپنے کلام کو اسی نام سے یاد کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''قرآن'' دراصل ''قراء یقراء '' سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ''جمع کرنا'' پھر یہ لفظ پڑھنے کے معنی میں اس لئے استعمال ہونے لگا کہ اس میں حروف اور کلمات کو جمع کیا جاتا ہے، ''قراء یقرا '' کا مصدر ''قراءۃٌ'' کے علاوہ ''قرآن '' بھی آتا ہے، چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ...... (القیامہ:۱۷)

''بلاشبہ اس (کتاب) کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ہی ذمہ ہے''۔

یہ کتاب پڑھنے کے لئے نازل ہوئی ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی، چنانچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ (علوم القرآن)

قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف

قرآن کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول الینا نقلاً متواتراً بلا شبهةٍ.

''اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو محمد رسول اللہ پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا، اور آپ ﷺ سے بغیر کسی شبہ کے بہ تواتر منقول ہے''۔ (علوم القرآن)

وحی اور اس کی حقیقت

قرآن کریم چونکہ سرورکائنات محمد مصطفیٰ ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل کیا گیا ہے، اس لئے سب سے پہلے ''وحی'' کے بارے میں چند باتیں جان لینی ضرور ہیں۔

وحی کی ضرورت

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لئے

بھیجا ہے، اور اس کے ذمہ کچھ فرائض عائد کر کے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے، لہٰذا دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لئے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات سے جو اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، ٹھیک ٹھیک کام لے، اور دوسرے یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کے احکام کو مدنظر رکھے، اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔

ان دونوں کاموں کے لئے انسان کو ''علم'' کی ضرورت ہے اس لئے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی کون سی چیز کے کیا خواص ہیں؟ ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ اس وقت تک وہ دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے فائدے کے لئے استعمال نہیں کر سکتا، نیز جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ کی مرضی کیا ہے؟ وہ کونسے کاموں کو پسند اور کن کو ناپسند فرماتا ہے، اس وقت تک اس کے لئے اللہ کی مرضی پر کاربند ہونا ممکن نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ اسے علم حاصل کرنے کے تین ذرائع عطا فرمائے ہیں، جن کے ذریعے اسے مذکورہ باتوں کا علم ہوتا رہے، ایک انسان کے حواس یعنی آنکھ، کان، ناک، منہ اور ہاتھ، پیر. دوسرے عقل اور تیسرے وحی، چنانچہ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعے معلوم ہو جاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعہ، اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں ان کا علم وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔

علم کے ان تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرہ کار ہے، جس کے آگے وہ کام نہیں دیتا، چنانچہ جو چیزیں انسان کو اپنے خواص سے معلوم ہو جاتی ہیں، ان کا علم نری عقل سے نہیں ہو سکتا، مثلاً اس وقت میرے سامنے ایک انسان بیٹھا ہے، مجھے اپنی آنکھ کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ یہ انسان ہے، آنکھ ہی نے مجھے یہ بتا دیا کہ اس کا رنگ گورا ہے، اس کی پیشانی چوڑی، بال سیاہ، ہونٹ پتلے اور چہرہ کتابی ہے، لیکن اگر یہی باتیں میں اپنے حواس کو معطل کر کے محض

عقل سے معلوم کرنا چاہوں، مثلاً آنکھیں بند کر کے یہ چاہوں کہ اس انسان کی رنگت، اس کے اعضاء کی صحیح صحیح بناوٹ اور اس کے سراپا کی ٹھیک ٹھیک تصویر مجھے صرف اپنی عقل کے ذریعہ معلوم ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔

اسی طرح جن چیزوں کا علم عقل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ صرف حواس سے معلوم نہیں ہو سکتیں، مثلاً اسی شخص کے بارے میں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی ماں ضروری ہے، نیز یہ بھی علم ہے کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، اگرچہ نہ اس کی ماں میرے سامنے ہے، نہ میں اس کے پیدا کرنے والے کو دیکھ سکتا ہوں، لیکن میری عقل بتا رہی ہے کہ یہ شخص خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا، اب اگر میں یہ علم اپنی عقل کے بجائے اپنی آنکھ سے حاصل کرنا چاہوں تو یہ ممکن نہیں، کیونکہ اس کی تخلیق اور پیدائش کا منظر اب میری آنکھوں کے سامنے نہیں آ سکتا۔ غرض جہاں تک حواسِ خمسہ کا تعلق ہے وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی، اور جہاں حواس خمسہ جواب دے دیتے ہیں وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے، یہ بھی ایک حد پر جا کر رک جاتی ہے، اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم نہ حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے، اور نہ عقل کے ذریعہ، مثلاً اسی شخص کے بارے میں عقل نے یہ تو بتا دیا کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، لیکن اس شخص کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ اس کے ذمہ خدا کی طرف سے کیا فرائض ہیں؟ اس کا کون سا کام اللہ کو پسند ہے اور کون سا ناپسند؟ یہ سوالات ایسے ہیں کہ عقل اور حواس مل کر بھی ان کا جواب نہیں دے سکتے، ان سوالات کے جواب انسان کو دینے کے لئے جو ذریعہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے اسی کا نام ''وحی'' ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ''وحی'' انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے جو اسے ان کی زندگی سے متعلق سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل اور حواس کے ذریعہ حل نہیں ہوتے، لیکن ان کا علم حاصل کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اور مذکورہ تشریح سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لئے

کافی نہیں بلکہ اس کی ہدایت کے لئے وحی الٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو ہی جائے جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں بلکہ حواس کا کام ہے اسی طرح بہت سے دینی معتقدات کا علم دینا عقل کی بجائے وحی کا منصب ہے، اوران کے ادراک کے لئے محض عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں۔

وحی کا مفہوم

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر ''وحی'' کے مفہوم اور اس کی حقیقت پر غور فرمایئے ''وحی'' کے معنی ہیں ''جلدی سے اشارہ کر دینا''۔

یہ لفظ صرف اس الہام کے لئے مستعمل ہے جو انبیاء پر نازل ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ ''ایحاء'' کا استعمال تو انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کے لئے کیا گیا ہے، لیکن لفظ ''وحی'' سوائے انبیاء کے کسی اور کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔

چنانچہ ''وحی'' وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے کسی منتخب بندے اور رسول تک اور اس رسول کے ذریعے تمام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

وحی کی اقسام

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ وحی کی ابتداءً تین قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) وحی قلبی

اس قسم میں باری تعالیٰ براہ راست نبی (علیہ السلام) کے قلب کو مسخر فرما کر اس میں کوئی بات ڈال دیتا ہے، اس قسم میں نہ فرشتہ کا واسطہ ہوتا ہے، اور نہ نبی کی قوتِ سامعہ اور حواس کا، لہٰذا اس میں کوئی آواز نبی کو سنائی نہیں دیتی، بلکہ کوئی بات

قلب میں جا گزیں ہو جاتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، یہ کیفیت بیداری میں بھی ہوسکتی ہے اور خواب میں بھی۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم اسی طرح دیا گیا تھا۔

(۲) کلام الٰہی

اس دوسری قسم میں باری تعالیٰ براہِ راست رسول کو اپنی ہم کلامی کا شرف عطا فرماتا ہے، اس میں بھی کسی فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا، لیکن نبی کو آواز سنائی دیتی ہے، یہ آواز مخلوقات کی آواز سے بالکل جدا ایک عجیب وغریب کیفیت کی حامل ہوتی ہے، جس کا ادراک عقل کے ذریعہ ممکن نہیں، جو انبیاء اسے سنتے ہیں وہی اس کی کیفیت اور اس کے سرور کو پہچان سکتے ہیں۔

وحی کی اس قسم میں چونکہ باری تعالیٰ سے براہِ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، اس لئے یہ قسم وحی کی تمام قسموں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہے، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

و کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیمًا...... (النساء:۱۶۴)

''اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب باتیں کیں''۔

(۳) وحی مَلَکی

اس تیسری قسم میں اللہ تعالیٰ اپنا پیغام کسی فرشتہ کے ذریعے نبی تک بھیجتا ہے، اور وہ فرشتہ پیغام پہنچاتا ہے، پھر بعض اوقات یہ فرشتہ نظر نہیں آتا، صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے اور بعض مرتبہ وہ کسی انسان کی شکل میں سامنے آکر پیغام پہنچا دیتا ہے، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبی کو اپنی اصلی صورت میں نظر آجائے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ (علوم القرآن بحوالہ فیض الباری، ص ۴۴ تا ۱۸)

وحی کی اِن تینوں قسموں کے جاننے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

نزولِ وحی کے طریقوں پر غور فرمائیے:

حضور ﷺ پر نزولِ وحی کے طریقے

دیگر انبیاء کی طرح آنحضرت ﷺ پر بھی مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

احیاناً یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشدهٗ عَلَیَّ فیفصم عَنّی وقد وعیت ماقال واحیاناً یمثل لی الملک رجُلًا۔

"کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ آواز نے کہا ہوتا ہے، مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے"۔

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ پر نزولِ وحی کے دو طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) صلصلۃ الجرس

پہلا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس قسم کی آواز آیا کرتی تھی کہ جیسے گھنٹیاں بجنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کا صحیح ادراک تو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں، لیکن اس بات کو عام ذہنوں کے قریب لانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے اسے گھنٹیوں کی آواز سے تشبیہ دے دی ہے۔ (فیض الباری، ج۱، ص۱۹، ۲۰، قاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

بہرکیف! اس کی ٹھیک کیفیت کا علم تو اللہ ہی کو ہے، یا اس کے رسول ﷺ کو، حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے اس خاص طریقے میں گھنٹیوں کی سی آواز آیا کرتی تھی، ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وحی کا یہ طریقہ آنحضرت ﷺ پر سب سے زیادہ دشوار ہوتا تھا۔

یہ ایک غیر معمولی کیفیت ہوتی تھی، اور اس سے مانوس ہونے اور استفادہ کرنے میں آپ ﷺ پر زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے سخت جاڑوں کے دن میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، (ایسی سردی میں بھی) جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی۔ (فتح الباری، ج ا، ص ۱۶ قاہرہ ۱۳۴۸ھ)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کا سانس رکنے لگتا، چہرہ انور متغیر ہو کر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے، اور آپ ﷺ کو اتنا پسینہ آتا کہ اس کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہو جاتی تھی کہ آپ ﷺ جس جانور پر اس وقت سوار ہوتے وہ آپ ﷺ کے بوجھ سے دب کر بیٹھ جاتا، اور ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے زانوں پر رکھا ہوا تھا کہ اسی حالت میں وحی نازل ہونی شروع ہوگئی، اور اس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنی ران ٹوٹتی محسوس ہوتی۔

بعض اوقات اُس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی سنائی دیتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

تمثلِ مَلک

وحی کی دوسری صورت جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ کا پیغام پہنچا دیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ علامہ عینی ؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب شاید اس لئے کیا گیا ہو کہ وہ اپنے وقت کے حسین ترین انسان تھے، اتنے

حسین کہ اپنے چہرے کو لپیٹ کر چلا کرتے تھے، البتہ بعض مواقع پر دوسری صورتوں میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت میں وہ بالکل ایک اجنبی کی صورت میں تشریف لائے تھے، کیونکہ وہاں مقصد ہی یہ تھا کہ حاضرین ایک اجنبی کو حضور ﷺ کے ساتھ اتنی بے تکلفی سے باتیں کرتا دیکھ کر اچنبھے میں پڑ جائیں۔ (العینیؒ، عمدۃ القاری ج ۱، ص ۴۷، استنبول ۱۳۰۸ھ)

وحی کے اس طریقے میں آپ ﷺ کو کوئی خاص دشواری پیش نہیں آتی تھی، چنانچہ صحیح ابوعوانہؒ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے وحی کی اس صورت کا ذکر کر کے فرمایا: "وھو اھون علی" (اور یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ آسان ہوتی ہے)۔ (الاتقان، ج ۱، ص ۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث میں تو وحی کے صرف یہ دو طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ تاہم دوسری احادیث سے نزولِ وحی کے جو دوسرے اہم طریقے ثابت ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسان کی شکل اختیار کئے بغیر اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپ ﷺ کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ اس وقت جب آپ ﷺ نے خود حضرت جبرئیل کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، دوسری مرتبہ معراج میں، اور تیسری بار نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکرمہ کے مقام اجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں، البتہ آخری واقعہ کی سند کمزور ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۸، ۱۹)

رویائے صادقہ

وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو نزولِ قرآن سے قبل سچے خواب نظر

آیا کرتے تھے، جو کچھ خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسا ہی ہو جاتا۔

کلامِ الٰہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے بیداری کی حالت میں یہ واقعہ صرف معراج کے موقعہ پر پیش آیا ہے، اس کے علاوہ ایک مرتبہ خواب میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں۔ (الاتقان، ج۱، ص۴۶)

نفث فی الروع

وحی کا چھٹا طریقہ یہ تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی شکل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء فرما دیتے تھے، چنانچہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ان روح القدس نفث فی روعی". (الخ)

''روح القدس (جبرئیلؑ) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی''۔ (الخ)

(ایضاً)

وحی اور کشف والہام کی کیفیات اور ان کی حقیقت

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ وحی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، اور کسی بھی غیر نبی کو خواہ وہ مقدس اور ولایت کے لئے بلند مقام پر ہو، وحی نہیں آسکتی، البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کچھ باتیں بتا دیتا ہے، اسے کشف یا الہام کہا جاتا ہے۔ کشف اور الہام میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہے، یعنی اس میں کوئی چیز یا واقعہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے، اور الہام کا تعلق وجدانیات سے ہے، یعنی اس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی، صرف دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے، اسی لئے عموماً الہام کشف کی بہ نسبت

زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ (فیض الباری، ج ۱، ص ۱۹)

وحی کی آخری صورت یعنی ''نفث فی الروع'' بظاہر الہام سے بہت قریب ہے کیونکہ دونوں کی حقیقت یہی ہے کہ دل میں کسی بات کو القاء کر دیا جاتا ہے، لیکن دونوں میں حقیقت کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ وحی میں...... جو صرف نبی کو ہوتی ہے...... ساتھ ساتھ یہ علم بھی ہوتا ہے کہ یہ بات کس نے دل میں ڈالی ہے۔ لیکن الہام میں ڈالنے والے کی تعیین نہیں ہوتی، اسی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی وحی سو فیصد یقینی ہوتی ہے، اور اس کی پیروی فرض ہے، لیکن اولیاء اللہ کا الہام یقینی نہیں ہوتا، چنانچہ وہ نہ دین میں حجت ہے، اور نہ اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ اگر کشف الہام یا خواب کے ذریعہ کوئی ایسی بات معلوم ہو جو قرآن وسنت کے معروف احکام کے مطابق نہیں ہے تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

وحی متلو اور غیر متلو

آنحضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی، ایک تو قرآن کریم کی آیات، جن کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے، اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کر دی گئیں کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہ بدلا جا سکا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اس وحی کو علم کی اصطلاح میں ''وحی متلو'' کہا جاتا ہے، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جزء نہیں بنی، لیکن اس کے ذریعہ آپ ﷺ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں، اس وحی کو ''وحی غیر متلو'' کہتے ہیں، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر ''وحی غیر متلو'' کے ذریعہ عطا فرمائے گئے ہیں، یہ ''وحی غیر متلو'' صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے اور اس میں عموماً صرف مضامین وحی کے ذریعہ آپ ﷺ پر نازل کئے گئے ہیں، ان مضامین کو تعبیر کرنے کے لئے الفاظ انتخاب

آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے، ایک حدیث میں سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

اوتیت القرآن و مثلہ معہٗ......

''مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی دوسری تعلیمات بھی''۔

اس میں قرآن مجید کے ساتھ جن ''دوسری تعلیمات'' کا ذکر ہے ان سے مراد یہی وحی ''غیر متلو'' ہے۔

اسلامی احکام کی جزوی تفصیلات چونکہ اسی وحی غیر متلو کے ذریعہ بتائی گئی ہیں، اس لئے جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود اسلامی احکام کی پابندیوں سے آزاد زندگی گزارنا چاہتے ہیں انہوں نے کچھ عرصہ سے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ ''وحیِ غیر متلو'' کوئی چیز نہیں، آنحضرت ﷺ پر جتنی وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں وہ سب قرآن کریم میں محفوظ ہیں، قرآن کریم کے علاوہ جو احکام آپ ﷺ نے دیئے ہیں وہ ایک سربراہ مملکت کی حیثیت سے دیئے ہیں جو صرف اس زمانے کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل تھے، آج ان پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

لیکن یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے، خود قرآن کریم کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی الٰہی صرف قرآن کریم میں منحصر نہیں، بلکہ آیاتِ قرآنی کے علاوہ بھی آپ ﷺ کو بہت سی باتیں بذریعہ وحی بتائی گئی تھیں۔ اور متعدد آیات سے وحی غیر متلو کا ثبوت ملتا ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کو تفصیل سے سمجھنا چاہیں وہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی کتاب ''علوم القرآن'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وحی پر عقلی شبہات

چونکہ وحی کا مشاہدہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی اور کو نہیں ہوتا، اس لئے اس کی ٹھیک ٹھیک کیفیات کا اندازہ بھی دوسروں کے لئے ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج کی وہ دنیا جو مغربی افکار کے ہمہ گیر شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتی ہے، پھر بعض لوگ تو کھل کر وحی والہام کا انکار کر کے اسے معاذ اللہ قصہ کہانی سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض

وہ ہیں جو اس کا کھل کر انکار تو نہیں کرتے، لیکن ''سائنٹفک ترقیات'' کے اس دور میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے شرماتے ضرور ہیں، اس لئے یہاں مختصراً یہ بھی سمجھ لیجئے کہ خالص عقلی اعتبار سے وحی کی کیا حیثیت ہے۔

مولانا محمد تقی عثمانی کے بقول وحی کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے طے کرنے کی بات یہ ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق و مالک ہے یا خود بخود بغیر کسی کے پیدا کئے ہوئے وجود میں آ گئی ہے؟ جہاں تک ان مادہ پرست لوگوں کا تعلق ہے جو سرے سے خدا کے وجود کے منکر ہیں ان سے وحی کے مسئلہ پر بات کرنا بالکل بے سود ہے، جو شخص خدا کے وجود ہی کا قائل نہ ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ وحی کی حقیقت پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے اسے دل و جان سے تسلیم کر لے۔ اس لئے اس سے تو سب سے پہلے خدا کے وجود پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے، رہے وہ لوگ جو خدا کے وجود کے قائل ہیں سو ان کے لئے وحی کی عقلی ضرورت، اس کے امکان اور حقیقی وجود کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک قادرِ مطلق نے پیدا کی ہے وہی اس کے مربوط اور مستحکم نظام کو اپنی حکمتِ بالغہ سے چلا رہا ہے، اور اسی نے انسان کو کسی خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کر کے اندھیرے میں چھوڑ دیا ہو، اور اسے یہ تک نہ بتایا ہو کہ وہ کیوں اس دنیا میں آیا ہے؟ یہاں اس کے ذمہ کیا فرائض ہیں؟ اس کی منزلِ مقصود کیا ہے؟ اور وہ کس طرح اپنے مقصدِ زندگی کو بروئے کار لا سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص جس کے ہوش و حواس سلامت ہوں ایسا کر سکتا ہے کہ اپنے کسی نوکر کو ایک خاص مقصد کے تحت سفر پر بھیج دے، اور اسے نہ چلتے ہوئے اس کے سفر کا مقصد بتائے اور نہ بعد میں کسی پیغام کے ذریعہ اس پر یہ واضح کرے کہ اسے کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے، اور سفر کے دوران اس کی ڈیوٹی کیا ہوگی؟ جب ایک معمولی قسم کا انسان بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تو آخر اس خداوند قدوس کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے جس کی

حکمت بالغہ سے کائنات کا یہ سارا نظام چل رہا ہے؟ یہ آخر کیسے ممکن ہے کہ جس ذات نے چاند، سورج، آسمان، زمین، ستاروں اور سیاروں کا ایسا محیر العقول نظام پیدا کیا ہو وہ اپنے بندوں تک پیغام رسانی کا کوئی ایسا نظام بھی نہ کر سکے، جس کے ذریعہ انسانوں کو ان کے مقصدِ زندگی سے متعلق ہدایات دی جاسکیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا ہے بلکہ ان کی رہنمائی کے لئے کوئی باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے، بس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی ورسالت ہے۔

اس سے صاف واضح ہے کہ ''وحی'' محض ایک دینی اعتقاد ہی نہیں ایک عقلی ضرورت ہے، جس کا انکار درحقیقت اللہ کی حکمتِ بالغہ کا انکار ہے۔

تاریخ نزولِ قرآن

قرآن مجید کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ یہ پورا کا پورا آسمان دنیا کے ''بیتِ عزت'' میں نازل کر دیا گیا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسبِ ضرورت نازل کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ تیئیس سال میں اس کی تکمیل ہوئی۔
نزولِ قرآن کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں جو خود قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

① اس کی ابتداء رمضان کے مہینے سے ہوئی۔
② جس رات نزولِ قرآن کا آغاز ہوا وہ شبِ قدر تھی۔
③ یہ وہی تاریخ تھی جس میں بعد کو غزوۂ بدر پیش آیا۔

لیکن یہ رات رمضان کی کون سی تاریخ تھی؟ اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، بعض روایات سے رمضان کی سترہویں، بعض سے انیسویں اور بعض سے ستائیسویں شب معلوم ہوتی ہے۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت

صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن کریم کی سب سے پہلے جو آیتیں

اتریں وہ سورۃ علق کی ابتدائی آیات ہیں، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ اس کا واقعہ یہ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر نزول وحی کی ابتداء تو سچے خوابوں سے ہوئی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ کو خلوت میں عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوا، اور اس دوران آپ ﷺ غارِ حراء میں کئی کئی راتیں گزارتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ ایک دن اسی غار میں آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتہ آیا، اور اس نے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ ''اقراء'' (یعنی پڑھو) حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس کے بعد خود حضور ﷺ نے واقعہ بیان کیا کہ میرے اس جواب پر فرشتے نے مجھے پکڑا، اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھ پر مشقت کی انتہا ہوگئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور دوبارہ کہا کہ ''اقراء'' میں نے جواب کہ ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں'' فرشتہ نے مجھے پھر پکڑا اور دوبارہ اس زور سے بھینچا کہ مجھ پر مشقت کی انتہا ہو گئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا کہ ''اقراء'' میں نے جواب دیا کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس پر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا اور بھینچ کر چھوڑ دیا، پھر کہا:

''اقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم''. (علق: ۱)

''پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا، پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے''۔

رسول کریم ﷺ ان آیات کو لے کر واپس گھر کی طرف چلے، تو آپ ﷺ کا مبارک دل دھڑک رہا تھا، آپ ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس پہنچے، اور فرمایا: ''زملونی زملونی '' (مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ) گھر والوں نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا۔

یہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی آیات تھیں، اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، اس زمانے کو ''فترت وحی'' کا زمانہ کہتے ہیں، پھر تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں آیا تھا، آپ ﷺ کو آسمان اور زمین کے درمیان

دکھائی دیا، اور اس نے سورۂ مدثر کی آیات سنائیں۔

یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ تقریباً تمام کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ منقول ہے۔

مکی اور مدنی آیات

آپ نے قرآن کریم کی سورتوں کے عنوان میں دیکھا ہوگا کہ کسی سورت کے ساتھ مکی اور کسی کے ساتھ مدنی لکھا ہوتا ہے، اس کا صحیح مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے، اکثر مفسرین کی اصطلاح کے مطابق ''مکی آیات'' کا مطلب وہ ہے جو آپ ﷺ کی بغرض ہجرت مدینہ طیبہ سے پہنچے سے پہلے پہلے نازل ہوئی، بعض لوگ مکی کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شہر مکہ میں نازل ہوئی اور مدنی کا مطلب یہ کہ وہ شہر مدینہ میں اتری، لیکن اکثر مفسرین کی اصطلاح کے مطابق یہ مطلب سمجھنا درست نہیں، اس لئے کہ کئی آیتیں ایسی ہیں جو شہر مکہ میں نازل نہیں ہوئیں، لیکن چونکہ ہجرت سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس لئے انہیں مکی کہا جاتا ہے، چنانچہ منیٰ، عرفات وغیرہ اور سفرِ معراج کے دوران نازل ہونے والی آیات ایسی ہی ہیں، یہاں تک کہ سفرِ ہجرت کے دوران جو آیات راستے میں نازل ہوئیں وہ بھی مکی کہلاتی ہیں، اسی طرح بہت سی آیات ایسی ہیں جو شہر مدینہ میں نازل نہیں ہوئیں مگر انہیں مدنی کہا جاتا ہے، چنانچہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو بہت سے سفر پیش آئے جن میں آپ ﷺ مدینہ سے سینکڑوں میل دور بھی تشریف لے گئے، ان تمام مقامات پر نازل ہونے والی آیات مدنی ہی کہلاتی ہیں، یہاں تک ان آیتوں کو بھی مدنی کہا جاتا ہے جو فتح مکہ یا صلح حدیبیہ کے موقع پر خاص شہر مکہ یا اس کے مضافات میں نازل ہوئیں، چنانچہ ''ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا'' مدنی ہے، حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکی اور مدنی کی تقسیم اگرچہ بظاہر مقامات نزول کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ زمانہ نزول کے اعتبار سے ہے ہجرت کی تکمیل

سے قبل کی آیات مکی ہیں اور بعد کی مدنی۔

مکی و مدنی آیتوں کی خصوصیات

علماء تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی خصوصیات بیان فرمائیں ہیں جن سے بادی النظر میں یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، اس سلسلے میں بعض قواعد کلی ہیں اور بعض اکثر، قواعد کلیہ یہ ہیں۔

① ہر وہ سورت جس میں لفظ ''کـــلا'' (ہرگز نہیں) آیا ہے وہ مکی ہے، یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور یہ ساری آیتیں قرآن کریم کے آخری نصف حصہ ہیں، چنانچہ علامہ کردی کا شعر ہے۔

وما نزل کلا بیثرب فاعلمن
ولم تات فی القرآن فی نصفه الا

② ہر وہ سورت جس میں کوئی سجدے کی آیت آئی ہے مکی ہے (یہ اصول حنفیہ کے مسلک پر ہے کیونکہ ان کے نزدیک سورۂ حج میں سجدہ نہیں ہے، شوافع کے نزدیک سورۂ حج میں سجدہ ہے اور مدنی ہے لہٰذا وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہوگی)۔

③ سورۂ بقرہ کے سوا ہر وہ سورت جس میں آدم علیہ السلام و ابلیس کا واقعہ آیا ہے وہ مکی ہے۔

④ ہر وہ سورت جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہیں، مدنی ہے۔

⑤ ہر وہ سورۂ جس میں منافقین کا ذکر آیا ہے، مدنی ہے، بعض علماء نے اس قاعدے سے سورہ عنکبوت کو مستثنیٰ کیا ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت بحیثیت مجموعی تو مکی ہے، مگر جن آیات میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہیں۔

اور سورتوں کی مندرجہ ذیل خصوصیات عمومی اور اکثری ہیں، یعنی کبھی کبھی ان کے خلاف بھی ہوجاتا ہے، لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔

① مکی سورتوں میں عموماً ''یــا ایهــا النــاس'' (اے لوگو!) کے الفاظ سے

خطاب کیا گیا ہے۔ اور مدنی سورتوں میں ”یا ایھا الذین امنوا “ کے الفاظ ہیں۔

② مکی آیتیں اور سورتیں عموماً چھوٹی اور مختصر ہیں، اور مدنی آیات و سورتیں طویل اور مفصل ہیں۔

③ مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت اور آخرت کے اثبات، حشر ونشر کی منظر کشی آنحضرت ﷺ کو صبر و تسلی کی تلقین اور پچھلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہیں اور ان میں احکام وقوانین کم بیان ہوئے ہیں، اس کے برعکس مدنی سورتوں میں خاندانی اور تمدنی قوانین، جہاد وقتال کے احکام اور حدود وفرائض بیان کئے گئے ہیں۔

④ مکی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں سے ہے، اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے۔

⑤ مکی سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ پرشکوہ ہے، اس میں استعارات، تشبیہات اور تمثیل زیادہ ہیں اور ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے، اس کے برخلاف مدنی سورتوں کا انداز نسبتاً سادہ ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کے انداز واسلوب میں یہ فرق دراصل حالات، ماحول، اور مخاطبوں کے اختلاف کے وجہ سے پیدا ہوا ہے، مکی زندگی میں مسلمانوں کا واسطہ چونکہ زیادہ تر عرب کے بت پرستوں سے تھا، اور کوئی اسلامی ریاست وجود میں نہیں آئی تھی، اس لئے اس دور میں زیادہ زور عقائد کی درستی، اخلاق کی اصلاح بت پرستوں کی مدلل تردید اور قرآن کریم کی شانِ اعجاز کے اظہار پر دیا گیا، اس کے برخلاف مدینہ طیبہ میں ایک اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ جوق درجوق اسلام کے سائے تلے آرہے تھے، علمی سطح پر بت پرستی کا ابطال ہو چکا تھا، اور تمام تر نظریاتی مقابلہ اہل کتاب سے تھا، اس لئے یہاں احکام وقوانین اور حدود وفرائض کی تعلیم اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی، اور اسی کے مناسب اسلوب بیان اختیار کیا گیا۔

ہر منصف مزاج انسان حالات کی تدریج کی روشنی میں قرآنی مضامین و اسلوب کے اس اختلاف کو بآسانی سمجھ سکتا ہے، لیکن جن مستشرقین کے دل میں اسلام دشمنی کی آگ سلگتی ہی رہتی ہے، انہوں نے مکی اور مدنی اسلوب کے اس فرق سے بھی من گھڑت نتائج نکالنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض مستشرقین نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن (معاذ اللہ) خود آنحضرت ﷺ کا کلام ہے، اسی لئے وہ حالات اور ماحول کے اختلاف سے مختلف اسلوب اختیار کرتا رہا، اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو اس کا اسلوب گردوپیش سے متاثر نہ ہوتا۔

لیکن جس شخص کے دل میں بھی انصاف اور معقولیت کی ادنیٰ رمق موجود ہو وہ اس معاندانہ اعتراض کی لغویت محسوس کرسکتا ہے، علم بلاغت کی اصل روح یہ ہے کہ کلام اپنے مخاطب اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق ہو، ہر قسم کے مخاطب کے سامنے اور ہر قسم کے ماحول میں ایک ہی انداز واسلوب پر جمے رہنا پرلے درجے کی بدمذاقی اور بلاغت کے بنیادی آداب تک سے نابلد ہونے کی دلیل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس بدمذاقی کی توقع وہی شخص کرسکتا ہے، جس نے اعتراض برائے اعتراض کی قسم ہی کھا رکھی ہو۔

قرآن کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی گئی ہیں یہاں ان کا خلاصہ سمجھ لینا کافی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس تدریجی نزول میں کئی حکمتیں تھیں۔

① آنحضرت ﷺ اُمی تھے، لکھتے پڑھتے نہیں تھے، اس لئے اگر سارا قرآن ایک مرتبہ نازل ہوگیا ہوتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہوتا، اس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس لئے ان پر تورات ایک ہی مرتبہ نازل کردی گئی۔

② اگر پورا قرآن ایک دفعہ نازل ہوجاتا تو تمام احکام کی پابندی فوراً شروع ہو جاتی اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہوتا جو شریعت میں ملحوظ رہی ہے۔

③ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی نئی اذیتیں برداشت کرنی

پڑتی تھیں، جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآن کریم لے کر آنا ان کے مقابلہ کو سہل کر دیتا تھا، اور آپ ﷺ کی تقویت قلب کا سبب بنتا تھا۔

④ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف وجوہات سے متعلق ہے، اس لئے ان آیات کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کیے گئے تھے، یا وہ واقعات پیش آئے، اس سے مسلمانوں کی بصیرت بھی بڑھتی تھی اور قرآن کے غیبی خبریں بیان کرنے سے اس کی حقانیت اور زیادہ آشکار ہو جاتی تھی۔ (علوم القرآن)

ترتیبِ نزولی اور موجودہ ترتیب

قرآن کریم جس ترتیب کے ساتھ اس وقت موجود ہے، آنحضرت ﷺ پر اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا، بلکہ ضرورت اور حالات کے مطابق نزول کی ترتیب اس سے مختلف تھی، ہوتا یہ تھا کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی کو اسے لکھنے کا حکم دیتے اور ساتھ ہی یہ بتا دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھ لیا جائے، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے مقام پر درج ہو جاتی تھی۔ ترتیب نزولی کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہ آنحضرت ﷺ نے فرمائی اور نہ صحابہ ﷺ نے، اس لئے جب قرآن مکمل ہو گیا، تو لوگوں کو یہ یاد بھی نہیں رہا کہ کونسی آیت کس ترتیب سے نازل ہوئی تھی؟ لہٰذا اب جزوی طور پر بعض سورتوں یا آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی؟ لیکن پورے قرآن کی ترتیبِ نزول یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جاسکتی، علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں بعض روایات کی مدد سے سورتوں کی ترتیبِ نزول بیان کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن درحقیقت ان روایتوں سے یقینی طور پر صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کون سی سورت مکی ہے اور کون سی مدنی ہے۔ ترتیب نزول کی تفصیلات ان سے معلوم نہیں ہوتیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی کی تحقیق کے مطابق ماضیِ قریب میں مستشرقین

نے بھی ترتیبِ نزول معین کرنے کی کوشش کی ہے، سب سے پہلے مشہور جرمن مستشرق ''نولڈیکے'' نے اس کام کا آغاز کیا، اور اس کے بعد یہ بہت سے مغربی مصنفین کی دلچسپی کا موضوع بنا رہا، ''ولیم میور'' نے اس سلسلے میں ایک جداگانہ کوشش کی ہے، بلکہ ''جے ایم راڈویل'' نے قرآن کریم کا جو انگریزی ترجمہ شائع کیا، اس میں سورتوں کو معروف ترتیب سے ذکر کرنے کے بجائے ''نولڈیکے'' کی مزعومہ تاریخی ترتیب سے ذکر کیا، بیسویں صدی کے آغاز میں ''ہارٹ وگ ہرشفیلڈ'' نے نہ صرف سورتوں بلکہ آیتوں تک کی تاریخی ترتیب معین کرنے کی کوشش کی، اس کے علاوہ ''ریجس بلاشیر'' نے اپنے فرانسیسی ترجمہ میں اس کام کا بیڑا اٹھایا، ''رچرڈ بیل'' نے بھی اس سلسلے میں مغربی دنیا میں کافی نام پیدا کیا، مستشرقین کی یہ کوششیں اب بھی جاری ہیں، اور شاید انہی سے متاثر ہو کر بعض مسلمانوں نے بھی ترتیبِ نزول کی تحقیق کرنی شروع کی۔

لیکن ہماری نظر میں یہ ساری کوششیں ایک ایسے کام میں اپنا وقت صرف کرنے کے مترادف ہیں جس میں کبھی یقینی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، مذکورہ بالا مستشرقین نے جو کوششیں کی ہیں وہ زیادہ تر متن کے بارے میں ان کے ذاتی قیاسات پر مبنی ہیں، اور چونکہ ہر شخص کے قیاسات دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں، اس لئے ان کی بیان کردہ ترتیبوں میں بھی فرق ہے، لہٰذا ہزار کوشش کے باوجود ان قیاسات سے کوئی خاص عملی فائدہ حاصل کرنا مشکل ہے۔

دراصل مستشرقین کی ان کوششوں کے پیچھے ایک مخصوص ذہنیت کارفرما ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم ابھی تک غیر مرتب ہے، اس کی اصلی ترتیب وہ ہے جس پر وہ نازل ہوا تھا، لیکن چونکہ نازل ہونے کے ساتھ اسے کتابی شکل میں لکھنے کے بجائے متفرق چیزوں پر لکھا گیا اس لئے وہ ترتیب محفوظ نہ رہ سکی، ''راڈویل'' نے اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ موجودہ ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جب متفرق تحریریں جمع کیں تو وہ انہیں جس ترتیب کے ساتھ ملتی گئیں اسی ترتیب سے وہ لکھتے چلے گئے، لہٰذا اس میں کسی تاریخی یا معنوی ترتیب کا

لحاظ نہیں رہ سکا، اب قرآن کریم کی موجودہ ترتیب ان کے خیال میں (معاذ اللہ) ایک نقص ہے جسے وہ بزعم خود اپنی ''تحقیق'' سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ (علوم القرآن)

جبکہ دوسری طرف ولیم میور نے اس موضوع پر چند دلچسپ حقائق بھی لکھے ہیں، جن سے ازخود مستشرقین کے اعتراضات "ھباءً منثورًا" ہو گئے، ذیل میں ولیم میور کا یہ بیان پیش کر کے مقدمہ کا اختتام کیا جاتا ہے۔

تدوینِ قرآن پر ولیم میور کا دلچسپ تجزیہ

سر ولیم میور مستشرق ہونے کے باوجود مسیحیت کے اتنے بڑے پرچارک ہیں کہ اگر اُن کا بس چلتا تو پورے عالم کے گلے میں صلیب لٹکا دیتے۔ جیسا کہ ان کی تصانیف سے واضح ہے۔ جہاں تک ہو سکا میور نے اسلام اور بانیٔ اسلام پر حرف گیری کی گنجائش پیدا کرنے میں کاوش ترک نہیں کی۔ بایں ہمہ (ولیم میور) لکھتے ہیں:

''ارکانِ اسلام کی بنیاد اس مقدس وحی پر مبنی ہے جس کا کوئی حصہ روزانہ کی ہر ایک نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ نماز کے بعض ارکان میں اس مقدس وحی کی تلاوت فرض اور بعض میں سنت ہے اور صدرِ اول ہی سے مسلمانوں کا اس پر اجماع تھا جس کے احکام وہ اس ''مقدس وحی'' سے مستنبط کرتے ہیں۔

اسی ضرورت (نماز میں قرآن پڑھنے) کے لیے صدرِ اول کا ہر ایک مسلمان قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ حفظ کر لیتا جسے وہ اپنی زندگی کا گراں بہا سرمایہ متصور کرتا۔ عرب کے رہنے والوں کے لیے، جنہیں اشعار و انساب و روایات حفظ کر لینے کی جاہلیت سے عادت پڑی ہوئی تھی، قرآن کی آیتیں حفظ کر لینا اور بھی سہل تھا، اس لئے بھی کہ وہ نوشت و خواند کے طریقوں سے عموماً قاصر تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھی بھی ان صفات سے متصف تھے جنہیں قرآنی آیات ان کے محلِ نزول کے ساتھ اس طرح حفظ تھیں کہ وہ جب چاہتے تھے ان کا اعادہ بھی کر سکتے تھے۔

مگر ہم اہلِ عرب کی اس مافوق العادت قوتِ حافظہ کے باوجود تسلیم نہیں کر

سکتے کہ اسی ایک طاقت کے بل بوتے پر پورا قرآن محفوظ رہ گیا، بلکہ ہمارے سامنے ایسے دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں اکثر افراد نے اپنے پیغمبر کی زندگی ہی میں قرآن کی متفرق سورتیں املا بھی کر رکھی تھیں، جس کے مجموعہ میں تقریباً سارا قرآن سمٹ آیا۔

اور نبوت سے قبل اہلِ مکہ کا نوشت وخواند سے واقف ہونا بھی ثابت ہے۔ جنگِ بدر میں مکہ والوں میں سے جو لوگ گرفتار ہو کر آئے ان میں سے کچھ ایسے مفلوک الحال اسیر بھی تھے جو اپنی رہائی کا فدیہ مال کی صورت میں ادا کرنے سے قاصر تھے مگر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (حضرت) محمد (ﷺ) نے مکہ کے ایسے اسیروں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ان میں سے ہر شخص اتنے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کے بے شمار افراد نے ان سے نوشت وخواند سیکھ لی، کیونکہ اہلِ مدینہ تہذیب وتمدن میں مکہ والوں سے بہت پیچھے تھے، اگرچہ ان میں سے بھی اکثر افراد اسلام لانے سے قبل کتابت سے واقف تھے۔

یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ قرآن کی جو آیتیں اور سورتیں مسلمانوں کے حافظہ میں منقوش تھیں وہ کتابت کی شکل میں بھی مسطور ہوتی گئیں۔

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ (قبائل) بدوی میں سے جو لوگ اسلام لاتے (حضرت) محمد ﷺ ان کی تعلیم ورہبری کے لیے اپنے اصحاب میں سے ایک یا زیادہ اشخاص (بہ حسبِ ضرورت) ان قبائل میں بھجوا دیتے اور یہ بھی ثابت ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے مبلغین اپنے ہمراہ ایسی تحریریں بھی لے جاتے جن میں قواعد واصولِ اسلام لکھے ہوتے۔ ظاہر ہے کہ ان مبلغین کی تحریری دستاویزوں میں قرآن بھی تحریری صورت میں ہی ہوتا، خصوصاً وہ آیات جو شعارِ اسلام کے لیے مختص ہیں اور وہ آیتیں بھی جن کا نماز میں دوہرانا ضروری ہے۔

قرآن خود بھی اپنی کتابت پر نص فرماتا ہے اور کتب سیرت میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ (حضرت) عمر ؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے کہ ان کی

ہمشیرہ کی تحویل میں قرآن کی سورۂ طٰہٰ املا شدہ شکل میں موجود تھی اور (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین یا چار سال قبل اسلام لائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت سے قبل جب مسلمان تعداد میں بالکل قلیل اور مظلومیت کا بُری طرح شکار تھے، قرآن کی املا پھر بھی ان میں رائج تھی۔ اس کے تسلیم میں کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ کے زمانۂ عروج و اقتدار میں انہوں نے قرآن کے متعدد نسخے کتابت نہ کرا لیے ہوں، خصوصاً جب کہ قرآن ہی (حضرت) محمد ﷺ کا قانون بھی تھا، اور ان اوراق کو اطراف و اکناف ملک میں نہ بھجوا دیا ہو۔

حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں قرآن ان دونوں شکلوں میں موجود تھا اور اُن کی رحلت کے ایک سال بعد تک اسی طرح رہا، یعنی:

(الف) حفاظ کے سینوں میں......

(ب) مختلف لکھے ہوئے اجزاء میں!!

اور دن بدن ان دونوں طریقوں میں توسیع ہوتی گئی۔ پس کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ قرآن کی ان دونوں صورتوں (حفظ و تسطیر) میں تطابق نہ ہو جب کہ وہ (قرآن) (حضرت) محمد ﷺ کا عزیز ترین سرمایہ تھا۔ مسلمان اسے نبی ﷺ کی زندگی میں خدا کا کلام سمجھتے کہ اگر کسی کو اس کے متن میں شبہ ہوتا تو فوراً رسول ﷺ سے مراجعہ کیا جاتا، جیسا کہ عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے۔

اور نبی ﷺ کی رحلت کے بعد اگر صحابہ کا قرآن کی آیات میں اختلاف ہوتا تو وہ اس کا حل تین صورتوں سے کرتے:

(۱) کتابت شدہ اجزاء سے......

(۲) اقرب الی الرسول صحابہؓ کے باہم مذاکرہ سے......

(۳) کاتبین وحی سے مراجعہ کی صورت میں!!

جنگ یمامہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز ہی میں ہوا، من جملہ دوسرے مسلمانوں کے بے شمار حفاظِ قرآن شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، مبادا بقیہ حفاظ (قرآن) کسی ایسے حادثہ سے جامِ شہادت نوش کر لیں ضروری ہے کہ آپ قرآن کو یکجا کرا دیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے جو افراد حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے مطابق کتابت وحی پر مامور تھے یکجا کیے، اور زید بن ثابتؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ مردِ عاقل اور نوجوان ہیں، ہم سے ہر ایک کو آپ پر اعتماد ہے، آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق وحی الٰہی کتابت کرتے رہے ہیں براہِ کرم پورے قرآن کا تتبع فرما کر اِسے یکجا کرا دیجیے گا۔''

مگر زید رضی اللہ عنہ یہ سن کر گھبرا اُٹھے، انہیں خیال گزرا کیا یہ کام مجھے کرنا چاہیے اور کیا یہ مشروع ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریق سے تو اسے کرایا نہیں۔

لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے پیہم اصرار سے زیدؓ اس پر راضی ہو گئے اور انہوں نے یہ مہم اس طرح جاری کر دی کہ جس شخص کی تحویل میں جو جو اجزاء تھے ان سے لے کر یک جا کر لئے جن کی مندرجہ ذیل صورتیں تھیں:

(۱) کچھ املا کی صورت میں پتوں پر تھے......

(۲) کچھ املا کی صورت میں سفید پتھر پر تھے......

(۳) کچھ حفاظ کے سینوں میں تھے......

اور بعض روایات کے مطابق

(۴،۵) چمڑے اور ہڈیوں پر لکھے ہوئے تھے!!

زیدؓ نے ایک ایک تحریر کو سمیٹ لیا اور حفاظِ قرآن کو اپنے گرد وپیش بٹھا کر دو یا تین سال میں یہی قرآن جو ہمارے ہاتھ میں ہے مرتب کر دیا۔

یہی نسخہ اس ترتیب کے مطابق ہے جو زید لکھ کر (حضرت) محمد ﷺ کے بالمواجہہ آپ کو سنایا کرتے۔

زید رضی اللہ عنہ کا مرتب کیا ہوا یہ نسخہ عمر رضی اللہ عنہ نے حفاظت کی غرض سے اپنی صاحبزادی اور اپنے نبی کی بیوی (اُم المومنین) حفصہ (رضی اللہ عنہا) کی سپردگی میں دے دیا، تا آنکہ

(حضرت) عمر ﷺ نے زمامِ خلافت ہاتھ میں لی اور اسی نسخہ کو مدارِ صحت واکمال قرار دیا۔

البتہ (حضرت) زید ﷺ کے جمع قرآن سے قبل چند آیتوں میں یا تو اختلاف قرأت یا نسخ کی وجہ سے تفاوت تھا، جس سے بعض مسلمانوں کو خیال گزرا کہ قرآن تو ایک ہی ہے پھر یہ اختلاف کیوں ہے۔ حتیٰ کہ (حضرت عثمان ﷺ کے عہدِ خلافت میں) جناب ابوحذیفہ ﷺ آرمینیہ اور آذربائی جان کی لڑائی میں شریک ہوئے، جہاں شام اور عراق کے مسلمان بعض آیات کی مختلف طریقوں سے قرأت کرتے۔

ابوحذیفہ ﷺ اس اختلاف سے تلملا اٹھے اور (حضرت) عثمان ﷺ سے درخواست کی کہ اس بارے میں مسلمانوں کی نگہداشت کیجئے، مبادا وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں تغیر وتبدل کا سبب بن جائیں۔ اس پر عثمان ﷺ نے زید بن ثابت ﷺ (کاتب وحی بعہد رسالت و جامع قرآن بہ عہد خلیفۂ اول) سے استمداد کی اور ان کی اعانت کے لیے قریش کے دو اور ارباب بصیرت کو مقرر فرما دیا۔ اس کے ساتھ ہی (اُم المومنین حضرت) حفصہ (رضی اللہ عنہا) کی تحویل میں جو نسخہ تھا آپ سے حاصل کر کے وہ بھی اس جماعت کے سپرد کر دیا۔

اس نظر ثانی میں ان علمائے قریش نے مروجہ آیات اور قرأتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخہ سے مقابلہ کیا۔ جہاں (حضرت) زید ﷺ اپنے دوسرے رفقاء سے مختلف ہوتے حق ترجیح آپ ہی کو حاصل ہوتا۔

صرف قریش کو اس مہم پر مامور کرنے کا سبب یہ تھا کہ قرآن انہی کے لب و لہجہ میں نازل ہوا تھا، اگرچہ کہنے کو کہا جاتا ہے کہ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا۔

آخر (عہد عثمانی میں) قرآن پر پھر نظر ثانی ہوئی اور عثمان ﷺ نے اس کی تکمیل کے بعد نسخہ مصححہ کی کئی نقلیں کرا کے تمام ممالک محروسۂ اسلام میں بھجوا دیں۔

اس کے ساتھ ہی عثمان ﷺ نے ان تمام نسخوں کو بھی جلوا دیا جو (حضرت) حفصہ (رضی اللہ عنہا) کے نسخہ سے مختلف تھے تاکہ تعارض کا خدشہ نہ رہے۔

آخری اعتراض عقل کے سراسر خلاف ہے، خصوصاً بنو اُمیہ اور دوست

داران علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود سب اسی قرآن پر متفق رہے جسے بعد میں لوگوں نے صحیفۂ عثمانی سے نامزد کیا، نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں۔

پھر (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وجناب عثمان رضی اللہ عنہ) دونوں عہدوں میں اسی قرآن پر اتفاق کیا گیا اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، مگر آپ نے کوئی معارضہ نہیں فرمایا۔

آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے تحرّف (قرآنی) میں کون سے مفاد وابستہ تھے؟ خصوصاً جب کہ ایسے اقدام کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی برہمی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا۔

پھر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہو کر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہم کو دکھا کر شائع کرایا اور ان صحابہ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

اگر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر قرآن کی آیتیں نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود (جناب) علی رضی اللہ عنہ بربنائے مصلحت خاموش ہوگئے تو لازم تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے انصار واصحاب ہی عثمان رضی اللہ عنہ کی اس زیادتی پر فریاد کرتے۔

پس! ہمارے (سرولیم میور) ان ہر دو معارضات سے ثابت ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔

جب عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے غلبہ کی بیّن دلیل ہے کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ اصحابِ علیؓ ناقص قرآن پر صبر کر لیتے اور ناقص بھی ایسا جس سے ان کے امام (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی فضیلت کی آیات قلم زن کر دی گئی ہوں؟ آخر محبانِ علی رضی اللہ عنہ ایسے قرآن پر کیوں متفق ہوگئے جو ان کا مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہ چکا تھا؟ بلکہ اصحابِ علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن کو دینی دستاویز سمجھ کر پڑھتے جسے ان کے مخالف پڑھتے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرتے۔ نہ صرف یہ بلکہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے

اپنے عہدِ امارت میں اسی قرآن کے پھیلانے کا فرمان جاری کیا اور اس کے متعدد نسخے نزدیک اور دور بھجوائے حتیٰ کہ خود بھی اپنے قلم سے اسے بارہا لکھا۔

البتہ یہ اعتراض صحیح ہے کہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مجمع علیہ نسخہ کے سوا دوسرے تمام مصاحف تلف کر دینے کا حکم دیا جسے بے انصافی کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ اس دور میں کسی نے عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف و تصحیف کی ہے؟ اگر حقیقت میں عثمان رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا، مگر عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اغراض کے لئے وضع کر لیا۔

بنابریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کے اس نسخہ میں اصلاً تعارض نہ تھا، جس میں زید رضی اللہ عنہ نے قرأت کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھا۔ اس کے بعد ایک سوال اور قابل حل رہ جاتا ہے کہ کیا زید رضی اللہ عنہ کا مرتبہ قرآن بعینہٖ وہی تھا جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بصورتِ وحی نازل ہوا؟ اس کا مفصل جواب آگے آنے والی چار صورتوں میں ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کا مدوّنہ نسخہ اس حد تک ضرور صحیح ہے جس حد تک اکمال و صحت دونوں کا امکان ہو سکتا ہے۔

صورت اوّل

زید رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں مرتب کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (جناب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسے مخلص پیرو تھے جن کا ایمان یہ تھا:

(الف) قرآن آسمان سے نازل شدہ مقدس کلام ہے۔

(ب) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (پاک) کے عہدِ رسالت میں مسلسل بیس سال شب و روز ان کی ''معیت'' میں رہے۔

(ج) انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں بے طمع سادگی اور اُمت کی اصلاح و بہبود کے لیے پُر اسرار حکمت سے اپنا منصب سرانجام دیا۔

یہ ایسی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے ان کے قرآن جمع کرانے میں ان پر

کسی بدگمانی کا امکان نہیں ہوسکتا۔ ابوبکرؓ صدقِ ایمان سے جانتے تھے کہ قرآن خداوندِ عالم کی طرف سے ان کے پیغمبر ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل ہوا۔ ان کا یہ عقیدہ محرک تھا کہ وہ قرآن کے جمع وترتیب واکمال اور صحت پر پوری توجہ دیتے۔ یہی عقیدہ (حضرت) عمرؓ کا تھا اور اسی کے مطابق قرآن (موجودہ صورت میں) مدوّن ہوا۔ جس عہد میں قرآن مدوّن ہوا، اس عہد کے ہر مسلمان کا یہی ایمان تھا۔ جن مسلمانوں نے کاتبین وحی (حضرت زیدؓ بن ثابت وغیرہم) کی امداد ہر اس شکل میں کی جو ان کے قبضہ اختیار میں تھی کہ جن حضرات کو صرف زبانی (قرآن) یاد تھا انہوں نے مذکورہ مجلس میں حاضر ہوکر اسی طرح انہیں سنا دیا، جن کی تحویل میں ہڈیوں یا درخت کے پتوں پر جو آیات لکھی ہوئی تھیں انہوں نے وہ ٹکڑے اسی طرح زیدؓ کے سامنے رکھ دیئے۔ ابوبکرؓ کی طرح یہ مسلمان بھی اپنے دلوں میں پوری رغبت لیے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے نبی (صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ) نے جو کچھ وحی الٰہی بتا کر پڑھا ہے اس کے اظہار میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔ ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا تھا کہ دنیا کی کوئی چیز قرآن کے ہم پلہ نہیں، کیونکہ وہ اسے صدق دل سے خدا کا مقدس کلام سمجھتے تھے۔

پھر جب یہی قرآن ایسے لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہے جو خدا پر افتراء باندھیں تو قرآن کو وحی الٰہی تسلیم کرنے والے لوگ اس میں کمی بیشی کی جرأت کیسے کر سکتے تھے، ایسا کرنا تو ایمان کی نفی ہے۔

صورت دوم

(حضرت) محمد ﷺ کی وفات سے دو یا تین سال بعد قرآن کے انہی قاریوں کو خلفائے اربعہ قومی سرمایہ سمجھتے اور انہیں ممالک محروسۂ اسلام میں اقامتِ دین وتبلیغ کے لئے بھیجتے۔ کیا عہدِ نبوی ﷺ کے ان حفاظ قرآن اور زید بن ثابتؓ کے درمیان جمع قرآن کے مقصد میں کوئی واسطہ نہ رہا ہوگا؟ یہ ایسے واقعات ہیں جن سے

نہ صرف مسلمانوں میں سے ہر فرد کی بے غرضی اور خلوص واضح ہوتا ہے بلکہ تمام ایسے وسائل و ذرائع ان کے قبضہ میں تھے جن سے انہوں نے اپنی کتاب پوری صحت و تکمیل کے ساتھ مرتب کرلی۔

صورت سوم

قرآن کی صحت و اکمال ہر دو صفات کے متعلق ہمارے سامنے یہ دلیل بھی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے پیروؤں نے اپنے نبی کی زندگی میں قرآن کے کسی نہ کسی حصہ کی املا کرلی تھی، جس کی دوسری نقلیں ایک دوسرے مسلمان کے پاس ہونا قابلِ تسلیم ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس دور کے جو مسلمان نوشت وخواند سے واقف تھے، ان کے سامنے قرآن کے یہ تحریری اجزاء ضرور رہتے ہوں گے۔

اس دلیل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کے ایسے اجزاء زید بن ثابتؓ کے جمع کردہ نسخہ میں ضرور شامل ہوئے ہوں گے۔ پس ظاہر ہے کہ زیدؓ کا مرتبہ نسخہ اس دور میں قرآن لکھنے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر منقش اور مادی چیزوں مثلاً ہڈیوں اور درختوں کے پتوں وغیرہ پر پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے مرتبہ نسخہ پر اس دور کے جاننے اور پڑھنے والوں نے پورا اتفاق کیا حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس قرآن کا کوئی لکھا ہوا جزرہ بھی گیا تو اس نے یہ دیکھ کر کہ وہ قرآن میں شامل ہو چکا ہے، اس کی جگہ زیدؓ ہی کا جمع کردہ نسخہ قابلِ وثوق سمجھا۔ صحابہ (کرامؓ) میں سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ زیدؓ اور ان کے رفقائے جامعین نے قرآن کے فلاں ٹکڑے یا اس آیت اور لفظ کو جو ہمارے پاس محفوظ ہے نظر انداز کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ صحابہؓ میں سے کسی نے زیدؓ کے مرتبہ قرآن سے کوئی اختلاف نہ کیا۔ اگر اختلاف ہوتا تو احادیث کی ان کتابوں میں یہ تذکرہ بھی ضرور مل سکتا جن میں (حضرت) محمد ﷺ کے ایسے اقوال وافعال تک کی حکایت موجود ہے جن کا تعلق زیادہ اہم امور سے نہیں ہے۔

صورت چہارم

قرآن کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقتِ نظر کا لحاظ رکھا۔ اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسری کے ساتھ مربوط کر دی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ جامعینِ قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان و اخلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اسی ایمان کے ولولہ میں وہ نہ صرف سورتوں بلکہ آیتوں کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے۔

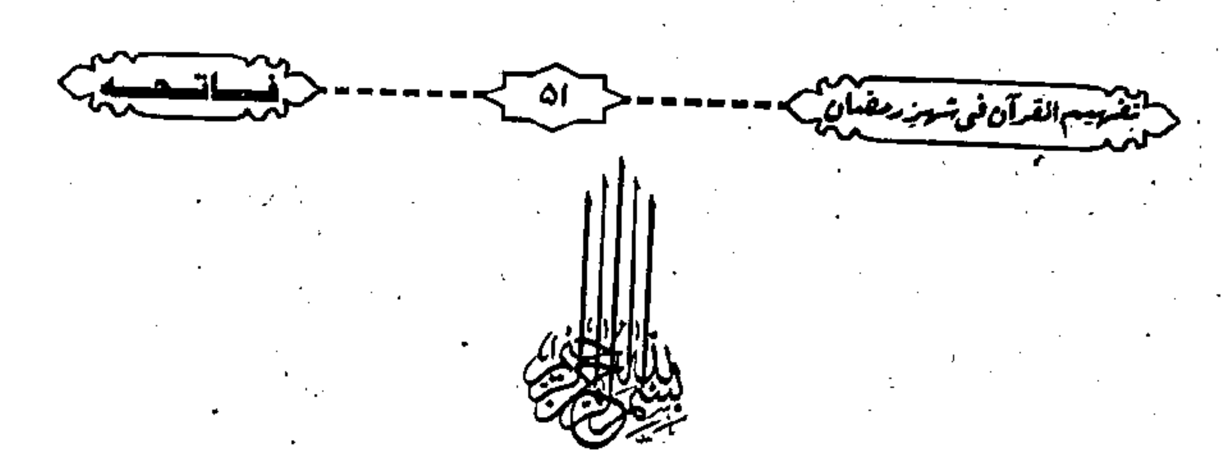
نتیجہ

ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمانؓ میں زید بن ثابتؓ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی، وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یک جا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں سے کوئی آیتِ وحی اوجھل ہو سکی اور نہ جامعین نے ازخود کسی آیت کو قلم انداز کیا۔ پس یہی قرآن ہے جسے (حضرت) محمد (صلوات اللہ علیہ) نے پوری دیانت و امانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔

(از کتاب "حیات محمد ﷺ" مؤلفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۴ تا ۲۹)

سر ولیم میور کی اس طویل ترین بحث کے بعد کوئی بھی صاحبِ فہم اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ قرآنِ کریم کی ترتیب و تدوین میں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے جو کاوشیں فرمائیں، وہ ہر لحاظ سے باعثِ اطمینان ہیں، اور اللہ رب ذوالجلال کے وعدہ کے مطابق قرآنِ کریم کی حفاظت کے لئے اُسی ذاتِ برحق کے غیبی انتظامات کا حصہ تھیں۔ چنانچہ اللہ کا برحق وعدہ آج بھی قرآن مجید کی موجودہ صورت میں قائم و دائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت اپنی صداقت و حقانیت کی روشنی بکھیرتا رہے گا۔

❀❀❀❀❀



سورۃ الفاتحۃ مکیہ ①

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں!

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں...... یا اس کے لئے خاص ہیں۔ کیونکہ تعریف کا

---

① اس میں ایک رکوع، سات آیات، ۲۷ کلمات، اور ایک سو چالیس حروف ہیں۔ نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ پانچویں نمبر پر ہے، اور ترتیب میں قرآن پاک کی پہلی سورۃ ہے۔ (مخزن الرجان فی خلاصۃ القرآن ص ۲۱۶)

سورۃ فاتحہ کے نام اُم القرآن، اُم الکتاب اور قرآنِ عظیم بھی احادیثِ صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ (قرطبیؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۃ فاتحہ کی نظیر نہ تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل اور زبور میں، اور نہ خود قرآنِ کریم میں کوئی دوسری سورت اس کی مثل ہے۔ (معارف القرآن، مظہری، ترمذی)

نماز میں امام و منفرد کیلئے اس سورۃ کا پڑھنا واجب ہے، جبکہ مقتدی کیلئے امام کا سورۃ فاتحہ پڑھنا کافی ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے "من کان لہٗ امام فقراۃ الامام لہٗ قراۃ" اور قرآن مجید میں مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قرأت سننے کا حکم دیا گیا ہے "واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون" کہ اگر تم اللہ کی رحمت کے طالب ہو تو تمہیں چاہئے کہ جب تمہارے سامنے قرآن پڑھا جائے تو تم اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ جبکہ مسلم شریف کی حدیث ہے "واذا قرأ فانصتوا" کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، دیگر بھی بہت سی احادیث میں یہ مضمون موجود ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے نماز (یعنی سورۃ فاتحہ) میرے اور میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے، نصف میرے لئے اور نصف میرے بندے کیلئے اور جو کچھ میرا بندہ مانگتا ہے وہ اس کو دیا جائے گا، پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ بندہ جب کہتا ہے "الحمد للہ رب العالمین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی، اور جب وہ کہتا ہے "الرحمٰن الرحیم" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف وثنا بیان کی ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے "مالک یوم الدین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے "ایاک نعبد وایاک نستعین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے کیونکہ اس میں ایک پہلو حمد وثنا کا ہے......

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اصل مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی کے اندر کوئی خوبی، حسن یا کمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ اس لئے جب ہم کسی چیز کے حسن وخوبی کی تعریف کرتے ہیں تو درحقیقت ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ اللہ ہی اس چیز کا خالق ہے اگر وہ اپنے دستِ قدرت یا امر "کُــن" سے اس چیز میں وہ خوبی پیدا نہ کرتا تو وہ کبھی نہ ہو سکتی تھی۔ پھر وہ اس لئے بھی حمد وثناء کا اصل مستحق ہے کہ رب العالمین بھی ہے۔ تمام جہانوں میں بسنے والی تمام مخلوقات اُسی کی تخلیقات ہیں، اُسی کے دیئے ہوئے رزق پر پلتی ہیں اور اُسی کا دم بھرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت

وہ رحمان ورحیم بھی ہے۔ عربی قواعدِ لغت کے مطابق رحمان ورحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ جن میں کثرت اور دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے، اور اس کی یہ صفت دیگر صفات کی طرح ہمیشہ رہنے والی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رحمان میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے، اس لئے "رحمان الدنیا والآخرۃ" کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی رحمت عام ہے جس سے بلاتخصیص کافر ومومن سب فیض یاب ہو رہے ہیں، اور آخرت میں وہ صرف رحیم ہوگا

(بقیہ حاشیہ) اور دوسرا پہلو بندے کی دعا ودرخواست کا، اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ میرے بندے کو وہ چیز ملے گی جو اس نے مانگی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے "اہدنا الصراط المستقیم" (آخر تک) تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب میرے بندے کے لئے ہے اور اس کو وہ چیز ملے گی جو اس نے مانگی۔ (معارف القرآن بحوالہ مظہری)

سورۃ فاتحہ کے خواص: صحاح ستہ میں یہ روایت ہے کہ جب کسی شخص کو بچھو یا سانپ کاٹ لیتا تھا یا کوئی مرگی میں مبتلا ہوتا تھا یا کوئی دیوانہ ہوجاتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ سُورۃ فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔

مشائخ کے مجرب اعمال میں یہ مذکور ہے کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے، اس سورۃ کو ہر مطلب وحاجت کے لئے پڑھنا چاہئے۔ اس سلسلے میں اس سورت کو پڑھنے کے دو طریقے منقول ہیں اوّل یہ کہ اس سورۃ کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان چالیس دن اکتالیس مرتبہ اس طرح پڑھا جائے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملایا جائے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اس سورۃ کو مقررہ بالا دنوں تک مذکورہ بالا طریقہ سے پڑھنے کے بعد مطلوب انشاء اللہ حاصل ہوگا۔ اگر کسی مریض یا سحر زدہ کی شفا منظور ہو تو مذکورہ بالا طریقہ سے یہ سورت پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس مریض یا سحر زدہ کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لئے خاص ہوگی۔

روزِ جزاء وسزا کا مالک

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار العمل قرار دیا اور اچھے اور بُرے اعمال کی جزاو سزا کے لئے قیامت برپا کرنے کا اعلان فرمایا۔ سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر۴ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن کا مالک صرف وہی ہے، دنیا میں تو عارضی طور پر اور بھی کئی لوگوں کے پاس تحت الاسباب اختیارات ہوتے ہیں یا اقتدار ہوتا ہے، لیکن آخرت میں تمام اختیارات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا، اور سارا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہوگا۔

عبادت واستعانت کا مستحق بھی اللہ ہے

آیت نمبر۵ میں انسان کی طرف سے یہ اقرار کروایا گیا ہے کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ان الفاظ سے شرک کا سدّ باب کر دیا گیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی صاحب یوں فرمائیں کہ دیکھو جی ہم بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر سے مدد حاصل کرتے ہیں، بیوی سے مدد چاہتے ہیں، ڈرائیور سے مدد چاہتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، اور اس سے وہ یہ باور کرانا چاہیں کہ اللہ کے سوا اوروں سے بھی مدد مانگنا جائز ہے، تو یہ ان کا استدلال درست نہ ہوگا۔ حالانکہ اسباب کے ماتحت، ایک دوسرے سے مدد چاہنا اور مدد کرنا شرک نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے جس میں سارے کام ظاہری اسباب کی بناء پر ہوتے ہیں۔ حتّٰی کہ انبیاء بھی عام انسانوں سے مدد حاصل کرتے ہیں، مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "من انصاری الی اللّٰہ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی کہ "تعاونوا علی البرّ والتقویٰ"، الغرض کہ مافوق الاسباب (ظاہری اسباب سے ہٹ کر) اللہ کے سوا کسی بھی نبی یا ولی سے مدد مانگنا شرک ہے، اور اس آیت میں اسی سے بچنے کا اقرار کرایا گیا ہے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا اور اس کی تشریح

آیت نمبر ۶ میں انسان کو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے یہ دعا کرے کہ اے اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ کیونکہ صراطِ مستقیم محض عقل اور ذہانت سے حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں!

آیت نمبر ۷ میں اس صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی گئی ہے، یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، اور وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا، اس کی وضاحت سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۹ میں موجود ہے، جہاں چار طبقات کا ذکر کر کے انہیں "منعم علیھم" (انعام یافتہ) قرار دیا گیا ہے اور وہ انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

اس آیت میں بعض ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو فرماتے ہیں کہ "جی ہم تو صرف اللہ و رسول کی مانیں گے، اماموں یا ان کی فقہ وغیرہ کو ہم نہیں مانتے"۔

یہاں اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا سکھلا رہے ہیں اُن میں انبیاء کرام کے بعد تین اور طبقات کا ذکر اسی لئے فرمایا گیا کہ صدیقین، شہداء اور صالحین بھی اپنے اقوال و اعمال کی بناء پر انبیاء کرام ہی کے تابع ہوتے ہیں، اور ان کے اقوال و افعال بھی اللہ و رسول کے اقوال کی تشریح ہوتے ہیں۔ لہٰذا صرف اللہ و رسول اور قرآن و حدیث کا نعرہ لگا کر باقی تین طبقات کو مسترد کر دینا اگر نادانستگی کے طور پر ہے تو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور اگر دانستہ ہے تو یقیناً اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی اور عذاب و عتاب کا موجب ہے۔

آخر میں دعا کا تتمہ جن الفاظ میں ہو رہا ہے اس میں مغضوب اور ضالین کا ذکر ہے۔ بعض روایات کے مطابق مغضوب سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔

اے اللہ! ہمیں انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلا، اور ان کے راستے سے بچا جن پر تیرا غضب ہوا یا وہ جو گمراہ ہو گئے۔ آمین

❁❁❁❁

پارہ (۱) الٓمّٓ
خلاصۂ رکوعات

پہلے پارہ کو "الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیه" کی مناسبت سے "الٓمّٓ" کہا جاتا ہے جو کہ سورۂ بقرہ کے ابتدائی سولہ رکوعات پر مشتمل ہے۔

سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ا میں متقین کے اوصاف اور یہود کو قرآن میں غور و فکر کی دعوت کا بیان ہے۔(دیکھئے آیات نمبر ۲، ۳، ۴)

رکوع نمبر ۲ میں منافقین کی دونوں قسموں (یعنی نا قابلِ اصلاح اور قابلِ اصلاح) کے علاوہ ان کی امراض ذکر کی گئی ہیں۔آیات نمبر ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۹ میں منافقین کی پہلی قسم (نا قابلِ اصلاح) جبکہ آیت نمبر ۲۰ میں دوسری قسم (قابلِ اصلاح) کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۳ میں تذکیر بآلاء اللہ (انعاماتِ خداوندی) کے ضمن میں قابلِ اصلاح منافقین کیلئے قانونِ اصلاح ارشاد فرمایا گیا ہے۔دیکھئے آیت ۲۱، ۲۲۔

رکوع نمبر ۴ میں ضرورتِ الہام کے ذکر سے ثابت کیا گیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے تعلق باللہ کی درستی بغیر الہام کے نہیں ہوئی، تو آدم علیہ السلام کی اولاد کیلئے یہ چیز بطریقِ اولیٰ ناگزیر ہے۔(دیکھئے آیت ۳۷)

رکوع نمبر ۵ میں یہود پر انعاماتِ ربانی کی برسات کے باوجود بھی ان کے قلوب بنجر ہو جانے کی بناء پر ایک ایسی نئی جماعت کی ضرورت بیان کی گئی ہے جو اپنے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کی وساطت سے ملہم من اللہ ہو (دیکھئے آیت نمبر ۴۱،۴۲) کیونکہ یہود باقی لوگوں کو نیکی کی رغبت دلاتے اور خود اس سے جی چراتے ہیں۔قرآن کی اتباع سے محض انانیت ہی رکاوٹ ہے۔(آیت نمبر۴۴)

رکوع نمبر ۶ میں انعاماتِ ربانی کے تذکرہ اور موت کے بعد کی زندگی کو دلیل بنا کر یہود کو قرآن کی طرف دعوت (آیات ۴۷ تا ۵۶)، جبکہ یہود کا بدوی اور دیہاتی زندگی میں ناکام ہونا بیان کیا گیا ہے۔(دیکھئے آیت نمبر ۵۷، ۵۸)

رکوع نمبر ۷ میں یہودیوں کا مصری زندگی میں ناکام ہونا اور من وسلویٰ سے اکتا کر ککڑی پیاز وغیرہ پر ریجھنا بیان کیا گیا ہے۔(دیکھئے آیت نمبر ۶۱)

رکوع نمبر ۸ میں یہود کے امراضِ ثلاثہ کا بیان ہے۔دیکھئے آیت ۶۴، ۶۵، ۶۷

رکوع نمبر ۹ میں یہود کی علمی کمزوریاں واضح کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کمزوریوں کی بناء پر مسلمانوں کے مساوی رہ کر بھی کام نہیں کر سکتے۔دیکھئے آیت نمبر ۷۵، ۷۸، ۷۹

رکوع نمبر ۱۰ میں یہود کی عملی کمزوریوں کا بیان ہے۔(دیکھئے آیت ۸۴، ۸۵)

رکوع نمبر ۱۱ میں یہود کے امراضِ مستمرہ کا بیان ہے، جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ماتحت بھی نہیں رہ سکتے۔

رکوع نمبر ۱۲ میں یہود کا حالتِ انحطاط میں مشغلہ بیان کیا گیا ہے، یعنی خدائی تعلیم کو چھوڑ کر شیطانی اوہام کی اتباع میں لگ جانا، اور ہاروت وماروت کی تعلیم کے درپے رہنا بیان کیا گیا ہے۔(دیکھئے آیت نمبر ۱۰۲)

رکوع نمبر ۱۳ میں اہلِ کتاب سے مقاطعہ اور بحث نسخ فی الشرائع کا بیان ہے۔(دیکھئے آیت نمبر ۱۰۴، ۱۰۶)

رکوع نمبر ۱۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود نسخ فی الشرائع کی بحث چھیڑ کر اللہ تعالیٰ کی مساجد کو ویران کرنا چاہتے ہیں۔(دیکھئے آیت نمبر ۱۱۴)

رکوع نمبر ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمات یہود کے مطابق رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ ہونا چاہئے۔ (دیکھئے آیات ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۹)

رکوع نمبر ۱۶ میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ ہمارا دین وہ ہے جو یہود کے بھی مسلم التعظیم بزرگوں یعنی ابراہیم علیہ السلام اوران کی اولاد نیز موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا دین ہے۔ (دیکھئے آیت نمبر ۱۳۶)

درس (۱)

سورة البقرة مدنية [1]

ہجرت مدینہ کے بعد سورۃ بقرہ کا نزول شروع ہوا اور مختلف زمانوں میں مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ اسی سورۃ میں شامل آیت ''واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللّٰہ'' جو قرآن مجید کی سب سے آخری آیت ہے۔ ۱۰ ہجری میں ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ کے قیام پر نازل ہوئی، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع

---

[1] سورۂ بقرہ نزول کے اعتبار سے ۸۷ نمبر پر ہے، اس میں ۴۰ رکوع ۲۸۶ کلمات اور ۲۵۰۰۰ حروف ہیں۔ اس سورت کے اور بھی نام ہیں مثلاً فسطاط القرآن، سورۂ عظیمہ اور سنام القرآن وغیرہ۔

مکمل سورۃ بقرہ کا خلاصہ: سورۃ کے آغاز سے اٹھارہویں رکوع کے اختتام تک علم الخاصمہ کے ضمن میں اصلاح الیہود کا بیان ہے۔ انیسویں رکوع میں تہذیب اخلاق کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ رکوع نمبر ۲۰ سے ۲۳ تک تدبیر منزل، رکوع نمبر ۲۴ سے ۳۰ تک ملک گیری و ملک داری، ملک وحکومت کے انتظام وانصرام یعنی سیاست مدنیہ کے دونوں شعبوں کا بیان ہے، رکوع نمبر ۳۳ سے ۴۰ تک خلافت کبریٰ کا موضوع بیان کیا گیا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۂ بقرہ: اس سورۂ بقرہ کا نام بقرہ ہے اور اس کو سورۂ عظیمہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سورۃ قرآن پاک کی تمام سورتوں میں سب سے بڑی ہے اور شریعت اسلامیہ کے اکثر احکامات کو حاوی ہے۔

اس سورۃ کو بقرہ ایک خصوصی اور محیر العقول واقعہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول شخص کا پتہ ایک مخصوص گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کے پارچہ کو اس کے جسم سے لگا دیا گیا تو مقتول نے خود اپنی زبان سے قاتل کا پتا بتا دیا تھا۔

زمانۂ نزول سورۂ بقرہ: یہ سورۃ ۲ھ میں نازل ہوئی جس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت والی آیت اسی سورۃ میں ہے: ''یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام'' (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے) یہ فرضیت غزوۂ بدر کے موقع پر ہوئی اور شعبان المعظم ۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا تحول قبلہ کی آیت بھی اسی سورۃ میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے فرائض ادا کرنے میں مشغول تھے۔ (قرطبی، معارف القرآن)

اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے سراسر ہدایت

سورۃ البقرہ کی پہلی آیت، ا، ل، م تین حروف پر مشتمل ہے، جنہیں عرف عام میں حروف مقطعات کہا جاتا ہے ان حروف کے حقیقی معانی و مفاہیم اللہ یا رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی ان کے صحیح مفہوم سے شناسائی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس آیت کے بعد سب سے پہلے اس کتاب کی عظمت بیان فرمائی گئی ہے کہ اس کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ نیز یہ کتاب اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے سراسر باعث ہدایت ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کی علامات

پھر اللہ سے ڈرنے والوں کی علامات ارشاد فرمائیں:

① چھپی ہوئی چیزوں (جنت، دوزخ، فرشتوں وغیرہ) پر ایمان رکھتے ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا ربط وتسلسل: سورۂ فاتحہ میں "اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" میں مقصدی مضامین تھے سورۂ بقرہ اس کی تفصیل ہے۔

قرآن پاک اسی صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ صراط مستقیم کی مکمل نشاندہی کر دی جائے اس لئے اس سورۃ کے آخری دو رکوعوں میں نہایت تفصیل سے ملت ابراہیم یا امت مسلمہ کی علامات اور اس کی اتباع کی دعوت ہے۔

سورۂ فاتحہ میں جس ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اس سورۃ میں اس کی منظوری دے دی گئی ہے۔

(مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن)

سورۃ البقرہ کے خواص: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ اور جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ جس گھر میں جنات اور آسیب وغیرہ تنگ کرتے ہوں وہاں سورۃ بقرہ پڑھنے سے جنات بھاگ جاتے ہیں۔ اس سورۃ میں موجود آیت الکرسی کی بہت فضیلتیں اور خواص ہیں۔ خاص طور پر رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ کر پورے گھر کے باہر دم کرنے سے اللہ پاک ہر قسم کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے۔ نیند میں اچانک ڈر جانے پر آیۃ الکرسی پڑھنے سے خوف جاتا رہتا ہے اور نیند آجاتی ہے۔ باقی خواص احادیث میں مذکور ہیں۔

② نماز قائم کرتے ہیں۔
③ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔
④ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔
⑤ قرآن مجید اور سابقہ کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔
⑥ قیامت کے دن اور حساب کتاب، جزاء و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ اور فلاح پانے والے ہیں۔ جن لوگوں کا ان چیزوں سے ایمان و عمل کا تعلق نہیں وہ اللہ سے ڈرنے والے نہیں ہو سکتے۔

کافروں کے دلوں پر مہر لگادی گئی

اہل تقویٰ کی ان علامات کے بعد آیت ۶ اور ۷ میں کفار کی ہٹ دھرمی کا مختصر مگر جامع بیان ہے کہ اب وہ اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اے پیغمبر (ﷺ)! آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لئے برابر ہے، وہ سرکشی میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ واپسی ممکن نہیں رہی، اللہ نے ان کی سرکشی کی پاداش میں ان کے دلوں پر مہر لگادی اور کانوں پر بھی۔ جبکہ آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرام کو بیوقوف کہنے والے خود بے وقوف ہیں

مسلم اور کافر ہمیشہ کے دو مد مقابل فریق ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک تیسری جنس بھی اس دور میں پائی جاتی تھی۔ جن کے دلوں میں منافقت کا روگ تھا۔ وہ مسلمانوں کے سامنے خود کو اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والا باور کراتے تھے۔ حالانکہ وہ اس صفت سے بالکل کورے تھے۔ اپنے اعمال و کردار سے اللہ اور اہل اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے آپ کو صلح پسند اور امن کا داعی قرار دیتے ہوئے اس دور کے مومنین) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ بے وقوف گردانتے تھے۔ اللہ اپنے تمام بندوں کے دلوں کی کیفیت سے واقف ہے اور گواہی دیتا ہے کہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم بے وقوف نہیں۔ البتہ انہیں بے وقوف کہنے والے خود بے وقوف ہیں۔

عقیدۂ توحید، ایمان کی بنیاد

آیت نمبر ۲۰ تک ایسے لوگوں کا صحیح مقام بمع انجام مختلف مثالوں سے واضح فرمایا اور آیت نمبر ۲۱، ۲۲ میں تمام انسانیت کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اپنے رب کی عبادت کا حکم دیا۔ رب وہ ہے جس نے موجودہ اور سابق تمام انسانوں کو پیدا کیا۔ زمین کو ان کے لئے بچھونا اور آسمان کو چھت بنا کر بادلوں سے بارشیں برسا کر انسان کے لئے کھیتیاں اگائیں، مختلف قسم کے پھل پیدا کئے۔ حق یہ ہے کہ انسان ان سارے حقائق کو جاننے کے بعد کسی کو اللہ کا مد مقابل نہ بنائے۔ یہی عقیدہ توحید ہے۔ جو ایمان کی بنیاد ہے۔

منکرینِ قرآن کو چیلنج

آیت نمبر ۲۳ اور ۲۴ میں رسالتِ محمدیہ کا اثبات فرماتے ہوئے قرآن مجید کو کلام اللہ کی بجائے کلام محمد قرار دے کر آپ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کو چیلنج کے انداز میں فرمایا کہ اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں یہ شک ہے کہ یہ کلام، محمد ﷺ کے اپنے ذہن کی اختراع ہے تو پھر تمہارے اندر بھی بڑے بڑے ادیب اور فصیح و بلیغ شعراء موجود ہیں تمہیں چاہئے کہ اس کلام کا توڑ پیدا کرو اور ساری کتاب نہ سہی فقط کسی ایک چھوٹی سی سورۃ کے مقابلے کا کوئی کلام لے کر آؤ۔ بصورت دیگر اپنے عجز کا اظہار اور اس کلام کی حقانیت کا اقرار کرتے ہوئے اس پر ایمان لاؤ تاکہ جہنم کی آگ سے بچو۔ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ قرآن مجید کا یہ چیلنج تاقیامت برقرار ہے اور خوشخبری ان کے لئے ہے جو ایمان لاتے اور عمل کماتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۵ میں اہل ایمان کو جنت کی نعمتوں کے لطف و ذائقہ اور جنتی بیویوں کی نہایت دلچسپ پیرائے میں خوشخبری سنائی۔ بعد ازاں آیت نمبر ۲۶ سے کفار کے ایک اعتراض کا جواب دیا ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو اس میں مچھر یا مکھی وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں نہ دی جاتیں۔ لیکن اعتراض بے معنی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مکھی

اور مچھر کی مثال دینے سے اللہ نہیں شرماتا (کیونکہ یہ سب اس کی مخلوق ہیں) اور کفار سے کہا کہ تم مردہ بے جان تھے، تمہیں اللہ نے زندگی دی، پھر تم مرو گے پھر زندہ کئے جاؤ گے اور تم نے اللہ کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ زمین کی جو نعمتیں تم استعمال کرتے ہو، اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ساتوں آسمان بھی، اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی سرگزشت

آیت نمبر ۳۰ سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی نیز علمی اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری کے علاوہ فرشتوں کو انہیں تعظیمی سجدہ کرنے کا حکم دینا، ابلیس کا تکبر کی بناء پر سجدہ سے انکار، آدم علیہ السلام سے شیطان کی مستقل دشمنی، آدم علیہ السلام کا شجرہ ممنوعہ کو چکھنا اور نتیجے میں جنت سے اخراج، زمین پر آباد ہونے اور توبہ کی قبولیت کا قدرے مفصل بیان ہے جو پورے ایک رکوع میں پھیلا ہوا ہے۔

بنی اسرائیل سے خطاب

آیت نمبر ۴۰، رکوع ۴ کے آغاز سے اہل کتاب بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کو نہایت اہتمام سے خطاب کیا گیا، جو کہ پہلے پارہ کے اختتام تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا نام ہے، کیونکہ آپ علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے اپنے احسانات یاد دلا کر اپنے ساتھ کیا گیا وعدہ وفا کرنے کی ترغیب اور اس ضمن میں قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا بنی اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس کتاب کے اوّلین منکر نہ بنیں اور اللہ کی آیات کے بدلے میں دنیاوی منفعت کو ترجیح نہ دیں۔ نیز یہ کہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کریں۔ جان بوجھ کر حق کو نہ چھپائیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کریں۔ کیونکہ سابقہ کی نمازوں میں رکوع نہیں تھا۔ اور صرف

مسلمان ہی رکوع کیا کرتے تھے، لہٰذا بالفاظ دیگر بنی اسرائیل کو ہر لحاظ سے اسلام قبول کر لینے کی تلقین فرمائی۔ ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اپنی نعمتوں کی یاددہانی کراتے ہوئے اپنی خصوصی نعمتوں کا ذکر فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کی سرکشی اور چلبلا پن بھی انہیں یاد دلایا۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات اور امتحانات

① فرعون بنی اسرائیل کے بچے ذبح کر دیتا تھا، اللہ نے اس کے اس ظلم سے انہیں نجات دلائی۔

② فرعون نے بنی اسرائیل کے خلاف جنگ کے ارادے سے ایک عظیم لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اللہ نے خصوصی مدد فرماتے ہوئے بحیرہ قلزم کو محیر العقول طریقے سے ان کے لئے ۱۲ شاہراہوں میں بدل دیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو انہی راستوں سے بحیرہ قلزم کے درمیان لاکر غرق کر ڈالا اور یہ واقعہ بنی اسرائیل کی دیکھتی آنکھوں کے سامنے پیش آیا۔

③ موسیٰ علیہ السلام چلہ کشی کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو سامری نامی ایک شخص کے بہکاوے میں آ کر بنی اسرائیل نے بچھڑے کا بت بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ یہ بہت بڑا ظلم تھا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس گناہ سے توبہ کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ہزار ہا اسرائیلی سزایاب ہوئے۔

④ بنی اسرائیل نے مطالبہ کر دیا کہ اے موسیٰ، ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس گستاخی پر اللہ کی جانب سے بجلی کی ایک کڑک نے ہزار ہا اسرائیلی جلا کر راکھ کر دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور استدعا پر اللہ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

⑤ بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخلے کا حکم بصورت جہاد ملا اور ساتھ ہی یہ شرط

تھی کہ ''حطة'' (یعنی معاف کردے) کہتے ہوئے داخل ہوں لیکن انہوں نے داخلے کے وقت اس لفظ کو بگاڑ کر ''حنطة'' (جو) کہنا شروع کر دیا۔ اللہ نے ان پر طاعون کی وبا مسلط کر دی۔ اور ہزار ہا اسرائیلی اس بار ہلاکت کے نرغے میں آگئے۔

⑥ بنی اسرائیل پر اللہ نے من وسلویٰ (بٹیر اور ترنجبین) نازل فرمایا۔ (ترنجبین چھوٹے سے سائز کا رس دار اور لذیذ پھل ہے، اور اس کے نزول کا یہ طریقہ تھا کہ رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے علاقے میں اس پھل کی بارش برساتے تھے۔ صبح کو جب یہ اٹھتے تو ہر طرف اس کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جسے یہ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتے، اور بٹیروں کے غول کے غول ان کے علاقے میں اڑتے پھرتے اور ان کے ہاتھوں پر یا سامنے آ کر بیٹھ جاتے اور یہ ان کو پکڑ لیتے) یہ کھا کھا کر اُکتا گئے اور ترکاری، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز کا مطالبہ کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں امتحان میں مبتلا کر دیا اور چالیس سال تک وادی تیہ میں بھٹکائے رکھا۔ صبح کو اٹھ کر سفر شروع کرتے، سارا دن سفر جاری رہتا۔ رات کو ایک جگہ پر پڑاؤ کر لیتے، صبح کو اٹھ کر دیکھتے تو حیران رہ جاتے کیونکہ یہ وہی جگہ ہوتی تھی جہاں سے گذشتہ روز چلے تھے۔ چنانچہ پھر نئے سرے سے سفر شروع کرتے، جس کا انجام ایک بار پھر دہی ہوتا، اسی حالت میں چالیس برس بیت گئے، بالآخر اللہ کے حکم سے یہ شہر میں داخل ہوئے۔ اللہ نے ان پر دائمی ذلت اور غضب نازل فرمایا اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ہزار ہا انبیاء کرام کو ناحق قتل کر دیا۔

⑦ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اس کے احکام انہیں سخت محسوس ہوئے۔ تو انہوں نے مطالبہ داغ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہمارے سامنے آ کر

فرمائے کہ تورات میری کتاب ہے۔ تب عمل کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجبوراً ستر آدمیوں کو ساتھ کوہ طور پر لے گئے۔ انہوں نے واپس آ کر گواہی دی، لیکن ساتھ ہی یہ کہا کہ جس قدر ہو سکے عمل کریں جو نہ ہو سکتے معاف ہے، اللہ نے کوہ طور کا ایک ٹکڑا اٹھا کر ان کے سر پر معلق کر دیا، آخر چاروناچار انہیں تورات کو ماننا پڑا۔

⑧ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہفتہ کے روز مچھلیوں کے شکار سے روکا تھا، انہوں نے مختلف حیلے تراش کر شکار جاری رکھا۔

⑨ بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا۔ قاتل نامعلوم تھا۔ یہ اسے معلوم کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے انا ہیں گائے ذبح کر کے اس کا گوشت مقتول کے جسم سے مس کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے طرح طرح کے سوالات داغے، اللہ تعالیٰ نے جواب میں شرائط بڑھا دیں، بالآخر انہیں ایک عمدہ ترین گائے مہنگے داموں خرید کر ذبح کرنا پڑی، تب قاتل معلوم ہو گیا۔

یہ تمام واقعات نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما کر ان کی ہٹ دھرمی اور اس کے باوجود بھی اپنے احسانات کا ذکر فرمایا، اور انہیں اسلام قبول کرنے کی تلقین کی۔ یہ اس گھمنڈ میں مبتلا تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، ہمیں دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اور اگر ڈال بھی دیا گیا تو محض چند دنوں کے لئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں فرمایا کہ کیا تمہارا اس بات پر اللہ سے کوئی معاہدہ ہو چکا ہے؟ ایک موقع پر انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے کیونکہ یہ جبرئیل کی وساطت سے محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اور جبرئیل ہمارا دشمن ہے۔ ہم پر عذاب لاتا رہا ہے۔ جبرئیل یا میکائیل تو اللہ کے حکم پر کاربند ہیں، انکی ان سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔

ہاروت وماروت وفن جادوگری

بارھویں رکوع میں ہاروت وماروت کا واقعہ ارشاد ہوا، جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں بابل کے شہر میں انسانوں کا روپ دھار کر جادو سکھانے کے لئے آئے تھے اور جو بھی ان سے جادو سیکھنا چاہتا اسے خبردار کرتے کہ یہ فتنہ ہے، اس میں مبتلا مت ہو ساتھ ہی بنی اسرائیل کے اس واہمے کی تردید کی کہ حضرت سلیمان بھی جادوگر تے۔ کیونکہ جادو کرنا معمولی گناہ نہیں بلکہ کفر ہے جبکہ پیغمبر معمولی گناہوں سے بھی پاک ہوتا ہے۔

حضور ﷺ سے مخاطب ہونے کیلئے خصوصی ادب

تیرھویں رکوع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ جب پیغمبر کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہو تو "راعنا" کہنے کی بجائے "انظرنا" کہہ کر مخاطب کریں، تا کہ یہود کی ایک بے ہودہ شرارت سے بچ سکیں۔

نسخِ آیات میں حکمت

نیز نسخ آیات کے بارے میں فرمایا کہ جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو اس کی جگہ اور آیت ناسخ بنا کر پیش کرتے ہیں اور اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ طبیب مریض کا علاج کرتے ہوئے مختلف نسخے تجویز کرتا اور اپنے ہی بتائے ہوئے نسخہ کو ایک عرصہ بعد حذف کر دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے اس واہمے کی بھی تردید کی کہ جنت میں ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ الغرض یہ کہ یہود و نصاریٰ تو پیغمبر سے اس وقت راضی ہوں گے کہ جب آپ معاذ اللہ اپنی شریعت چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگ جائیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ کے مقابلے میں آپ کا بھی کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

تعمیر کعبہ اور ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں

پارۂ اوّل کے آخری دو رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ

کے بعض ایمان افروز گوشے واکئے گئے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی اہل مکہ کے لئے خصوصی دعا جس میں حضرت رسول اکرم کو طلب کیا گیا، نیز بعض دیگر مقبول دعائیں بیان ہوئیں اور واضح کیا گیا کہ جو شخص ملت ابراہیم سے روگردانی کرے گا، وہ احمق قرار پائے گا۔

صحابہ کرام ﷡ کا ایمان باقی اُمت کے لئے معیار ہے

نیز یہ کہ پیغمبر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان معیار ہے، جو لوگ ایمان لانا چاہتے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ایمان لائیں تو کامیاب ہوں گے اور اللہ کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ اس گھمنڈ میں مبتلا نہ ہونا چاہئے کہ ہم ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام کی اولاد ہیں لہٰذا بخشے جائیں گے۔ بلکہ ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔

(روزنامہ اوصاف ملتان جمعہ 8 نومبر 2002ء 2 رمضان المبارک 1423ھ)



پارہ (۲) سیقول

خلاصۂ رکوعات

دوسرے پارہ کو اس کے پہلے جملے "سَیَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ" کی مناسبت سے "سیقول" کہا جاتا ہے۔ یہ پارہ سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۱۷ سے رکوع نمبر ۳۳ کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے، اس کے خلاصہ کو سمجھنے کیلئے سورۃ البقرہ کے رکوعات کی ترتیب کو مدنظر رکھئے۔

رکوع نمبر ۱۷ میں تحویل قبلہ کا تحقیقی جواب ہے اور بتایا گیا ہے کہ اہل کتاب کی خوشنودی بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ ان کی خواہشات کے اتباع سے حاصل ہوسکتی ہے اور وہ بدترین جرم ہے۔ (دیکھئے آیت ۱۴۳، ۱۴۵)

رکوع نمبر ۱۸ میں تلقینِ استقامت علی القبلہ کا بیان ہے یعنی دنیا کے کسی حصہ میں جاؤ قبلہ تمہارا یہی رہے گا۔ اور باب تہذیب اخلاق کے دو مسائل ذکر و شکر بیان کیے گئے ہیں۔ (دیکھئے آیت ۱۴۹، ۱۵۲)

رکوع نمبر ۱۹ میں باب تہذیب اخلاق کے بقیہ مسائلِ ثلاثہ، صبر، دعا اور تعظیم شعائر اللہ کا بیان ہے۔ (دیکھئے آیت ۱۵۲، ۱۵۸)

رکوع نمبر ۲۰ میں تدبیر منزل کے پانچ مسئلوں میں سے پہلا مسئلہ کسبِ رزق بیان ہوا، یعنی اللہ نے عقل دے دی ہے لہٰذا عقل کے ذریعے ترکیب و تحلیل اشیاء سے رزق کماؤ۔ (دیکھئے آیت ۱۶۴)

رکوع نمبر ۲۱ میں مسئلہ دوم بیان کیا گیا، صرف کرنے کے اصول یعنی جب انسان کو کوئی خصلت پیدا کرنا منظور ہو تو وہ اپنے طرز کو ایسے رنگ میں بدل لیتا ہے جس کے پیش نظر مقصد پورا ہو جائے۔ مثلاً پہلوان بننے کے لئے دودھ، گوشت، انڈے اور دوسری مقوی غذاؤں کو لازم کر لیا جاتا ہے، اسی طرح جس شخص کو دنیا میں بڑا کام کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے روحانی مربی یعنی نبی کے مشورہ سے چیزیں صرف کرے تاکہ اس کا مطلب اور ارادہ جلد پورا ہو جائے۔ نبی کی تعلیم کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کی عقل میں ایسے علوم اور خیالات بھر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کے ارادہ میں پختگی پیدا ہو اور وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ سکے، ان کے برعکس القاء شیطانی اور اتباع شیطان کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ہمت پست ہو جاتی ہے اور نہ منزل مقصود پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے لہٰذا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو اجازت لے کر حلال پھر ستھری اور پسندیدہ چیزوں کا استعمال کیا کرو، واللہ اعلم۔ (آیت نمبر ۱۶۸)

رکوع نمبر ۲۲ میں مسئلہ سوم نظام فوجداری و مسئلہ چہارم نظام دیوانی یعنی نظام حکومت میں دو صیغے ہیں۔ فوجداری اور دیوانی۔ ان دو آیتوں (۱۷۸، ۱۷۹) میں نظام فوجداری سکھایا گیا ہے، ابتدائی سلسلہ اس کا گھر سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً اگر گھر میں لڑائی ہو تو کس طرح فیصلہ ہوگا۔ گھر کا بڑا آدمی اس قسم کے فیصلے کرے گا کہ گھر میں سیاست کا مادہ پیدا ہو سکے۔ نظام دیوانی جس طرح مالدار کے لئے وصیت میں انصاف کا خیال رکھنا لازمی ہے اسی طرح مال کے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کا ملحوظ رکھنا لوازم انسانیت میں سے ہے۔ (دیکھئے آیت ۱۷۸، ۱۸۰)

رکوع نمبر ۲۳ میں مسئلہ پنجم بیان ہوا۔ (۱) اشاعت تعلیم اور (۲) اصلاح معاملات۔ (دیکھئے آیت ۱۸۵، ۱۸۸)

رکوع نمبر ۲۴ میں ملک گیری یعنی قانون الٰہی کے لئے اگر کوئی شخص مانع ہو اور روک پیدا کرے اور وہ تم سے لڑنے کے لئے تیار رہتا ہو تو تم بھی اس سے لڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہو اور جو لوگ فطرۃً لڑنے سے عاجز ہیں ان پر زیادتی نہ کرو اگر

زیادتی کرو گے تو برکاتِ الٰہی بند ہو جائیں گی۔ (دیکھئے آیت ۱۹۰)

رکوع نمبر ۲۵ میں اقسام الحجاج کا بیان ہے۔ (دیکھئے آیت ۲۰۰، ۲۰۱)

رکوع نمبر ۲۶ میں تمہید قتال کے بعد اعادہ حکم قتال، یعنی سوال پیدا ہوا تھا کہ جہاد کا حکم کب تک رہے گا، اس کا جواب ہے۔ (دیکھئے آیت ۲۱۶)

رکوع نمبر ۲۷ میں مسائل متفرقہ متعلقہ قتال بیان ہوئے۔ یعنی حیلہ ساز آدمی اگر جہاد سے بچنے کا حیلہ سوچنا چاہیں تو ان کے لئے جواب ہے کہ قتال سب کے لئے اور ہمیشہ کے لئے لازم ہے اگر چہ دامن پھیلانا ضروری ہے لیکن اگر جہاد کے لئے ہمیشہ کے لئے تیار نہیں رہو گے تو بدنظمی پھیلے گی (لا یزالون یقاتلونکم) کفار چونکہ ہمیشہ کوشاں رہیں گے کہ تمہیں اپنے دین سے پھسلائیں۔ اس لئے تمہیں بھی ہمیشہ لڑنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الجھاد ماضٍ الی یوم القیامۃ) اگر جہاد کے لئے ہر وقت تیار نہ رہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدانخواستہ مرتد ہونے کے لئے تیار ہو گئے (حبطت) مثلاً ساری عمر ایک شخص بادشاہ کا وفادار رہ کر اخیر میں بغاوت شروع کر دے تو اس کے سارے گزشتہ اعمال غیر معتبر ہو جائیں گے۔ شروع باب پنجم ملک داری۔ (دیکھئے آیت ۲۱۷، ۲۲۱)

رکوع نمبر ۲۸ میں مسائل ملک داری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۲۲ تا ۲۲۸

رکوع نمبر ۲۹ میں مسائل ملک داری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۲۹ تا ۲۳۱

رکوع نمبر ۳۰ میں مسائل ملک داری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۳۲ تا ۲۳۵

رکوع نمبر ۳۱ میں مسائل ملک داری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۰، ۲۴۱

رکوع نمبر ۳۲ میں قانون ملک گیری اور ملک داری کے بعد اقدامِ عمل کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ دیکھئے آیت ۲۴۴ تا ۲۴۸۔

رکوع نمبر ۳۳ میں واضح کیا گیا کہ انتخابِ امیر کے بعد خود امیر لوگوں کا

امتحان لے گا، نالائق اور لائق کو الگ الگ کرے گا۔ پھر خدا پرست لائق آدمیوں کی برکت سے کامیابی ہوگی، ضرورتِ خلافت۔ (دیکھئے آیت ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۳)

درس (۲)

حکمتِ تبدیلی قبلہ اور سفہاء (معترضین) کے اعتراض کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نماز فرض کی گئی تو آپ ﷺ کا قبلہ خانہ کعبہ ہی قرار پایا، لیکن ہجرت سے کچھ عرصہ قبل آپ کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ بنایئے۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ تقریباً سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز میں رخ فرماتے رہے، لیکن دل میں خواہش تھی کہ دوبارہ خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا جائے، بعض اوقات یہ خواہش اتنی شدید ہو جاتی کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور آسمان کی طرف اٹھ جاتا تھا، چنانچہ ایک روز جب آپ ﷺ نماز کی حالت میں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں پیچھے موجود تھیں، اچانک قبلہ کی تبدیلی اور خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا۔ دوسرے پارے کے پہلے دو رکوعوں میں اسی تبدیلی اور اس پر یہود کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراض کا جواب ہے اور انہیں "سفہاء" یعنی بے وقوف گردانتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ مشرق و مغرب بلکہ تمام سمتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جبکہ مومن اللہ کے حکم کا پابند ہے۔ اہل ایمان اس مسئلہ پر اہل کتاب کے اعتراض سے پریشان نہ ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی نعمت مکمل فرما کر انہیں راہ حق کا خوگر بنا دے۔ جیسا کہ اللہ نے انہی میں سے اپنا رسول ﷺ بھیج کر انہیں اپنی آیات کے ذریعے تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم دی نیز یہ کہ مومنین اللہ کو یاد رکھیں، اللہ انہیں یاد رکھے گا۔ اللہ کا شکر ادا کریں، ناشکری کے مرتکب نہ ہوں، بعد ازاں امت محمدیہ کو "امتِ وسط" قرار دے کر باقی امتوں پر اس کی گواہی کو معتبر اور پھر رسول ﷺ کے اس امت کا گواہ ہونے کا بیان ہوا۔

اہمیتِ صبر وصلوٰۃ اور حیاتِ شہداء

تیسرے رکوع میں سب سے پہلے صبر اور نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اللہ سے اپنی حاجات طلب کرتے وقت ان دو چیزوں کا سہارا لیں، دعاؤں کی مقبولیت کا راز بھی درحقیقت یہی دو چیزیں ہیں۔ دوسرا مضمون شہداء کی حیات برزخی کا بیان ہوا اور شہداء کو مردہ کہنے سے نہ صرف منع کیا گیا بلکہ ان کی حیات جاودانی کا اعلان کرتے ہوئے انہیں مردہ سمجھنے والوں کی سوچ کو غلط قرار دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ شہداء کو حاصل شدہ حیات سے انبیاء کی حیات بعد الموت بدرجہا فائق ہے۔

اہلِ ایمان کیلئے دنیوی آزمائشوں کی پیشگی خبر اور اجر وثواب

آیت نمبر ۱۵۵ میں مومنین کو درپیش آنے والی دنیوی آزمائشوں کا بیان ہے بعض دفعہ کسی دشمن کا خوف، فاقہ مستی وتنگ دستی، تجارت میں خسارہ، بعض اوقات حادثاتی طور پر جانی نقصان اور بعض اوقات کسی سماوی آفت کے نتیجہ میں کھیتوں پھلوں وغیرہ کا سڑ جانا یا اجڑ جانا، یہ تمام قسم کے نقصانات مومن کے لئے اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتے ہیں تاکہ اس کے ایمان کو کندن بنا دیں، مومن ان آفات پر صبر و شکر کا مظاہرہ کر کے اللہ کی طرف سے خوشخبری کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں واقع ہیں اللہ کی علامات قرار دے کر ان کی اہمیت واضح کی گئی اور اگلی چار آیات میں کتمان حق کے مرتکب علماء سو کی مذمت بیان کرتے ہوئے انہیں اللہ کے غضب اور عذاب جہنم کا مستحق قرار دیا گیا۔

توحید وقدرتِ خداوندی کے دلائل

اس رکوع کی آخری آیت میں توحید بطور دعویٰ بیان کی گئی اور اگلے رکوع کی پہلی آیت میں دعویٰ کی دلیل کے طور پر آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات اور دن کی تبدیلی، سمندر کے پیٹ پر چلنے والے ہزاروں من وزنی جہاز، آسمانوں کے نیچے سے برسنے والا پانی جس سے مردہ زمین کو زندگی نصیب ہوتی ہے اور تمام قسم کے جانور، ہوائیں

اور بادل اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیوں کے طور پر پیش کر کے ان پر غور وفکر کی دعوت دی گئی۔

حلال اور طیب رزق کی ترغیب اور حرام چیزوں کا بیان

پانچویں رکوع میں تمام انسانوں کو بالعموم اور اہل ایمان کو بالخصوص حلال اور طیب چیزیں کھانے اور شیطان کی پیروی سے باز آنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ مردہ جانوروں کے گوشت، ہر قسم کے خون، خنزیر اور غیر اللہ کے نام پر وقف کی جانے والی چیزوں کا استعمال حرام قرار دیا۔ البتہ حالت اضطرار میں جبکہ جان جانے کا خطرہ بڑھ گیا ہو بقدر ضرورت ان کے استعمال کی اجازت دی گئی تاکہ انسانی جان بچ جائے۔

اعمالِ صالحہ کی بلیغ تشریح اور قانونِ قصاص کا بیان

چھٹے رکوع میں ایمان اور اعمال صالحہ کی بلیغ تشریح موجود ہے۔ ایمانیات میں سے اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان جبکہ اعمال میں رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں، مانگنے والوں اور ظالموں کی قید سے مظلوموں کو رہائی دلانے کے لئے مال خرچ کرنے، نماز، زکوٰۃ اور ایفاء عہد کے علاوہ مصیبت کے لمحات میں صبر کرنے کو اصل نیکی قرار دیا گیا۔ اگلی آیت میں فرضیت قصاص کا بیان ہوا، مقتول کے ورثا قاتل سے دیت لے کر یا ویسے ہی معاف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مقتول کے ورثاء میں سے کوئی ایک بھی قاتل کو معاف کرنا چاہئے تو قصاص ساقط ہو جائے گا دیت کی رقم میں قصاص معاف نہ کرنے والے بھی حصہ دار ہوں گے۔

روزوں کی فرضیت اور فضائل ومسائلِ رمضان

ساتویں رکوع سے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا بیان ہے، مریض اور مسافر کو یہ سہولت دی گئی کہ ان حالتوں میں روزہ چھوڑ سکتے ہیں، لیکن جونہی صحت بحال ہو یا مسافر مقیم ہو جائے تو گزشتہ روزے بھی اس پر فرض ہو جائیں گے، لیکن جو آدمی واقعتاً روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کسی غریب مسکین آدمی کو فی روزہ کے حساب سے دے۔

آیت نمبر ۱۸۵ میں رمضان المبارک کی فضیلت بیان کی گئی کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں روشن دلائل ہیں نیز روزوں سے متعلق مضمون کو ایک مرتبہ پھر واضح کیا گیا۔ آیت ۱۸۶ میں بندوں کے حال پر حق تعالیٰ کی خاص عنایت ان کی دعائیں سننے اور قبول کرنے کا ذکر فرما کر انہیں اطاعت کی ترغیب دینے کے بعد آیت ۱۸۷ میں رمضان المبارک کی راتوں میں بیویوں سے ملاپ اور کھانے پینے کو حلال قرار دیا صبح صادق تک نیز اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت حرام قرار دی گئی اس کے بعد کی آیت میں ایک دوسرے کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

قتال اور حج کے احکام

آٹھویں رکوع کے شروع میں دور جاہلیت کی ایک رسم بد کی اصلاح کے بعد جہاد کی فرضیت کا بیان ہے، مسلمان صرف ان کافروں سے قتال کریں جو ان کے مقابلے میں ہوں۔ عورتیں، بچے اور بہت زیادہ بوڑھے جب تک ہتھیار نہ اٹھائیں انہیں قتل نہ کیا جائے کفار سے تب تک لڑا جائے جب تک کہ فتنہ ختم نہیں ہو جاتا یا کفار اسلام قبول نہیں کر لیتے۔ آیت ۱۹۵ میں جہاد کے لئے اپنے مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آیت ۱۹۶ سے حج وعمرہ کے مسائل بیان ہو رہے ہیں آیت ۲۰۸ سے اہل ایمان کو اسلام میں پوری طرح داخل ہو جانے اور شیطان کی پیروی سے بچنے کا حکم ہے۔

آزمائش و امتحانات کے بغیر جنت کا تصور محض خوش فہمی ہے

آیت نمبر ۲۱۴ میں ''سستی جنت'' کی نفی کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ جنت کا مستحق بننے کے لئے دنیا میں شدائد ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سابقہ انبیاء اور ان کی امتوں پر ظلم وتشدد کی گھنگھور گھٹائیں اتنا طویل عرصے تک چھائی رہیں کہ وقت کے پیغمبر تڑپ اٹھے اور بے اختیار ان کی زبانوں سے یہ کلمہ فریاد برآمد ہوا کہ کب آئے گی اللہ کی مدد......! (دوستو! (صرف) دعاؤں سے جنت نہیں ملتی۔)

فرضیتِ قتال اور چند سوالوں کے جوابات

آیت نمبر ۲۱۶ میں فرضیتِ قتال کا بیان ہے، وہ اگرچہ بعض طبیعتوں کو ناگوار ہی گزرے۔ فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار گزرے لیکن وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں اچھی لگے لیکن وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو، حقیقتِ حال کو تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہارا بھی خالق ہے اور نفع وضرر کا بھی۔

آیت نمبر ۲۱۷ سے مشرکین کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حرام مہینہ میں قتال کرنا گناہ ہے تو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکنا اور وہاں سے باہر نکال دینا اس سے بھی بڑے گناہ ہیں جن کے تم مرتکب ہو، اور لوگوں کو دینِ حق سے پھسلانا تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اہلِ ایمان کو خبردار فرمایا کہ کفار کے ان لایعنی سوالات کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں اسلام سے بدظن کر کے واپس کفر پر لانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یاد رکھو اگر کوئی شخص دین سے پھر گیا تو اس کے تمام نیک اعمال برباد کر کے اسے دائمی عذاب کے سپرد کیا جائے گا، پھر جن صحابہ کرام نے حرام مہینے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر جہاد کیا تھا انہیں بشارت دی کہ جو لوگ ایمان لانے اور ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ کے مراحل میں ثابت قدم رہیں گے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یاد رہے کہ ابتداءِ اسلام میں چند مہینے حرام سمجھے جاتے تھے اور ان میں جہاد بھی ناجائز تھا، بعد میں تمام ایام میں جائز قرار دے دیا گیا۔

آیت ۲۱۹ سے شراب، جوئے اور انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ شراب اور جوئے میں لوگوں کو بظاہر کچھ منافع نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ان کا نقصان اور گناہ اس منفعت پر غالب ہے نیز یہ کہ جو مال تمہاری ضرورت سے بچ جائے اسے خیراتی، فلاحی، رفاہی کاموں میں خرچ کرو۔ یتیموں کی کفالت کے دوران ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اپنی آسانی بھی مدنظر رکھو۔

نکاح وطلاق، حیض ونفاس اور پرورشِ اولاد کے مسائل

مشرکہ عورتوں سے مومن مردوں کا اور مومنہ عورتوں سے مشرک مردوں کا

نکاح منع فرمادیا جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

عورتوں سے حیض کے دوران ان سے مجامعت حرام قرار دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ان ایام سے فارغ ہوکر پاکیزگی حاصل نہ کرلیں۔ نیز انہیں مردوں کی کھیتیاں قرار دے کر اجازت دی گئی کہ مرد جس طریقے سے چاہیں اپنی کھیتیوں میں آئیں کھیتی اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں بیج کی نمو اور نشو ونما کے مواقع ہوں جہاں پر ایسا فطرتاً ممکن نہ ہو اسے کھیتی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا اس مسئلہ پر اللہ سے ڈرنے کی بطور خاص تلقین کی گئی ہے بعد ازاں جھوٹی قسموں سے بچنے کا حکم ہے۔

کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالے اگر اس مدت کے اندر اس نے بیوی سے رجوع کرلیا تو بہتر ہے نکاح باقی رہے گا اس صورت میں اسے قسم کا کفارہ دینا ہوگا اگر چار ماہ گزر جائیں رجوع نہ ہو تو طلاق قطعی واقع ہوجائے گی اسے ایلا کہا جاتا ہے۔

جب مرد نے عورت کو ایک یا دو مرتبہ طلاق دی تو اس عورت کو تین حیض پورے ہونے تک کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں تاکہ حمل ہو تو معلوم ہوجائے نیز اگر مرد چاہے تو اسی مدت میں بیوی سے رجوع کرلے اگر اس مدت میں رجوع نہ کرے گا تو تیسری طلاق ازخود واقع ہوجائے گی اور حلالہ کے علاوہ کوئی صورت ان کے دوبارہ ملاپ کی نہ ہوگی۔ حلالہ کی صورت بھی یہاں بیان کردی۔

مردوں کو عورتوں پر جسمانی ساخت اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی اور شرعاً برتری حاصل ہے، مرد کے لئے یہ حلال نہیں کہ دو طلاقیں دینے کے بعد عورت کو جبراً بٹھالے، نہ تو عدت کے دوران اس سے رجوع کرے اور نہ عدت گزرنے کے بعد اسے آزاد کرے۔ بعض ظالم مرد اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ عورت اپنی آزادی کے عوض مرد سے لیا ہوا مال اور مہر وغیرہ واپس کردے تو تب بات بنے اسے شریعت نے حرام قرار دیا۔

بچے کو دودھ پلانا ماں کے ذمہ بشرط صحت واجب ہے اور اس کی مدت

دوسال ہے اس کے بعد دودھ نہ پلایا جائے البتہ بعض دیگر آیات واحادیث کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچے کی کمزوری وغیرہ کی بناء پر ڈھائی سال تک دودھ پلایا جاسکتا ہے بعدازاں حرام ہے۔ دودھ پلانے ولی مطلقہ ماں کا نان نفقہ مرد کے ذمہ ہے البتہ اگر ماں بچے کو دودھ پلانے سے انکار کردے تو بچے کا باپ اسے مجبور نہیں کرسکتا۔ ماں اور باپ باہمی رضامندی سے اگر بچے کا دودھ دوسال سے پہلے کسی مصلحت کی بنا پر چھڑانا چاہیں تو جائز ہے اور اگر دودھ پلانے کے لئے بچے کو کسی دائی وغیرہ کے سپرد کیا گیا ہو تو دائی کی اُجرت پوری ادا کرنے کا حکم ہے اس میں ٹال مٹول ناجائز ہے۔ شوہر کی وفات ہونے کی صورت میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اس کے بعد بیوہ عورت کا نکاح کا اختیار ہے۔

میاں بیوی میں یک جائی اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آجائے اس میں دوصورتیں ہیں:

① مہر متعین ہو چکا ہوگا......

② مہر متعین نہیں ہوا ہوگا......

......پہلی صورت میں مرد اپنی مطلقہ کو بطور مہر کچھ نہیں دے گا مگر اپنی حیثیت کے مطابق کم ازکم کپڑوں کا ایک جوڑا اس پر واجب ہے دوسری صورت میں مہر کا نصف مرد کے ذمہ واجب ہوگا البتہ عورت معاف کردے یا مرد پورا دیدے یہ اختیاری بات ہے۔

نمازوں کی پابندی اور بالخصوص نماز عصر کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، خشوع وخضوع کے ساتھ امن ہو یا جنگ، پیدل ہو یا سوار ہر حالت میں۔

آیت نمبر ۲۴۳ سے نہایت بلیغ انداز میں اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کی ہدایت ہے۔ بنی اسرائیل کی ایک جماعت اپنے شہر سے طاعون کی وباء سے ڈر کر بھاگی تھی یہ دس ہزار آدمی تھے دو پہاڑوں کے درمیان جا ٹھہرے، اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے جا کر کوئی ایسی آواز دی کہ سارے کے

سارے مر گئے ہڈیاں گل سڑ گئیں عرصہ دراز کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام وہاں سے گزرے تو حیرت زدہ رہ گئے، اللہ سے دعا مانگی اللہ نے سب کو زندہ کر دیا سب کی زبان پر اللہ کی حمد وثناء تھی۔

قصہ طالوت وجالوت

گزشتہ چند آیات میں حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل پر پیش آنے والے ایک واقعہ کا بیان ہوا۔ جالوت نامی بادشاہ (جو قوم عمالقہ سے تھا) بنی اسرائیل پر غالب آچکا اور کئی صوبوں کے صوبے ان سے چھین کر انہیں در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر چکا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے وقت کے پیغمبر سے استدعا کی کہ ہم پر کوئی بادشاہ (امیر) مقرر کریں جس کی سرکردگی میں ہم جالوت کے خلاف جہاد کر کے اپنا ملک واپس لے سکیں۔ پیغمبر نے پوچھا کہ تم سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم ہو تو تم نافرمانی پر نہیں اتر آؤ گے؟ کہنے لگے ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم جہاد نہیں کریں گے۔ ہمارا ملک ہم سے چھین لیا گیا، ہمارے ہزاروں بیٹے قید کر لئے گئے۔ لیکن افسوس کہ اس قوم کا عزم ناکارہ ثابت ہوا، اور حکم ملنے پر تھوڑے آدمی میدان میں رہے، اکثر دوڑ گئے۔ ہوا یہ کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا طالوت کو اللہ نے تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے، اس کی سرکردگی میں جہاد کے لئے میدان میں نکلو، کہنے لگے طالوت کو ہمارے اوپر کیا فضیلت ہے کہ اس غریب چرواہے کو ہمارا بادشاہ مقرر کر دیا گیا؟ ہم اس سے زیادہ مالدار ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے اللہ نے علم اور جسم کے اعتبار سے فوقیت دی ہے، ویسے بھی اللہ جسے چاہے ملک دیدے۔ تمہیں اعتراض کا حق نہیں۔ کہنے لگے کوئی ایسی علامت ہونی چاہئے جسے دیکھ کر ہم مان جائیں کہ واقعی طالوت ہمارا بادشاہ ہے، فرمایا اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے لائے بغیر "تابوت سکینہ" تمہارے پاس آجائے گا جس میں تمہاری ظاہری تسکین کے علاوہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی کچھ بچی ہوئی چیزیں ملبوسات وغیرہ

ہیں اور اس صندوق کو فرشتوں نے تھام رکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تابوت سکینہ جو ایک عرصہ سے گم تھا، انہیں مل گیا۔

طالوت اپنی فوجوں کو ہمراہ لے کر بیت المقدس سے نکلے تو نصیحت فرمائی کہ دیکھو راستے میں ایک نہر آرہی ہے، جس سے اللہ تمہیں آزمائے گا، میرا مخلص ساتھی وہ ہوگا جو اس سے پانی نہ پیئے، البتہ چلتے ہوئے بس ایک آدھ چلو بھر لینا منع نہیں ہے۔ چلتے چلتے جب نہر پر پہنچے تو بے تحاشا پانی پر ٹوٹ پڑے۔ بہت تھوڑے آدمیوں نے احتیاط کی۔ جنہوں نے پیٹ بھر کر پانی پیا وہ اس بوجھ کو اٹھا نہ سکے اور پیچھے رہ گئے۔ طالوت اور ان کے فرمانبردار ہمراہیوں نے نہر عبور کرنے کے بعد نظر دوڑائی تو بہت تھوڑے سپاہی تھے۔ بعض ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اتنا چھوٹا لشکر جالوت کا کس طرح مقابلہ کرے گا۔ بعض نے کہا ایسا بار ہا ہوا ہے کہ بہت چھوٹے لشکر اللہ کی مدد سے بڑے بڑے لشکروں پر فتح یاب ہوتے رہے ہیں لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں، چنانچہ جب جالوت کے لشکر سے سامنا ہوا تو اہل ایمان نے دامن پھیلا کر اللہ سے دعا کی۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر کا نزول فرمایئے اور ثابت قدمی عطا فرمایئے اور کافروں پر ہماری نصرت فرمایئے۔ چنانچہ اللہ نے اہل ایمان کی مدد فرمائی اور طالوت کے لشکر سے حضرت داؤد جنہیں اس وقت تک نبوت نہیں ملی تھی، سینہ سپر باہر نکلے اور جا کر جالوت کو دبوچ لیا اور قتل کر ڈالا۔ طالوت کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی اللہ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہ بنایا اور علم وحکمت کے خزانے عطا فرمائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ کی زمین فساد سے لبریز ہو جاتی۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ یہ سارا واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے پیغمبر ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ اللہ کی آیات ہیں، جو ہم تجھے ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں اور بے شک تو ہمارے رسولوں میں سے ہے"......اس آیت پر دوسرے پارے کا اختتام ہوا۔

(روزنامہ اوصاف ملتان ہفتہ 9 نومبر 2002ء۔ 3 رمضان المبارک 1423ھ)

۞۞۞۞

پارہ (۳) تلک الرسل
خلاصۂ رکوعات

تیسرے پارے کو اس کے پہلے جملے "تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" کی مناسبت سے "تلک الرسل" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۳۴ سے سورۃ آل عمران کے رکوع نمبر ۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے سورۃ البقرہ کے رکوعات کی ترتیب مدنظر رہے۔

سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۳۴ میں فرائض خلیفہ کا بیان ہے، خلیفہ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ حفاظتِ توحید میں اپنی اور اپنے متبعین کی جان اور مال خرچ کر دے۔ دیکھئے آیت ۲۵۴، ۲۵۵

رکوع نمبر ۳۵ میں بتایا گیا کہ واقعات مؤیدہ توحید کی نشر واشاعت بھی خلیفہ ہی کے ذمہ ہے، یعنی مسلمانوں کے خلیفہ کو چاہئے اس قسم کے واقعات کی (یعنی جو اس رکوع میں مذکور ہیں) نشر واشاعت کرے تاکہ مومنوں کو مزید اطمینان حاصل ہو اور شاید مخالفین کو بھی اس سے کچھ فائدہ پہنچ جائے۔ دیکھئے آیت ۲۵۸ تا ۲۶۰

رکوع نمبر ۳۶ میں فرض معاونین خلافت اور شرائط انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط اربع من الخمسہ کا بیان ہے یعنی معاونین خلافت دو قسم کے ہوں گے، اہل دولت اور اہل علم۔ اس رکوع میں اہل دولت کے فرائض مذکور ہیں اور دولت خرچ کرنے کی چار شرطیں مذکور ہیں۔ دیکھئے آیت ۲۶۱ تا ۲۶۵

رکوع نمبر ۳۷ میں انفاقِ مال کی پانچویں شرط بیان ہوئی، یعنی عمدہ چیزیں اللہ کے نام دو۔ اور اہل علم کے فرض کی طرف اشارہ۔ دیکھئے آیت ۲۶۷ تا ۲۶۹

رکوع نمبر ۳۸ میں انفاق فی سبیل اللہ کی ضد یعنی سودخوری کی ممانعت ہے، دیکھئے آیت ۲۷۸

رکوع نمبر ۳۹ میں قانون دین کا بیان ہے، دیکھئے آیت ۲۸۲

رکوع نمبر ۴۰ میں شوریٰ خلافت کا تعلق باللہ بیان ہوا۔ دیکھئے آیت ۲۸۴

سورۃ آلِ عمران کے رکوع نمبر ۱ میں نصاریٰ کو دعوت الی الکتاب اور تعلیم کتاب میں صحیح اور غلط کی تمیز کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳، ۸

رکوع نمبر ۲ میں مخالفین مسلک صحیح کی بربادی اور موافقین کی سرفرازی کا اعلان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۲، ۱۵

رکوع نمبر ۳ میں بتایا گیا کہ مسلک صحیح کے معاندین کا راہ راست پر آنا مشکل ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اپنی کامیابی کے لئے گامزن ہونا چاہئے۔

رکوع نمبر ۴ میں اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے عزت پانے کے لئے (المصطفین الاخیار) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور چیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ دیکھئے آیت، ۳۱، ۳۳

رکوع نمبر ۵ میں بشارت پیدائش عیسیٰ علیہ السلام اور خلاصۂ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۵۱

رکوع نمبر ۶ میں مواعید اربعہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ دیکھئے آیت ۵۵

رکوع نمبر ۷ میں اہل کتاب کو مسلک صحیح کی طرف دعوت اور ان کا انحراف بلکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں، اس کو بیان کیا گیا۔ دیکھئے آیت ۶۴ تا ۶۹

رکوع نمبر ۸ میں اہل کتاب کا مسلمانوں کے خلاف سعی کرنا مذکور ہے۔ دیکھئے آیت ۷۲

رکوع نمبر ۹ میں اہل کتاب کو یاد دلایا گیا کہ تمہارے مقتداؤں (یعنی انبیاء علیہم السلام) نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا اقرار کیا تھا تو تمہیں بطریق

اولیٰ آپ کے اتباع کو فخر خیال کرنا چاہیے۔ دیکھئے آیت ۸۱

درس (۳)

پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت

جتنے پیغمبروں کا ذکر اب تک ہوا، یا قرآن مجید کے آئندہ صفحات میں ہوگا اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض پیغمبر ایسے ہیں جن سے براہ راست اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ نے کھلے کھلے معجزات دیئے اور اور جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے انہیں قوت بخشی کہ جبرائیل علیہ السلام یہود کے شر سے آپ کی حفاظت کے لئے ہر وقت ساتھ رہتے تھے، ان پیغمبروں کی اولاد جو آپس میں خون ریزی کرتی رہی ہے، اگر اللہ چاہتا تو انہیں آپس میں نہ لڑنے دیتا۔ لیکن اللہ نے ان کی باگیں کھلی رکھیں اور واضح احکام کے باوجود بھی ان میں اختلاف پڑ گیا۔ کوئی ایمان لے آیا اور کوئی کفر پر اڑا رہا اور فساد پڑا رہا، اللہ چاہتا تو وہ سب ایمان لے آتے اور باہم نہ لڑتے، لیکن اللہ جو چاہے، کرتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ نے تمہیں جو دولت دی ہے اسے اس کے راستے میں خرچ کرو، اس دن کے آنے سے قبل کہ جس دن خرید و فروخت کی گنجائش نہ کسی سے آشنائی، نہ کسی کی سفارش۔

؎ سب کھیت پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

کافر لوگ بڑے ظالم ہیں، مال کو سنبھال کر رکھتے ہیں، اہل ایمان کو یوں زیب نہیں دیتا کہ وہ بھی ایسا کریں۔

آیت الکرسی کا بیان

کچھ آیتوں کے بعد ''آیت الکرسی'' کا بیان ہے، جس میں اللہ کی صفات

عظیمہ اور عجیبہ واضح کی گئی ہیں فرمایا: ”اللہ کے سوا کوئی اس قابل ہی نہیں کہ عبادت کے لائق سمجھا جائے، اس لئے کہ وہ زندہ اور ازل تا ابدالآباد! سب کا تھامنے والا، اسے اونگھ یا نیند کبھی نہیں پکڑ سکتی، انسان اگر خالی پیالہ ہاتھ میں لے کر اونگھنے لگے تو پیالہ گر کر ٹوٹ جائے، اللہ اگر اونگھنے لگے تو نظام دنیا برباد نہ ہو جائے گا؟ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اس کی اجازت کے بغیر اس کے دربار میں کسی کی سفارش کا کسی کو یارا نہیں۔ مخلوق کے روبرو، اور ان کے پیچھے کوئی چیز اس سے مخفی نہی۔ جب کہ مخلوقات سب کی سب اس کے علم میں سے ایک ذرے کا احاطہ نہیں کرسکتیں مگر جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے، اور اس کے لئے ان سب کا تھامنا قطعی مشکل نہیں۔ وہی سب سے برتر ہے عظمت والا...... اللہ کی ان صفات پر اور اس کی تعلیمات پر کوئی ایمان نہیں لاتا تو کوئی جبر نہیں۔ بقول مفتی اعظم رحمہ اللہ ”اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لئے نہیں (ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے؟) بلکہ دفع فساد کے لئے ہے“ (معارف القران)

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، کافروں کے رفقاء و راہنما شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ظلمتوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ ہمیشہ کے دوزخی ہیں۔

مناظرۂ نمرود و ابراہیم

اگلی آیت میں نمرود و ابراہیم کی صورت میں حق و باطل کی آویزش کی ایک جھلک پیش کی، نمرود نامراد کو اللہ نے عظیم سلطنت دی تھی، اس سے ”رب کون ہے؟......“ کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ ابراہم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے، نمرود نے دو قیدیوں کو منگوا کر ایک کا سر اتار دیا اور دوسرے کو رہائی

دے دی، کہنے لگا میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ تکبر اس کی کھوپڑی میں بھرا ہوا ہے۔ ایک ہی مسکت دلیل دی جائے، چنانچہ فرمایا میرا رب سورج کو مشرق سے لاتا ہے، تو مغرب سے لا کے دکھا۔ "فبھت الذی کفر" نمرود کی زبان گنگ ہوگئی، اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

عزیر علیہ السلام کی حیات بعد الموت

اللہ کی قدرت کاملہ کا ایک اور حسین منظر دیکھئے، عزیر علیہ السلام بخت نصر بابلی کی قید سے رہا ہو کر بیت المقدس تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک شہر سے گزر ہوا۔ سارا کا سارا شہر برباد ہوا پڑا تھا، چھتیں اوندھی ہوئی پڑی تھیں۔ دل میں خیال آیا کہ اللہ اس شہر کے باسیوں کو کیسے زندہ کرے گا اور یہ شہر کیسے آباد ہوگا؟ اللہ نے فوراً اسی جگہ عزیر علیہ السلام کی روح قبض کرالی۔ ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا، سو (۱۰۰) سال گزر گئے، کسی کو حضرت کی کوئی خبر نہیں بخت نصر بھی مر مٹ گیا۔ اللہ نے اس عرصے میں اس اجڑے ہوئے شہر کو آباد کر دیا تھا۔ عزیر علیہ السلام باذن اللہ زندہ ہوئے، کھانے پینے کا سامان تر و تازہ پاس رکھا تھا۔ گدھے کی بوسیدہ ہڈیاں ایک طرف پڑی تھیں، اللہ نے پوچھا عزیر! کتنا عرصہ یہاں رہے، جواب دیا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ، اللہ نے فرمایا سو سال گزار چکے ہو، اپنا کھانا پینا دیکھو اور گدھے کو بھی، کہ کیسے ہم بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑ کر گوشت پوست چڑھاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیاں جڑ گئیں، گوشت چڑھ گیا، چمڑا پہنا کر اللہ نے اسے زندہ کر دیا اور وہ ڈھینچوں کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کا اطمینانِ قلب کیلئے مردوں کو زندہ کرنے کی درخواست

یہاں پر تیسری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ عرض کی اے اللہ مجھے دکھلایئے کہ مردوں کو زندہ کس طرح کریں گے؟ فرمایا کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ عرض کی کیوں نہیں! صرف دل کے اطمینان کے لئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا چار

پرندے پکڑ لو، انہیں ذبح کر کے ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں بلاؤ سب دوڑتے آجائیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ یہاں سے سورۃ بقرہ کا چھتیسواں رکوع شروع ہو رہا ہے۔ رکوع نمبر۳۹ کے آخر تک کل ۲۱ آیات میں ''مالیات'' سے متعلق ہدایات ہیں۔ اگر آج کی دنیا ان ہدایات پر عمل پیرا ہو جائے تو سرمایہ داری، اشتراکیت اور اشتمالیت کی لائبریریاں تک دیمک کا رزق بن جائیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد اور قبولیت کی شرطیں

سب سے پہلے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا بیان ہوا جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال گندم کے دانے سے دی، کوئی شخص گندم کا دانہ عمدہ زمین میں بوئے اس سے ایک پودا نکلے جس میں سات خوشے ہوں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں اس نے ایک دانہ کھو کر سات سو دانے حاصل کر لئے، اس آیت نے بتلایا کہ اللہ کی راہ میں ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات سو روپے کے خرچ کے برابر اجر ملتا ہے۔

پھر قبولیتِ صدقہ کی دو منفی شرطیں بیان فرمائیں:

(۱) دے کر احسان نہ جتلائیں۔

(۲) جس کو دیں اسے ذلیل وحقیر نہ سمجھیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں انہیں دو شرطوں کی وضاحت کی گئی۔۔ پانچویں آیت میں ایک خوبصورت مثال سے صدقہ مقبولہ کی وضاحت فرمائی چھٹی آیت میں صدقہ وخیرات کے باب میں ذکر کی گئی شرائط کی خلاف ورزی کرنے پر ایک مثال کے ذریعے صدقہ مردود ہو جانے کا ذکر کیا رکوع نمبر ۳۷ کے آغاز سے سابقہ مضمون کو آگے چلاتے ہوئے پاکیزہ اور حلال چیزوں میں سے ہی صدقہ کرنے کا حکم دیا، اور گندی چیزوں سے روکا، کیونکہ شیطان تنگدستی کا ڈراوا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے جبکہ اللہ کا وعدہ اس کے برعکس ہے۔ رکوع کی آخری آیت میں مستحقین خیرات کا بیان ہے یہاں فقراء سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو اپنی مشغولیت کی وجہ سے دوسرا کوئی کام نہیں

کر سکتے۔

سود کی حرمت کا بیان

رکوع نمبر ۳۸ کی دوسری آیت سے رباء یعنی سود کی حرمت اور اس کے احکام کا بیان شروع ہوا۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں، انہیں کسی شیطان جن نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتے اور صدقات کو بڑھاتے ہیں، ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود کا کاروبار جہاں تک پہنچ چکا ہے وہیں ختم کر ڈالو۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر اللہ و رسول ﷺ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہارا حق صرف اصل زر ہی ہے۔ (ربوٰ اور سود سے متعلق مفصل بحث معارف القرآن اور دیگر تفاسیر میں دیکھی جا سکتی ہے)

لین دین کے معاملات میں شرعی اصول وضوابط

رکوع نمبر ۳۹ سے قرض اور ادھار کے معاملات کرتے وقت اقرار نامہ لکھنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ بھول چوک یا انکار کے وقت کام آئے نیز یہ کہ میعاد مقرر کر لی جائے، غیر معین مدت کے لئے ادھار لینا دینا جائز نہیں۔ معاملات کی کتابت کرنے والا غیر جانبدار آدمی ہو اور انصاف کے ساتھ لکھے جو شخص ادھار لے رہا ہے، وہ اپنی موجودگی میں لکھوائے اور لکھوانے میں ذرہ برابر کمی نہ کرے۔ معاملہ اگر کسی خفیف العقل بوڑھے، نابالغ بچے یا گونگے یا کسی دوسری زبان بولنے والے کے ساتھ ہو تو اس کا ولی کفیل یا ضامن لکھوا دے اور مردوں میں سے دو گواہ بنائے جائیں۔ دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلوا دے اور گواہ ایسے ہوں جو گواہی نہ چھپاتے ہوں اور اگر ادھار کی بجائے ہاتھوں ہاتھ کا سودا ہو تو اس کا لکھنا ضروری نہیں، کاتب اور گواہ کے لئے خاص طور پر تاکید کی کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ پھر فرمایا کہ اگر دوران سفر کوئی معاملہ پیش آجائے اور کاتب میسر نہ ہو تو کوئی چیز رہن رکھنے کی اجازت ہے۔ اور آخر میں فرمایا کہ سچی گواہی مت چھپاؤ۔

اللہ کی توحید وقدرت اور مومنین کی خاص خوبی

یہاں سے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع شروع ہوا۔ اس کی پہلی آیت توحید اور اللہ کی قدرت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ دوسری آیت میں تمام رسولوں اور مومنین کی خوبی بیان ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی ہر بات کو دل وجان سے مان لیا آخری آیت میں قانون قدرت کے طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو کچھ انسان پر وارد ہوتا ہے وہ اس کی اپنی کمائی کا نتیجہ ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اسے بھگتنا پڑتا ہے۔

آخر میں ایک مقبول دعا ذکر کی گئی ہے، اللہ ہمارے حق میں قبول فرمائے۔

سورۃ آل عمران مدنیہ ①

مصورِ قدرت کی کاریگری

سورۃ آل عمران مدنی ہے۔ پہلی چھ آیات میں اللہ کی توحید اور قدرت کاملہ کا بیان ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ اللہ تمہارا نقشہ بناتا ہے، ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے۔ دیکھئے، کیا عجیب قدرت اور کاریگری ہے کہ اربہا انسان دنیا میں بستے ہیں، مگر سب کی شکل وصورت اور تصویر الگ ہے، یہ نہائت ہی قابلِ غور بات ہے۔

ساتویں آیت میں آیات الٰہی کی دو قسمیں بیان ہوئیں:

(۱) محکمات جن کے معنی واضح ہیں۔

---

① یہ سورۃ ترتیبِ نزولی میں ۹۸ نمبر پر ہے کل رکوع ۲۰، آیات ۲۰۰، کلمات ۳۵۴۳، حروف ۱۵۳۲۶ ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کا ربط پہلی سورۃ کے ساتھ یہ ہے کہ پہلی سورۃ کو "فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ" پر ختم کیا گیا ہے جس کا حاصل محاجہ لسانی وسنانی میں غلبہ کا سوال ہے اس پوری سورۃ کا حاصل بھی یہی مضمون ہے اہل کتاب کے ساتھ محاجہ کا اس سورۃ میں ذکر ہے جس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ان کو اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید میں اختلاف تھا یہی وجہ ہے کہ اس سورۃ کو توحید کے مضمون سے شروع فرمایا گیا۔ (مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن)

(۲) متشابہات جن کے معنی معلوم یا معین نہیں ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات میں پڑ کر خود ساختہ مفہوم تراشتے اور ان کے ذریعے گمراہی پھیلاتے ہیں حالانکہ متشابہات کے معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ متشابہات میں پڑنے کی بجائے کہتے ہیں کہ بس ہم ان پر ایمان لائے کیونکہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

آٹھویں اور نویں آیت میں ان اہل ایمان اور راسخین فی العلم کی دو مقبول دعائیں ذکر کی گئی ہیں۔

آیت نمبر ۱۰ سے کفار کو مخاطب کر کے انہیں فرعون اور آل فرعون کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۴ سے ۱۸ تک انسان کے جذبہ حب دنیا کا بیان ہے انسانوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہے۔ مثلاً عورتیں، بیٹے اور سونے چاندی کے خزانے، گھوڑے، مویشی، کھیت وغیرہ انسان کی طبیعت کا رخ ان چیزوں کی محبت سے موڑ کر جنت کی نعمتوں کی طرف پھیرا گیا ہے۔

اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہی ہے

آیت نمبر ۱۹، ۲۰ میں واشگاف اعلان فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مقبول صرف اور صرف دین اسلام ہی ہے۔ اہل کتاب ضد اور حسد کی وجہ سے اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۱ میں کافروں کی ضد و عناد اور ان کے اچھے اعمال کے ضائع ہو جانے کا ذکر ہے۔ آیت نمبر ۲۶ سے عزت، ذلت، رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کی، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنے اور رزق کی قدرت صرف اللہ ہی کو ہونے کا بیان ہے۔ آیت نمبر ۲۸ میں مسلمانوں کو کافروں سے دوستیاں گانٹھنے سے نہایت سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگلی آیات میں قدرت خداوندی اور یوم جزا و جزم کا بیان ہے۔

اللہ کی محبت کے حصول کے لئے اتباعِ رسول ضروری ہے

آیت نمبر ۳۱، ۳۲ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ سے محبت کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ کیونکہ یہ چیز بنیاد ہے۔ اگر ایک شخص اتباعِ رسول پر آمادہ نہیں ہوتا، اسے یہ نعمت کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

مریم علیہا السلام کی پاکدامنی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر

آیت ۳۳ سے حضرت آدم، نوح، آل ابراہیم آل عمران کا اجمالی ذکر ہے اور اصل مقصد حضرت عیسیٰ کا تفصیلی ذکر ہے جو بالواسطہ آیت ۳۵ سے شروع ہورہا ہے۔ عمران (حضرت مریم کے والد ماجد) کی زوجہ نے اللہ سے استدعا کی کہ اے اللہ جو کچھ میرے پیٹ میں (بچہ یا بچی) ہے، میں اسے تیری نذر کرتی ہوں تو مجھ سے قبول فرما، جب وضع حمل ہوا تو بچی پیدا ہوگئی۔ حسرت کے ساتھ کہنے لگیں اے اللہ یہ تو لڑکی ہے اب اسے ایسا بنادے جیسا کہ میں بیٹے کے صورت میں امید رکھتی تھی کہ بیٹا ہوگا اسے میں تیرے دین کی خدمت کے لئے وقف کروں گی اس کا نام مریم تجویز کرتی اور اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے بھی اور اس کی اولاد کو بھی شیطان مردود سے بچا، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اس کی پرورش کی ذمہ داری حضرت زکریا علیہ السلام نے لے لی (کیونکہ عمران اپنی زوجہ کی حالت حمل میں انتقال کر گئے تھے) زکریا علیہ السلام نے بارہا عجیب منظر دیکھا کہ جب حجرے میں تشریف لاتے تو بے موسم پھل انگور کھجور وغیرہ کے خوشے مریم علیہا السلام کے سامنے رکھے ہوتے تھے حیران ہوکر پوچھتے مریم یہ کہاں سے آگئے، وہ فرماتیں اللہ کی طرف سے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے وہیں دعا کی کہ اے رب تو جو مریم کو بے موسے پھل کھلاتا ہے مجھے بے موسمی اولاد کیوں نہیں دے سکتا مجھے پاکیزہ فرزند عطا فرما، چنانچہ ایک روز جب حضرت زکریاؑ عبادت میں مصروف تھے فرشتے کے ذریعے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی (حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما

السلام کی پیدائش کے مفصل واقعات انشاء اللہ پارہ نمبر ۱۶ میں سورۃ مریم کے ضمن میں بیان کیئے جائیں گے) آیت نمبر ۵۴ سے یہود کے ایک مکر اور اللہ کی طرف سے اس کے توڑ کا بیان ہے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا پروگرام بنایا اور آپ کو گرفتار کر کے ایک عمارت میں بند کیا۔ اللہ نے انہی میں سے ایک آدمی (جو آپ کے کمرے میں سے آپ کو سولی دینے کے لئے لے جانا چاہتا تھا) کو آپ کی شکل میں بدل دیا اور آپ کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا ان لوگوں نے اپنے آدمی کو اس کی منت سماجت اور چیخ و پکار کے باوجود سولی پر چڑھا دیا۔

نجران کے عیسائیوں کو مباہلے کا چیلنج

آیت نمبر ۶۱ میں مباہلہ کا بیان ہے۔ حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کی طرف فرمان بھیجا کہ (۱) اسلام قبول کرو (۲) یا جزیہ ادا کرو (۳) یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اس کے جواب میں عیسائیوں نے ایک تین رکنی وفد حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس نے آکر حضور ﷺ کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی، جس پر عمل فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے انہیں دعوت مباہلہ دی جس پر انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، چنانچہ جزیہ پر صلح ہو گئی۔ مباہلہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور دیگر اہل خانہ کو لے آتے ہیں تم بھی لے آؤ، دونوں بر سر عام ایک دوسرے کو بد دعا دیں جو فریق جھوٹا ہو گا برباد ہو جائے گا۔

آیت نمبر ۶۵ سے ۸۰ تک اہل کتاب یہود نصاریٰ سے خطاب کے ذریعے ان کی مذہبی بدعنوانیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ نیز اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی نہیں تھے بلکہ وہ سچے اور کھرے مسلم تھے۔ پارے کا آخری رکوع حضور ﷺ کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے لئے گئے میثاق کے

بیان پر مشتمل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور علیہ السلام سے متعلق لیے گئے میثاق کا بیان

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ سے اس میثاق کا ذکر ہو رہا ہے، جو اللہ نے تمام انبیاء کرام سے عالم ارواح میں یا بذریعہ وحی دنیا میں ہی لیا کہ:

''میں تمہیں کتاب و حکمت کی دولت سے مالا مال کروں پھر تمہارے پاس ''رسول'' آئے۔ جو تمہاری نبوت کی بھی تصدیق کرے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت بھی کرنا۔ کیا تم اس چیز کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ بولے ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا تو پس گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر جو لوگ اس عہد سے پھر جائیں گے، وہی نافرمان ہوں گے''

یہ میثاق ہمارے آقا و مولیٰ صلی علیہ وسلم کے بارے میں لیا گیا تھا اللہ کی ذات علیم و خبیر ہے۔ اسے معلوم تھا کہ اس دنیا میں جب اس رسول موعود صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوگی، یہ سب کے سب اپنا رخت سفر سمیٹ کر عقبیٰ کی طرف منتقل ہو چکے ہوں گے (سوائے حضرت عیسیٰ کے) پھر بھی یہ عہد لیا گیا۔ اس سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا نقش ان کے دلوں پر جمانا مقصود ہے۔ نیز یہ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر محمد ﷺ کی ذات والا صفات پر ایمان قبول کرنے کا پختہ ارادہ کریں گے۔ تو اسی وقت سے اجر کے مستحق ہوں گے۔ اور ان کے درجات میں بھی اضافہ ہو گا۔ چنانچہ کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو آپ ﷺ کے مقام و مرتبے سے آگاہ نہ کیا ہو اور آپ ﷺ پر ایمان لانے اور تائید و نصرت کی وصیت نہ کی ہو۔ اگر حضور ﷺ کی بعثت انبیاء کے زمانے میں ہوتی تو ان سب کے نبی آپ ﷺ ہی ہوتے اور تمام انبیاء آپ ﷺ کی امت میں شمار ہوتے۔ اب یہود و نصاریٰ اللہ کے دین سے ہٹ کر خود ساختہ دین پر چلتے ہیں۔ اور بھول گئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین

کی کل کائنات اپنے رب کی فرمانبردار ہے۔ خوشی سے یا لاچاری سے، اور سب اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ ہم اللہ پر، ہمارے اوپر نازل ہونے والی کتاب پر اور ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہونے والی کتابوں اور صحائف پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم سابقہ انبیاء میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور اپنے رب کے فرمانبردار ہیں۔

آیت نمبر ۸۵ میں واضح فرما دیا کہ اسلام کے سوا کسی شخص سے کوئی دوسرا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اس پارے کی آخری آیت تک کافروں کو عذاب جہنم سے ڈرایا۔ نیز یہ کہ وہ اگر کوئی نیکی کا کام یا صدقہ خیرات وغیرہ بھی کریں تو مقبول نہیں ہوگا۔

(روزنامہ اوصاف ملتان اتوار 10 نومبر 2002ء 4 رمضان المبارک 1423ھ)



پارہ (۴) لن تنالوا
خلاصۂ رکوعات

چوتھے پارے کواس کے پہلے جملے ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' کی مناسبت سے ''لن تنالوا'' کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ آل عمران کے رکوع نمبر۱۰ سے سورۃ النساء کے رکوع نمبر۴ تک پھیلا ہوا ہے۔اس کو سمجھنے کیلئے سورۃ آلِ عمران کے رکوعات کی ترتیب مدنظر رہے۔

سورۂ آل عمران کے رکوع نمبر۱۰ میں (۱) یہود کے شبہ کا جواب (۲) درس گاہِ ابراہیمی کی طرف دعوت، (۳) مقاطعہ اہل الکتاب کا بیان ہے۔دیکھئے آیت ۹۳،۹۶،۱۰۰

رکوع نمبر۱۱ میں لوگوں کو کہا گیا کہ تم میں سے ہمیشہ مسلک صحیح کی طرف ایک جماعت کو داعی ہونا چاہئے، اور اس کی طرف دعوت دینے والی جماعت کے نتائج اخروی کا بیان ہے۔دیکھئے آیت ۱۰۴،۱۰۷

رکوع نمبر۱۲ میں امتِ مسلمہ کا بحیثیت امت کے یہ فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے لہٰذا جو شخص بھی اس امت کا فرد کہلائے گا اس کے ذمہ یہ فرض عائد ہو جائے گا، اور منافقین سے مقاطعہ کا بیان ہے۔دیکھئے آیت ۱۱۰،۱۱۸

رکوع نمبر۱۳ میں ثابت کیا گیا ہے کہ غزوۂ بدر کی کامیابی کا راز کفار اور منافقین سے علیحدگی ہی تھا، اس لئے کہ طبائع میں استقامت تھی۔دیکھئے آیت ۱۲۳

رکوع نمبر۱۴ میں اصلاحِ لغزشِ واقعۂ اُحد کا ذکر ہے۔دیکھئے آیت ۱۳۰،۱۳۲

رکوع نمبر ۱۵ میں یہ فرمایا گیا کہ کام فقط اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہونا چاہیے نہ کہ کسی خاص مقتدا کے اعتماد پر۔ دیکھئے آیت ۱۴۴
رکوع نمبر ۱۶ میں یہ فرمایا گیا کہ اُحد کی شکست تمہاری فشل یعنی تمہاری اپنی غلطیوں کی وجہ سے فتح ہوتے ہوتے شکست ہوگئی۔ تنازع اور عصیان الرسول کا نتیجہ ہے۔ دیکھئے آیت ۱۵۲
رکوع نمبر ۱۷ میں اس کا بیان ہے کہ آپ نے شیرازۂ منتشرہ کو کن خوبیوں سے جمع فرمایا، ہزیمتِ اُحد فتح بدر کا تتمہ ہے۔ دیکھئے آیت ۱۵۹، ۱۶۵
رکوع نمبر ۱۸ میں بدر صغریٰ کی کامیابی کا باعث بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۷۳
رکوع نمبر ۱۹ میں بیان ہے تذکرۂ امراضِ یہود جن سے مسلمانوں کو احتراز لازمی ہے، وہ ہیں بخل اور کتمانِ حق۔ دیکھئے بالترتیب آیت ۱۸۱، ۱۸۷
رکوع نمبر ۲۰ میں نصاریٰ کے پاکیزہ خصائل کی تعیم کی گئی ہے۔ دیکھئے آیت ۱۹۹
سورۃ النساء کے رکوع نمبر ۱ میں درآمد مال ناجائز کی روک تھام کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲، ۶
رکوع نمبر ۲ میں درآمد مال کا صحیح قانون بیان کیا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۲
رکوع نمبر ۳ میں قانون صلاح معائب ازواج اور مدارجِ معائب بیان ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۵ تا ۲۱
رکوع نمبر ۴ میں ایسا طرزِ معاشرت جس سے اخلاقی خرابیاں پیدا ہی نہ ہوں سمجھایا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۲۳، ۲۴

درس (۴)

نیکی میں درجۂ کمال کا حصول

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۹۲ سے چوتھے پارے کا آغاز ہو رہا ہے۔

اہل ایمان سے خطاب ہے فرمایا کہ تم لوگ نیکی میں کمال اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے، جب تک اپنی پسندیدہ ترین چیز میں سے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ نہ کرو۔ اگرچہ عام اشیاء خورد ونوش یا حسب استطاعت تھوڑی یا چھوٹی سے چھوٹی چیز کا صدقہ بھی بشرط تصحیح نیت قبول ہوتا ہے۔

یہود کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگلی تین آیات میں یہود کے ایک اعتراض کی طرف اشارہ اور اس کا جواب ہے، حضور ﷺ سے یہود نے کہا کہ آپ خود کو ملت ابراہیم قرار دیتے ہیں اور اونٹ کا گوشت اور اس کی مادہ کا دودھ بھی استعمال کرتے ہیں، جبکہ ابراہیم علیہ السلام پر یہ حرام تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو، ان پر یہ حلال تھا۔ یہود نے کہا کہ جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں یہ سب حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حرام چلی آ رہی ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ کھانے کی تمام چیزیں تورات نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔ البتہ یعقوب علیہ السلام نے خود اونٹ کا گوشت وغیرہ اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ جو انکی اولاد نے بھی حرام کئے رکھا۔ تصدیق کے لئے تورات پڑھ کر دیکھ لو اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی اختیار کرو۔

دنیا کے بُت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا......

آیت نمبر ۹٦ سے کعبۃ اللہ کی عظمت کا بیان ہے کہ سب سے پہلا گھر لوگوں کے لئے اللہ کی عبادت کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے۔ اس میں مقام ابراہیم علیہ السلام جیسی واضح نشانیاں ہیں "جو اس میں آیا اسے امان ملی" با استطاعت لوگوں پر اس کا حج اللہ کا حق ہے۔ نہ ماننے والوں کی اللہ کو پرواہ نہیں۔

دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا

اگلی چار آیات میں اہل کتاب کی تہدید اور اہل ایمان کو ان سے بچنے کی

تلقین ہے۔آیت نمبر ۱۰۲ سے اہل ایمان کو فقط اللہ سے ڈرنے ،اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ بازی سے بچنے کی تلقین کے ساتھ ایک ایسی جماعت کی مستقل ضرورت بیان کی گئی ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کفار کے چہرے سیاہ اور اہل ایمان کے روشن ہوں گے۔

خیر امت اور اس کی خصوصیت

آیت نمبر ۱۱۰ سے امت مسلمہ کو سب سے بہتر امت قرار دے کر اس کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ یہ اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو سابقہ امتوں میں نہیں پائی جاتی۔اس کے علاوہ اس امت کے افراد اللہ پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ بعد ازاں یہود کی ذلت اور ان کے جرائم کا بیان ہے۔ لیکن ان میں سے مسلمان ہو جانے والوں کی تخصیص کر کے ان کی صفات علیحدہ ذکر کی گئیں۔پھر ایمان والوں کو یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے اور انہیں اپنا بھیدی بنانے سے روکا گیا ہے۔کیونکہ مسلمانوں کی تکلیف سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔آیت نمبر ۱۲۱ سے غزوہ بدر میں اپنی نصرت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

سود کی حرمت اور مومنین کی علامات

آیت نمبر ۱۳۰ سے سود کی حرمت اور ممانعت یعنی اصل زر زائد اور پھر سود در سود کی لعنت سے بچنے کا حکم ہے۔آیت نمبر ۱۳۴ سے مومنین متقین کی خاص صفات اور علامات بیان ہوئیں کہ خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں غصہ پر قابو پا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے،تو اللہ سے معافی کے طالب ہوتے ہیں۔آیت ۱۳۹ سے ایک بار پھر غزوہ اُحد کا ذکر کر کے اہل ایمان کی ظاہری شکست پر انہیں تسلی دی گئی ہے،ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ محمد فقط اللہ کے رسول ہی ہیں خدا تو نہیں جس کا قتل ہونا یا وفات پانا ناممکنات میں سے ہو۔چنانچہ اگر وہ (محمد) وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا

تم دین حق سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو پھر گیا وہ اللہ کا کیا نقصان کرلے گا؟ موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو موت نہیں آئے گی۔ جو اپنی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں لینا چاہے وہ لے لے اور جو آخرت کا طالب ہے، اسے آخرت میں نوازا جائے گا۔ پہلے انبیاء کرام اور ان کے امتی بھی شیطانی قوتوں سے نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے ہیں اور اللہ سے مدد طلب کرتے رہے ہیں۔ اہل ایمان کافروں کی باتوں میں مت آئیں ورنہ وہ انہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے۔ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اسی کی مدد بہتر ہے۔ وعدہ فرمایا کہ اب ہم کافروں کے دلوں میں عنقریب تمہارا رعب ڈال دیں گے۔ اور ان کو ذلیل و خوار کریں گے۔ بس تم اپنی کمزوریاں دور کرلو۔

غزوۂ اُحد میں ظاہری شکست کا سبب اور منافقین کا طرزِ عمل

آیت نمبر ۱۵۲ سے غزوہ اُحد میں لشکر اسلام کے ایک دستے کی جلد بازی کی بناء پر جو نقصان ہوا، اس کا ذکر فرمایا اور آئندہ کے لئے اس کے ازالے کا طریقہ بھی ارشاد ہوا۔ آیت ۱۵۹ میں رسول اللہ ﷺ کی اتنے عظیم نقصان کے صدمہ کے باوجود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نرمی اور شفقت کی تحسین فرماتے ہوئے آئندہ کے لئے مزید شفقت فرمانے نیز اہم امور میں ان سے مشاورت کرتے رہنے کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند مزید ہدایات سے نوازا۔ آیت نمبر ۱۶۴ میں اللہ نے اہل ایمان کو اپنا عظیم ترین احسان یاد دلایا اور وہ ہے انہی میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت، آپ تلاوت آیات کے ذریعے مومنین کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کا تزکیۂ نفس بھی کرتے ہیں۔ جبکہ پہلے تو وہ صاف گمراہی میں تھے۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافقین کہنے لگے ہم نے تو انہیں پہلے ہی روکا تھا کہ گھر میں بیٹھ جاؤ اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو قتل ہونے سے بچ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں پیغمبر ﷺ سے ارشاد فرمایا، انہیں کہہ دیجیے کہ واقعی اگر تم سچ کہتے ہو تو خود

موت سے بچ جانے کا کوئی بندوبست کرلو۔اصل میں منافقین کا یہ کہنا اس بے وقوفی کی بناء پر ہے کہ جنگ میں مارے جانے والے مرمٹ گئے اور دنیا کی شہوت اور لذت سے یکسر محروم ہوگئے۔ لہٰذا شہداء کی کیفیت آشکار کرتے ہوئے فرمایا، اے پیغمبر! جولوگ اللہ کے راستے میں قتل کردیئے گئے آپ انہیں مردہ گمان بھی نہ کریں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ کا فرمان طفل تسلی نہیں ہوسکتا، درحقیقت شہداء زندہ ہوتے ہیں شہادت کی صورت میں ان کی دنیا بدل جاتی ہے اور انہیں مرکر جو زندگی نصیب ہوتی ہے وہ دنیا کے مصائب وآلام سے یکسر ماوراء اور اللہ کی ان نعمتوں سے معمور ہوتی ہے جن کا ادراک انسانی تخیل سے بلند ہے۔ اور وہ اللہ کی ان نعمتوں پر خوش ہیں نیز جن غازیوں کو زخم پہنچے ہیں اللہ کے پاس ان کے لئے بڑا اجر اور مقام ہے ان کے ایمان مزید پختہ ہوئے ہیں اور اے پیغمبر جولوگ کفر کی طرف دوڑتے ہیں آپ ان کے بارے میں غمگین نہ ہوں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، وہ خود رسوا ہوں گے۔

ان جہادی مہمات سے اللہ تعالیٰ کا مقصد خبیث اور طیب، حق اور باطل، کفر اور اسلام کو جدا جدا کرنا ہے، سچ اور جھوٹ کو خلط ملط نہیں کیا جاسکتا۔

گستاخ یہودی کے منہ پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھپڑ اور اللہ تعالیٰ کی گواہی

آیت نمبر ۱۸۰ میں بخل کی مذمت کی گئی، بخیل جس مال کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے، وہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ آیت نمبر ۱۸۱، ایک عظیم الشان واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے، زکوٰۃ وصدقات وصدقات کے احکام نازل ہونے کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسی جگہ سے گزر رہے تھے، جہاں یہودیوں کا ایک اجتماع تھا، مقرر نے آپ رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر استہزاء کے طور پر کہا کہ مسلمان خود بھی فقر وفاقہ کے ستائے ہوئے ہیں، انکے خدا کی بھی یہی حالت ہے کہ اب ان سے زکوٰۃ صدقات وصول کرتا ہے۔ جبکہ ہم مالدار ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ کو یہ استہزاء گوارہ نہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر اسے تھپڑ رسید کر دیا، حالانکہ یہودیوں کا اجتماع تھا، اور وہ کثیر تعداد میں جمع تھے لیکن سکتے میں رہ گئے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ کارروائی کر کے اپنے راستے پر ہو لئے۔ بعد ازاں وہ یہودی ایک وفد لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فریاد کی کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تھپڑ مارا ہے۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور صورتحال معلوم ہونے پر آپ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

''تحقیق اللہ نے سن لیا قول ان لوگوں کا جنہوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، ہم ان کی یہ بات لکھ رکھیں گے اور ان لوگوں نے جن انبیاء کو ناحق قتل کیا، اس کے بدلے میں انہیں دوزخ کے حوالے کیا جائے گا''۔

دنیاوی زندگی کی حقیقت اور مومنین کی آزمائش

آیت نمبر ۱۸۵ میں اعلان فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے، اور قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو شخص جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا، اور رہی دنیا کی زندگی، یہ تو محض دھوکے کی جنس ہے۔ اس دنیا میں تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تمہیں مشرکین و اہل کتاب کے طعنے اور جھڑکیاں سننا پڑیں گی، اگر تم نے صبر کر لیا اور پرہیزگاری اختیار کی تو یقیناً یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

حقیقی دانشوروں کا تعارف اور صحابہ کرام کی عند اللہ مرتبت

آیت نمبر ۱۸۸ تک اہل کتاب کی زجر و توبیخ اور ان کی مذمت کا بیان ہے۔ جبکہ اگلی آیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی جارہی ہیں نیز آسمانوں اور زمین کی تخلیقات اور رات و دن کی الٹ پلٹ کی طرف غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے ان تخلیقات میں غور کر کے اپنے خالق کو پہچاننے والوں کو دانشور قرار دیا گیا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج دنیا میں دانشور سمجھا ہی اس کو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں تشکیک کا شکار ہو کر دوسروں کو بھی خدا کا باغی اور منکر بنانے میں سرگرمِ عمل

ہو۔ قرآنِ مجید انہیں دانشور قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو سمجھ کر اٹھتے بیٹھتے حتیٰ کہ کروٹوں پر لیٹے ہوئے بھی آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے اور پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! بے شک تو نے یہ سب چیزیں بے فائدہ نہیں بنائیں، اور پھر وہ آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم نے تیری طرف پکارنے والے کی پکار سنی اور تجھ پر ایمان لے آئے، تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر کے ہمارا انجام نیکوں کے ساتھ فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی پکار اور دعا قبول فرمالی اور فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے راستے میں مکہ سے حبشہ یا مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میرے راستے میں اذیتیں دی گئیں اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کیے گئے فرمایا کہ میں ضرور بالضرور ان کے گناہ ان سے دور کر کے یقیناً انہیں جنتوں میں لے جاؤں گا، الخ۔ اس آیت کے حقیقی اور اولین مصداق صحابہ کرامؓ ہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

سورۃ کی آخری آیت میں اہلِ ایمان کو اللہ کے راستے میں ثابت قدم رہنے اور نظم وضبط برقرار رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سورۃ النساء مدنیۃ [1]

اللہ تعالیٰ کا پُرحکمت طریقۂ تخلیقِ انسانیت

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس کا جوڑ پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے جوڑے مرد وعورت پھیلائے اس

---

[1] یہ قرآن کریم کی چوتھی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۹۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۲۴، آیات ۱۷٦، کلمات ۳۷۲۰، اور حروف ۱٦٦٦۷ ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں چونکہ عورتوں کے احکام نکاح وتوریث وغیرہ زیادہ مذکور ہیں اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ نساء مشہور ہوگیا۔

سابقہ سورت سے ربط: (۱) سورۂ نساء کا سورۂ آل عمران کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کو مضمون تقویٰ پر ختم کیا گیا تھا اور اس سورۃ کو مضمون تقویٰ سے شروع کیا جارہا ہے لیکن پہلی سورۃ میں تقویٰ کا محمل مخالفین کے معاملات تھے اس سورۃ میں ان کے علاوہ باہمی معاملات بھی ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ سے ڈرو، جس کے نام پر تم دوسروں سے اپنے حقوق طلب کرتے اور جس کی قسمیں دے کر دوسروں سے اپنا مطلب نکالتے ہو، اللہ تمہارا نگہبان ہے۔"

یتیموں کے حقوق کا بیان

دوسری آیت میں یتیم بچوں کے حقوق کا بیان ہے:

① یتیموں کا مال انہی کو پہنچاؤ......

② ان کے مال سے اچھی چیز کا بری چیز سے تبادلہ مت کرو......

③ ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھاجاؤ کیونکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے!

تیسری آیت یتیم لڑکیوں کے بارے میں ہے، اگر یتیم لڑکی کے ولی کو ڈر ہو کہ وہ اس سے انصاف نہیں کر سکے گا تو اس سے شادی مت کرے، بلکہ کسی اور معقول

(بقیہ حاشیہ) (۲) سورۂ آل عمران میں زیادہ تر جہاد فی سبیل اللہ کے احکام، مسائل فضائل اور مخالفین ملت اسلامیہ کے مبدا معاد وذات وصفات کی بابت شکوک وشبہات کا جواب اور عام آخرت کے دلائل وغیرہ ذکر فرمائے گئے جن سے اقوام ملت آسمانی اور تقویت مذہب رحمانی ہو جائے اس کے بعد فیض الہام کا جوش اس بات کا مقتضی ہوا کہ مکلفین کے لئے وہ احکام بھی بیان ہو جاویں جو ان کے معاملات کا پورا دستور العمل رہیں اور ان باتوں کا معین کرنا بھی قوت بشریہ سے باہر تھا اس لئے اس سورۃ میں بہت سے احکام بیان ہوئے خصوصاً سب سے اول یتیموں کی پرورش اور ان کے مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کی رعایت اور ان پر رحم کے مسائل بیان ہوئے پھر وراثت وغیرہ کے متعلق جن کا سلسلہ موت سے متعلق ہے چونکہ عرب کی جہالت اور وحشت ابھی ابھی دور ہوئی تھی اور ان کا درندہ پن تھوڑے ہی دن سے رخصت ہوا تھا اس لئے ان احکام پر برداشت کرنے کے لئے سب سے پہلے آیت "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ" (الآیۃ) نازل فرما کر اللہ سے ڈرنے کی دوبارہ تاکید فرمائی ایک مرتبہ یوں فرمایا تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کر دیا پھر اس سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان سے بہت سے مرد وعورت زمین پر پھیلا دیئے۔ دوسری جگہ فرمایا اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر اور اس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کیا کرتے ہو جب تم اس کے واسطہ سے کام لیتے ہو تو اس کا کہنا مانو۔ (مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن)

سورۃ النساء میں اصلاح عرب ہوگی، اس میں دو باب آئیں گے۔ (۱) تدبیر منزل (۲) سیاست مدنیہ، اور تدبیر منزل کا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے (۱) قانون اصلاح مال (۲) قانون اصلاح ازداج۔

اصلاح ازواج میں اصلاح اولاد خود بخود ہو جائے گی، اور اگر مال کی درآمد صحیح ہو جائے یعنی مال کو صحیح اور مشروع طریقہ سے حاصل کیا جائے، تو خیر کا سنگ بنیاد قائم ہو جائے گا، ورنہ سنگ بنیاد ہی میں کجی اور خرابی آجائے گی، کیونکہ جس کا لقمہ حرام ہے نہ اس کے قلم میں نور ہوگا، نہ اس کے کام میں برکت ہوگی، نہ اس کی عبادت درجۂ قبول پائے گی اور نہ دعا مستجاب ہوگی۔ سب نحوستیں جمع ہوں گی اور قلب مسخ ہوتا جائے گا، پھر اولاد بھی اسی طرح ہوگی۔ غرض ان خرابیوں کا اختتام مشکل ہوگا۔

شخص سے اس کی شادی کا بندوبست کرے جہاں اس کی حق تلفی کا خطرہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اگر تمہیں اور عورتیں اچھی لگیں یا ضرورت محسوس ہو تو دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو، یہ بھی اس صورت میں کہ عدل کر سکنے کا یقین ہو اور اگر بے انصافی کا خطرہ ہو تو صرف ایک سے نکاح کرو، اس آیت سے چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے لیکن عدل و انصاف شرط ہے۔ پھر فرمایا منکوحہ عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو، البتہ وہ اپنے حق میں سے کچھ اپنی خوشی سے دے دیں تو اسے مزے سے کھاؤ، یتیم بچہ اگر بالغ ہو جائے لیکن بے وقوف ہو تو اس کا مال اسے مت دو بلکہ اسے اپنی کفالت میں رکھو، اچھا کھلاتے، پہناتے رہو اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرو، یتیموں کی پرورش کرو جب تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر انہیں عقلمند اور ہوشیار سمجھو تو ان کا مال ان کے حوالے کردو، اور انہیں بڑا ہوتے دیکھ کر ان کے مال کو اسراف کے ذریعے سے ہڑپ نہ کرو، یتیم کا ولی تنگی محسوس نہ کرے، تو یتیم کے مال سے بہر صورت بچتا رہے، اور تنگی محسوس ہو تو دستور کے مطابق کھائے اور ان کا مال ان کے حوالے کرتے وقت گواہ مقرر کرلو۔

وراثت کے مسائل

ماں باپ یا انتہائی قریبی رشتہ دار مر جائے تو اس کے ترکے میں چھوٹے بڑے تمام مرد بھی حصہ دار ہیں اور تمام عورتیں بھی، چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی، اور مال تھوڑا ہو یا زیادہ! اور وارثوں میں ترکہ تقسیم ہونے کے وقت دور کے رشتہ دار یا یتیم اور غریب لوگ اپنا کچھ استحقاق سمجھ کر لینے کے لئے موجود ہوں، ان کو بھی خیرات وغیرہ کی مد میں کچھ دے دو، اور ان سے نرمی سے بات کرو، لیکن انہیں جو کچھ دیا جائے وہ مجموعی مال سے نہ ہو بلکہ بالغ اور موجود ورثاء اپنے حصے میں سے کچھ دے دیں اور اس کا اہتمام کریں کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد کو پورا پورا پہنچ جائے، نیز کسی مسلمان کو ایسی وصیت کرتے دیکھیں جس سے اس کی اولاد اور دوسرے وارثوں کو نقصان پہنچ رہا ہو تو اسے ایسی وصیت یا تصرف کرنے سے روکیں، پھر فرمایا بے شک جو لوگ یتیم کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب اس میں داخل ہوں گے۔

سورۃ النساء کے دوسرے رکوع میں مال کی وراثت کے حصے ارشاد فرمائے گئے ہیں جو کہ بوقت ضرورت علماء سے سمجھے جاسکتے ہیں، تیسرے رکوع میں عورتوں کی اصلاح وتادیب کا بیان ہے۔ جن عورتوں سے زنا سرزد ہوجائے، تو اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ مرد طلب کئے جائیں جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اس مسئلہ میں مردوں کی گواہی ہی معتبر ہے، عورتوں کی نہیں، نیز یہاں ایسی عورتوں اور مردوں کی سزا بیان نہیں کی گئی محض ایذاء بیان کی گئی ہے سزا کا بیان سورۂ نور میں آئے گا۔ جرم کے بعد توبہ کا مطلب ہے ''گذشتہ پر فوری ندامت اور استغفار کے ساتھ آئندہ کے لئے باز آجانا'' جو لوگ جرم پر جرم کئے جاتے ہیں اور جب موت کو سامنے دیکھتے ہیں تو توبہ کرنے لگ جاتے ہیں، اللہ کے نزدیک اس توبہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو اس کے ورثاء اس کی عورت کو قبضہ میں لے لیتے، جی چاہتا تو نکاح کر لیتے وگرنہ اسے قیدی بنا کر رکھتے تاکہ وہ مال ودولت نہ لے کے چلی جائے۔ شوہر بھی بیویوں پر بہت ظلم کرتے، رغبت نہ ہوتی تو نہ حقوقِ زوجیت ادا کرتے نہ اسے طلاق دیتے حتیٰ کہ وہ اپنا مال مرد کو دے کر طلاق حاصل کرتی، ان آیات میں اسی رسم بد کو توڑا، نیز ایک کے بعد دوسری عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو اس صورت میں پہلی عورت کو دیا ہوا مال واپس لینے سے بھی منع فرمایا۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے!

آیت نمبر ۲۲ میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔

دور جاہلیت میں باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں سے نکاح کیا جاتا تھا، یہاں اسے حرام قرار دیا گیا۔ دیگر محرمات درج ذیل ہیں: (۱) مائیں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھائی کی بیٹیاں (۷) بہن کی بیٹیاں (۸) جس عورت کا دودھ پیا ہو (۹) اس عورت کی بیٹیاں (۱۰) بیوی کی ماں (۱۱) بیوی کی موجودگی میں سالیاں (۱۲) سوتیلی بیٹیاں (۱۳) بہوئیں (۱۴) دو بہنیں بیک وقت۔

پارہ (۵) والمحصنات

خلاصۂ رکوعات

پانچویں پارے کو اس کے پہلے جملے "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" کی مناسبت سے "والمحصنات" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ النساء کے رکوع نمبر ۵ سے رکوع نمبر ۲۱ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۂ نساء کے رکوع نمبر ۵ میں قانونِ اصلاحِ معاملات کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۹

رکوع نمبر ۶ میں تقسیم مراتب زوجین اور فرضِ مشترک کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳۴، ۳۶

رکوع نمبر ۷ میں (۱) استحصال قانون الٰہی کے لئے تیقظ کی ضرورت۔ (۲) ترک تیقظ سے مسخ فطرت کا خطرہ (۳) قانون الٰہی کو چھوڑ کر غیر اللہ کے قانون کو وہ درجہ دینا اس میں بھی ایک طرح کی شرک کی بو ہے۔ دیکھئے بالترتیب آیات ۴۳، ۴۷، ۴۸

رکوع نمبر ۸ میں ترک تمسک (۱) بکتاب اللہ سے اتباع جبت وطاغوت کرنا پڑے گا۔ (۲) اور اتباع جبت وطاغوت کا نتیجہ نزولِ لعنت الٰہی ہے۔ دیکھئے آیت ۵۱، ۵۲

رکوع نمبر ۹ میں (۱) مسلک صحیح کے ترک کرنے پر محاکمہ الی الطاغوت کرنا پڑے گا (۲) تعمیل محاکمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدید۔ دیکھئے آیت ۶۰، ۶۵، ۶۶

رکوع نمبر ۱۰ میں اشاعت قانون عدل میں قتال کی ضرورت بالخصوص مستضعفین کی حمایت کے لئے۔ دیکھئے آیت ۷۴، ۷۵

رکوع نمبر ۱۱ میں ہے کہ (۱) موت کا خیال دل سے نکال کر مکمل تیاری کر کے نکلنا پڑے گا (۲) اس سفر قتال میں ہر عسر و یسر کو تقدیر الٰہی پر محمول کر کے اطاعت امیر سے گریز نہ کی جائے (۳) اور جہاں تک ہو سکے جمعیۃ غزاۃ کو بڑھانے کی سعی کی جائے۔ دیکھئے آیات بالترتیب ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۴، ۸۵

رکوع نمبر ۱۲ میں اقسام الکفار، اقسام ثلاثہ سے قتال ممنوع ہے اور قسم رابع سے مصالحت ممنوع ہے۔ دیکھئے آیات جن سے قتال ممنوع ہے، آیت ۹۰ اور جس سے مصالحت ممنوع ہے آیت ۹۱۔

رکوع نمبر ۱۳ میں مسلمانوں میں قتال کا انسداد، میدانِ قتال میں مومن کی تمیز، اعلانِ جنگ کے بعد مسلمانوں کی اقسام اربعہ میں سے اقسام ثلاثہ کا ذکر۔ دیکھئے آیات ۹۳، ۹۴، ۹۵۔

رکوع نمبر ۱۴ میں حکم قتال کے بعد مسلمانوں کی قسم رابع کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیت ۹۷

رکوع نمبر ۱۵ میں اہمیت قتال کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۰۱، ۱۰۲

رکوع نمبر ۱۶ میں بیان ہے کہ اہل حل وعقد کو خوّان (خیانت کرنے والے) اور اثیم (گناہگار مجرم) کی طرف داری نہیں کرنی چاہئے۔ دیکھئے آیت ۱۰۵

رکوع نمبر ۱۷ میں درس دیا گیا ہے کہ مومنین کو اپنے مسلک صحیح سے ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ دیکھئے آیت ۱۱۵

رکوع نمبر ۱۸ میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مسلک سے ہٹنے والے مرض شرک میں مبتلا ہو کر شیطان لعین کے متبع ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۱۱۷، ۱۱۸

رکوع نمبر ۱۹ میں مسائل ملک داری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۲۷ تا ۱۳۰۔ اس ضمن میں مسائل ملک داری کی جو تمہید سورۃ بقرہ میں ذکر ہو چکی ہے اس کو ضرور ملاحظہ فرما لیا جائے۔

اشاراتِ ضروریہ

سورۃ النساء میں دو باب تھے۔ تدبیر منزل، سیاست مدنیہ۔ سیاست کے

پھر دو باب تھے۔ ملک گیری، ملک داری۔ ملک گیری ختم ہو چکی اب ملک داری شروع ہوتی ہے۔

رکوع نمبر ۲۰ میں (۱) تلقین استقلال (۲) بے استقلالی کے آثار (۳) اور اس کے نتائج۔ دیکھئے آیات بالترتیب ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹

رکوع نمبر ۲۱ میں (۱) نقائض منافقین (۲) مقاطعہ عن الکفار کا بیان ہے۔ دیکھئے ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴

درس (۵)

منکوحہ عورت سے نکاح کی حرمت اور دیگر عائلی قوانین

چوتھے پارہ کے اخیر میں ''محرمات'' (یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے) کا بیان ہو رہا تھا۔ اسی کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، جب تک کوئی عورت کسی شخص کے نکاح میں ہو، دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ عورت کے لئے ایک وقت میں ایک سے زائد شوہر ہونا باعث مصیبت ہے، اور جو دو مرد ایک عورت کے شوہر بن جائیں، ان کے لئے بھی باعث ننگ و عار ہے۔ نیز جب ایک سے زیادہ مرد ایک عورت سے استمتاع کریں گے تو پیدا ہونے والی اولاد کو ان میں سے کسی ایک کا نطفہ کہنے کا کیا طریق ہوگا؟ اور پیدا ہونے والے کی کفالت کس کے ذمہ ہوگی، اس طرح کی دیگر بھی کئی قباحتیں ہیں جن کی بناء پر دین فطرت نے یہ قانون وضع کیا، اور اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔ جن عورتوں سے نکاح کی حرمت بیان ہوئی یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی سے نکاح جائز ہے۔ نیز نکاح بغیر مہر کے نہیں ہوسکتا، اگرچہ مرد و عورت رضامندی سے مہر لینا دینا نہ بھی چاہیں، نکاح کا اصل مقصد حصولِ اولاد و افزائش بنی نوع انسان قرار دیتے ہوئے پاکیزہ عورتیں تلاش کرنے کی اور زنا سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کا مال

کھانے اور خون بہانے سے منع فرمایا۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی صورت میں صغیرہ گناہوں کی معافی کی نوید سنائی اور معاہدوں کی پابندی پر زور دیا۔

مردوں کی عورتوں پر برتری اور اس کی حکمت

سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴ سے مردوں کے حقوق کا بیان ہے۔ مردوں کو اللہ نے عورتوں پر حاکم بنایا اور فضیلت بخشی ہے اور مرد اپنا مال عورت پر نان ونفقہ کے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ نیک عورتیں وہ ہیں جو:

(۱) اپنے مردوں کے فضائل اور حقوق کی بناء پر ان کی اطاعت کرتی ہیں۔
(۲) مرد کی عدم موجودگی میں ان کے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہیں۔

اسلام ایسی عورتوں کو تقدس مآب اور گھروں کی ملکہ قرار دیتا ہے۔

ازدواجی زندگی کی الجھنوں کی حکیمانہ اصلاح

اور ایسی عورتیں جو ان صفات پر پوری نہ اترتی ہوں، ان کی اصلاح کا طریقہ ارشاد فرمایا:

① پہلے پہل زبانی نصیحت کرو، قبول کرلیں تو بہتر ورنہ
② انہیں بستر پر اکیلا چھوڑ دو، ان کے ساتھ مت لیٹو، اگر اس شریفانہ سزا سے بھی وہ کوئی اچھا اثر قبول نہ کریں تو،
③ ہلکی پھلکی مار پیٹ کی بھی اجازت دی گئی، جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے، ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے تک نوبت نہ آئے، جب کہ چہرے پر مارنا کسی صورت جائز نہیں۔

مردوں کو نصیحت فرمائی کہ اگر ان مذکورہ تدبیروں سے معاملہ سلجھ جائے تو تم بھی بال کی کھال مت اُتارو اور چشم پوشی سے کام لو۔ زیادتی کرو گے تو سزا بھگتو گے، لیکن اگر یہاں تک بھی معاملہ قابو میں نہ آئے اور گھر کی بات خاندان سے باہر نکلنے لگے تو مقامی عدالت یا فریقین کے اولیاء یا مقتدر پنچائت میاں بیوی میں صلح کرانے

کے لئے دو حکم مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے۔ جن کے اندر فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو، اہل علم اور دیانتدار ہوں، وہ صلح صفائی کی کوشش کریں، اور ناکامی کی صورت میں علیحدگی کروادیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت

اگلی چند آیات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر ہے، اللہ کی بندگی کی جائے۔ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے، والدین کے ساتھ احسان کا رویہ رکھا جائے، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں، ہم نشینوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، بخل اور ریاکاری کی مذمت بھی کی گئی۔ اور فکر آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا۔

نشہ کی حالت میں نماز سے ممانعت، اور تیمّم کا بیان

آیت ۴۳ میں نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے نازل ہوئی، بعدازاں شراب وغیرہ حرام کردی گئی۔ جنبی حالت میں غسل کئے بغیر نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سفر یا مرض کی حالت میں یا کسی بھی ایسی جگہ پر جہاں پانی نایاب ہوگیا ہو، تیمّم کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرکے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاکیزہ مٹی یا پتھر وغیرہ پر مار کر (زیادہ مٹی لگ جانے کی صورت میں ہاتھوں کو جھاڑ لیا جائے پھر) چہرے پر پھیریں۔ پھر دوبارہ مٹی پر اسی طرح ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک پھیریں، یعنی جہاں تک وضو میں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۴۶ میں یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر ان پر لعنت کا بیان ہے۔

شرک، ناقابلِ معافی جرم ہے

آیت ۴۸ میں بڑی شدت کے ساتھ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ کی ذات یا

صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ کے ہاں قطعاً نا قابل معافی ہے۔ اس کے علاوہ جرائم میں سے اللہ جو چاہے گا معاف فرمادے گا۔ اگلی چند آیات میں اہل کتاب بالخصوص یہود کی مذمت اور کفار پر عذاب جہنم کی چند خوفناک کیفیات کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی مومنین کو جنت کی بشارت سے نوازا گیا ہے۔

باہمی جھگڑوں میں حضور ﷺ کو فیصل تسلیم نہ کرنے والا منافق ہی ہے

آیت نمبر ۵۸ میں امانتیں ان کے اہل کو لوٹانے، اور آپس کے فیصلے عدل و انصاف سے کرنے کا حکم ہے۔ آیت نمبر ۵۹ میں اہل ایمان کو (۱) اللہ (۲) رسول ﷺ اور (۳) اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اولی الامر سے مراد حاکم عادل ہے۔ نیز جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلہ کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے اگلی چند آیات میں منافقین کے دوغلے کردار کا ذکر ہے:

"اے محمد! آپ کے رب کی قسم جب تک وہ لوگ اپنے تنازعات میں نہایت خوشی سے آپ کو منصف نہیں مانیں گے، ایمان ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔"

اطاعت شعاروں کے لئے عظیم خوشخبری

آیت نمبر ۶۹، ۷۰ میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت کو خوشخبری دی گئی ہے۔ آیت نمبر ۷۱ سے اہل ایمان کو جہاد کے لئے اسلحہ کی فراہمی اور بعد ازاں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسباب کی فراہمی توکل کے خلاف نہیں۔ نیز یہ بھی کہ اسباب کا اختیار کرنا صرف اطمینان قلبی کے لئے ہوتا ہے، ورنہ فی نفسہ ان میں نفع و نقصان کی کوئی تاثیر نہیں۔

مظلوموں اور قیدیوں کو ظالموں کے پنجے سے رہائی دلانے کا حکم

پھر نہایت پر تاثیر حیرت کے انداز میں فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی

راہ میں اور ان مغلوب و مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کے دفاع کے لئے نہیں لڑتے ہو، جو ظالموں کی بے رحمی کا شکار ہو کر فریاد کناں ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کی بستی سے نکال، اور ہماری طرف کوئی حمایتی اور مددگار بھیج۔ پھر فرمایا کہ ایمان والے اللہ کی طرف سے لڑتے ہیں۔ سو اہل ایمان کو شیطان کے ایجنٹوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

جہاد سے ڈرنے والوں کو بھی موت سے فرار ممکن نہیں

جہاد کے مضمون کو مزید چلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم موت کے ڈر سے جہاد سے لرزاں و ترساں ہوتے ہو۔ تم مضبوط قلعوں میں بھی بند ہو جاؤ تب بھی پیک اجل تمہیں دبوچ لے گا۔ منافقین کو دورخی چالوں کے ذکر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ انہیں قرآن میں تدبر کرنا چاہئے کہ یہ اللہ کے سوا کسی اور کی کتاب ہوتی تو اس کے مضامین میں بے حد تفاوت ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا اور ساتھ ہی اہل ایمان کو جہاد پر ابھارنے کا حکم فرمایا۔

چند معاشرتی مسائل

آیت ۸۵ اور ۸۶ میں چند معاشرتی مسائل کا بیان ہے۔ سفارش کا مسئلہ بیان فرمایا، اچھے کام میں کسی شخص کی مقتدر کے ہاں سفارش کر دینا باعث اجر اور غلط کام میں سفارش کر دینا باعث عتاب ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم بھی اسے دعا دو اس سے بہتر یا وہی جملہ اس کے حق میں کہہ دو۔ اگلی آیت میں توحید اور یوم حشر کا مختصر بیان ہے۔

قتل ناحق کی مذمت، قتل کی اقسام اور ان کی سزائیں

آیت نمبر ۸۸ سے ۹۱ تک کفار و منافقین کے تین مختلف گروہوں کا ذکر فرمایا۔ آیت ۹۲ میں قتل ناحق کی مذمت اور قتل خطا و قتل عمد کا بیان ہے۔ یہاں قتل کی دو

قسمیں بیان ہوئیں ہیں:

(۱) قتل عمد (۲) قتل خطا

یہاں قتل خطا کو پہلے بیان کیا گیا۔ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے، تو وہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے، اگر ورثاء دیت بھی معاف کر دیں تو اُن کی مرضی ہے، اگر مقتول مسلمان ہو مگر اس کے ورثاء تمہارے دشمن (کفار) ہوں، تو قاتل ایک غلام کو آزاد کرے گا۔ اگر مقتول کسی ایسی غیر مسلم قوم سے تھا جس سے تمہارا معاہدہ چل رہا ہو، تو قاتل مقتول کے اہل خانہ کو دیت ادا کرے گا اور ایک غلام بھی آزاد کرے گا۔ جو قاتل غلام آزاد کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو مسلسل دو ماہ روزے رکھے گا۔

کوئی شخص کسی مسلمان کو جان بوجھکر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے، وہ اللہ کے غضب اور لعنت کا مستحق ہے۔ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ مقتول کے ورثاء اگر چاہیں تو دیت کے عوض اسے معاف بھی کر سکتے ہیں۔

جہاد کے احکام اور مجاہدین کی غیر مجاہدین پر فضیلت

آیت ۹۴ میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ جو شخص اسلام کا اظہار کرے، اس پر احکام شرعیہ جاری کر دو، اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لو، اس کا مال وغیرہ مت چھینو، آیت نمبر ۹۵، ۹۶ میں مجاہدین کی غیر مجاہدین پر فضیلت اور ان کے درجات کا بیان ہے کہ ہر قسم کے مصائب اور جہادی مہمات سے جان چھڑا کر ڈرائنگ روم کو رونق بخشنے والے قائدین ملت و زعماءِ قوم اور دوسری طرف اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال لڑانے والے مجاہدین برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو قاعدین (موجودہ دور کے قائدین) پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ نیز اگلی چار آیات میں ہجرت کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ آیت نمبر ۱۰۱ سے سفر کی حالت میں نماز قصر کرنے کا حکم اور حالت خوف کی نماز کا بیان ہے۔ نیز نمازوں کو ان کے اوقات میں

ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

چور منافق کے دفاع پر چند تنبیہات

بشیر نامی ایک منافق نے حضرت رفاعہ ﷺ صحابی کے گھر میں نقب لگا کر چوری کرلی تھی۔ جب چوری پکڑی گئی تو بشیر منافق مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور وہاں نقب لگاتے ہوئے کسی دیوار کے نیچے دب کر مر گیا۔ کیونکہ اس نے مدینہ میں مسلمانوں کا روپ دھارا ہوا تھا۔ لہٰذا اس کے قبیلہ والوں نے چوری چھپانے کی غرض سے ایک یہودی پر چوری کا الزام لگا دیا۔ حضور ﷺ یہودی کو مجرم سمجھتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹنے پر آمادہ ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت ۱۰۵ سے ۱۱۲ تک اس واقعہ کے ضمن میں حضور ﷺ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ نے آپ کو جو علم وحکمت عطا فرمائی ہے، اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں، خائنوں کی طرف داری سے بچیں اور بے گناہ یہودی کو سزا دینے پر آپ آمادہ ہوگئے تھے، اس پر اللہ سے استغفار کریں۔

اجماعِ اُمت بھی حجت ہے

آیت نمبر ۱۱۵ میں ایک اہم مضمون بیان فرمایا، وہ یہ کہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کسی دوسرے راستے پر چلے تو ہم اسے اس راستے پر چلنے سے بزور نہیں روکیں گے، بلکہ اسے چلنے دیا جائے گا۔ البتہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اسے جہنم میں دے ماریں گے، جو کہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن وحدیث حجت ہے اسی طرح اجماعِ اُمت بھی شرعی حجت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اجماعِ اُمت کے حجت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ امام صاحبؒ نے تین دن رات میں روزانہ تین تین بار قرآنِ مجید پڑھا بالآخر اِس آیت پر رک گئے، اور اسے اجماعِ اُمت کے حجتِ شرعی ہونے کی دلیل قرار دیا۔ (روح المعانی ص ۱۴۶ ج ۵ بحوالہ انوار البیان)

آیت نمبر ۱۱۶ سے شرک کا وبال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مورتوں کی پوجا کرنے والے شیطان کے پیروکار ہیں، اور شیطان کی مکاریوں اور بعد ازاں ایمان اور اعمال صالح کی فضیلت نیز توحید کا بیان فرمایا۔

ازدواجی زندگی کی بعض الجھنوں کا حل

آیت نمبر ۱۲۷ سے ۱۳۰ تک ازدواجی زندگی کی تلخیوں اور کٹھن پہلوؤں سے متعلق ہدایات ہیں۔ پہلی آیت ان حالات سے متعلق ہے جن میں غیر اختیاری طور پر میاں بیوی کے حالات کشیدہ ہو جائیں۔ دونوں فریق اپنی جگہ پر خود بے قصور سمجھتے ہوں۔ مثلاً بیوی سے شوہر کا دل نہیں ملتا۔ بیوی بدصورت یا سن رسیدہ ہے اور مرد خوش رو ہے، تو ظاہر ہے اس میں نہ عورت کا قصور ہے نہ ہی مرد کا، ایسے حالات میں مرد کو قرآن مجید نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس عورت کو یا تو دستور کے مطابق رکھو اور حقوق ادا کرو، وگرنہ خوش اسلوبی سے کچھ دے دلا کر جدا کر دو۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگر خاوند اس تعلق کو اس حالت میں نبھائے اور اپنے حقوق نظر انداز کر کے اس کے حقوق پورے کرے تو اس کے لئے بڑا اجر ہے۔

اگر کسی عورت نے اپنے بعض حقوق جو مرد کے ذمہ واجب تھے کا مطالبہ ترک کر دینے پر صلح کر لی تو اس کے وہ حقوق ہمیشہ کے لئے مرد کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے مثلاً مہر عورت کا حق ہے لیکن اگر وہ مرد سے صلح کے عوض اسے معاف کر دیتی ہے تو آئندہ کے لئے کبھی بھی وہ اس کا مطالبہ نہیں کر سکے گی، لیکن ایسے حقوق جن کی ادائیگی بوقت صلح شوہر پر واجب ہی نہ تھی۔ مثلاً آئندہ زمانہ کا نان ونفقہ یا وظیفہ زوجیت کی ادائیگی، جس کا وجوب آنے والے زمانہ میں ہوگا بالفعل اس کے ذمہ واجب الادا نہیں ہے صلح کے بعد ان حقوق سے عورت کا حق مطالبہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا بلکہ جب اس کا دل چاہے وہ کہہ سکتی ہے کہ وہ یہ حق آئندہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اس صورت میں شوہر چاہے تو حقوق ادا کرے ورنہ اسے آزاد کر

دے۔ آخری آیت میں فریقین کو تسلی دی گئی کہ اگر صلح کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور علیحدگی ناگزیر ہو تو پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ عورت کی کفالت کا سبب پیدا فرمائیں گے اور مرد کو بھی دوسرا رفیق حیات میسر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور اہلِ ایمان کو چند ہدایات

اس رکوع کی بقیہ آیات میں اللہ کی توحید اور قدرت کاملہ کے اظہار کے بعد آئندہ رکوع سے ایمان والوں کو مخاطب فرما کر انصاف کی گواہی دینے کی تلقین کی اگرچہ ظاہری طور پر وہ اپنے لئے باعث ضرر ہی ہو۔ اور نفسانی خواہشات سے بچنے کی ترغیب دی گئی نیز ایمانیات میں مستقل مزاجی کا درس دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا کہ جو لوگ ڈانواں ڈول رہتے ہیں کبھی ایماندار، کبھی بے ایمان پھر کفران میں ترقی کرتا رہتا ہے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔

منافقین کی علامات اور ان کو عذابِ جہنم کی وعید

اس کے بعد آیت نمبر ۱۳۸ سے ۱۴۴ تک منافقین کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرتے ہوئے ان کی کچھ ظاہری علامات بھی ارشاد فرمائیں کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی کے ساتھ لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اللہ کا ذکر تو نماز میں کم ہی کرتے ہیں البتہ کبھی ایک ٹانگ پر کبھی دوسری ٹانگ پر لٹکے رہتے ہیں کبھی سر کھجاتے ہیں تو کبھی بدن پر خارش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ فرمایا یہ ''شوہدے'' اور گمراہ لوگ ہیں اہل ایمان سے خطاب فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے یارانے مت گانٹھیں، ورنہ اللہ کی طرف سے کھلا الزام ہوگا منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا البتہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لینے اور دین کو مضبوطی سے اختیار کرنے والے کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔

(روزنامہ اوصاف ملتان منگل 12 رنومبر 2002ء/ 6 ررمضان المبارک 1423ھ)

❁❁❁❁

پارہ (۶) لا یحب اللہ

خلاصۂ رکوعات

چھٹے پارے کو اس کے پہلے جملے "لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ" کی مناسبت سے "لا یحب اللّٰہ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ النساء کے رکوع نمبر۲۲ سے سورۃ المائدہ کے رکوع نمبر۱۱ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ النساء کے رکوع نمبر۲۲ میں نقائص اہل کتاب بیان کی گئی ہیں۔ دیکھئے آیت۱۵۳، ۱۵۵

رکوع نمبر۲۳ میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ادیانِ سابقہ سے اصولاً متحد ہے۔ دیکھئے آیت ۱۶۳

رکوع نمبر۲۴ میں بیان ہے کہ اہل کتاب کے انبیاء علیہم السلام تو غالی نہیں تھے، لہٰذا وہ تو اس تعلیم کے حامی تھے جس کے حضور ﷺ حامی ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۷۲

سورۃ المائدہ کے رکوع نمبر۱ میں ایفائے عہد الٰہی کی تشکیل کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱ تا ۳

رکوع نمبر۲ میں طریقہ تمیز ضیات اور تاکید ایفائے میثاق ہے۔ دیکھئے آیت ۶، ۷

رکوع نمبر۳ میں نقض میثاق کے نتائج کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۳

رکوع نمبر۴ میں اس کا بیان ہے کہ (نقض عہد کے باعث لعنت جس کا ذکر پہلے رکوع میں آیا ہے) لعنت سے بزدلی پیدا ہوئی۔ دیکھئے آیت ۲۲

رکوع نمبر ۵ میں لعنت الٰہی کا دوسرا اثر سب عقل ہے، عقل پر ایسا پردہ پڑ جائے کہ حیوانوں سے بھی کم عقل ہو جائے۔ دیکھئے آیت ۳۰، ۳۱

رکوع نمبر ٦ میں ایسا طرزِ عمل جس سے نقض عہد کی نوبت نہ آئے کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳۵

رکوع نمبر ۷ میں قرب الی اللہ کے لئے اتباع کتاب اللہ ضروری ہے۔ دیکھئے آیت ۴۹

رکوع نمبر ۸ میں اعدائے الٰہی سے مقاطعہ کا حکم ہے، تاکہ اتباع کتاب اللہ ہو سکے۔ دیکھئے آیت ۵۱

رکوع نمبر ۹ میں دشمنانِ خدا سے مقاطعہ کا سبب استہزاء علیٰ الدین بتلایا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۵۷، ۵۸

رکوع نمبر ۱۰ میں امت مقتصدہ کی تبلیغ اور مسائل تبلیغیہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ٦۷

رکوع نمبر ۱۱ میں بیان ہے کہ اہل کتاب کی تبلیغ میں نصاریٰ مقدم اور یہود مؤخر ہیں۔ دیکھئے آیت ۸۲

درس (٦)

حقِ فریاد کا بیان

چھٹے پارہ کے شروع میں سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۴۸ سے ''حق فریاد'' کا بیان ہے۔ خواہ مخواہ کی چیخ و پکار یا غیبت اللہ کو پسند نہیں، البتہ جس شخص پر ظلم ڈھایا گیا ہو وہ چیخ و پکار بھی کر سکتا ہے اور کسی ایسے شخص کے سامنے جو ظالم کا بازو مروڑ سکتا ہو اسے غیب اور فریاد کا بھی حق ہے۔ کافروں کی مذمت اور ان کے لئے اذیت ناک عذاب نیز اہل ایمان کے اجر و ثواب کا بھی یہاں بیان ہوا۔

یہود کا ایک لایعنی مطالبہ

آیت نمبر ۱۵۳ سے یہود کے ایک مطالبے کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سدا کے ''نازک مزاج'' لوگوں نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ آسمان سے کوئی لکھی ہوئی کتاب لا کر ہمیں دکھائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے حالانکہ ایمان لے آنا تو ان بیچاروں کے لئے بزعم خود ''ہتک عزت'' کا باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے قبل وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کو بالکل آمنے سامنے دکھانے کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں۔ دراصل انکا مقصد ہی اللہ کے رسولوں کو ستانا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا

پھر یہود کی چند مشہور کارستانیاں ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ کی والدہ سیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا، اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے سے بھی باز نہ آئے، اگرچہ ان کا مکر کامیاب نہ ہوا اب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ نہ تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ وہ اس شک میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے اوپر اٹھا لیا۔

آیت نمبر ۱۶۳ سے حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد میں آنے والے دیگر پیغمبروں کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ان کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجنے اور لوگوں پر اللہ کی حجت بنا کر بھیجنے کا ذکر فرمایا۔

اگلی چند آیات میں بنی اسرائیل کے مظالم اور حق سے انکار اور انجام کا ذکر فرمانے کے بعد ان میں سے نکلے ہوئے ایمانداروں کے اجر کا بیان ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا

آیت نمبر ۱۷۰ میں تمام انسانوں کو مخاطب فرما کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

یاددلائی اور ایمان لانے کی تلقین فرمائی اگلی آیت سے نصرانیوں کو خطاب فرماتے ہوئے انہیں مبالغہ آرائی کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا فرزند کہنے سے منع کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ اور روح ہیں جسے حضرت مریمؑ کی طرف القاء کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا فرشتوں کے لئے اللہ کا بندہ ہونا باعث عار نہیں۔ اگلی آیت میں تمام انسانوں کو رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کی پیروی کی تعلیم دی گئی ہے۔

وراثت کا ایک اہم مسئلہ

آیت نمبر ۱۷٦ جو کہ سورۃ نساء کی آخری آیت ہے، اس شخص کی وراثت کے بارے میں سوال کے جواب پر مشتمل ہے جس کے والدین بھی مر چکے ہوں اور اولاد بھی نہ ہو۔ اگر اس کی ایک بہن ہو تو اسے اس کے تمام ترکے کا نصف ملے گا اور اگر ایسے بھائی کی موجودگی میں بہن مر جائے اور اس کی بھی اولاد نہ ہو تو اس بہن کا ترکہ بھائی کو ملے گا۔ اور اگر اس شخص کی دو بہنیں ہوں تو انہیں اس کے مال کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر ایسی میت کے جو بے اولاد ہے اور والدین بھی فوت ہو چکے ہیں وہ میت مذکر ہے یا مونث اس کے ایک سے زیادہ ایسے ہی بہن بھائی ہوں تو ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔ اس مسئلہ کی بقیہ تفصیل علماء مفتیان سے سمجھ لی جائے۔ سورۃ نساء کا بیان ختم ہوا۔

سورۃ المائدۃ مدنیہ [1]

حلال وحرام کے چند مسائل کا بیان

سورۃ مائدہ کے شروع میں اہل ایمان کو مخاطب فرما کر اللہ سے کیے گئے عہد

---

[1] یہ سورۃ قرآن کریم کی پانچویں سورۃ ہے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ ۱۱۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱٦، آیت ۱۲۰، کلمات ۲۴۴۲، اور حروف ۱۲۴٦۴، ہیں۔

موضوع سورۃ: اصلاح عرب!

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

و پیمان پورے کرنے کی تلقین کے بعد حلال جانوروں کا بیان ہے۔ ''بہیمہ'' اور ''انعام'' کے الفاظ ذکر کیے گئے۔ ''بہیمہ'' ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جن کی بولی کو عادۃً انسان نہیں سمجھ سکتا۔ اور انعام پالتو جانوروں کو کہا جاتا ہے جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ، آٹھ قسمیں سورۃ انعام میں ذکر کی گئی ہیں ان کو ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے۔ نیز یہاں حج یا عمرے کے احرام میں شکار کی ممانعت کے ساتھ شعائر اللہ کی تعظیم کا بیان ہے۔ جس سے مراد وہ احکام ہیں جنہیں عرفاً مسلمان ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے جیسے اذان، نماز، حج، ختنہ اور سنت کے موافق داڑھی وغیرہ۔

حرم میں قربان ہونے والے جانوروں کی بے حرمتی کے علاوہ حاجیوں کی بے حرمتی سے بھی منع فرمایا۔ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا اور ناجائز کاموں میں مدد سے منع فرمانے کے بعد اگلی آیت میں مردہ جانور کے ہر قسم کا خون خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور وہ جانور جو گلا گھونٹنے سے مر جائے یا چوٹ لگنے سے یا اونچی جگہ سے گر کر یا سینگ مارنے سے، یا جسے درندے نے کھالیا اور ذبح کرنے کی نوبت نہ آئی ہو نیز وہ جانور جو کسی بت کی پرستش کی جگہ ذبح کیا گیا ہو ان سب کو حرام قرار دیا گیا۔ نیز حلال گوشت کو جوئے کے تیروں سے قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کرنا بھی حرام ٹھہرا۔ اس کے بعد آیت کا وہ حصہ ہے جو حجۃ الوداع کے روز حضور ﷺ پر نازل ہوا۔

(گذشتہ صفحہ سے متعلقہ بقیہ حاشیہ)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مائدہ یعنی دسترخوان یا نعمت نازل ہونے کے بیان کی مناسبت سے رکھا گیا۔

سابقہ سورت سے ربط: سورۂ نساء کے ختم پر فرمایا گیا تھا کہ اللہ جل شانہ تم سے احکام کو بیان کرتے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر شئے سے واقف ہے اس سورۃ میں اسی وعدہ کا ایفاء ہے نیز سورۂ نساء میں زیادہ تر ان معاملات کے احکام کا بیان تھا جن کی زیادہ ضرورت تھی، اس سورۃ میں کھانے پینے اور حلال و حرام چیزوں کے متعلق احکام بیان کرنا بھی عین حکمت تھا اور حلال و حرام چیزوں کا بیان کرنا گویا تعریض کرنا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سب ناپاک چیزوں کو حلال بتا کر انبیاء علیہم السلام کی شریعت کو درہم برہم کیا ہے اور فطرت الٰہی کو محرف کر دیا ہے۔ (مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن)

"آج کے دن میں نے آپ پر اپنا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام ہی کو پسند کیا۔"

حلال وحرام جانوروں کا ذکر کرنے کے بعد اگلی آیت میں کتے اور باز وغیرہ کے ذریعے شکار کیے ہوئے جانوروں کے حلال ہونے کا حکم بیان فرمایا نیز تمام صاف ستھری چیزوں اور اہل کتاب کا ذبح اور پکا ہوا کھانا، مسلمانوں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں سے نکاح بھی جائز قرار دیا۔ جبکہ نکاح کی غرض وغائت گھر بسانا ہو نہ کہ محض مستی نکالنا۔ آیت نمبر ۶ سے وضو کے فرائض، غسل جنابت اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کا، بعدازاں حق کی گواہی دینے اور آیت نمبر ۱۲ میں بنی اسرائیل سے ایک میثاق اور ان کی طرف سے میثاق شکنی کا بیان ہے۔

یہود ونصاریٰ کا گھمنڈ اور غلط کردار

آیت ۱۵ سے اہل کتاب سے خطاب کے ذریعے انہیں رسول برحق کی عظمت سے متعارف کرواتے ہوئے آیت نمبر ۱۸ میں یہود ونصاریٰ کے اس گھمنڈ کو باطل قرار دیا گیا ہے کہ:

"ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں"۔

فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل حکومت مصر کے مالک بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا آبائی وطن شام بھی بذریعہ جہاد واپس لینے کا حکم دیا اور فتح کی خوشخبری بھی سنائی لیکن یہ لوگ ڈرپوک سرحد پر جا کر گر پڑے اور کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے زبردست پہلوان رہتے ہیں، وہ ملک سے ازخود نکل جائیں تب ہم آگے تشریف لے جائیں گے۔ بصورت دیگر تم اور تمہارا خدا جا کر ان سے جنگ کرو ہم یہاں سے نظارہ فرمائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوئے اور دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار میں بے بس ہو گیا ہوں، میں اور میرا بھائی ہارون، آپ کے تابع فرمان ہیں آپ ہمارے

اور قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور ''وادی تیہ'' میں ان کا سفر شروع ہوا، صبح سے لے کر شام تک چل سو چل، رات پڑ گئی تو آرام فرمانے لگے، صبح اٹھے تو اسی جگہ پر تھے جہاں سے کل سفر شروع ہوا تھا۔ پھر چل سو چل، ایک دو دن نہیں پورے چالیس سال اسی وادی میں خوار ہوتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا آپ اس قوم کی حالت پر افسردہ نہ ہوں اور پھر اسی وادی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ اللہ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے اور پیغمبر بھیج دیئے۔

زمین پر سب سے پہلا انسانی قتل

یہ سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس زمین پر سب سے پہلے انسانی قتل کا واقعہ ارشاد فرمایا:

''اے پیغمبر! ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا حقیقی واقعہ سنایئے۔ دونوں نے قربانی کی، ایک کی قربانی قبول اور دوسرے کی بدنیتی کی بناء پر قربانی رد ہوگئی، اس نے غیظ وغضب میں آکر بھائی کو قتل کی دھمکیاں دیں۔ بھائی نے کہا تو اگر مجھے قتل کرے گا تب بھی میں تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں چنانچہ ہابیل نے قابیل کو قتل کر ڈالا۔ اب لاش چھپانے کے لئے کوئی ترکیب نہ سوجھ رہی تھی۔ اللہ نے ایک کوا بھیجا جو اپنی چونچ سے زمین کو کرید رہا تھا قابیل کہنے لگا ہائے افسوس میں تو کوے جتنا بھی سمجھدار نہ ہوا۔ چنانچہ گڑھا کھودا اور لاش دفن کردی۔ پھر پچھتانے لگا.....''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو خبردار کیا تھا کہ جو آدمی کسی ایک شخص کو ناحق قتل کرے گا یا زمین میں فساد ڈالے گا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی شخص کو قتل ہونے سے بچالیا، گویا اس نے تمام انسانیت کو بچالیا۔

قتل وغارت گری کی سزاؤں کا بیان

اگلی آیات میں قتل وغارت گری ڈاکہ زنی اور چوری کی شرعی سزاؤں کا بیان ہے۔

① اگر رہزنوں نے صرف قتل کیا ہو، مال چھیننے کی نوبت نہ آئی ہو، انہیں قتل کیا جائے گا۔

② اگر قتل بھی کیا ہو مال بھی چھینا ہو، تو انہیں سولی دی جائے گی۔

③ صرف مال چھینا ہو قتل نہ کیا ہو تو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

④ مذکورہ جرائم میں سے کسی ایک کی کوشش کی ہو لیکن ناکام رہے ہوں تو قید کی سزا دی جائے گی۔

اگلے رکوع میں چور مرد اور چور عورت کی سزا بیان فرمائی کہ ان دونوں کے دائیں ہاتھ (گٹے سے) کاٹ دیے جائیں۔

ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی طرف وسیلہ پکڑنے اور اس کے راستے میں جہاد کی تلقین فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ کفار، منافقین اور یہود ونصاریٰ کی ریشہ دوانیوں سے غمزدہ نہ ہو۔ بعد ازاں تورات کے ذریعے بنی اسرائیل پر لاگو کئے جانے والے چند قوانین کا ذکر ہے۔ مثلاً یہ کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت وغیرہ۔ اسلام میں بھی اعضاء کو نقصان پہنچانے کی یہی سزائیں برقرار رکھی گئیں۔

اہل ایمان کو یہود ونصاریٰ کی دوستی سے باز رہنے کا حکم

ایک بار پھر اہل ایمان کو منع فرمایا گیا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بنائیں۔ ایمان والوں کو خبردار کیا گیا کہ جو شخص دین سے پھر جائے گا تو اللہ عنقریب ایسی قوم لائے گا کہ وہ اللہ کی پسندیدہ ہوگی اور اللہ ان کا محبوب! مسلمانوں پر وہ نرم دل اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والے اور کسی طعنہ زن کی ملامت سے نہ ڈرنے والے..... عمومی بیان یہاں پر مسلسل اہل کتاب سے ہے۔ جن خامیوں کمزوریوں اور برائیوں کی بناء پر انہیں مردود قرار دیا گیا۔ ان کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

فریضۂ رسالت میں مزید جانفشانی کا حکم اور جان کی حفاظت کا وعدہ

آیت نمبر ۶۷ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرما کر فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں مزید تندہی اور جانفشانی کی تلقین ہے۔ نیز ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں یعنی دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، یعنی ان کو اتنی قدرت نہیں دے گا کہ وہ آپ کو قتل کر سکیں۔ پھر سابقہ مضمون کے مطابق اہل کتاب سے دعوتِ توحید کے موضوع پر خطاب ہے۔ آیت نمبر ۷۲ سے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند مواعظ جن میں توحید اور فکر آخرت کا مضمون ہے۔

یہود پر لعنت اور اس کا سبب

اور یہود پر اللہ کی لعنت کا سبب بتلایا گیا ہے وہ یہ کہ ''وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے۔''

یہ سبب ذکر کر کے اصل میں امتِ اسلامیہ کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں وگرنہ ان پر بھی ویسے ہی اللہ کی لعنت ہو سکتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ اور یہ بات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں ارشاد فرمائی ہے، ترمذی میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے، ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے بھی رہے، چنانچہ اللہ نے ان سب کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا اور داؤد اور عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی۔ یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔..... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے مگر یہ فرماتے ہوئے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے نہ تمہارا ایمان کامل ہو سکتا ہے اور نہ ہی تم اللہ کے عذاب سے

نجات پا سکتے ہو جب تک کہ تم لوگوں کو (حق کی دعوت نہ دو اور) حق قبول کرنے پر آمادہ نہ کرو (اور انہیں ظلم اور معاصی سے منع نہ کرو)۔ (ترمذی)

یہود مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں

آخری آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے بدترین دشمن یہود اور مشرکین ہیں اور قرآن کے اس دعویٰ پر یہود کی پوری تاریخ گواہ ہے، البتہ جو واقعی اور حقیقی نصاریٰ ہیں وہ مسلمانوں کے لیے اپنے دلوں میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ آج ہمیں جن نصاریٰ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ حقیقت میں وہ نصاریٰ نہیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہیں، ان کی اکثریت تو فکر و عمل کے اعتبار سے یہود کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، بے شمار ایسے ہیں جو ملحد اور بے دین ہیں صرف نام کے عیسائی ہیں باقی جو بچتے ہیں وہ مسخ شدہ عیسائیت پر عمل پیرا ہیں، ''نصرانیت'' کہیں بھی نہیں ہے۔

(روزنامہ اوصاف ملتان بدھ 13 نومبر 2002ء/7 رمضان المبارک 1423ھ)



پارہ (۷) واذا سمعوا

خلاصۂ رکوعات

ساتویں پارے کو اس کے پہلے جملے "وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ" کی مناسبت سے "واذا سمعوا" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ المائدہ کے رکوع نمبر ۱۲ سے سورۃ الانعام کے رکوع نمبر ۱۳ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ المائدہ کے رکوع نمبر ۱۲ میں دورۂ تبلیغ میں افراط و تفریط سے احتراز کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۸۷

رکوع نمبر ۱۳ میں حکم ہے کہ مسلمان جہاں جائیں مرکزِ اصلی (بیت الحرام) سے تعلق منقطع نہ ہونے پائے۔ دیکھئے آیت ۹۴، ۹۵، ۹۷

رکوع نمبر ۱۴ میں فرمایا گیا کہ سوالاتِ لایعنی اور رسومِ جاہلیت سے مسلمانوں کو احتراز لازمی ہے۔

رکوع نمبر ۱۵ میں خبردار کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام بطور شاہدِ عدل کے پیش ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۱۰۹

رکوع نمبر ۱۶ میں تمنائے انبیاء علیہم السلام بوقتِ شہادت کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۱۸

سورۃ الانعام کے رکوع نمبر ۱ میں توحید، کتاب اللہ، رسالت کا بیان ہے۔ دیکھئے بالترتیب آیات ۱، ۲، ۳ اور آیت ۷، ۸

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا گیا ہے کہ حصول جذبۂ توحید کے لئے تمسک بہ کتاب اللہ تعالیٰ لازمی ہے۔ دیکھئے آیت ۱۹

رکوع نمبر ۳ میں (۱) ترک اتباعِ کتاب اللہ سے ابتلاء فی الشرک (۲) اور مشرکین کی ندامت کا بیان ہے۔ دیکھئے آیات بالترتیب ۲۱، ۲۲، ۲۳

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا گیا کہ تکذیبِ رسل انسان کی عادت مستمرہ ہے اور اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا صبر اور صبر پر نزولِ نصرتِ الٰہی کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳۲

رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی التوحید کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۴۲

رکوع نمبر ۶ میں واضح کیا گیا کہ توحید پرست ہی معیتِ محمدیہ کے مستحق ہیں۔ دیکھئے آیت ۵۲

رکوع نمبر ۷ میں مخالفینِ توحید سے مقاطعہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۵۶

رکوع نمبر ۸ میں قدرتِ الٰہی کے سامنے تم سب مقہور و مغلوب ہو۔ دیکھئے آیت ۶۱

رکوع نمبر ۹ میں مسلکِ توحید میں اُسوۂ ابراہیمی پر عمل کرنے کی ترغیب ہے۔ دیکھئے ۷۴

رکوع نمبر ۱۰ میں (مومنین کی طرف سے فرمایا گیا کہ) مسئلہ توحید میں ہمارا مسلک وہی ہے جو ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ دیکھئے آیت ۸۳، ۸۸، ۹۰

رکوع نمبر ۱۱ میں فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم متفق علیہ توحید کی طرف داعی ہے۔ دیکھئے آیت ۹۲

رکوع نمبر ۱۲ میں (غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ) جس خدائے تعالیٰ کی طرف ہم نے تمہیں دعوت دی ہے اس کی قدرت کے کرشموں کی تفصیل کو دیکھ کر چاہئے تو یہ تھا کہ سبق توحید میں پختہ کار ہوتے، لیکن بجائے توحید کے اللہ تعالیٰ کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰

رکوع نمبر ۱۳ میں فرمایا گیا ہے کہ اسباب بصائر ہم نے تمہیں دکھائے ہیں، اب بھی اندھے رہو تو تم جانو۔ دیکھئے آیت ۱۰۴

درس (۷)

دورِ نبویؐ کے انصاف پسند نصرانیوں اور موجودہ عیسائیوں میں فرق

چھٹے پارہ کی آخری آیت میں بیان ہوا تھا کہ تمام اقوام عالم میں سے مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی اور مشرک ہیں جبکہ نصاریٰ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی محبت میں سب سے نزدیک ہیں۔ کیا مطلب کہ مسلمانوں کے دوست ہیں؟ اگر دوست ہیں تو مختلف مقامات پر ان سے دوستی کرنے سے منع کیوں کیا گیا ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ نصاریٰ مسلمانوں کے دوست تو ہرگز نہیں البتہ باقی کفار کی نسبت غنیمت ہیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان میں بہت سے علم دوست اور تارک دنیا درویش موجود ہیں اور جس قوم میں ایسے لوگ موجود ہوں ان کا عوام پر اثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے زیادہ عناد نہیں رہتا اور نصاریٰ کے بعض اہل علم جو آخر میں مسلمان بھی ہو گئے تھے کے بارے میں فرمایا (ساتویں پارہ کی پہلی آیت) کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے گئے کلام کو سنتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے، اور پکار اٹھتے ہیں:

> ''اے ہمارے رب ہم ایمان لاتے ہیں کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ پر سو ہمیں اہل ایمان میں لکھ لیجئے۔''

نصاریٰ کی یہ کیفیت رسول اللہ ﷺ کے دور میں تھی۔ آج کل ان میں حقیقی درویش بھی باقی نہیں رہے اور آسمانی علوم میں زیادہ دلچسپی رکھنے والے لوگ بھی خال خال ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں بدکاری کی تمام اقسام اتنی راسخ ہو چکی ہیں کہ ان کا معاشرہ یہود کے معاشرے کی طرح غلاظت سے اٹا پڑا ہے۔ دلوں میں عاجزی کی

جگہ قساوت نے لے لی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کے عیسائی حکمران اسرائیلی یہودیوں کی شہ پر غریب مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک بار پھر صلیبی جنگ کا آغاز کر چکے ہیں۔

اہلِ ایمان کے لئے چند خاص احکام وتنبیہات

آیت نمبر ۸۷ سے ۱۰۸ تک مختلف احکام کا بیان ہے اور اس دوران سات مرتبہ اہل ایمان کو پکار پکار کر خطاب کیا گیا ہے اس سے ان احکام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(1) اے ایمان والو، جو لذیذ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال قرار دیں انہیں حرام مت ٹھہراؤ، (یاد رہے کہ کسی چیز کا حلال ہونا دلائل قطعی سے ثابت ہو، تو اسے حرام سمجھنے والا قانون الٰہی کی مخالفت کی بناء پر کافر ہو جائے گا البتہ حلال سمجھتے ہوئے بھی کسی چیز کے کھانے کو کسی بیماری یا عذر کی بناء پر یا ویسے ہی جی نہیں چاہتا تو اس میں کوئی حرج نہیں)

(2) قسم کھانے کے بارے میں بیان ہے۔ قسم کی تین اقسام ہیں:

(۱) ایک شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ اس نے فلاں کام کیا ہے۔ پھر جان بوجھ کر قسم کھائے کہ میں نے نہیں کیا اسے "یمین غموس" کہتے ہیں یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ ہے۔ مگر اس پر کفارہ واجب نہیں، استغفار لازم ہے۔

(۲) کسی ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں شخص آچکا ہے، اس اطلاع پر اعتماد کر کے قسم کھالی کہ وہ آچکا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اطلاع غلط تھی اسے "یمین لغو" کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ نہ کفارہ ہے نہ گناہ!

(۳) مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اس کو "یمین منعقدہ" کہا جاتا ہے۔ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے، بعض صورتوں میں گناہ بھی ہوتا ہے۔

یہاں قسم کا کفارہ بھی بیان ہوا جس کی کئی صورتیں ہیں، دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا صبح شام دووقت کھلا دیا جائے۔ یا یہ کہ دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دے دیا جائے۔ یا کوئی غلام آزاد کیا جائے۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی صورت قابل عمل نہ ہوتو تین روزے مسلسل رکھے۔

(3) شراب جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہو، شیطان تمہارے اندر دشمنیاں ڈالنے، نیز اللہ کے ذکر اور نماز سے روکنے کے لئے تمہیں ان چیزوں کی طرف راغب کرتا ہے۔

(4) حدودِ حرم کعبہ میں نیز احرام کی حالت میں شکار حرام قرار دیا۔ بعدازاں چند آیات میں کعبۃ اللہ کی عظمت وتقدس بیان فرماتے ہوئے ضمنی طور پر واضح کیا کہ ''خبیث اور طیب'' (یعنی بت پرست اور موحد) ''کافر اور مسلمان'' کو کسی طور پر برابر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر چہ دیکھنے والوں کو کفار (خبیث) کی اکثریت اور بالادستی یا سپر پاور ہونے کی کلغی مرعوب ہی کیوں نہ کرے!

(5) لایعنی اور بے مقصد سوالات کرنے سے منع فرمادیا اور کفار کی طرف سے کعبۃ اللہ پر چڑھاوے چڑھانے کی مذمت فرمائی نیز یہ کہ جب انہیں بری رسموں سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ:

''ہمارے باپ دادا یونہی کرتے چلے آئے ہیں، ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو کیوں چھوڑ دیں۔''

مشرک ہر دور میں یہی دلیل دیتا ہے، مومنین کو تسلی دی کہ تمہیں انکے غم میں گھلنے کی ضرورت نہیں صرف اصلاح کی کوشش لازم ہے۔

(6) کسی شخص کی موت کا وقت قریب آجائے اور وہ اپنے مال وغیرہ سے متعلق کوئی اہم وصیت کرنا چاہے تو بہتر ہے دو معتبر آدمی بطور گواہ مقرر کرلے۔ مسلمان ہوں تو افضل ہے۔ غیر مسلم بھی بطور گواہ جائز ہیں۔ پھر اگر ورثاء کو

ان گواہوں پر کوئی شک گزرے تو شک دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں گواہوں کو نماز کے بعد کھڑا کردو وہ حلف کے ساتھ گواہی دیں کہ اس معاملے میں کوئی مالی منفعت وغیرہ کا حصول ان کے پیش نظر نہیں ہے لہٰذا جو بیان دے رہے ہیں وہ سچ ہے۔ پھر وہ گواہی دیں لیکن پھر بھی اگر ورثاء کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت موجود ہو یا انہوں نے بوقت وصیت اپنی موجودگی میں کچھ اور سنا ہو تو وہ اٹھ کر بیان حلفی دیں اور ان کے حلف سچا سمجھنے اور گواہوں کی گواہی کو غلط فہمی پر محمول کرتے ہوئے دوسرے حلف کے مطابق عمل کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا سوال

آیت نمبر ۱۱۰ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتیں اور احسانات اور انہیں عطا فرمائے گئے معجزات یاد دلانے کے بعد پوچھیں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کیا واقعی تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں (حضرت مریمؑ) کو بھی اللہ کے سوا معبود بنالو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے، بارالٰہی میں ایسی بات لوگوں سے کیوں کہوں جس کا مجھے حق بھی نہیں، تو تو میرے دل کے بھید بھی جانتا ہے، اگر میں نے کہا ہو تو تجھے معلوم ہوگا، میں تو بس جتنا عرصہ ان میں رہا انہیں فقط تیری بندگی کی تعلیم دیتا رہا، جب تو نے مجھے (آسمانوں پر) اٹھالیا تو اپنے بندوں کا نگہبان تو ہی تھا۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو تو زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن سچے لوگوں کا سچ ہی ان کے کام آئے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے تین الٰہوں کا عقیدہ گھڑا یا قبول کیا تھا جہنم کے حوالے فرمادیں گے۔ سورۃ مائدہ کا بیان مکمل ہوا۔

......☆......

سورۃ الانعام مکیہ ①

اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کے مکذبین کا انجام

پہلی پانچ آیات میں عقیدہ توحید اللہ تعالیٰ کی تخلیقات اور چھٹی آیت سے سابقہ نافرمان امتوں کی ہلاکت اور عہد رسول اللہ ﷺ کے کافروں کی ہٹ دھرمی کا بیان کر کے انہیں اللہ کے غضب سے ڈرایا گیا ہے نیز زمین میں چل پھر کر دیکھنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اللہ اور پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا اور فرمائے گا کہ اب کہاں ہیں تمہارے وہ جھوٹے سہارے تو ان کی گھگھی بندھ جائے گی اور کہیں گے اے اللہ ہم نے تو کبھی تیرا کوئی شریک نہیں ٹھہرایا تھا۔ آج یہ اللہ کی کتاب کو پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے ہیں، جب جہنم پر کھڑے کیے جائیں گے تو ان کی حسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ ان کی کمائی کا بوجھ ان کی کمر پر لادا جائے گا جو کہ بہت بڑا بوجھ ہوگا۔ فرمایا کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ ہے۔ اصل گھر آخرت کا ہے۔ آیت نمبر ۴۹ تک یہی موضوع بیان کیا گیا ہے۔

کفارِ مکہ کے حضور ﷺ سے تین مطالبے اور حضور علیہ السلام کا جواب

مکہ کے کافروں نے مختلف اوقات میں حضور ﷺ سے تین مطالبے پیش کیے تھے:

① اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو بذریعہ معجزہ ہمارے لئے تمام دنیا

---

① یہ قرآن کریم کی چھٹی سورۃ ہے ترتیب نزول میں ۵۵ نمبر پر ہے جس میں ۲۰ رکوع، ۱۶۵ آیات، ۳۱۰۰ کلمات اور کل ۱۲۹۳۵ حروف ہیں۔ یہ وہ سورۃ ہے جو سب کی سب یک بار نازل ہوئی سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ تو مدینہ آنے کے بعد اور یہ سورۃ ان سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

موضوع سورۃ: الانعام اصلاحِ مجوس ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کا پہلی سورۃ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کے ختم پر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مع دلائل ذکر کیا گیا تھا اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مضامین مذکور ہیں۔

کے خزانے جمع کرا دیجئے۔

② مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید اور مضر واقعات سے آگاہ کیجئے، تا کہ ہم پیش بندی کر سکیں۔

③ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری ہی قوم کا ایک فرد جو ہماری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوا اور تمام بشری صفات میں ہمارے ساتھ شریک ہے وہ اللہ کا رسول ﷺ بن جائے۔ کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق اور دیگر اوصاف ہم سے ممتاز ہوتے تو ہم اسے اللہ کا رسول ﷺ مان لیتے۔

ان تینوں سوالوں کے جواب میں آیت نمبر ۵۰ نازل ہوئی:

"آپ فرما دیجئے کہ میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزائن میرے پاس ہیں یا میں غیب کی ہر چیز کو جانتا ہوں یا میں فرشتہ ہوں...... مجھ سے دلیل اس چیز کی مانگی جا سکتی ہے جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے یعنی یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات انسانوں تک پہنچاتا ہوں۔"

پھر فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ ان کو فرما دیجئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے۔ اگلی آیت میں واضح فرمایا کہ اِن لوگوں کو ڈرا دیجئے کہ قیامت کے دن جب یہ اللہ کے حضور پیش کئے جائیں گے تو وہاں ان کے جھوٹے خداؤں میں سے کوئی بھی ان کی سفارش نہیں کر سکے گا۔

اصحابِ رسول ﷺ کا اللہ کی نظر میں مقام

آیت نمبر ۵۲ سے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سالم مولیٰ رضی اللہ عنہ، ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، صبیح مولیٰ اسید رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ، اور ان جیسے دیگر غریب اور سابقہ غلام قسم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کفار مکہ کے سرداروں کی خوشنودی کی خاطر حضور ﷺ کی مجلس سے اٹھا دینے کو منع فرمایا گیا ہے اور انہیں رحمت و مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں

آیت نمبر ۵۸ تک کافروں کی تہدید وغیرہ کا بیان ہے۔ آیت نمبر ۵۹ سے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور علم کا بیان ہے۔ فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ جنگلوں اور دریاؤں میں جو کچھ ہے اسی کو معلوم ہے۔ کسی درخت سے جھڑنے والا پتا بھی اس کے علم میں ہے، زمین کے اندھیروں میں جانے والا کوئی دانہ کوئی ہری یا سوکھی چیز سب اس کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہے آیت نمبر ۶۷ تک یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۶۸ سے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے واسطہ سے تمام اہل ایمان کو کفار و مشرکین سے کنارہ کشی کا حکم اور ان پر اللہ کے عذاب و عتاب کا بیان ہے نیز بت پرستی چھوڑ کر صرف خدا پرستی کی دعوت دی گئی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا عوام کو تبلیغ کرنے کا حکیمانہ اسلوب

اور انہیں عقیدہ توحید سمجھانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک خوبصورت واقعہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ آپ بتوں کو معبود قرار دیتے ہیں؟ بے شک میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

"اور اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات (بچشم معرفت) دکھائیں تاکہ وہ کامل یقین والوں میں سے ہو جائیں۔"

ایک مرتبہ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ابراہیم علیہ السلام نے آسمان پر چمکتا دمکتا ستارہ دیکھا قوم اس ستارے کی پوجا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دیکھ کر قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ ہے میرا رب؟ جب ستارہ ڈوب گیا تو فرمانے لگے میں ڈوب جانے والوں سے اس قدر محبت نہیں کرتا کہ انہیں خدا مان لوں پھر جب چاند طلوع ہوا اور اس کی روشنی پھیل گئی فرمانے لگے یہ ہے میرا رب؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں گا

رات ختم ہوئی اور سورج نے مشرق سے طلوع ہوکر پوری زمین پر نور کی چادر تان دی تو فرمایا یہ ہے میرا رب؟ یہ تو بہت بڑا ہے۔ بس جب وہ بھی غروب ہوگیا تو فرمانے لگے میں تمہارے شرکیہ عقائد سے اسی لئے بیزار ہوں کہ تم ڈوب جانے والوں کو معبود قرار دیتے ہو۔ قوم بڑی تلملائی اور جھگڑے پر اتر آئی فرمایا مجھ سے جھگڑتے کیوں ہو، اللہ کی توحید کے بارے میں اللہ نے مجھے ہدایت دی اور میں ان چیزوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور بعد کے دیگر انبیاء اسحاق و یعقوب، داؤد و سلیمان، ایوب و یوسف، موسیٰ و ہارون، زکریا و یحییٰ، عیسیٰ و الیاس، اسماعیل و یسع، یونس اور لوط وغیرہم علیہم السلام کو ہدایت عطا فرمائی اور انہیں سیدھے راستے پر چلایا اور باقی جہان والوں پر پیغمبر ہونے کے ناطے ان کو فضیلت عطا فرمائی۔ خدانخواستہ اگر یہ لوگ بھی شرک میں مبتلا ہوتے تو ان کے اعمال بھی برباد ہو جاتے، لیکن ہم نے انہیں کتاب اور حکمت سے نوازا۔

تخلیقِ الٰہی کا بلیغ تذکرہ

آیت نمبر ۹۵ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بے مثال تخلیقات کا نہایت بلیغ تذکرہ ہے۔ دانہ اور گٹھلی پھوڑ کر ان میں سے پودے اور تناور درخت نکالنے والا مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ وجود میں لانے والا، تاریک رات میں سے روشن دن کو برآمد کرنے والا جس نے رات لوگوں کے آرام کے لئے سورج اور چاند کو ماہ و سال کا حساب رکھنے کے لئے تخلیق کیا۔ راتوں کو چلنے والے قافلوں کی رہنمائی کے لئے ستاروں کی چادر تان دی تا کہ بری و بحری ظلمتوں میں راستے معلوم ہوسکیں۔ اور وہی ذات ہے جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا فرمایا اس نے آسمان سے پانی اتارا، اور زمین سے اسی کی بدولت فصلیں لگائیں اور کھجور کے گابھے میں سے پکے ہوئے پھل کے گچھے، انگوروں کے باغات، زیتون اور انار وغیرہ جو ایک دوسرے سے شکل و شباہت میں ملتے جلتے بھی

ہیں اور ذائقہ میں جدا جدا بھی ہیں۔ اے انسانو درخت کو دیکھو جب وہ پھل لاتا ہے اور پھل کے پکنے کو دیکھو، اسی طرح اور بھی بے شمار نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لئے!

اور مشرکین جنات کو بھی اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہیں بھی اللہ نے پیدا کیا، مشرک لوگ اللہ کے لئے بیٹے، بیٹیاں ''تراشتے'' ہیں حالانکہ وہ ذات ان لوگوں کی سوچ سے بہت بلند ہے۔ مخلوق کی آنکھیں (اس دنیا میں) اسے نہیں دیکھ سکتیں، اور وہ سب کی آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ سب نشانیاں یاد دلانے کے بعد فرمایا جس نے ان نشانیوں کے ذریعے اللہ کو پالیا، اسے کام آئے گا، اور جو اندھا ہو گیا اس نے اپنا نقصان کیا، پیغمبر کو ان کا نگران نہیں بنایا گیا۔

جھوٹے خداؤں کی مذمت اور طرزِ تبلیغ

پارہ نمبر ۷ کی آخری آیات میں مشرکین و کفار کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا۔ اگرچہ وہ مٹی، لکڑی، پتھر اور پلاسٹک سے بنے ہوئے بے وقعت، بے ضرر اور بے اصل بت ہی ہیں۔ اور شیطان نے ان کے دلوں میں ان کی محبت ٹھونس دی ہے لہٰذا ان کی مذمت بھی نہایت حکیمانہ طریقے سے کی جائے کہ جس میں سب وشتم اور گالی گلوچ کا انداز نہ ہو کیونکہ بے عقل مشرک جب اپنے جھوٹے خدا کے بارے میں گالی گلوچ سنے گا تو جہالت کی بناء پر جواب میں تمہارے سچے خدا کو گالی دے گا۔ دنیا میں ہر فرقے کے لوگوں کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ہر شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اصل میں حقیقت تو ان پر تب ظاہر ہو گی جب یہ اپنے رب کے پاس لوٹیں گے۔ اب یہ نشانیاں مانگتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی یہ ایمان نہیں لاتے۔ جب یہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تو اس کا وبال ان پر اس طرح پڑا کہ آئندہ بھی ان کے ایمان لانے کا امکان ختم ہو چکا، اس لئے ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر دیں گے، اور ان کو ان کی سرکشی میں حیران و سرگردان رکھیں گے۔

(روزنامہ اوصاف ملتان جمعرات 14 / نومبر 2002ء / 8 / رمضان المبارک 1423ھ)

پارہ (۸) ولو اننا
خلاصۂ رکوعات

آٹھویں پارے کو اس کے پہلے جملے "ولـو انـنـا نـزلـنـا الیھم الملائکۃ" کی مناسبت سے "ولو اننا" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الانعام کے رکوع نمبر۱۴ سے سورۃ الاعراف کے رکوع نمبر۱۱ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ الانعام کے رکوع نمبر۱۴ میں کفار کے احوال کے بیان میں فرمایا کہ اس قسم کی مسخ شدہ ہستیاں انبیاء کرام علیہم السلام کی معاند ہوتی آئی ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۱۲

رکوع نمبر ۱۵ میں واضح کیا گیا ہے کہ توحید کے موافق و مخالف یکساں نہیں ہو سکتے اور مخالفین کی رسوائی کا بیان ہے۔ دیکھئے ۱۲۲، ۱۲۴

رکوع نمبر ۱۶ میں مخالفین توحید کا احساسِ حق اور ان کا موجودہ مسلک خلافِ نقل وعقل کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۳۰، ۱۳۸، ۱۴۰

رکوع نمبر ۱۷ میں (گذشتہ رکوع میں آ چکا ہے کہ کفار کی حلت و حرمت خلافِ عقل و نقل ہے) اب بتلایا جاتا ہے کہ ہماری حلتِ اشیاء منقول اور معقول ہے۔ دیکھئے آیت ۱۴۱، ۱۴۲

رکوع نمبر ۱۸ میں مسلمانوں کی حرام کردہ اشیاء کی حرمت منقول ہے اور علاوہ اس کے معقول بھی ہے۔ دیکھئے آیت ۱۴۵

رکوع نمبر ۱۹ میں ماکولات کے سوا بقیہ خلاصۂ قانونِ اسلام کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۵۱

رکوع نمبر ۲۰ میں ارشاد فرمایا کہ تم تو قرآن سے اعراض کرتے ہو اور ہم اس کتاب بابرکت کا اتباع کرا کے تمہیں مسلکِ ابراہیمی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۵۵، ۱۶۱

سورۃ الاعراف کے رکوع نمبر ۱ میں تذکیر بایام اللہ بما بعد الموت وبآلاء اللہ سے دعوت الیٰ کتاب اللہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳، ۴، ۸، ۱۰

رکوع نمبر ۲ میں ضرورتِ اتباع کتاب اللہ تعالیٰ کا احساس دلایا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۲۳

رکوع نمبر ۳ میں بیان کیا گیا ہے کہ اتباع کتاب اللہ سے تمہیں لباسِ تقویٰ نصیب ہوگا اور لباسِ تقویٰ لباسِ جسمانی سے اچھا ہے۔ دیکھئے آیت ۲۶

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا، لباس جسمانی ممنوع نہیں ہے (ہاں لباس روحانی مرجح ہے) اور اگر لباس روحانی سے کوئی محروم رہا تو ملعونین کی فہرست میں داخل ہو گا۔ دیکھئے آیت ۳۲، ۳۸

رکوع نمبر ۵ میں لباس التقویٰ کے ملبوس اور اس سے اعراض کرنے والوں سے سلوک الٰہی کا بیان ۴۰، ۴۲ (یہ لباس التقویٰ سے اعراض کرنے والوں کی سزا ہے) اور آیت ۴۲، ۴۳ یہ لباس التقویٰ سے ملبوس جماعت کی جزاء ہے۔

رکوع نمبر ۶ میں اس تیسری جماعت کا منکرین لباس تقویٰ کو سرزنش کرنا اور ان کی سزا کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیت ۴۸، ۵۱

رکوع نمبر ۷ میں تذکیر بآلاء اللہ سے دعوت الی الکتاب ہے۔ دیکھئے آیت ۵۴

رکوع نمبر ۸ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب ہے۔ دیکھئے آیت ۵۹، ۶۴

رکوع نمبر ۹ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب ہے۔ دیکھئے آیت ۶۵، ۷۲

رکوع نمبر ۱۰ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب ہے۔ دیکھئے آیت ۷۹،۷۳

رکوع نمبر ۱۱ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب ہے۔ دیکھئے آیت ۹۳،۹۱،۸۵

درس (۸)

مشرکین کی ہٹ دھرمی

پارہ نمبر ۸ کی ابتدائی آیات میں سابقہ مضمون کو چلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم مشرکین کے مطالبے کو مانتے ہوئے ان پر فرشتوں کو نازل کریں یا مردے ان سے ہم کلام ہوں اور ہم تمام مردہ چیزیں ان کے سامنے زندہ کر دیں۔ تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے مگر چند لوگ، جنہیں اللہ چاہے گا۔

ذبح کئے ہوئے جانوروں کا حکم

سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱۸ سے ذبح کئے ہوئے جانوروں کے متعلق حکم اور حلال و حرام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا لازمی ہے، ورنہ اس کا کھانا حرام ہوگا۔ البتہ بھول جانے کی صورت میں حضرت امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کا کھانا درست ہے۔ آیت نمبر ۱۲۲ میں ایک تمثیل کے ذریعے مومن کو زندہ اور کافر کو مردہ قرار دیا گیا اور کافروں کے بے جا مطالبے اور ہٹ دھرمی کا ذکر ہے۔ آیت نمبر ۱۲۴ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسالت کسبی چیز نہیں وہبی ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے یہ اعزاز اور منصب سونپتا ہے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کیلئے دار السلام کا وعدہ

آیت نمبر ۱۲۶ سے حضور ﷺ کو مخاطب فرما کر اسلام کو صراط مستقیم قرار دیا اور

اس پر چلنے والوں کے لئے ''دارالسلام'' یعنی جنت کا وعدہ فرمایا۔ میدان حشر میں تمام جنات اور انسانوں کو جمع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے انسانوں کی گمراہی میں بڑا حصہ لیا ہے۔ لہٰذا تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو۔ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس رسول نہیں پہنچے تھے جو تمہیں میرے احکام پہنچاتے اور آج کے دن سے ڈراتے تھے۔ جواب میں کہیں گے ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا، ہمیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں مبتلا رکھا۔

آیت نمبر ۱۳۳ میں اپنی بے پناہ قدرت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا رب بالکل غنی اور رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو مٹا کر تمہاری جگہ کسی ایسی قوم کو لا کر آباد کردے، جو تم جیسی نہ ہو (یعنی ہٹ دھرم اور ضدی نہ ہو جیسا کہ کفار ومشرکین تھے)۔

مشرکین کی چند حماقتیں

مشرکین عرب کی چند رسوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) یہ لوگ کھیتوں، باغات اور مال تجارت کے منافع سے ایک حصہ اللہ کے نام پر اور ایک حصہ بتوں کے نام پر نکالا کرتے تھے۔ اللہ کے نام کا حصہ غرباء، فقراء اور مسکینوں پر خرچ کردیتے اور بتوں کے نام کا حصہ بت خانہ کے پجاریوں اور مجاوروں کو دے دیا کرتے تھے۔ اگر کبھی تجارت میں نقصان پڑ جاتا تو اس نقصان کو اللہ کے کھاتے میں ڈال کر اس کے نام کا حصہ نہ نکالتے اور بتوں کے نام کا حصہ پورا کرلیتے یا حصہ نکالتے وقت اللہ کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصہ میں مل جاتا تو اس کو اسی طرح ملا رہنے دیتے۔ معاملہ برعکس ہوتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصہ کو برابر کردیتے اور کہتے اللہ تو خود غنی ہے جبکہ شرکا محتاج ہیں۔

(۲) بتوں کے نام پر جانوروں کو آزاد چھوڑ دیتے وہ چاہے کسی کی کھیتی اجاڑیں

کسی کا نقصان کریں، انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

(۳) اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور یا قتل کردیتے تھے۔

(۴) کچھ کھیتوں کو بتوں کے نام پر وقف کردیتے پھر کہتے کہ ان کھیتوں کی تمام کمائی کا اصل مصرف فقط مرد ہیں، عورتوں کو مطالبے کا حق نہیں۔

(۵) بعض جانوروں کو مردوں کے لئے مخصوص کردیتے تھے۔

(۶) بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں پر سواری ممنوع قرار دیتے تھے۔

(۷) بعض جانور مخصوص تھے جن پر کسی حال میں بھی اللہ کا نام نہیں لیا جاسکتا تھا، نہ دودھ نکالنے کے وقت، نہ سوار ہوتے وقت، نہ ذبح کرتے وقت۔

(۸) بتوں کے نام پر وقف کئے گئے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اگر بچہ پیٹ سے زندہ نکلتا، اسے بھی ذبح کرلیتے تھے مگر اسے صرف مردوں کے لئے حلال سمجھا جاتا تھا، عورتیں اس کا گوشت نہیں کھاتی تھیں، اگر مردہ بچہ برآمد ہوتا تو وہ سب کے لئے حلال ہوتا تھا۔

(۹) بعض جانوروں کا دودھ بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام ہوتا تھا۔

(۱۰) بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام چار قسم کے جانوروں کی تعظیم کو عبادت سمجھتے تھے۔ (ملخص از بیان القرآن تھانویؒ)

اللہ نے ان تمام رسوم کو گمراہی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تمام قسم کے باغات اور پھل، انگور کھجور، انار زیتون وغیرہ اور بوجھ اٹھانے والے مویشی سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور تمہارا رزق ہیں، انہیں کھاؤ اور اسراف نہ کرو، شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، اللہ نے آٹھ نر اور مادہ تمہارے کھانے کے لئے پیدا کیے ہیں اور ان میں حرام کہہ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھے، اس سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے۔ تم لوگوں کو گمراہ کررہے ہو جبکہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اے پیغمبر! آپ فرمادیں کہ میرے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے لیکن میں

تو اس میں ان چیزوں کو کسی کے لئے حرام نہیں پاتا، البتہ مردار ہو جانے والا جانور، بہتا ہوا خون، سور کا گوشت کیونکہ ناپاک ہے یا وہ ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے یہ چیزیں حرام قرار دی گئیں ہیں نیز یہودیوں پر ان کی شرارتوں کی وجہ سے ہر ایک ناخن والا جانور، نیز گائے اور بکری کی چربی حرام قرار دی گئی تھی لیکن ان دونوں جانوروں کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہوئی اور ہڈیوں سے ملی ہوئی چربی ان کے لئے حلال تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کا وصیت نامہ

آیت نمبر ۱۴۱ سے باغات، کھیتیاں، کھجور، انار وغیرہ پھلوں کی تخلیق میں اپنی کاریگری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں کھاؤ پیو، مگر صدقاتِ واجبہ (عشر وغیرہ) کی ادائیگی اور شیطانی ترغیبات سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

آیت نمبر ۱۴۳ سے مویشیوں کے حلال کئے جانے کا بیان ہے، اور آیت نمبر ۱۴۵ سے مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی چیز کے حرام قرار دیئے جانے کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۱۵۱ سے فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ ان سے فرما دیجئے کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں اللہ نے جو چیزیں حرام کی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔
② والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنا۔
③ غربت اور تنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کر دینا۔
④ بے حیائی کے کام کرنا۔
⑤ کسی کو ناحق قتل کرنا۔
⑥ یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا۔
⑦ ناپ تول میں کمی کرنا۔

⑧ جھوٹی گواہی، غلط فیصلہ اور غلط کلام۔

⑨ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنا۔

⑩ اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر دائیں بائیں دوسرے راستے اختیار کرنا۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کردہ وصیت نامہ دیکھنا چاہے تو وہ یہ تین آیات پڑھ لے۔ ابن کثیر)

پھر اسی مضمون کو آگے چلاتے ہوئے آیت نمبر ۱۵۹ میں ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے دین میں اپنی سہولت کی خاطر راہیں نکالیں اور تفرقہ بازی اختیار کی، اے پیغمبر! آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اس سے اگلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس گنا اجر ملے گا اور جو کہ ایک برائی کرتا ہے اسی کے برابر سزا پائے گا۔ اس سے نیکی کی قدر و قیمت نیز اللہ کی اپنے بندوں پر شفقت و رحمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضور ﷺ کے دین و عمل کی بلیغ تشریح

آیت نمبر ۱۶۱ سے حضور ﷺ کے دین و عمل کی بلیغ تشریح فرمائی۔

(۱) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے مجھے میرے رب نے سیدھی راہ سمجھائی، صحیح دین عطا فرمایا، سچے اور کھرے ابراہیم کی ملت سے بنایا۔

(۲) میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔

(۳) جو شخص گناہ کرتا ہے اسی کے ذمہ ہے، قیامت کے دن کوئی ایک شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور سب کو رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔

سورۃ الاعراف مکیہ ①

منکرینِ کتاب سے دلبرداشتہ نہ ہوں

ارشاد فرمایا: الٓمّٓصٓ (حروفِ مقطعات کا بیان گذر چکا ہے)

"اے پیغمبر! آپ پر یہ کتاب نازل ہوئی، اس کے پہنچانے، کافروں کو ڈرانے اور ایمان والوں کو نصیحت کرنے میں آپ کا جی تنگ نہیں ہونا چاہئے۔ اے لوگو! اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے دین پر چلو، اس کے سوا کسی اور کا راستہ اختیار نہ کرو، تم بہت کم دھیان کرتے ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے کتنی بستیاں ہلاک کردیں۔ ان کے مکینوں پر راتوں رات یا دوپہر کو سوتے وقت عذاب آ پہنچا تو بوکھلا کر بول اٹھے کہ بے شک ہم ظالم تھے۔"

اس ساری سورۃ میں زیادہ تر آخرت اور رسالت سے متعلق مضامین بیان کیے گئے ہیں، فرمایا کہ قیامت کے دن ٹھیک میزان ہوگا، جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہی نجات پائے گا اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوا وہ نقصان اٹھائے گا، ہم نے تمہیں زمین پر ٹھکانہ دیا اور تمہاری روزی کا بندوبست کیا، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

---

① یہ قرآن کریم کی ساتویں سورۃ ہے نزول کے اعتبار سے ۳۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۲۴، آیات ۲۰۶ تعداد کلمات ۳۳۸۷ اور حروف ۱۴۶۲۵ ہیں۔ (مخزن الرجان فی خلاصۃ القرآن)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ انعام کے آخر میں آیت کریمہ "قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" سے دین حق کی تعیین فرمائی گئی اس سورۃ میں "کتاب انزل" سے آخرت کے معاملات کا بیان ہے ایسے ہی پہلی سورۃ میں "وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ" سے آخرت کے ثواب وعذاب کی ترغیب وترہیب تھی اس سورۃ میں "فَلَنَسْئَلَنَّ" سے آخرت کے ثواب کا ذکر فرمایا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ فیض مبدأ فیاض جوش زن ہے عرب کی قوت روحانی جو عرصہ سے مردہ ہوگئی تھی آنحضرت ﷺ کے پیغام سے حرکت میں آ رہی ہے گھر گھر چرچے ہو رہے ہیں مکہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے ایسی حالت میں لگاتار ہدایت افزا مضامین کا مینہ برسانا اور اس سورۃ کا نازل ہونا نفوس بشریہ کو حرکت دینا ہے۔

سورۃ البقرہ میں یہود کو دعوت الی الکتاب دی گئی تھی۔ سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کو دعوت الی التوحید دی گئی تھی۔ سورۃ النساء اور المائدہ میں اصلاحِ عرب پیش نظر تھی، سورۃ الانعام میں اصلاحِ مجوس مقصود تھی، سورۃ الاعراف میں بقیہ اقوام عالم کو دعوت الی القرآن دی جاتی ہے۔

حق و باطل کی ابتدائی آویزش کا بیان

دوسرے رکوع سے حضرت آدم اور شیطان کی صورت میں حق و باطل کی پہلی آویزش کا بیان ہو رہا ہے:

''ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں، سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، اللہ نے پوچھا کہ تو نے میرے حکم پر سجدہ کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگا مجھے تو نے آگ سے اور اسے مٹی سے بنایا۔ آگ افضل ہے مٹی کو سجدہ کیوں کرے، اللہ نے حکم دیا اتر یہاں سے (جنت سے) تو اس لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے باہر نکل جا، تو ذلیل ہے، بولا مجھے مہلت دے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے فرمایا جا تجھے مہلت دی، بولا تو نے مجھے جیسے ذلیل کیا ہے میں بھی تیرے راستے سے انہیں ورغلاؤں گا۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے حملہ کرونگا اور اکثر کو تیرا شکر گزار نہیں رہنے دونگا۔ فرمایا نکل یہاں سے بدحال اور مردود ہو کر، ان میں سے جو بھی تیری راہ پر چلے گا میں تم سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔''

اللہ نے آدم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی (حوا) دونوں جنت میں رہو اور جنت کے باغات میں سے جہاں سے جو جی چاہے کھاؤ لیکن اس کے ایک درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ گناہگار ہو جاؤ گے۔ شیطان نے آکر انہیں بہکایا اور کہنے لگا کہ تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ کے لئے یہاں رہنے لگو۔ قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ چنانچہ ورغلانے میں کامیاب رہا۔ حوا نے خود بھی شجر ممنوعہ کا پھل چکھا اور حضرت آدم کو بھی کھلا ڈالا۔ جیسے ہی انہوں نے اس کا پھل کھایا جنت کا لباس ان سے اتر والیا گیا۔ دونوں بہشت کے پتوں سے شرمگاہیں ڈھانپنے لگے اللہ نے پکار کر فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور خبردار نہیں کیا تھا کہ

شیطان تمہارا دشمن ہے؟ دونوں استغفار کرتے ہوئے کہنے لگے:

''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا اور ہم پر اپنی رحمت نہیں فرمائے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔''

تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں

فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر کر زمین پر جاؤ وہاں تمہاری ایک دوسرے سے دشمنیاں چلیں گی وہی تمہارا ٹھکانہ ہے۔ ایک مقررہ وقت تک وہاں رہو۔ اس میں تم زندہ رہو گے وہیں مرو گے وہیں سے تم دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام دونوں زمین پر تشریف لائے اور یہاں سے نسل انسانی کا آغاز ہوا اور تمام انسان آدم ہی کی اولاد ہیں۔

ڈارون نامی فلسفی اور سائنسدان کا یہ کہنا کہ انسان بندر کی اولاد ہے، بالکل غلط ہے آج اگر وہ زندہ ہوتا تو ہم اسے کہتے جناب آپ خود کو بندر اولاد کہنا چاہیں تو شوق سے کہیں۔ باقی انسانوں کو ایسا کہہ کر حقیقت کا منہ نہ چڑائیں۔ آپ کا نظریہ ارتقاء محض آپ کا وہم ہے ورنہ بندر سے آپ کے بقول انسان پیدا ہوا تو انسان سے ہمیشہ انسان ہی کیوں پیدا ہوتا چلا آرہا ہے؟ شیر کیوں پیدا نہیں ہوا۔ شیر سے کبھی ہاتھی کیوں پیدا نہیں ہوا۔ بکری سے کبھی گدھا یا گدھے سے کوئی اور مخلوق کیوں پیدا نہیں ہوئی یا آپ کے بقول بندر کی دم گھسی اور انسان بن گیا۔ شیر یا ہاتھی یا گھوڑے کی دم کئی ہزار سال سے جوں کی توں چلی آرہی ہے۔ آخر ارتقاء کا یہ سلسلہ آگے کیوں نہیں بڑھا؟ ڈارون کی باقیات اس سوال کا کیا جواب دیں گی؟

تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے

آیت نمبر ۲۶ میں ''بنی آدم'' کہہ کر تمام انسانوں کو مخاطب فرماتے ہوئے ان کے جسموں پر موجود زرق برق ملبوسات کو اپنی عظیم نعمت اور اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا اور ''پرہیزگاری'' کے لباس کو سب سے بہتر فرمایا نیز تمام بنی آدم شیطان کے

بہکاوے سے بچنے کا حکم دیا۔

اسلام سے قبل دور جاہلیت کے عربوں میں ایک رسم بد یہ بھی تھی کہ قریش کے سوا کوئی شخص بیت اللہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا یا تو کسی قریشی سے لباس مستعار لینا پڑتا یا پھر اپنے کپڑے اتار کر ننگے ہو کر طواف کرتا، مرد بھی اور عورتیں بھی ہجوم در ہجوم بے لباس ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ اگر انہیں کوئی منع کرتا تو جواب دیتے کہ ہمارے باپ دادا اور بڑے بوڑھے یونہی کرتے آئے ہیں۔ ان کے طریقہ کو ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں اور یہ بھی کہ اللہ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے چنانچہ آیت ۲۸ سے ۳۰ تک اس فعل بد کی مذمت فرمائی۔

آیت نمبر ۳۱ سے نماز کے اوقات میں مناسب حد تک زیب و زینت کی ترغیب دی اور اسراف سے منع فرمایا، آیت نمبر ۳۵ سے اعمال صالحہ کے حاملین اہل ایمان کی تحسین اور منکرین کی تہدید کا بیان ہے۔

پھر ارشاد فرمایا جس طرح سوئی کے ناکے میں سے اونٹ کا گزرنا محال ہے اسی طرح ہماری آیت کو جھٹلانے والوں کے لئے جنت کے دروازوں کا کھل جانا بھی محال ہے۔

اہل جنت و اہل جہنم کا باہمی مکالمہ

آیت نمبر ۴۴ سے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت اپنے بالا خانوں سے دوزخ والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے سچا پایا۔ تم سناؤ کیا تم نے بھی سچا پایا۔ اتنے میں ایک پکارنے والا صدا لگائے گا اللہ کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اس میں کجی تلاش کرتے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

آیت نمبر ۵۰ سے دوزخ والوں کا دوزخ میں حال بیان فرمایا، وہ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی بہا دو یا جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں

ان میں سے کچھ ہمارے اوپر بھی پھینکو، اہل جنت جواب دیں گے اللہ نے ان چیزوں کو تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۵۴ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم تخلیقات اور استواء علی العرش کا ذکر ہوا۔ اور انسانوں کو اسے پکارنے کے آداب بتائے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے اللہ کو پکارو۔ کیونکہ بڑ بولے لوگ اسے اچھے نہیں لگتے نیز یہ کہ زمین میں خرابی مت ڈالو۔ آیت نمبر ۵۷، ۵۸ میں بادلوں سے بارش برسنے کی کیفیت کا ایمان افروز بیان ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات میں پوشیدہ حکمتیں

آیت نمبر ۵۹ سے مختلف اوقات میں مختلف علاقوں میں بھیجے جانے والے پیغمبروں، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ علیہم السلام کی خدمات اور تعلیمات اور ان کی قوموں کی طرف سے ان سے استہزاء، ٹھٹھہ مذاق، بے ہودہ گوئی اور گستاخیوں نیز ان کے انجام کا نہایت عبرتناک بیان ہے۔

ان قصوں میں جو مختلف حکمتیں اور عبرتیں پوشیدہ ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) رسولِ اکرم ﷺ کو مخالفین کی ایذاؤں پر تسلی دینا......

(۲) متکبرین کا انجامِ بد اور صالحین کا انجامِ خیر بتانا......

(۳) اللہ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں، بالآخر ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا مل کر رہتی ہے۔

(۴) ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کی دلیل کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ ﷺ تاریخ کے گمشدہ اوراق، حقائق کے مطابق پیش فرماتے تھے۔

(۵) انسانوں کیلئے عبرت ونصیحت کا سامان پیش کرنا۔ (خلاصۃ القرآن)

(روزنامہ اوصاف جمعۃ المبارک 15/نومبر 2002ء/9/رمضان المبارک 1423ھ)

❁❁❁❁❁

پارہ (۹) قال الملأ

خلاصۂ رکوعات

نویں پارے کو اس کے پہلے جملے "قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ" کی مناسبت سے "قال الملأ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الاعراف کے رکوع نمبر ۱۲ سے سورۃ الانفال کے رکوع نمبر ۵ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ الاعراف کے رکوع نمبر ۱۲ میں پہلی تباہ شدہ اُمتوں پر تنقیدی نگاہ اور مخالفینِ اسلام کے لئے تنبیہ ہے۔ دیکھئے آیت ۹۴، ۹۶، ۹۷

رکوع نمبر ۱۳ میں آگاہ کیا گیا کہ اُمم سابقہ کی تباہی کا باعث تکذیب رسل ہی تھا، در قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔ دیکھئے آیت ۱۰۱، ۱۰۳

رکوع نمبر ۱۴ میں بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۰۹

رکوع نمبر ۱۵ میں بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۲۷

رکوع نمبر ۱۶ میں بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۳۰

رکوع نمبر ۱۷ میں موسیٰ علیہ السلام اپنی امتِ اجابت کے لئے قانون لینے کے واسطے کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ دیکھئے آیت ۱۴۲

رکوع نمبر ۱۸ میں یہ بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد اُمت نے بت پرستی شروع کردی۔ دیکھئے آیت ۱۴۸

رکوع نمبر ۱۹ میں (۱) گوسالہ پرستی پر نزولِ غضب و ذلت (۲) موسیٰ علیہ

السلام کی امت کی دائمی نصرت کے شرائط۔ دیکھئے آیت ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۵۷

رکوع نمبر ۲۰ میں (۱) دعوت امت موسیٰ علیہ السلام اور (۲) اس کے نتائج۔ دیکھئے آیت ۱۵۸، ۱۵۹

رکوع نمبر ۲۱ میں فرمایا گیا ہے کہ دعوت الی الحق کے بعد داعی بری الذمہ ہے۔ دیکھئے آیت ۱۶۵

رکوع نمبر ۲۲ میں ہے (۱) کتاب اللہ کی طرف دعوت دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کہ تم میں سے ہر ایک براہِ راست خدا تعالیٰ کی غلامی کا عہد کر آیا ہے، لہٰذا اس کے ایفا کے لئے ہدایت کی ضرورت تھی تاکہ تم قیامت کے دن عدم اطلاع کا عذر نہ کرنے پاؤ۔ (۲) ایک دوسری وجہ بھی بڑی زبردست موجود ہے کہ شیطان تمہیں گمراہ کرنے کے لئے کمربستہ ہے، چنانچہ بلعم باعور کو اس نے بہکا ہی لیا۔ (۳) دعوت کتاب اللہ کو رد کرنے والے انعام سے بھی بدتر ہیں۔ دیکھئے آیات بالترتیب ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۹

رکوع نمبر ۲۳ میں مدعوین کو اعراض کی حالت میں استدراجاً مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔ دیکھئے آیت ۱۸۲

رکوع نمبر ۲۴ میں ہے کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر احتراز عن الشرک مشکل بلکہ ناممکن ہے، لہٰذا اتباع کتاب اللہ اشد ضروری ہے۔ دیکھئے آیت ۱۸۹ تا ۱۹۰، ۲۰۳

سورۃ الانفال کے رکوع نمبر ۱ میں رفعِ اختلاف متعلق غنیمتِ بدر کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱ تا ۴

رکوع نمبر ۲ میں قانونِ جنگ کی دفعہ اول (صفِ قتال میں استقامت) کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۵

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا (۱) دفعہ دوم میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع رہو۔ (۲) دفعہ سوم اس اطاعت کو زندگی سمجھو۔ (۳) دفعہ چہارم ادائے فرض میں خیانت نہ کرو۔ دیکھئے آیت ۲۰، آیت ۲۴، آیت ۲۷

رکوع نمبر ۴ میں دفعہ پنجم حصولِ فرقان کے لئے التزامِ تقویٰ کا بیان۔ دیکھئے آیت ۲۹

رکوع نمبر ۵ میں (۱) دفعہ ششم (۲) وہفتم غایۂ قتال قانون تقسیم غنائم۔ دیکھئے آیت ۳۹، ۴۰

درس (۹)

قوم شعیب علیہ السلام پر زلزلے کا عذاب

مدین کی بستی میں حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا آپ علیہ السلام نے قوم کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دی، ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی اور ناپ تول کی کمی بیشی سے روکا جو اس قوم کا خصوصی مرض تھا۔ یہ لوگ ایک دوسرے کی عزتوں کے بھی دشمن تھے اور راستوں پر چھپ بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ کا فن بھی خوب جانتے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کے نتیجے میں قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ کچھ لوگ ایمان لے آئے اور باقی نے اُپنے مشاغل جاری رکھے۔ سردار لوگوں نے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو دھمکی دی کہ ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تم سب کو جلاوطن کردیں گے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ جب سرداروں کی سرکشی حد سے بڑھنے لگی تو پیغمبر علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے ہمارے رب، ہمارے اور قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دیجئے۔ آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اللہ نے پیغمبر علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور قوم پر زلزلے کا عذاب مسلط فرما کر قصہ پاک کردیا۔

نویں پارہ کے پہلے رکوع میں اس واقعہ کی تکمیل فرما کر آیت نمبر ۹۶ سے گویا پالیسی ارشاد فرمائی کہ اگر مذکورہ بستیوں کے لوگ اکڑفوں دکھانے کی بجائے ایمان

لے آتے تو ہماری طرف سے ایسی قدر دانی ہوتی کہ ہم زمین و آسمان سے نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے۔ ہم نے جب بھی گرفت کی ہے ان کے کرتوتوں کی بناء پر ہی کی ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی اوقات میں رہیں اور اللہ کے داؤ سے بے خوف نہ ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۱۰۳ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجے جانے اور بنی اسرائیل پر آنے والے مختلف قسم کے عذاب مثلاً طوفان، ٹڈی، چچڑی، مینڈک اور خون وغیرہ کے عذاب مسلط کئے گئے، ان کا تذکرہ فرمایا (دیگر واقعات کا مفصل بیان سورہ طٰہٰ کے خلاصہ میں کیا جائے گا انشاء اللہ)۔

موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا کلام اور موسیٰ علیہ السلام کی تمنائے دیدار

آیت نمبر ۱۴۳ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تمنا کا ذکر ہے جو کہ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کی کہ اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! تم مجھے نہیں دیکھ سکتے، لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ جما رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر اپنی تجلی نازل فرمائی تو پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے، جب ہوش میں آئے تو عرض کیا اے اللہ! تو پاک ہے، میں اپنے ارادے سے توبہ کرتا ہوں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی چند صفاتِ عالیہ

آیت نمبر ۱۵۷ میں ہمارے پیغمبر ﷺ کی چند صفات ارشاد فرما کر ان پر ایمان لانے والوں کو کامیاب قرار دیا۔

(۱) ہمارے پیغمبر کو نبی اُمی قرار دیا، اُمی اسے کہتے ہیں جس نے دنیا کے کسی مکتب اور کسی معلم سے کبھی تعلیم حاصل نہ کی ہو۔

(۲) آپ ﷺ کا ذکر خیر اور بشارات تورات وانجیل میں موجود ہیں۔
(۳) آپ لوگوں کو نیک کاموں کا حکم فرماتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔
(۴) پاکیزہ اور صاف ستھری چیزوں کو بحکم خدا حلال اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔
(۵) آپ ﷺ ان احکام شاقہ اور دشوار کاموں کو جو دین میں اصل مقصود نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل پر بطور سزا لاگو کئے گئے تھے منسوخ فرما کر آسان احکام لاتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر لاگو کیے گئے سخت احکام

بنی اسرائیل پر لاگو کئے جانے والے سخت احکام کی نوعیت کچھ یوں تھی کہ جان کے بدلے جان کا قتل ضروری تھا، دیت یا معافی نہیں تھی یا جس کپڑے کو نجاست لگ جاتی اسے کاٹ دینا ضروری تھا۔ وہ دھونے سے پاک نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح کے دیگر بھی کئی سخت احکام تھے، جو اُمتِ محمدیہ پر تبدیلی کے ذریعہ آسان کر دیئے گئے۔

چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں آپ ﷺ کے ساتھ دوستی کے جذبات رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی دین کے کاموں میں امداد کرتے ہیں اور آپ پر نازل کئے جانے والے نور (قرآن مجید) کی پیروی کرتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں۔

حضور ﷺ کی بعثتِ عامہ کا بیان

چنانچہ ارشاد فرمایا اے پیغمبر آپ ﷺ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ﷺ بنا کر بھیجا گیا ہوں، اللہ وہ ہے جس کی حکومت آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس کے سواء کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے۔ وہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر،

جو کہ اللہ پر اور اس کے سب کلام پر ایمان رکھتا ہے اس کی پیروی کرو تا کہ راہ پاؤ۔

آیت نمبر ۱۶۲ تک بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں اور ان پر اللہ کے انعامات اور امتحانات کا ذکر ہے، جس کی تفصیل سورۃ بقرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک چالبازی اور اس کا انجام بد

اسی مضمون کے ساتھ اس قریہ اور بستی والی قوم کا ذکر کیا۔ جو شکار کرنے سے ممانعت کی گئی تھی۔ ہفتہ کے روز مگر اللہ کی طرف سے ابتلاء و امتحان ہوا کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں آیا کرتیں تو انہوں نے خدا کے دین کے ساتھ ایک عجیب معاملہ کیا کہ وہ طریقہ اختیار کیا جو کہ دھوکہ اور فریب کا طریقہ ہوسکتا ہے۔ کہ چھوٹی چھوٹی حوضیاں بنا کر ان میں مچھلیاں لے لیتے اور جب اتوار کا دن ہوتا تو پکڑ لیتے۔ قرآن کریم نے ان کی اس غلط روش اور بے ہودہ حرکت کے اوپر اپنا عتاب بیان کیا چنانچہ فرمایا "فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ" کہ جب وہ سرکشی اختیار کرنے لگے ان چیزوں سے جن سے منع کیا گیا تھا "قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ" تو عذابِ خداوندی ان پر واقع ہوا کہ ان کو ذلیل بندر بنا دیا گیا۔ ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔

عبرت، عبرت، عبرت

اس مضمون کو حق تعالیٰ نے بیان فرما کر عبرت اور نصیحت کا سامان دنیا کے لئے مقدر کر دیا اور فرما دیا گیا کہ کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا چاہئے۔ اسی کی پیروی کرنی چاہئے کیونکہ یہ مضامین اللہ کے عہد و پیمان کو توڑنے کے معانی اور مقاصد کے اوپر مشتمل تھے۔ (خلاصۃ البیان فی تفسیر القرآن از مولانا محمد مالک کاندھلویؒ)

"عہد الست" کا بیان

آیت نمبر ۱۷۲ سے "عہد الست" کا بیان ہے، حضرت آدمؑ کے جنت سے اخراج کے بعد اللہ نے وادی نعمان (میدان عرفات) میں حضرت آدم علیہ السلام کی

قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کو مثالی اجسام دے کر اکھٹا کیا اور ان سے سوال فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں اے پروردگار بے شک، تو ہمارا رب ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا خبر دار رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

اس عہد کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ کسی کو یاد بھی ہے؟ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ یہ عہد و میثاق مجھے ایسا یاد ہے گویا اس وقت سن رہا ہوں۔ بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جس وقت یہ اقرار لیا گیا ہمارے آس پاس کون کون لوگ موجود تھے (معارف القرآن)

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جو بالخاصہ اثر رکھتے ہیں، چاہے وہ کسی کو یاد رہیں نہ رہیں۔ اس اقرار نے ہر انسان کے دل میں معرفت حق کا ایک بیج ڈال دیا جو پرورش پا رہا ہے چاہے اس کو خبر ہو نہ ہو۔'' (معارف القرآن)

بلعم بن باعوراء کی بدنصیبی

آیت نمبر ۱۷۵ سے ''بلعم بن باعوراء'' کا عبرتناک انجام بیان ہو رہا ہے۔ جس نے زہد و عبادت میں اپنے بلند مرتبے کو داؤ پر لگاتے ہوئے ''جبارین'' سے رشوت لے کر ان کے حق میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کتے سے دی کہ اس پر بوجھ آجائے تب بھی ہانپتا ہے اور بوجھ ہٹ جائے تب بھی ہانپتا ہے۔

کفار بصورتِ انسان جانوروں سے بھی بدتر ہیں

آیت نمبر ۱۷۹ میں کفار کے بارے میں ارشاد ہے کہ ہم نے جہنم کے لئے بہت سے آدمی اور جن پیدا کر رکھے ہیں ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں کان ہیں مگر سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

آیت نمبر ۱۸۰ میں اللہ تعالیٰ کے ''اسماءِ حسنیٰ'' کے ذریعے اسے پکارنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بہترین نسخہ ہے۔

آیت نمبر ۱۸۲ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا کہ میں نے انہیں ایک مقررہ وقت کے لئے ڈھیل دی ہوئی ہے اور میری پکڑ بڑی سخت ہے۔ نہ تو یہ ظالم لوگ رسول اللہ ﷺ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ فرمایا اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنی جان کے برے بھلے کا بھی مالک نہیں۔ میں اگر اپنی مرضی سے اللہ کا غیب جان لیا کرتا تو مجھے بھلائیاں ہی بھلائیاں حاصل ہوتیں۔ دنیا میں کبھی کسی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

حضرتِ انسان کی کہہ مکرنیوں کا شکوہ

آیت نمبر ۱۸۹ سے نہایت اچھوتے انداز میں انسان کی کہہ مکرنیوں کا شکوہ بیان فرمایا۔ ارشاد ہے اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے سکون و راحت حاصل کر سکے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو عورت کو ہلکا سا حمل ہو گیا۔ عورت کئی روز تک بے تکلف چلتی پھرتی رہی اسے پتہ بھی نہ چل سکا کہ اس کے پیٹ میں ایک اور وجود پرورش پا رہا ہے۔ پھر جب بوجھ بڑھ گیا اور حمل واضح ہو گیا تو دونوں میاں بیوی نے اللہ کو پکارا کہ اے ہمارے رب تو ہمیں گل گوتھنا سا بچہ عطا فرما، تاکہ ہم تیرا شکر کریں۔ پھر جب اللہ نے ان کو دے دیا تو یہ اس میں اللہ کے شریک بنانے لگے۔ کیا خود پیدا ہونے کے محتاج بھی کسی کو پیدا کر سکتے ہیں؟

جیتے جاگتے جھوٹے خداؤں کے بارے میں چیلنج دیا کہ وہ تمہارے جیسے بندے ہی ہیں انہیں بلاؤ اگر وہ تمہاری سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

بتوں کے بارے میں فرمایا کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں؟ یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ درگزر کرنے کی عادت ڈالو نیک کام کرنے کا حکم دو۔ اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلو!

قرآنِ مجید کی تلاوت وسماعت کے احکام

مومنین کو حکم فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ سورہ اعراف کے آخر میں حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ صبح شام اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتے اور ڈرتے ڈرتے پکارو اونچی صدائیں مت دو۔

سورۃ الانفال مدنیہ ①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تمغۂ صداقت

سورۂ انفال میں زیادہ تر مضامین جہاد اور بالخصوص غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد کے کفار کے لشکر پر فتح یاب ہونے سے متعلق ہیں۔ سورہ کے شروع سے تقویٰ اور اطاعت حق کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور مومنین کی مشہور صفات کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سچے مسلمان ہونے کا تمغہ دیا گیا اور بلندیٔ درجات کا اعلان کیا

① تلاوت کے اعتبار سے یہ قرآن کریم کی آٹھویں سورۃ ہے، نزول کے اعتبار سے ۸۸ نمبر پر ہے جس میں کل رکوع ۱۰، آیات ۷۵، تعداد کلمات ۱۲۵۳ اور حروف ۵۵۲۲ ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سے قبل سورۂ اعراف میں زیادہ تر مشرکین کے اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر وفساد کا ذکر تھا اس سورۃ میں ان پر غزوۂ بدر وغیرہ واقعات میں جو وہاں انعام نازل ہوا اس کی تفصیل ہے۔

وجہ تسمیہ: انفال نفل کی جمع ہے نفل اور نافلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد چیز حاصل ہو مال غنیمت کو اس لئے انفال کہتے ہیں کہ وہ برخلاف اور امتوں کے اس امت کے لئے ایک نفع کی بات ثواب جہاد سے زائد، (جو اصل ہے) حلال ہے، جو اور امتوں کے لئے حلال نہ تھا۔ نماز نفل کو بھی اس لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرض سے زائد بات ہے اسی طرح جو مال جنگ میں سردار سپاہ اسلام کو بطور انعام ملتا ہے اس کو بھی نفل کہتے ہیں اس جگہ مراد مال غنیمت ہے جو کفار سے مقابلہ کے بعد لیا جاتا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گیا ہے، بعدازاں غزوہ بدر کے واقعات اور اللہ کی ایمان والوں پر کھلی مدد کا ذکر فرماتے ہوئے انہیں بار بار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تلقین کے ساتھ ساتھ خیانت سے بچنے کا درس دیا گیا ہے۔ نیز فرمایا گیا ہے کہ مال اور اولاد تمہارے لئے باعث امتحان ہیں۔

مشرک کی طرف سے عذاب کا مطالبہ اور اس کا جواب

نضر بن حارث نام کے ایک غلیظ مشرک نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ

(گزشتہ صفحہ سے متعلقہ حاشیہ)

تمہید: ......(تمام اقوام عالم کی تبلیغ) یہاں تک تمام اقوام عالم کو مسلمانوں نے تبلیغ کردی، سورۃ البقرہ میں یہود کو، سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کو، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں عرب کو، سورۃ الانعام میں مجوس کو، سورۃ الاعراف میں بقیہ اقوام عالم کو، جامعیت قانون، قانون وہ جامع ہوتا ہے جو اپنے متبعین کو جلب نفع اور دفع ضرر کے راستے بتلائے، لہٰذا تبلیغ کے ذریعہ سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کا طریقہ بتلادیا گیا ہے، مسلمان اگرچہ کتنی ہی حکمت عملی سے کام لے گا اور موعظہ حسنہ سے سمجھائے گا، بالآخر نتیجہ یہی ہوگا کہ غیر مسلم اپنے مذہب سے علیحدہ ہوکر اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مذہب خواہ کتنا ہی غلط اور غیر معقول ہو انسان اس پر جان دینا اپنی سعادت خیال کرتا ہے۔ اس لئے چنداں بعید نہیں کہ مسلمانوں کو ایسے واقعات پیش آئیں کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) بھاگ کر جان بچائے۔

(۲) بعض ہندوؤں کے اصول کے مطابق ستیاگرہ کردے یعنی خاموش ہو کر مار کھائے، یہاں تک کہ مارنے والا تھک جائے اور مارنا چھوڑ دے۔

(۳) یا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

اگر باطل پرست اپنے جھوٹے مذہب پر جان دینے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں تو مسلمان کو اپنے سچے آسمانی یعنی خدائی مذہب پر بطریق اولیٰ جان دینے کے لئے تیار سربکف رہنا چاہئے۔ پہلی دو صورتیں حریت، غیرت اور شجاعت کے خلاف ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لئے فقط تیسری راہ عمل ہے، کیونکہ مذہب، جذبات، حریت و غیرت کا مربی ہے، نہ کہ ان کا فنا کرنے والا۔

قانونِ جنگ کی دفعات: سورۃ الانفال قانونِ جنگ کے اس حصہ پر مشتمل ہے جو دفع ضرر سے تعلق رکھتا ہے، یعنی اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اگر دشمن مقابلہ کرنا چاہے تو مسلمانوں کے اصولِ جنگ کیا ہوں گے؟ ان اصول کو تیرہ دفعات میں بیان کیا گیا ہے، اور دنیا کا کوئی قانونِ جنگ ان تیرہ دفعات سے باہر نہیں جا سکتا۔

ابتداءِ دفعات: دفعاتِ قانون کی ابتداء دوسرے رکوع کی آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ" الآیۃ، سے ہوگی۔ اس سے پہلے ڈیڑھ رکوع میں تمہید ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کو مال غنیمت میں اختلاف نہیں کرنا چاہئے، اس کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، جتنا مال ملے اسی پر قناعت کرو اور اپنے حقوق نہ جتلاؤ۔

عنہم کے سامنے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے اللہ اگر یہی قرآن آپ کی طرف سے حق ہے تو چونکہ ہم اسے نہیں مانتے لہٰذا ہم پر پتھر برسا دیجئے یا کوئی دوسرا دردناک قسم کا عذاب ہم پر نازل کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کسی بستی موجود ہوتے ہوئے ان پر عذاب آنا آپ ﷺ کی شان کے خلاف تھا جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اس وقت بھی چند کمزور اور نادار مسلمان مکہ میں موجود تھے جو ہجرت نہ کر سکتے تھے لہٰذا فتح مکہ کے روز کفار کو جس ندامت کا سامنا کرنا پڑا اسی کو ان کے لئے عذاب قرار دیا۔

آیت نمبر ۳۹ سے اہل ایمان کو کفار سے اس وقت تک جہاد کرتے رہنے کا حکم دیا جب تک فتنہ ختم ہو کر اللہ کا دین غالب نہیں ہو جاتا۔

(روزنامہ اوصاف ہفتہ 16 رنومبر 2002ء/10 ررمضان المبارک 1423ھ)

اہلِ ایمان سے محبت بھرا خطاب

سورۂ انفال کی ایک قابلِ ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو چھ بار "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کے محبت آمیز الفاظ سے خطاب فرما کر انہیں ایسے اصول بتائے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ میدانِ جہاد میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکتے ہیں۔ پہلا خطاب آیت ۱۵ میں ہے جس میں فرمایا گیا "اے ایمان والو! جب تم میدانِ جنگ میں کافروں سے ٹکراؤ تو ان سے پیٹھ مت پھیرو۔"

دوسرا خطاب آیت ۲۰ میں ہے جس میں ہے "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کرو اور اس سے سن کر اعراض نہ کرو۔"

تیسرا خطاب آیت ۲۴ میں ہے "اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جب وہ تمہیں ایسے کام کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔"

چوتھا خطاب آیت ۲۷ میں ہے "اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔"

پانچواں خطاب آیت ۲۹ میں ہے ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں فرقان عطا کر دے گا، تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

چھٹا خطاب آیت ۴۶ میں ہے اور یہ آیت دسویں پارہ میں ہے ”اے ایمان والو! جب کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ان آیات میں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہو کر اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز آ کر مسلمان یقیناً دنیا کی سب سے مضبوط اور طاقتور قوم بن سکتے ہیں۔ ایسی جماعت کبھی شکست سے دوچار نہیں ہو سکتی جو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے، جو اللہ اور رسول کے احکام کی اطاعت کرنے والی ہو، جو ایسی دعوت پر لبیک کہنے والی ہو، جس میں دلوں کی زندگی اور عزت وسعادت کا راز پوشیدہ ہو، جو نہ دین میں خیانت کرتی ہو اور نہ دنیاوی حقوق کی ادائیگی میں خیانت کا ارتکاب کرتی ہو، سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خوفِ خدا اور تقویٰ کی صفت سے متصف ہو اور آخری بات یہ کہ وہ گولہ بارود کی بارش میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے، اس کا کلمہ ایک ہو، اس کی صفوں میں کامل اتحاد ہو، وہ نفسانی اور گروہی تنازعات اور اختلافات میں مبتلا نہ ہو، ذرا غور کیجئے جس جماعت میں یہ صفات پائی جائیں وہ کبھی شکست کھا سکتی ہے؟ یقیناً وہ فتح ہی سے ہمکنار ہو گی اگرچہ اس کا مقابلہ پہاڑوں ہی سے کیوں نہ ہو۔

(خلاصۃ القرآن از مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

۞۞۞۞

پارہ (۱۰) واعلموا
خلاصۂ رکوعات

دسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ" کی مناسبت سے "واعلموا" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الانفال کے رکوع نمبر ۶ سے سورۃ توبہ کے رکوع نمبر ۱۲ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ الانفال کے رکوع نمبر ۶ میں دفعہ ہشتم و نہم یعنی بالترتیب میدانِ جنگ میں ذکرِ الٰہی کا تحفظ رہے، اور تلقین ترکِ منازعہ۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۴۶

رکوع نمبر ۷ میں فرمایا گیا کہ (۱) منافقین کو اس دین کی صداقت پر اعتماد نہیں۔ (۲) اور کفار کا تعلق باللہ درست نہیں۔ اس لئے تم ہی جیتو گے، وہ تم سے جیت نہیں سکتے۔ دیکھئے آیت ۴۹، ۵۱

رکوع نمبر ۸ میں دفعہ دہم و یازدہم کا بیان (۱) آلاتِ جنگ کی تیاری، اسلام مصالحت کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ دیکھئے آیت ۶۰، ۶۱

رکوع نمبر ۹ میں دفعہ دوازدہم حکم تحریض علی القتال کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۶۵

رکوع نمبر ۱۰ میں دفعہ سیزدہم بمقاصد سیاسیہ میں مسلمانوں میں سے فقط ان قوموں اور جماعتوں کا خیال رکھا جائے گا، مگر جو ہر مرکز سے وابستہ ہیں۔ دیکھئے آیت ۷۲

سورۃ التوبہ کے رکوع نمبر ۱ میں مسائل اربعہ (۱) اعلانِ جنگ (۲) مہلتِ

غور (۳) مدت معینہ کے معاہد کفار (۴) مدتِ غیر معینہ کے معاہدے۔ دیکھئے آیت ۱، ۲، ۴، ۶

رکوع نمبر ۲ میں وجہ مخاصمت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۷، ۸

رکوع نمبر ۳ میں رفعِ اعذارِ ثلاثہ کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۷، ۱۹، ۲۳

رکوع نمبر ۴ میں بقیہ دو عذر (۱) قلت تعداد (۲) اور ضروریاتِ زندگی کا فقدان مانع جہاد نہیں ہوسکتا۔ (۳) اور کس سے لڑا جائے کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۵، ۲۸، ۲۹

رکوع نمبر ۵ میں بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو تمام اقوامِ عالم سے لڑنا ہوگا۔ اس لئے سال میں چار مہینے مہلت اور آرام کے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۰، ۳۶

رکوع نمبر ۶ میں پھر فرمایا گیا کہ تمام مسلمانوں کو لڑنا پڑے گا۔ دیکھئے آیت ۳۸، ۴۱

رکوع نمبر ۷ میں خود اپنے آپ کو جہاد سے (۱) مستثنیٰ رکھنا علامتِ نفاق ہے اور اقسامِ ثلاثہ مستثنین کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۴۶، ۴۹، ۵۸

رکوع نمبر ۸ میں مستثنین کی قسم رابع کا بیان۔ دیکھئے آیت ۶۱

رکوع نمبر ۹ میں (۱) منافقین کا نصب العین (۲) اور ان کی سزا (۳) مومنین کا نصب العین (۴) اور ان کی جزا۔ دیکھئے آیت ۶۷، ۶۸، ۷۱، ۷۲

رکوع نمبر ۱۰ میں (۱) مومنین کو کفار اور منافقین سے جہاد اور درشتی کا حکم (۲) اور مستثنین کی قسم خامس کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیت ۷۳، ۷۵

رکوع نمبر ۱۱ میں (۱) نتیجہ تخلف (۲) تحدید کے بعد ان کی حالت میں تغیر کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۸۱، ۸۳

رکوع نمبر ۱۲ میں تنبیہ تخلف پر ترتیبِ آثار۔ دیکھئے آیت ۹۰

درس (۱۰)

مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقۂ کار

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۱ سے دسواں پارہ شروع ہوا۔ مال غنیمت کے احکام بیان ہو رہے ہیں، جس کے کل پانچ حصے کئے جائیں گے چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے جبکہ پانچویں حصے کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کو ملے گا اور ایک حصہ آپ کے قرابتداروں کو باقی تین حصے یتیموں، غریبوں اور مسافروں میں تقسیم ہوں گے سورہ کے آخر تک غزوۂ بدر کا بیان ہے اہل ایمان کو میدان میں جم کر لڑنے اور اتفاق واتحاد کی تلقین کی گئی کافروں اور منافقین کے غلط رویوں کا ذکر ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم کردار کو سراہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافی قرار دیا گیا اور اہل ایمان کو کفار کے لئے لڑائی پر ابھارنے کی تلقین فرمائی گئی۔

غزوۂ بدر کا محاذِ جنگ

غزوۂ بدر کے حوالے سے جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں:

● ...... جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو کفار نے مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم سمجھی اور یوں ہی مسلمانوں کو کفار بہت کم دکھائی دیئے، ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا ہونا طے فرما دیا تھا اور اللہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فریق بھی دوسرے کی کثرت سے مرعوب ہو کر راہِ فرار اختیار کر جائے۔ (۴۳،۴۴)

حصولِ نصرتِ خداوندی کے چار عناصر

● ...... اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی نصرت کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ کی

نصرت کے حصول کے چار عناصر ذکر فرمائے ہیں۔ ① میدانِ جنگ میں ثابت قدمی ② اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا ③ آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑے سے بچ کر رہنا ④ دشمن سے مقابلہ کے وقت ناموافق امور پر صبر کرنا۔ (۴۶)

● ...... کامیابی کے چار عناصر بتانے کے ساتھ ساتھ مشرکین کی طرح فخر وغرور اور دکھاوا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

● ...... غزوۂ بدر میں شیطان مشرکین کے سامنے ان کے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا رہا، دوسری جانب مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے جو کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر سخت ضربیں لگاتے تھے۔ (۴۸، ۵۱) مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر چہ یہ آیات تو غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے عام ہیں۔ چنانچہ موت کے وقت ہر کافر کی پٹائی لگتی ہے۔

مشرکین کی شکست کی اصل وجہ

● ...... قریش پر غزوۂ بدر میں جو آفت آئی اور وہ ذلیل وخوار ہوئے تو اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جب کوئی قوم شکر کی بجائے کفر اور اطاعت کی بجائے معصیت شروع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا معاملہ بدل دیتا ہے اور اسے نعمت کی جگہ نکبت اور راحت کی جگہ مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اہل ایمان کو ہر وقت جہاد کی قوت تیار رکھنے کا حکم

● ...... غزوۂ بدر کے پس منظر میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کے لئے مادی، عسکری اور روحانی تینوں اعتبار سے تیاری مکمل رکھیں، ظاہر ہے غزوۂ بدر میں مادی تیاری مکمل نہ تھی یہ تو اللہ کی خاص نصرت کا نتیجہ تھا کہ مادی اور عسکری اعتبار سے کمزوری اور دونوں لشکروں میں بے پناہ تفاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی لیکن آئندہ کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالات اور ضروریات کے مطابق بھر پور تیاری کریں تا کہ ان کے اسلحہ اور ساز و

سامان کو دیکھ کر دشمن پر رعب طاری ہو جائے اور وہ اسلامی لشکر کے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ کرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جہاں تک ہو سکے تم ان سے مقابلے کے لیے تیاری رکھو، قوت بھی اور گھوڑوں کا پالنا بھی کہ اس کے ذریعے تمہاری دھاک بیٹھی رہے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسرے لوگوں پر جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔'' (۸:۶۰)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مادی قوت و طاقت کی اہمیت کے باوجود روحانی قوت کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دشمن سے دوبدو ہونے کے لئے روحانی اور ایمانی قوت، تمام دوسری قوتوں اور وسائل کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جو کمزور کو طاقتور بناتی ہے، جو چھوٹے کو بڑے لشکر کے ساتھ ٹکرانے کا حوصلہ عطا کرتی ہے، جو شہادت کی راہ پر چلنا آسان کرتی ہے، ایمانی قوت رکھنے والوں کو ایسا رعب عطا کیا جاتا ہے جو بڑے بڑے سورماؤں کو لرزہ براندام کر دیتا ہے، اپنی اس اجتماعی کمزوری کا کیسے اعتراف کیا جائے کہ آج کے مسلمان فکری، علمی، مادی اور روحانی ہر اعتبار سے ضعف اور کمزوری کا شکار ہیں۔

بوقتِ ضرورت صلح کی اہمیت

جہاں مسلمانوں کو جنگ کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ:

''اگر یہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔''

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو تو صلح کر لینی چاہئے، جنگ کی تیاری اور جذبۂ جہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بہر صورت جنگ ہی کرنا ضروری ہے اور مصالحت سے دور رہنا ہی اللہ کا حکم ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صلح کا راستہ اختیار فرمایا ہے۔

جنگ بدر میں ستر مشرکین گرفتار ہوئے۔ آخری آیات میں ان کے بارے میں احکامات دیئے گئے اور مہاجرین کی دلجوئی کی گئی ہے۔

سورۃ التوبۃ مدنیہ ①

مشرکین مکہ سے تمام معاہدات ختم کرنے کا حکم

اس پوری سورۃ میں چند غزوات سے متعلقہ واقعات اور اس کے ضمن میں احکام و مسائل کا بیان ہے اور اب تک یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ سے جو معاہدات

① یہ قرآن کریم کی نویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۱۳ نمبر پر ہے کل رکوع ۱۶ آیات ۱۲۹ کل کلمات ۲۵۴۷ اور حروف کل ۱۰۳۶۰ ہیں۔

موضوعِ سورۃ : ......اعلانِ جنگ!!

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں چند غزوات اور چند واقعات کہ حکماً وہ بھی غزوات ہیں مذکور ہیں۔ اعلان نقض عہد بقبائل عرب، فتح مکہ، غزوۂ حنین، اخراج کفار از حرم، غزوہ تبوک اور انہیں آیتوں کے ضمن میں تبعاً واقعہ ہجرت اور سورۃ سابقہ میں اکثر بدر کے اور کچھ قریظہ کے واقعات تھے پس دونوں سورتوں میں ربط ظاہر ہے۔

سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ: اس میں پانچ اقوال ہیں:

① اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی جیسا کہ مفسر علام صاحبِ جلالین نے ذکر فرمایا ہے۔

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ آپ حضرات نے انفال کو جو کہ مثانی سے ہے اور برأت کو جو کہ مئین سے ہے ترتیب قرآنی میں پاس پاس رکھا ہے اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اس کا کیا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ میں کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ کسی کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھ دو۔ انفال ان سورتوں میں سے تھی جو مدینہ میں اول اول نازل ہوئیں اور برأت آخر قرآن سے تھی اور دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا میں سمجھا کہ یہ اسی کا جز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے اس کی تصریح نہ فرمائی اس لئے میں نے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا اور بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

فائدہ:۔ قرآن کی ترتیب میں اس امر کی اکثر رعایت رکھی گئی ہے کہ بڑی بڑی سورتیں شروع میں ہیں اور ان سے چھوٹی ان کے بعد اور سب سے چھوٹی آخر میں اور مئین وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن میں سو آیتوں سے زیادہ ہوں سورۂ بقرہ سے سورۃ برأت کے بعد تک سوائے سورۂ انفال کے سب سورتوں میں سو آیتوں سے زائد ہیں اور سورۂ یوسف کے بعد کی اکثر سورتوں میں سو سے کم آیتیں ہیں یہ سورتیں مثانی کہلاتی ہیں اور شروع کی سات سورتیں سورۂ بقرہ سے سورۂ انفال تک سبع طوال کہلاتی ہیں۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

ہوتے تھے سب کو ختم کر دینے کا اعلان فرمایا۔

اہم احکام کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1. جن مشرکوں نے تم سے کیئے گئے عہد کو پورا کرتے ہوئے تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا اور تمہارے مقابلے میں کسی اور کی مدد نہیں کی تو ان سے مقررہ مدت تک کیئے گئے معاہدے کو نبھاتے ہوئے انہیں کچھ نہ کہیں۔
2. جس معاہدہ کی مدت ختم ہو جائے تو انہیں چاہیئے کہ وہ شرک سے توبہ کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیں اور تمام فرائض کی پابندی کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو جہاں پاؤ انہیں گھیر گھیر کر اور چن چن کر مارو، وہ تمہارے قرابت دار ہونے کا لحاظ نہیں کرتے تو تم بھی لحاظ نہ کرو۔ جس سے کوئی معاہدہ نہیں تھا انہیں چار ماہ کی مہلت دی کہ اس عرصہ میں مکہ چھوڑ کر جہاں مناسب سمجھیں چلے جائیں، یا اپنی خوشی سے مسلمان ہو جائیں بصورت دیگر انہیں قتل کر دیا جائے۔
3. اگر کوئی مشرک تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو۔ اور اسے اللہ کا کلام سناؤ جہاں جانا چاہے اسے پہنچا دو۔

---

(3) چونکہ اس سورۃ میں کفار کے نقض عہد اور منافقین کی رسوائی کا بیان ہے اس لئے گویا یہ سورۂ عذاب ہے جس کے ساتھ بسم اللہ کا جوڑ نہیں چونکہ اس میں رحمت کا بیان ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ رفع امان کے لئے آئی ہے مگر اس کو علت نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ بطور نکتہ کے ایک حکمت ہے اور رحمت و عذاب میں مناسب نہیں ہے اس لئے اس سورۃ کو سورۃ الناصحہ اور سورۃ العذاب اور سورۃ التوبہ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۴) اس امر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا کہ سورۃ انفال اور سورۂ توبہ دونوں ایک ہیں یا الگ الگ دو سورتیں ایک سورۃ ہونے کے خیال سے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور دو سورتوں کے خیال سے خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔

(۵) اس وقت کے جنگی اصول اور رواج کے مطابق ایسا کیا گیا کہ اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی کیونکہ نقض عہد کے وقت مراسلت کی صورت میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی تھی یہاں بھی مشرکین کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔

(۶) مشہور قول یہ ہے کہ اس سورۃ کا اول حصہ منسوخ التلاوت ہو گیا اس کے ساتھ بسم اللہ لکھی ہوئی تھی، جو ساقط ہو گئی مگر اس قول کو صاحب تیسیر وغیرہ حضرات نے پسند نہیں فرمایا ہے۔ (مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن)

④ اگر مشرکین معاہدے کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ چکے اور تمہارے دین میں نقائص بیان کرتے ہیں تو تمہیں چاہئے کہ ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو، اوران کے سرداروں کے سرکچل دو۔

⑤ مشرکین سے یہ توقع مت رکھو کہ وہ مساجد (مسجد حرام وغیرہ) کو آباد کریں گے ان کا کوئی عمل مقبول نہیں مسجد کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے نیز اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ مشرکین حاجیوں کو پانی پلا کر اور مسجد حرام کی نگرانی کر کے اہل ایمان مجاہدین کی عظمت اور فضیلت بیان فرمائی اور انہیں کامیاب قرار دیا۔

آیت نمبر ۲۳ میں واضح حکم دیا کہ اپنے کافر والدین کو اپنا رفیق مت بناؤ (یعنی ان کے ہر حکم پر لبیک مت کہو، رشتے کی حد تک احترام کرنا فرض ہے) جو انہیں رفیق بنائے گا، وہ گنہگار ہوگا۔

فتح کا سبب عددی کثرت نہیں، اللہ کی نصرت ہوتی ہے

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی عددی کثرت اور سامان جہاد کی فراوانی کی بناء پر صحابہ کرام بڑے خوش اور پرجوش تھے کہ آج تو کسی کی مجال نہیں جو ہم سے بازی جیت سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی اس محبوب جماعت کی زبان سے یہ فخریہ کلمات پسند نہ آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدائی حملہ میں ہی مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی اور میدان فتح ہوا۔ آیت نمبر ۲۵ سے ۲۷ تک اسی واقعہ کے ضمن میں ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو کسی بھی وقت اپنی تعداد اور طاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ اور قوت و طاقت کے وقت بھی اصل اعتماد صرف اللہ کی مدد پر ہونا چاہئے۔

آیت نمبر ۲۸ میں مشرکین کی قلبی اور اعتقادی نجاست کی بناء پر اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ اس سال (۹ ہجری) کے بعد انہیں مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے

اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے مستغنی کر دے گا۔

یہود و نصاریٰ کی جہالت و ضلالت

آیت نمبر ۳۰ سے یہود و نصاریٰ کی جہالت اور ضلالت کا بیان ہے۔ یہود نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ ان سے پہلے کفار مشرکین فرشتوں اور لات و منات کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ انہوں نے ان کی ریس کرتے ہوئے یہ عقیدہ گھڑا، اللہ انہیں غارت کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں دراصل انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو بھی خدا بنا رکھا ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھی، حالانکہ انہیں ایک خدا کی بندگی کا حکم ملا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو اور مشرک غیظ و غضب میں جل مریں۔

احبار و رہبان کا غلط چال چلن

آیت نمبر ۳۴ سے اہل کتاب کے علماء اور درویشوں کا چلن بتایا کہ وہ ناحق لوگوں کا مال کھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے عذاب کی وعید ہے۔ اس وعید کے مستحق صرف اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہی نہیں بلکہ اہل اسلام کے جو علماء ان خصلتوں کا شکار ہیں وہ سب اس وعید میں شریک ہیں۔

آیت نمبر ۳۶ اور ۳۷ میں فرمایا کہ قمری حساب سے سال کے بارہ مہینے ہیں، اور ان میں چار مہینے جو کہ سابقہ شریعتوں میں بڑے متبرک مانے جاتے اور ان میں قتل و قتال حرام قرار دیا گیا تھا، اسلام میں ان مہینوں کے دوران کفار سے جہاد کو جائز قرار دیتے ہوئے عبادت و ریاضت میں اجر و ثواب کے اعتبار سے ان کی اہمیت برقرار رکھی۔ وہ مہینے ذی قعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب ہیں۔ اس کے ضمن میں کفار کی

طرف سے اپنے مفادات کی بناء پر مہینوں کی ترتیب بدلنے کی مذمت فرمائی۔

جہاد سے منہ موڑنا دردناک عذاب کا باعث ہے

آیت نمبر ۳۸ سے اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے خبردار فرمایا کہ جہاد سے منہ موڑنے کی صورت میں دردناک عذاب کے مستحق ہو گے۔ نیز اگر تم رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو نہیں بنو گے، تو اللہ خود اپنے پیغمبر ﷺ کا مددگار ہے۔

نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ پر غار میں اللہ کی نصرت کا بیان

یہاں پر بطور تمثیل حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ کا منظر پیش فرمایا، جب رسول اللہ ﷺ کو کافروں نے مکہ سے نکال دیا تھا، تو اس وقت اللہ کے رسول ﷺ ''دو میں سے دوسرے'' تھے، اور یہ آیت آپ ﷺ کے ہمراہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفعتِ مرتبت پر بھی دلالت کرتی ہے کہ یہاں خود اللہ نے انہیں اپنے رسول ﷺ کا ''صاحب'' یعنی رفیق اور دوست قرار دیتے ہوئے غار ثور میں رسول ﷺ کی طرف سے تسلی کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ آج دنیائے کائنات کی سب سے مقدس ہستی ان کے جلو میں ہے اور کفار و مشرکین ان کے تعاقب میں ہیں۔ اور انہیں ڈھونڈتے ہوئے غار کے دہانے پر پہنچ گئے ہیں، لہٰذا مضطرب ہو کر عرض کی کہ آقا ﷺ! اگر کفار کو ہماری یہاں موجودگی کا علم ہو گیا تو کیا ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صدیق رضی اللہ عنہ!

''آپ مت گھبرائیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے''

چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرما دی اور فرشتوں کی فوجیں بھیجیں جنہیں اے اہل ایمان تم نے نہیں دیکھا۔ لہٰذا خدانخواستہ اگر تم رسول ﷺ سے وفا نہیں بھی کرو گے تو اللہ اپنے پیغمبر ﷺ کی خود مدد فرمائے گا۔ آیت نمبر ۴۱ سے جہاد کے احکام کا بیان ہے نیز یہ فرمایا گیا ہے کہ مجاہد کی نظر ہتھیار پر نہیں اللہ پر ہونی چاہیے۔

جہاد سے روگردانی کرنے والے منافقین کی بدحالی

آیت نمبر ۴۲ سے جہاد میں بوجہ غفلت و سستی شریک نہ ہونے والے منافقین کی حالت بیان کی گئی ہے غزوہ تبوک میں انہوں نے حضور ﷺ کو مختلف عذر پیش کر کے جہاد میں نہ جانے کی رخصت طلب کی اور حضور ﷺ نے انہیں رخصت دے دی۔ جب لشکر اسلام روانہ ہوگیا تو یہ خوشیاں مناتے پھرے اور یہ کہتے پھرے کہ ہم نے رسول ﷺ کو خوب دھوکہ دیا، اللہ نے ان کے نفاق کی خوب خوب قلعی کھولی ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو کوئی خوشی مل جائے تو ان کافروں کے چہروں پر نحوست چھا جاتی ہے اور اگر مسلمانوں کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا تھا۔ پھر یہ اتراتے ہوئے لوٹتے ہیں۔ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ ہمیں اللہ کی طرف سے ہمارے لئے لکھی ہوئی کے بغیر کوئی مصیبت پہنچ ہی نہیں سکتی۔ وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے اور ایمان والوں کو اسی پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ یہ منافق، تنگ دل، بخیل، نماز چور اور مال کے بھوکے ہیں۔ آیت نمبر ۵۹ تک یہی موضوع بیان ہوا۔

مصارفِ زکوٰۃ کا بیان

آیت نمبر ۶۰ میں مصارف زکوٰۃ کا بیان ہے:

1. فقراء (جن کے پاس کچھ نہ ہو)
2. مساکین (جن کے پاس ضروریات اصلیہ (رہنے کا مکان استعمال کے برتن اور کپڑے وغیرہ) سے زائد بقدر نصاب مال نہ ہو)
3. عاملین (اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا عملہ)
4. جن لوگوں کی دلجوئی مقصود ہو۔
5. غلاموں کی آزادی کے لئے (مثلا افغانستان یا کیوبا میں قید مجاہدین کی رہائی کے لئے۔

⑥ قرض داروں کے قرض کی ادائیگی کے لئے۔
⑦ فی سبیل اللہ مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یا جس شخص کے ذمہ حج فرض ہوا مگر اب اس کے پاس مال نہیں رہا۔
⑧ دینی مدارس کے طالبعلموں کے لئے۔
⑨ راہ گیر مسافر جس کے پاس منزل تک پہنچنے کے لئے اسباب نہ ہوں (تفصیلات علماء کرام سے دریافت کی جاسکتی ہیں)

حضور ﷺ کو کفار ومنافقین سے جہاد میں شدت فرمانے کا حکم

آیت نمبر ۶۱ سے ۷۰ تک منافقین کی علامات اور انجام بیان فرمانے کے بعد اگلی دو آیات میں مومنین کی علامات اور اللہ کے ہاں ان کی حسنات کا اجر ارشاد فرمایا۔ آیت نمبر ۷۳ میں حضور ﷺ کو کفار اور منافقین سے جہاد اور ان کے معاملے میں شدت اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

منافقین کے جنازے اور قبر پر کھڑے ہونے سے ممانعت

بعد ازاں پھر منافقین سے متعلق بیان ہے۔ رئیس المنافقین ابن ابی سلول کی موت کے بعد حضور ﷺ نے اپنے جذبہ رافت ورحمت سے مجبور ہو کر اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگی تھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو آئندہ منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے اور ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کرنے سے منع فرمادیا گیا۔ آیت نمبر ۸۷ تک کا مضمون منافقین سے متعلق ہے۔ اگلی دو آیات میں رسول ﷺ اور مجاہدین کی اخروی کامیابی اور اللہ کی طرف سے انعامات کا بیان ہے۔

مخلص مگر معذور مسلمانوں کی دلجوئی

آیت نمبر ۹۱ سے ان مخلص مسلمانوں کا ذکر ہے جو حقیقتاً معذور ہونے کے

سبب جہاد میں شرکت نہ کر سکے۔ ان میں سے کچھ نابینا اور کچھ بیمار تھے۔ اور کچھ وہ بھی تھے جو جہاد میں جانے کے لئے نہ صرف تیار بلکہ بے قرار تھے۔ لیکن ان کے پاس سفر کے لئے سواری کا جانور نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جہاد سے رخصت دی تو یہ لوگ روتے ہوئے گھروں کو روانہ ہوئے اور رو رو کر بے حال ہو گئے۔ اللہ نے ان کے جذبۂ ایمان کی بناء پر نظر کرم فرمائی، چھ اونٹوں کا اچانک بندوبست ہو گیا اور تین آدمیوں کی سواری کا انتظام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کر دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد کا انتظام اپنے خرچ سے کر چکے تھے۔ اس کے بعد بھی چند لوگ ایسے رہ گئے جنہیں آخر تک سواری نہ ملی، اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبہ کو سراہا ہے۔

(روزنامہ اوصاف ملتان ہفتہ 16/نومبر 2002ء/10/رمضان المبارک 1423ھ)



پارہ (۱۱) یعتذرون
خلاصۂ رکوعات

گیارہویں پارے کواس کے پہلے جملے ”یَعتَذِرُونَ اِلَیکُم اِذَا رَجَعتُم اِلَیهِم“ کی مناسبت سے ”یعتذرون“ کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ توبہ کے رکوع نمبر۱۳ سے شروع ہوتا ہے، سورۃ یونس گیارہ رکوعات پر مشتمل ہے اور آخر میں سورۃ ہود کے پہلے رکوع کی کچھ آیات ہیں۔

سورۃ توبہ کے رکوع نمبر۱۳ میں اقسام منافقین کا بیان ہے (۱) نا قابل معافی (کیونکہ ان میں نفاق اعتقادی ہے، اوران کا نصب العین افتراق بین المسلمین ہے۔)
(۲) قابل معافی، (ان میں نفاق عادی ہے، اعتقادی نہیں) دیکھئے آیت ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۶

رکوع نمبر۱۴ میں (۱) مخلص مومنوں کا مسلک (۲) اورقابل معافی حضرات کا مخلصین سے الحاق، منافقین کے بعد اب مخلصین کا مسلک واضح کیا جاتا ہے۔ دیکھئے آیت ۱۱۱، ۱۱۲، اور آیت ۱۱۸

رکوع نمبر۱۵ میں انسدادِ تخلف کے لئے اشاعتِ تعلیم پرزوردیا گیا۔ دیکھئے آیت ۱۲۲

رکوع نمبر۱۶ میں طریقِ جنگ کی تعلیم ہے۔ دیکھئے آیت ۱۲۳

سورۃ یونس کے رکوع نمبر۱ میں ہے کہ ہم نے انہیں کتاب حکیم دی اوراحسان یہ کیا کہ انہی کے ہم جنس انسان کی معرفت پیغامِ وحی پہنچایا۔ یہ احمق بجائے اس کے کہ فائدہ اٹھائیں، اس کی تاثیر کو جادو کہہ کراعراض کررہے ہیں۔ دیکھئے آیت ۱، ۲

رکوع نمبر۲ میں ہے (۱) پیغامِ الٰہی کی قبولیت سے تو انکار کرتے ہیں، اور جب مصیبت آتی ہے تو اسی کے دروازے پر آ کر ہاتھ پھیلاتے ہیں، مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر نافرمان ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۲

رکوع نمبر۳ میں ہے، اے نافرمانو! جس دنیا کی زندگی پر تم مغرور ہو وہ بے حقیقت ہے، اس پر مغرور ہو کہ تم پیغاماتِ الٰہی کے تسلیم کرنے سے اعراض نہ کرو۔ دیکھئے آیت ۲۴

رکوع نمبر۴ میں ہے (۱) یہ لوگ خدا تعالیٰ کو خالق، رازق، مدبر مانتے ہیں۔ (۲) پھر بھی اس کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہیں۔ (۳) اور قرآن پر خود ساختہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۱، ۳۴، ۳۷

رکوع نمبر۵ میں ہے (۱) اگر تکذیب سے باز نہ آئیں تو ان سے بیزاری کا اعلان کر دیجئے (۲) یہ باطن کے اندھے اور بہرے، قرآن حکیم کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ دیکھئے آیت ۴۱، ۴۲، ۴۳

رکوع نمبر۶ میں ہے یہ منکرین موعظت وشفا (قرآن) آئندہ ساری دنیا کے خزانے دے کر بھی جان چھڑانے کے لئے تیار ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۵۴، ۵۷

رکوع نمبر۷ میں ہے (۱) ہم آپ کی تلاوتِ قرآن اور بقیہ اعمالِ حیات سے پورے واقف ہیں (۲) ایسے اللہ والوں کو بارگاہِ الٰہی کی حاضری میں کوئی خطرہ نہ ہو گا (۳) اور آپ مخالفین کی بدزبانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ دیکھئے آیت ۶۱، ۶۲، ۶۵

رکوع نمبر۸ میں، تذکیر بایام اللہ، دیکھ لیجئے نوح علیہ السلام اور بعد کے انبیاء علیہم السلام سے عناد رکھنے والے برباد ہو گئے۔ آیت ۷۱، ۷۴

رکوع نمبر۹ میں، تذکیر بایام اللہ، دیکھ لیجئے فرعون اپنے لشکر سمیت موسیٰ علیہ السلام سے عناد رکھنے کے باعث غرق ہو گیا۔ دیکھئے آیت ۹۰

رکوع نمبر۱۰ میں (۱) اے مخاطبین قرآن! اس میں شک مت کرو (۲) اور محض شک کی بنا پر اس کی تکذیب نہ کرو (۳) ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو پہلے جھٹلانے والوں کا ہوا۔ دیکھئے آیت ۹۴، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۳

رکوع نمبر ۱۱ میں ہے (۱) اے لوگو! تمہارے شک کی بنا پر میں اپنا مسلک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں (۲) جو شخص اس قرآن کو مانے گا خود نفع اٹھائے گا، ورنہ انکار کا وبال اس کے سر عائد کیا جائے گا۔ دیکھئے آیت ۱۰۴، ۱۰۸

سورۃ ہود کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا گیا کہ مقصد تنزیل کتاب جذبۂ توحید کی تکمیل اور سابقہ فروگذاشتوں سے استغفار ہے۔ دیکھئے آیت ۲، ۳

درس (۱۱)

منافقت بے نقاب کر دی گئی

گیارھویں پارے کی ابتدائی تین آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد سے غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کئے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو پہلے سے ان آیات کے ذریعے اطلاع دے چکے تھے کہ اب وہ منافقین آپ کے پاس جھوٹے عذر لے کر آئیں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ آپ ﷺ انہیں فرما دینا کہ بہانے مت بناؤ، تمہیں وحی الٰہی نے بے نقاب کر دیا ہے اپنے انجام بد کی فکر کرو۔

آیت نمبر ۹۷ سے بدوؤں کی دو قسموں کا بیان ہے کچھ بدو منافقین میں سے تھے اور کچھ خالص اہل ایمان تھے دونوں کو انکے اعمال کے مطابق جزا وسزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

”رضی اللہ عنہم“ قرار پانے والے گروہ

آیت نمبر ۱۰۰ میں صحابہ کرام کے دو درجات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

① ”سابقون الاوّلون“ جنہوں نے تحویل قبلہ سے پہلے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔

② جنہوں نے تحویل قبلہ یا غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کیا نیز فرمایا کہ جن

لوگوں نے نیکی کے ساتھ انکی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے۔ اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کرر کھے ہیں......الخ

انسانوں کے تین طبقات اوران کی خصوصیات

اس آیت پر حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم العالیہ کی ایمان افروز تقریر ملاحظہ فرمایئے:

"قرآن کریم میں انسانوں کے تین طبقات کاذکر ہے۔(۱)اصحاب المیمنہ یا اصحاب الیمین (۲)اصحاب المشئمہ یا اصحاب الشمال (۳)السابقون

اصحاب الیمین وہ جنہیں نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اصحاب الشمال یا اصحاب المشئمہ، جنہیں نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

السابقون کو نہ تو اصحاب الیمین میں شمار کیا گیا اور نہ ہی اصحاب الشمال میں، یعنی یہ لوگ دائیں بائیں کے چکر میں ہیں ہی نہیں، بس یہی بتایا گیا کہ وہ تو ہیں ہی "سابقون"......اوران کی حیثیت بتائی گئی "اولٰئک المقربون" کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں۔یعنی خصوصی تعلق والے۔

گویا اول مرحلہ میں جنت میں جانے والے دو طبقے ہیں۔

(۱)اصحاب الیمین، جن کے لئے فرمایا گیا ثلة من الاوّلین وثلة من الأخرین۔

یہ وہ لوگ ہیں جو حساب کتاب کے ذریعے جنت کے مستحق بن کر جنت میں جائیں گے، جبکہ دوسرا گروہ "سابقون" کا ہے، جن کے بارے میں فرمایا ثلة من الاوّلین وقلیل من الأخرین، یہ جنت کے وی آئی پی ہیں۔جن کے لئے جنت کی ٹکٹ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔یہ جانے پہچانے جنتی ہیں۔جن سے کسی قسم کی پوچھ گچھ تو نہیں ہوگی البتہ شاندار استقبال ہوگا۔صحابہ کرامؓ کا کثیر طبقہ انہی میں شامل ہے۔

یہاں سے یہ صورت واضح ہو رہی ہے کہ سابقون جو ہیں وہ ''اوّلین'' میں سے زیادہ اور آخرین میں تھوڑے ہوں گے۔

جبکہ اصحاب الیمین یعنی ٹکٹ والے جنتی اوّلین میں سے بھی بہت ہوں گے اور آخرین میں سے بھی بہت سارے ہوں گے۔ (ثلۃ من الاوّلین وثلۃ من الاٰخرین)

یعنی یہاں جن سابقون کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ وہی ہیں جنہیں سورۃ الواقعہ میں دائیں بائیں ہاتھوں میں نامۂ اعمال لینے والوں سے الگ کر کے ''مقربون'' قرار دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ پہلوں میں سے زیادہ اور پچھلوں میں سے کم ہوں گے۔ تو اس سے صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور عنداللہ مقبولیت اظہر من الشمس ہے۔ (یعنی آیتِ مذکورہ میں السابقون مبتدا ہے اور الاوّلون معطوف علیہ ہے جو اپنے معطوف ''والذین اتبعوھم باحسانٍ'' کے ساتھ مل کر اس کی خبر ہے، اور ''المہاجرین والانصار'' یہ الاوّلون کا بیان ہے، یعنی مِن بیانیہ ہے)۔

آیت نمبر ۱۰۲ سے ان اہل ایمان کا ذکر فرمایا، جن سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا اور وہ اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے اللہ سے معافی کے طالب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں عنقریب معاف کر دیا جائے گا۔ آپ ان سے زکوٰۃ لے لیں تاکہ ان کے مالوں میں برکت ہو اور ان کا تزکیہ نفس ہو سکے۔

مسجد ضرار کا قضیہ

اللہ کی قدرت ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت حنظلہ ﷺ (جنہیں غزوۂ اُحد میں شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا) کا باپ ابوعامر منافق تھا۔ اس کے ایماء پر درجن بھر منافقوں نے مدینہ طیبہ کے محلّہ قباء میں مسجد قباء سے کچھ فاصلے پر ایک علیحدہ مسجد تعمیر کی اور پھر کوشش کر کے حضور ﷺ سے وہاں ایک نماز ادا کرنے کا وعدہ لے لیا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسجد کو استنادی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور ہمیں مل بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے اور ان کی جڑیں کھودنے کے لئے اڈہ میسر آ جائے

گا لیکن اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد جہاں حضور ﷺ کو گزشتہ آیات کے ذریعے منافقین کے جھوٹے بہانوں سے مطلع کیا، وہاں سازش سے بھی آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد مسلمانوں سے ضد پر، اور اپنے کفریہ عزائم کی تکمیل نیز مسلمانوں میں انتشار اور پھوٹ ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ لہٰذا آپ کبھی وہاں کھڑے نہ ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا اور چند صحابہ کرام ؓ نے جا کر اس نام نہاد مسجد کو نیست و نابود کر ڈالا۔ آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۰ اسی مسجد ضرار کا بیان ہے۔

اللہ نے دو چیزیں خرید لیں

آیت نمبر ۱۱۱ میں ایسی چیزوں کا بیان ہے جنہیں اہل دنیا نے بے قدر و قیمت جان کر اپنی مارکیٹوں میں "بلیک لسٹ" کر دیا۔ مگر اللہ ان کی قدر و قیمت سے واقف اور انکا قدردان تھا چنانچہ اس نے انہیں خرید لیا۔ وہ دو چیزیں ہیں۔ مومنین کی (۱) جان (۲) مال اللہ نے انہیں جنت کے بدلے میں خرید لیا لیکن کون سے مومنین؟ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کر دیتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں۔ غزوۂ بدر سے "تورا بورا" تک اور اس سے آگے قیامت تک کے تمام شہداء مخلصین اس آیت کا مصداق ہیں۔ پھر ان کی صفات ارشاد فرمائیں:

1. وہ توبہ کرنے والے ہیں......
2. اللہ کی بندگی کرتے ہیں......
3. اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں......
4. دنیا والوں کی ملامت اور طعنہ زنی سے بے تعلق رہتے ہیں......
5. اللہ کے آگے جھک جاتے ہیں......
6. سجدہ کرتے ہیں......
7. نیکی کا حکم دیتے ہیں......
8. برائی سے روکتے ہیں......

⑨ اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں...... ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری ہے۔

مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت

آیت نمبر ۱۱۳ سے نبی ﷺ اور تمام مومنین کو شرک کے روگیوں کے لئے دعائے مغفرت سے منع فرمادیا گیا ہے، چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر و مشرک باپ کیلئے مغفرت مانگی تھی۔ اس بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم اپنے باپ سے وعدہ کر چکے تھے (جیسا کہ سورۂ مریم کے تیسرے رکوع میں ہے) اس لئے ایفائے عہد فرمایا، لیکن جب ابراہیم علیہ السلام پہ واضح ہوگیا کہ باپ اللہ کا دشمن ہے تو آپ نے اس سے برأت اختیار کر لی۔

مخلصین کی توبہ قبول

آیت نمبر ۱۱۷ سے اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم کردار کو سراہا ہے جنہوں نے غزوہ تبوک کی مشکل گھڑیوں میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا (تفصیلی واقعات سیرت النبی کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں) نیز حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ جو اس غزوہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے کی توبہ کی قبولیت کا بیان ہے۔

(تفصیلی واقعات کے لئے حکایاتِ صحابہ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ملاحظہ فرمائیں)

آیت نمبر ۱۲۰ سے اہل مدینہ اور مضافات کے اہل ایمان کو رسول اللہ کا ساتھ دینے کی بطور خاص تلقین کی ہے۔

جہاد اور تفقہ فی الدین میں مصروف رہنے کی فضیلت

آیت نمبر ۱۲۲ میں ارشاد فرمایا کہ امتِ مسلمہ کے لئے (بطور فرض کفایہ) یہ بھی لازم ہے کہ جہاد کو جاری رکھیں اور ایک جماعت علومِ شرعیہ کو محفوظ کر کے ان کو پڑھتی پڑھاتی رہے تا کہ دین میں تفقہ حاصل کرے اور اپنی قوم کو اللہ کا خوف

سکھائیں۔ اس سے معاشرے میں توازن واعتدال پیدا ہوگا۔

حضور ﷺ کی صفاتِ جمیلہ

آیت نمبر ۱۲۳ سے جہاد کا حکم ہے آیت نمبر ۱۲۸ اور ۱۲۹ جو کہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں ہیں، ان میں رسول اللہ ﷺ کی چند صفات جمیلہ ارشاد فرمائیں۔

1. تمہاری ہی جنس سے ہیں......
2. تمہاری تکلیف انہیں شدت سے محسوس ہوتی ہے ......
3. ہمہ وقت تمہاری بھلائی کی تڑپ میں مبتلا ہیں......
4. اہل ایمان پر شفیق ومہربان ہیں......

......فرمایا اے پیغمبر (ﷺ)! پھر بھی لوگ آپ سے منہ موڑیں تو آپ فرمادیجئے اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا کہ وہ مالک ہے عرش عظیم کا......سورۃ توبہ کا بیان مکمل ہوا۔

سورۃ یونس مکیہ ①

حضور ﷺ کی قبل از بعثت زندگی، کفار کے لئے چیلنج

سورۂ یونس کی ابتدائی آیات توحید ورسالت، اللہ کی تخلیقات اور اہل اسلام و اہل کفر کے انجام کے بیان پر مشتمل ہیں۔ آیت نمبر ۱۶ میں حضور ﷺ کی حقانیت کے

① یہ قرآن کریم کی دسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اکیاون (۵۱) نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۱، تعداد آیات ۱۰۹، کلمات ۱۸۶۱، حروف ۷۷۳۳ ہیں۔

موضوعِ سورۃ: دعوت الی القرآن

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ یونس کا سورۂ توبہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلے سے توحید ورسالت حقانیت قرآن اور قیامت کا اثبات کیا جارہا ہے بعض تہدیدی قصے بیان فرمائے گئے اس سورۃ کا حاصل بھی یہی چند مضامین ہیں اول اثباتِ توحید، ثانی اثبات رسالت، ثالث اثباتِ قرآن، رابع اثبات معاد، خامس تہدید، بعض قصص، اور مضمون اول کے ضمن میں ابطالِ شرک، ثانی کے ضمن میں اس کے متعلق بعض شبہات کا جواب ثالث کے ضمن میں اس کی تکذیب پر اور رابع کے ضمن میں جزا وسزا، اور فناءِ دنیا کا بیان اور مضمون خامس کے ضمن میں بعض شبہات کا جواب اور آپ کی تسلی مذکور ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ثبوت کے طور پر آپ ﷺ کی قبل از بعثت چالیس سالہ زندگی کو بطور چیلنج پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے یہ طویل ایام جن لوگوں میں گزارے انہیں آپ ﷺ میں کوئی عیب کبھی بھی نظر نہ آیا، بلکہ انہی لوگوں نے آپ ﷺ کو صادق اور امین کا لقب دیا اور معزز و محترم گردانا، اور جب آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو اچانک بگڑ گئے اور راستے میں کانٹے بچھانے اور رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں نے اپنی زندگی تمہارے درمیان گزاری ہے، تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

کشتی میں سوار مشرکین کا رویّہ

مشرکین پر واضح فرمایا کہ اللہ وہی ہے جو تمہیں جنگلوں اور دریاؤں میں پھراتا ہے۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ جب تم کشتی پر بیٹھتے ہو اور وہ پانی کا سینہ چیر کر چلتی

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

یہ سب مضامین کفار کے ساتھ محاجہ میں ذکر فرمائے گئے۔ اس سے پہلی سورۃ میں بھی انہی سے محاجہ تھا فرق صرف یہ ہے کہ وہاں محاجہ سنانی کا ذکر ہے اور یہاں محاجہ لسانی کا، نیز وہاں کفار کے مختلف فرقوں سے تھا اور یہاں صرف مشرکین سے، چنانچہ آیات میں غور کرنے سے یہ سب امور ظاہر ہو سکتے ہیں اس بیان سے دونوں سورتوں اور اس سورۃ کے اخیر میں بھی تناسب وارتباط ظاہر ہو گیا۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا عبرت انگیز قصہ ہے اس لئے یہ سورۃ صحابہ میں سورۃ یونس کے نام سے نامزد ہو گئی۔

دعویٰ "تلک آیات الکتاب الحکیم" (سورۃ یونس کی سب سے پہلی آیت) نتیجہ "واتبع ما یوحی الیک" الآیۃ (سورۃ یونس کی سب سے آخری آیت) شواہد شاہد وہ چیز ہے جس میں کسی طریقہ سے موضوع کا ذکر آ جائے۔ (۱) کان للناس عجبًا (۲) ان الذین لا یرجون لقاء نا (۳) ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت (۴) جاء تھم رسلھم بالبینات (۵) اذا تتلٰی علیھم ایاتنا (۶) قل ھل من شرکائکم (۷) وما کان ھٰذا القرآن ان یفتریٰ. (۸) ام یقولون افتریٰ (۹) ومنھم من یؤمن بہٖ ومنھم من لا یؤمن بہٖ (۱۰) یاایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ (۱۱) وما تکون فی شأنٍ وما تتلوا منہ من قرآنٍ (۱۲) الذین امنوا وکانوا یتقون (۱۳) واتل علیھم نباء نوح (۱۴) واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا (۱۵) ثم بعثنا من بعدہٖ رسلًا (۱۶) ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ (۱۷) فان کنت فی شکٍّ مّما انزلنا الیک (۱۸) ولا تکونن من الذین کذبوا (۱۹) ولو شاء ربک (۲۰) قل یاایھا الناس ان کنتم فی شکٍّ (۲۱) قل یاایھا الناس قد جاء کم الحق من ربکم

ہے، جب تمہیں ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا کا جھونکا آتا ہے تو خوشی سے اچھلتے ہو اور جب دریا کی موجیں کشتی کو گھر لیتی ہیں اور تمہیں اپنی ہلاکت نظر آنے لگتی ہے تو اس وقت تمہیں سب جھوٹے اور نکمے ناکارے خدا بھول جاتے ہیں اور نہایت خلوص کے ساتھ اللہ واحد کو صدائیں دینے لگ جاتے ہو کہ اے اللہ تو ہمیں بچالے گا تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کریں گے چنانچہ اللہ تمہیں بچالیتا ہے تو زمین پر آ کر پھر ناحق ہڑ بونگ مچانے لگ جاتے ہو۔ سنو لوگو! تم اپنی شرارت کا نتیجہ بھگتو گے، دنیا کی چند روزہ زندگی سے فائدہ اٹھالو، پھر تمہیں ہمارے پاس آنا ہے، جو کچھ تم کرتے رہے ہو ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے۔

قدرتِ خداوندی کے دلائل

دنیا کی زندگی کی مثال تو یہ ہے کہ ہم نے بارشیں برسائیں، زمین نے تمہارے لئے سبزیاں اور تمہارے جانوروں کے لئے سبزہ اگایا۔ جب ہر طرف سبز چادر بچھ گئی اور زمین والے پرامید ہو گئے کہ فصل کاٹیں گے اچانک رات کی تاریکی یا دن کے اُجالے میں ہمارا حکم پہنچا اور ساری کھیتی دیکھتے ہی دیکھتے اجڑ گئی۔ یوں لگا جیسے یہاں کچھ تھا ہی نہیں! ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ غور و فکر والوں کیلئے!......

قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس دن ان سب کو جمع کریں گے۔ پھر شرک کے روگیوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے جھوٹے خدا کھڑے ہو جاؤ اس دن ہمارے دبدبے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے منکر ہو جائیں گے اور جھوٹے خدا کہیں گے تم ہماری بندگی تو نہ کرتے تھے! اللہ گواہ ہے کہ ہمیں تمہاری بندگی کی خبر بھی نہیں تھی۔

قرآن کے منکرین کو چیلنج

فرمایا، اے پیغمبر آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ تمہیں کون آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا؟ کون نکالتا ہے زندہ (انسان)

کو مردہ (بے جان پانی) سے؟ اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے؟ اور کون کام سنوارتا ہے۔ تو بول اٹھیں گے کہ اللہ!...... آپ فرمادیجئے پھر ڈرتے کیوں نہیں ہو؟......

فرمایا، یہ قرآن کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کسی نے صادر کیا ہو، بلکہ یہ تو سابقہ آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے اور رب العالمین کی طرف سے تم پہ لکھی گئی چیزوں کو بیان کرتا ہے اگر تم یہ کہتے ہو کہ محمد ﷺ اسے بنالائے ہیں تو جاؤ اس کے مقابلے میں کوئی مختصر سی سورت بنا کر لاؤ اور یہ کام تم نہ کرسکو تو جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اگر تم سچے ہو تو انہی سے ہی یہ کام کرالاؤ!

فرمایا، اے پیغمبر! اگر تمہیں یہ جھٹلائیں تو فرمادیجئے جو میں نے کیا ہے مجھے ملے گا، جو تم کر رہے ہو وہ تمہیں ملے گا۔ تم میرے ذمہ دار نہیں، میں تمہارا ذمہ دار نہیں۔

فرمایا پھر ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ ﷺ کی طرف کان لگا لگا کر بیٹھتے ہیں لیکن دل میں ایمان اور حق طلبی کا ارادہ نہیں ہے۔ تو کیا آپ ان بہروں کو قرآن سنائیں گے؟ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کو اور آپ کے معجزات و کمالات کو دیکھتے ہیں جبکہ طلب حق کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے، تو کیا آپ ﷺ ایسے اندھوں کو راہ دکھائیں گے؟ اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا، بندے ہی خود پر ظلم کرتے ہیں۔

فرمایا، اے پیغمبر! آپ فرمادیں کہ میں خود بھی اپنے برے بھلے کا مالک نہیں، وہ تو فقط اللہ ہی ہے۔ ہر گروہ کا ایک وعدہ مقرر ہے جب وہ وعدہ آپہنچے گا تو پیچھے سرک سکیں گے اور نہ آگے سرک سکیں گے۔ فرمایا کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے جب تم پر عذاب واقع ہو جائے گا؟ خواہ موت کے وقت یا اس سے پہلے ہی؟ مگر اس وقت تمہارے ایمان کے جواب میں یہ کہا جائے گا "اب ایمان لائے ہو جب وقت گزر چکا"۔

قرآنِ کریم کی چار خصوصیات

فرمایا، اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفاء آئی ہے اور اہل ایمان کے لئے رحمت آ گئی ہے۔ یہاں قرآن

کریم کی چار خصوصیات ارشاد فرمائیں:

① **موعظہ:** ایسی باتیں جنہیں سن کر انسان کا دل نرم ہو۔ بقول مفتی اعظمؒ قرآن کریم اوّل سے آخر تک موعظۂ حسنہ کا نہایت بلیغ مبلغ ہے اس میں ہر جگہ وعدہ کے ساتھ وعید، ثواب کے ساتھ عذاب، دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی کے ساتھ ناکامی اور گمراہی وغیرہ کا ایسا ملا جلا تذکرہ ہے جس کو سن کر پتھر بھی پانی ہو جائے۔

② **شفاء:** قرآن مجید دلوں کی بیماریوں کا کامیاب علاج اور صحت و شفاء کا نسخۂ اکسیر ہے بہت سے مفسرین کرام قرآن کریم کو ہر بیماری کی شفاء تسلیم کرتے ہیں۔ روحانی ہو یا جسمانی۔

③ **ھدیٰ:** تیسری صفت ہدایت ہے۔

④ **رحمۃ:** چوتھی صفت رحمت ہے۔

اولیاء کرام کی عظمت

آیت نمبر ۲۶ سے اولیاء اللہ کی عظمت واضح ہوتی ہے اور ''اولیاء اللہ'' (یعنی اللہ کے دوست) وہ ہیں۔ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے احکام پر عمل پیرا رہتے ہیں، فرمایا کہ ان پر دنیا میں کوئی خوف اور آخرت میں کوئی غم نہیں۔ اللہ کی عظمت و محبت اور خوف و خشیت ان لوگوں پر ایسی چھائی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی رنج و راحت اور سود و زیاں کی انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں بشارت کا مستحق قرار دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی

چند آیات میں ایک بار پھر توحید بیان فرمانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ارشاد فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم میں تمہیں وعظ و نصیحت کرتا ہوں اور تم اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہو۔ اگر تم زیادہ ہی تنگ آ چکے ہو تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں میرے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر گزرو! میں نے تم سے کبھی وعظ و نصیحت کے عوض کوئی مزدوری طلب نہیں کی۔ میری مزدوری تو اللہ کے

ذمہ ہے اور مجھے اللہ کی طرف سے فرمانبرداری کا حکم ہے۔

چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ قوم جب شرک سے باز نہ آئی اور ساڑھے نو صدیاں گزر گئیں تو حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم نے زمین و آسمان سے پانی کے ریلے چھوڑ دیئے۔ نوح اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں سوار کرا کر بچالیا اور جو لوگ ہماری آیات کا تمسخر اڑاتے تھے، انہیں غرقاب کر ڈالا۔

فرعون کی غرقابی

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے جادوگر سمجھا اور ملک بھر سے جادوگروں کو بلا کر مقابلے کا میدان لگایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شریروں کے کام نہیں سنوارتا چنانچہ فرعون کو عبرتناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد ازاں فرعون کو بحیرۂ قلزم کی موجوں میں غوطے کھا کھا کر ہلاک ہونا پڑا۔ جب وہ ڈوبنے لگا تو دہائیاں دے کر کہہ رہا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا..... اب؟ اس سے پہلے تو تو گمراہی میں پڑا رہا۔ چنانچہ وہ پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ پھر اللہ کے حکم سے پانی نے اس کی لاش باہر پھینک دی اور آج تک وہ قاہرہ کے عجائب گھر میں ممی کی صورت میں موجود ہے۔

آیت نمبر ۹۸ سے حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ قوم نے اللہ کا عذاب آتے دیکھا تو فوراً ایمان لائی اور تائب ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے عذاب کو ٹال دیا۔ تفصیلات آگے بیان ہوں گی۔

اللہ کی طرف سے بوساطتِ آنحضرت ﷺ، انسانوں کو چند نصیحتیں

آیت نمبر ۹۹ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے، لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس نے لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا، تو اے پیغمبر! کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں کہ وہ ایمان لے ہی آئیں؟ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لے آنا اس کی مشیت کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر کفر کی گندگی واقع کر دیتا ہے۔ یہاں بے عقلوں

سے مراد نرے بیوقوف اور پاگل نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو دنیاوی امور میں تو نہایت چالاک ہیں لیکن دین کے معاملے میں بیوقوفی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگلی چند آیات میں انہی لوگوں کی تحدید کا بیان ہے۔ فرمایا اے پیغمبر! آپ ارشاد فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین میں شک کرتے ہو تو صاف سن لو کہ میں ان جھوٹے خداؤں کی عبادت ہرگز نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو بلکہ میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے ، اور اسی ذات نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایمان والوں میں رہوں اور یہ کہ دینِ حنیف کی طرف رخ سیدھا رکھوں اور مشرکین میں سے ہرگز نہ بنوں، اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکار جو تیرا بھلا اور برا نہ کر سکے کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو یہ شرک ہو گا اور شرک ظلمِ عظیم ہے، لہٰذا ایسا کرنے سے تو بھی ظالم ہو جائیگا۔ مزید فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کچھ تکلیف پہنچا دے تو کوئی اسے نہیں ہٹا سکتا اور اگر وہ تجھے کچھ بھلائی عطا فرمائے تو کوئی تجھے اس سے محروم نہیں کر سکتا۔ وہ تمام قدرتوں کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ فرما دیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دینِ حق پہنچ چکا ہے۔ اب جس کا جی چاہے راہ پائے اور جو بھٹکے سو بھٹکے، میں تم پر کوئی وکیل نہیں مقرر کیا گیا۔

سورة هود مكية ①

گیارہویں پارے کے آخر میں سورۃ ہود شروع ہو رہی ہے۔ اس کی ابتدائی پانچ آیات میں قرآنِ مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے، کہ یہ اپنی آیات، معانی اور مضامین کے اعتبار سے محکم کتاب ہے۔

۞۞۞۞

① یہ قرآن کریم کی گیارہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۲ نمبر پر ہے۔ جس میں ۱۰ رکوع آیات ۱۲۳ اور کلمات ۱۹۳۶ اور کل حروف ۷۹۲۴ ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ ہود کا سورۂ یونس کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ یونس میں الوہیت و حقانیت قرآن و رسول اور کفر کا بطلان اور اس پر وعید کا بیان تھا اور سورۂ ہود میں کفار کا ہلاک ہونا اور مومنین کا نجات پانا اور دونوں کے لئے وعدہ اور وعید کا ذکر ہے۔

پارہ (۱۲) ومامن دابۃ
خلاصۂ رکوعات

بارہویں پارے کواس کے پہلے جملے "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" کی مناسبت سے "وما من دابة "کہاجاتا ہے۔یہ سورۃ ہود کے رکوع نمبر۲ سے شروع ہوکر سورۃ یوسف کے رکوع نمبر۶ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ ہود کے رکوع نمبر۲ میں ہے(۱) منکرین توحید، رحمتِ الٰہی کو زوالِ مصائب کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ ایک اتفاقی امر جانتے ہیں (۲) اطاعتِ کتاب اللہ سے جی چراتے ہیں، اسے بیکار بنانے کے لئے طرح طرح کے حیلے تراشتے ہیں۔ (۳) یہی ان کے خسران کا باعث ہوگا اور اہل توحید کامیاب ہوں گے۔آیت ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۲۱، ۲۳

رکوع نمبر۳ میں تذکیر بایام اللہ کا بیان، حضرت نوح علیہ السلام توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں۔آیت ۲۶

رکوع نمبر۴ میں معاندین توحید بالآخر برباد ہوتے ہیں۔دیکھئے آیت ۴۴

رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بایام اللہ واقعۂ قومِ عاد (۱) انہیں توحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے(۲) انکار کے باعث ہلاک ہوتے ہیں۔دیکھئے آیت ۵۰، ۶۰

رکوع نمبر ۶ میں تذکیر بایام اللہ (۱) قوم ثمود نے دعوتِ توحید کو رد کیا

(۲) اور ہلاک ہوئی۔ دیکھئے آیت ۶۱، ۶۷

رکوع نمبر ۷ میں تذکیر بایام اللہ کا بیان ہے، مزید واضح فرمایا کہ قومِ لوط تعلق باللہ بگاڑنے کے باعث ہلاک ہوئی ہے۔ دیکھئے آیت ۷۸، ۸۲

رکوع نمبر ۸ میں تذکیر بایام اللہ (۱) شعیب علیہ السلام کی دعوت الی التوحید (۲) قوم کا انکار کے باعث ہلاک ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۸۴، ۹۴

رکوع نمبر ۹ میں تذکیر بایام اللہ (۱) فرعون کا جرم خلق اللہ کو اللہ تعالیٰ سے توڑنا تھا (۲) اس لئے تابع اور متبوع دونوں ملعونین ہوئے (۳) تمام برباد شدہ قوموں کا جرم انکارِ توحید ہی تھا۔ دیکھئے آیت ۹۷، ۹۹، ۱۰۱

رکوع نمبر ۱۰ میں ہے (۱) آپ کی دعوت پر بھی مخالفین ویسے ہی سر اٹھائیں گے (۲) آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شاغل رہیں، اسی پر اعتماد کریں پھر دیکھیں کیا نتائج نکلتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳

سورۃ یوسف کے رکوع نمبر ۱ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعبیر سرفرازی کا بیان ہے، دیکھئے آیت ۴، ۶

رکوع نمبر ۲ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی علیحدگی کی درخواست اور ان کا القاء فی غیابات الجب بیان ہوا۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۲، ۱۵

رکوع نمبر ۳ میں امتحان امانتِ حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ۔ دیکھئے آیت ۲۳

رکوع نمبر ۴ میں ہے کہ باوجود ثبوت برأت کے یوسف علیہ السلام کو بعض مصالح کی بنا پر انہوں نے جیل خانہ بھیجا۔ دیکھئے آیت ۳۵

رکوع نمبر ۵ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست کا چھوٹا امتحان۔ دیکھئے آیت ۴۱

رکوع نمبر ۶ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست کا ایک بڑا امتحان مذکور ہے۔ دیکھئے آیت ۴۷ تا ۴۹

درس (۱۲)

ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے

سورۃ ہود کی آیت نمبر ۶ سے بارہویں پارے کا آغاز ہوا۔ فرمایا کہ انسان سمیت زمین پر چلنے والے ہر جاندار کی روزی کا مسئلہ اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، وہ جہاں کہیں بھی چلا جائے اس کی روزی اس کے پاس پہنچتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر بہت سے انسان اور جانور بھوکے پیاسے کیوں مرتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ رزق کی ذمہ داری اسی وقت تک ہے جب تک عمر پوری نہیں ہو جاتی۔ جس طرح موت کا عام سبب امراض وغیرہ ہوتے ہیں۔ کبھی چوٹ، زخم، غرق ہو جانا یا جل جانا موت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک سبب رزق کا بند ہو جانا بھی ہے۔

اللہ کی وسیع قدرت اور انسان کی بے قدری

آیت نمبر ۷ سے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں علم اور وسیع قدرت کا بیان ہو رہا ہے۔ اس نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ جبکہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ یعنی پانی ان چیزوں سے پہلے پیدا کیا گیا (موجودہ سائنسی تحقیقات بھی اس تصدیق کرتی ہیں) آسمان وزمین کی تخلیق بذات خود کوئی مقصد نہیں تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ زمین پر بسایا جانے والا اشرف المخلوقات انسان اپنی رہائش ومعاش کا فائدہ بھی حاصل کرے، اور ان چیزوں میں غور کر کے اپنے رب کو بھی پہچانے، منکرین قیامت کا یہ حال ہے کہ جو چیز انہیں سمجھ نہ آئے اسے جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ اور پیغمبروں سے برملا کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ آ کیوں نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بے حوصلہ اور جلد باز نہیں لیکن جب عذاب بھیج دیں تو اسے ٹالنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

انسان فطری طور پر غیر مستقل مزاج اور عجلت پسند ہے ہم انسان کو کوئی نعمت دے کر پھر واپس لے لیں تو وہ ناشکرا اور ناامید ثابت ہوتا ہے اور اگر کسی تکلیف کے بعد اسے اپنی نعمتوں کا مزا چکھادیں تو شکر کرنے کی بجائے اکڑنے اور اترانے لگ جاتا ہے۔ البتہ صبر والے اور اعمال صالحہ کے حاملین اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ جو شخص دنیا کی عارضی زندگی کی لذتیں ہی پسند کرتا ہے اور آخرت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، ہم اسے اس کا مقصود دنیا میں ہی دے دیتے ہیں، اور آخرت میں اس کیلئے جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم اور بیٹے کا انجام

آیت نمبر ۲۵ سے حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو، قوم کے سرداروں نے حقارت بھرے لہجے سے کہا کہ تو ہمیں عام آدمی نظر آتا ہے اور تیرے پیچھے چلنے والے بھی ہمارے کمی کمین ہیں۔ ہمیں تو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم میں تم سے دعوت حق کا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ کیونکہ مجھے اللہ سے اجر مل جائے گا مجھے تمہاری جہالت کا افسوس ہے، قوم نے کہا کہ اے نوح! تو ہم سے بہت جھگڑتا ہے، جا اپنے رب کا عذاب ہم پر لے آ۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک نہایت صبر و تحمل کے ساتھ انہیں تبلیغ کی، ان کی جھڑکیاں سنیں، طعنہ زنی اور گستاخیوں کا سامنا کیا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح جو چند لوگ ایمان لا چکے ہیں، ان کے علاوہ اس ہٹ دھرم قوم میں سے ایک فرد بھی راہ راست پر نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپ ایک کشتی بنائیں جو آنے والے دنوں میں آپ کے کام آئے گی کیونکہ ہم اس قوم کو غرق کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک تین منزلہ بہت بڑی جہاز نما کشتی تیار کی قوم نے ہنسی مذاق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، یہاں تک کہ کشتی کو غلاظت سے بھر دیا۔ لیکن اللہ نے نہایت عجیب

طریقے سے اسی قوم کے ہاتھوں کشتی صاف کرائی اور ایسی صاف کرائی کہ اسے بالکل شفاف کرادیا اور جب اللہ کے عذاب کے آثار نظر آنے لگے اور خشک زمین سے یا روٹی پکانے کے تنور سے پانی پھوٹنے لگا۔ تو نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ خود بمع اہل و عیال اور تمام مومنین کے اس کشتی میں سوار ہو جائیں اور جو جانور انسانوں کی ضروریات میں سے ہیں مثلاً گائے بیل، بکری گھوڑا گدھا وغیرہ ان کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کرلیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد کی تعمیل کی اور اللہ کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو گئے یہ وہ جگہ تھی جہاں پینے کا پانی بھی بہت کم دستیاب ہوتا تھا۔ لیکن جب عذاب آنا شروع ہوا تو زمین بھی ہر طرف سے پانی اگلنے لگی اور آسمان سے بھی شدید بارش شروع ہو گئی تو حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے شام، حام، یافث اور ان کی بیویاں تو کشتی میں آچکے تھے۔ مگر چوتھا بیٹا کنعان جو مشرکوں سے ملا ہوا تھا، سوار نہ ہوا تو شفقت پدری سے مجبور ہو کر حضرت نوح علیہ السلام نے اسے آواز دی، بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ کافروں کے ساتھ مت ملو، اس بدبخت نے اب بھی اللہ کے عذاب کو مذاق سمجھا اور کہنے لگا ابا! آپ فکر نہ کریں میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پھر خبردار کیا کہ بدنصیب کس خیال میں ہو، آج کوئی اونچی عمارت یا پہاڑ کسی شخص کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لیکن بیٹے نے بات نہ مانی اور اسی حال میں ایک نہایت تند و تیز لہر نے اسے نگل لیا۔ تاریخی روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح کا پانی بڑے بڑے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز اور بعض روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔ (معارف القرآن)

طوفان کے ختم ہونے کا حال اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل لے، اے آسمان تو بھی تھم جا، چنانچہ زمین نے جو پانی اگلا تھا اسے اپنے اندر اتار لیا اور جو پانی اوپر سے بارش کی صورت میں برسا تھا اس کو قدرت نے دریاؤں اور نہروں کی شکل دے دی۔ (تفسیر قرطبی ومظہری)

قوم ساری غرق ہوگئی اور اللہ کا امر پورا ہوگیا اور نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اور کشتی میں موجود اہل ایمان اور تمام مخلوقات نے شکرانے کا روزہ رکھا۔ (مظہری وقرطبی ومعارف)

طوفان کے دوران جب نوح علیہ السلام کے بیٹے نے آپ کا حکم ماننے سے انکار کردیا تھا تو حضرت نوح نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ! آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تیرے گھر والوں کو طوفان سے بچاؤں گا، میرا بیٹا جو میرے گھر کا ہی فرد ہے ڈوب رہا ہے اسے بچا لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یہ لڑکا آپ کے اہل و عیال میں نہیں رہا کیونکہ اس کا عمل اچھا نہیں، آپ کو نہیں چاہئے کہ مجھ سے اس بارے میں سوال کریں ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ آپ جاہلوں میں داخل نہ ہوں۔

قوم عاد کی سرکشی اور اس کا انجام

اس واقعہ کے بعد آیت نمبر ۵۰ سے حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ہے جنہیں قوم عاد کی طرف بھیجا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام کی تبلیغ کے جواب میں قوم نے آپ کا تمسخر اڑایا، یہ قوم اپنے ظاہری جسمانی ڈیل ڈول اور قوت وشجاعت کے اعتبار سے دنیا بھر کی ممتاز ترین قوم تھی لیکن شرک جیسے موذی مرض میں مبتلا تھی۔

قوم کی طرف سے نہایت ناروا سلوک کی بنا پر آپؑ نے پیغمبرانہ شجاعت کی بناء پر دوٹوک الفاظ میں انہیں کہا کہ میں تمہارے جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں، تم اور تمہارے بت اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو بگاڑ لو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ ساتھ ہی اس قوم کو اللہ کے غضب سے ڈرایا۔ لیکن انہوں نے کسی چیز پر کان نہ دھرا۔ اور اپنی سرکشی پر قائم رہے تو اللہ کا عذاب ہوا کے طوفان کی صورت میں نازل ہوا۔ جس نے مکانات اور درختوں کو جڑوں سمیت اکھاڑ دیا۔ انسان اور جانور تند وتیز ہوا میں اڑ اڑ کر آسمان کی بلندیوں کو چھونے اور وہاں سے گر گر کر ہلاک و برباد ہونے لگے۔ ہر طرف انسانی چیخ وپکار سنائی دیتی تھی جو رفتہ رفتہ اس وقت تھمی جب قوم عاد اپنے بغض و

عناد سمیت صفحہ ہستی سے ملیا میٹ ہو چکی تھی۔

قومِ ثمود کا انجام

حضرت ہود علیہ السلام کے واقعہ کے بعد آٹھ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ ہے جو قوم عاد کی دوسری شاخ ''ثمود'' کی طرف بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی قوم نے حسب عادت جھٹلایا اور ایک شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کیا وہ شرط یہ تھی کہ ہمارے سامنے پہاڑ میں سے ایک دس سال کی حاملہ اونٹنی برآمد ہو، وہ ہمارے سامنے بچہ جنے اور ساری قوم اس اونٹنی کا دودھ پیئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں خبر دار کیا کہ منہ مانگا معجزہ اگر اللہ نے ظاہر کر دیا اور پھر بھی تم ایمان نہ لائے تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ اور سب ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔ مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے چنانچہ ان کے سامنے انہی کی پیش کردہ شرائط کے مطابق اونٹنی برآمد ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس اونٹنی کو نقصان نہ پہنچائیں مگر وہ اس پر بھی قائم نہ رہے اور ایمان بھی نہ لائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ایمان والے ساتھیوں کو بچالیا اور باقی قوم کو ایک زبردست ہیبت ناک آواز کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا یہ واقعہ اونٹنی کو ذبح کئے جانے کے تین روز بعد پیش آیا اور جس آواز کے ذریعے انہیں ہلاک کیا گیا وہ حضرت جبرائیل کی تھی۔ جس میں ساری دنیا کی بجلیوں کی کڑک سے زیادہ ہیبت تھی۔ انسانی قلب و دماغ اسے برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ سب کے دل پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد اور فرزند کی خوشخبری

آیت نمبر ۶۹ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے آپ کی اپنی اہلیہ حضرت سارہؓ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دونوں اولاد کی تمنا میں بوڑھے ہو چکے تھے مگر نخل امید سرسبز نہیں ہوا تھا۔ بظاہر اب اولاد کی کوئی امید ہی نہیں تھی کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی یہ بھی بتایا کہ اسحاق علیہ السلام

میں سے پھر یعقوب علیہ السلام پیدا ہونگے۔ فرشتے چونکہ انسانی شکل میں آئے تھے۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے انہیں عام مہمان سمجھ کر ان کی مہمان نوازی شروع کردی اور بکرا بھون کر سامنے لا رکھا۔ مگر وہ چونکہ فرشتے تھے جو کھانے پینے سے پاک ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو پریشانی ہوئی کہ یہ مہمان نہیں معلوم ہوتے ممکن ہے کسی فساد کی غرض سے آئے ہوں۔ فرشتوں کو جب ان کا اندیشہ معلوم ہوا تو انہوں نے وضاحت کی کہ ہم انسان نہیں اللہ کے فرشتے ہیں، آپ کو اولاد کی بشارت دینے کے علاوہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب مسلط کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضرت سارہؓ پردہ کی اوٹ سے یہ گفتگو سن رہی تھیں جب انہیں معلوم ہوا کہ انسان نہیں فرشتے ہیں تو پردہ کی ضرورت نہ رہی، بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری سن کر ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کیا میں بڑھیا ہو کر اولاد جنوں گی؟ اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا تم اللہ کے فیصلے پر تعجب کرتی ہو؟ جبکہ تم بارہا اللہ کی قدرت کا مشاہدہ بھی کر چکی ہو کہ اس خاندان پر اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی رحمت و برکت نازل ہوتی رہتی ہے" اب ابراہیم علیہ السلام کو فکر لاحق ہوئی کہ قوم ہلاک ہو جائے گی تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی سفارش شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے تحمل والا اور نرم دل آدمی ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام سفارش کا فائدہ نہیں، جب اللہ کا حکم آجاتا ہے ٹل نہیں سکتا۔

قوم لوط علیہ السلام پر اللہ کا عذاب

اللہ کے فرشتے یہاں سے روانہ ہو کر دس بارہ میل کے فاصلے پر حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے، لوط علیہ السلام کی قوم دنیا کی وہ غلیظ ترین قوم ہے جس نے روئے زمین پر سب سے پہلے لڑکوں سے بدفعلی کا آغاز کیا اور اجتماعی طور پر اس غلاظت میں لت پت ہوگئی۔ یہ بدبخت لوگ اپنی عورتوں سے نفور تھے اور سرعام لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے اللہ کے فرشتے جب لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو لوط علیہ السلام پریشان ہو گئے کیونکہ فرشتے

خوبصورت بے ریش لڑکوں کی صورت میں تھے، حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی (جو کافروں سے ملی ہوئی تھی) نے خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر فوراً جا کر قوم کو آگاہ کیا تو قوم کے لفنگے فوراً لوط کے مکان پر چڑھ دوڑے، حضرت لوط علیہ السلام پریشان حال ان کی خباثت سے بے حد رنجیدہ ہو کر سامنے تشریف لائے اور وہ جملہ کہا جسے سن کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ فرمایا میں اپنی پاکیزہ اور عفت مآب لڑکیاں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں، لیکن اللہ کے لئے مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل مت کرو۔ آہ! کیا تم میں ایک بھی نیک چلن آدمی نہیں ہے؟ قوم نے کہا لوطؑ تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں ہم جو چاہتے ہیں تجھے معلوم ہے''۔ لوطؑ نے گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا اور قوم دروازہ کھولنے پر مصر تھی۔

فرشتوں نے جب قوم کو رسے تڑواتے اور پیغمبر کو لرزاں و ترساں دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ دروازہ کھول دیں۔ ہم انسان نہیں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ (ان میں حضرت جبرئیلؑ بھی شامل تھے) اب ہم ان کو عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ سن کر دروازہ کھول دیا جبرئیل نے اپنے پر کا اشارہ ان کی آنکھوں کی طرف کیا جس سے سب اندھے ہو گئے اور بھاگنے لگے۔ فرشتوں نے بحکم ربانی حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ اور پیچھے مڑ کر کوئی نہ دیکھے۔ صبح کے وقت قوم پر عذاب آئے گا۔ حضرت لوط قوم کی خباثت سے اس قدر دلبر داشتہ تھے کہ فرمانے لگے اتنی دیر؟ فرشتوں نے عرض کیا حضرت کیا صبح قریب نہیں؟ یہ قوم چار شہروں میں آباد تھی چنانچہ جب اللہ کا حکم ہوا تو جبرئیل نے اپنا پر ان چاروں شہروں کے نیچے لے جا کر اس طرح انہیں اوپر اٹھایا کہ ہر چیز اپنی جگہ رہی، پانی کے برتن سے پانی بھی نہیں گرا، آسمان کی طرف سے کتوں اور جانوروں اور انسانوں کی آوازیں آرہی تھیں، آسمان کی طرف سیدھا اٹھا کر لے جانے کے بعد انہیں پلٹ دیا گیا جو ان کے عمل خبیث کے مناسب حال تھا رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں

بھی کچھ لوگ قوم لوط کا عمل کریں گے جب ایسا ہونے لگے تو انتظار کرو کہ ان پر بھی وہی عذاب آئے گا جو قومِ لوط پر آیا ہے۔ (ملخص از معارف القرآن)

(آیت نمبر ۸۴ سے ۹۵ تک حضرت شعیبؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے جس کا خلاصہ پارہ نمبر ۹ کے درس میں بیان ہو چکا ہے)

آیت نمبر ۹۶ سے مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تذکرہ کے علاوہ فکرِ آخرت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام کو بوڑھا کر دینے والی آیت

آیت نمبر ۱۱۲ میں حضور ﷺ اور آپ کے متبعین کو استقامت اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ روح المعانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ شدید کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ بعض اکابر سے اس سلسلہ میں ایک خواب بھی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ تو سورۂ ہود میں ایسی کون سی بات ہے؟ فرمایا، اس میں جو استقامت اختیار کرنے کا حکم ہے اس نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات آپ ﷺ کے لئے تقویتِ قلب کا باعث ہیں۔

سورۃ یوسف مکیہ ①

یہ تقریباً ساری کی ساری سورۃ سیدنا حضرت یوسفؑ کی دلچسپ دلپذیر اور ایمان افروز داستان پر مشتمل ہے اور حضرت یوسف کو یہ انفرادی اعزاز حاصل ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایک ہی مقام پر آپ کا قصہ تفصیلی طور پر ارشاد فرمایا، اور اسے

① یہ قرآن کریم کی بارھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۲ آیات ۱۱۱ کلمات ۱۸۰۸ اور کل حروف ۷۱۶۶ ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ......رسول اللہ ﷺ کے مستقبل کے متعلق پیش گوئی۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

"احسن القصص" قرار دیا۔

یوسف علیہ السلام کا خواب اور یعقوب علیہ السلام کی نصیحت

یوسف علیہ السلام نے بچپن کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا خواب سنایا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں، ایک سورج اور ایک چاند کو دیکھا ہے کہ مجھے سجدہ کررہے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور خوابوں کا علم بھی

(گزشتہ صفحہ سے متعلقہ بقیہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں اللہ عزوجل نے "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ "الأية سے قصوں کی حکمت کا بیان کیا تھا اسی حکمت کے پیش نظر تقریباً اس پوری سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے۔ جس طرح پہلے قصوں سے آپ کو تسلی دینا مقصود تھا ایسے ہی اس قصہ سے بھی آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح آپ کے بھائی برادر بھی ناکام رہیں گے اور آپ ہر طرح منصور ومظفر ہوں گے۔

قصہ یوسف کے احسن القصص ہونے کی وجہ: اس قصہ کو احسن القصص کیوں فرمایا اس کی وجہ روح المعانی میں مختصر الفاظ میں یہ لکھی ہے کہ یہ قصہ ان امور پر مشتمل ہے۔ (۱) حسد ومحسود (۲) مالک ومملوک (۳) شاہد ومشہود (۴) عاشق ومعشوق (۵) قید ورہائی (۶) قحط وخوشحالی (۷) گناہ اور عفو (۸) فراق ووصال (۹) بیماری وصحت (۱۰) حل وارتحال (۱۱) عزت وذلت۔

قصہ کے نتائج: (۱) قضاء وقدر کا کوئی دافع ومانع نہیں ہے (۲) خدا جس کو کوئی چیز پہنچانا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکتا (۳) حسد سے حاسد ہی کو نقصان وخزلان ہوتا ہے (۴) صبر کشادگی کی کنجی ہے (۵) تدبیر کرنا عقل کی بات ہے (۶) اصلاح امور معاش میں عقل کام کی چیز ہے۔

خلاصۂ سورۃ: جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بعد التکلیف راحت اور سرفرازی نصیب ہوئی اور ان کے بھائی نادم ہوئے اسی طرح قریش مکہ بھی فتح مکہ کے روز نادم ہوئے۔

سورۃ یوسف کے خواص: جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر پی لے گا، خدا تعالیٰ سے رزق اور عزت طلب کرے گا، خدا اس کو یہ دونوں نصیب فرمائے گا۔ اور اگر مرد اس سورت کو لکھ کر اور تعویذ میں ڈال کر گلے میں ڈال لے اس کی عورت اس کو بہت دوست رکھے گی۔ جو شخص اپنے روزگار سے بیکار ہو جائے چاہئے کہ چاند کی پہلی جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے پھر جمعہ کی رات کو سونے کے وقت اس سورت کو پڑھے، پھر جمعہ کے دن نماز ظہر اور نماز عصر کے درمیان اس کو لکھے۔ اور روزہ کے افطار کرنے کے بعد بھی اس کو پڑھے۔ اور تہلیل اور تکبیر اور تحمید اور تسبیح اور استغفار ہر ایک سو بار پڑھ کر سو جائے، جب صبح ہو تو نیت یہ کرے کہ میں کسی پر ظلم نہ کروں گا، اور حق سے تجاوز نہ کروں گا اس کے بعد اس کو گھر سے باہر لٹکا دے، فوراً کام لگ جائے گا۔ یہ سورۃ امراضِ چشم اور بے گناہ قیدی کی رہائی کے لئے بھی مجرب ہے۔

جانتے تھے خواب سن کر پریشان ہوگئے اور فرمانے لگے کہ بیٹا یہ خواب اپنے بھائیوں کے آگے مت بیان کرنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارا خواب سن کر تم سے حسد کرتے ہوئے تمہیں ہلاک کرنے کی تدبیر کریں کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ دنیا کے جاہ و مال کی خاطر انسانوں کو ایسے کاموں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا تعارف

یاد رہے کہ یعقوب علیہ السلام کے کل ۱۲ لڑکے تھے ان میں سے ہر لڑکا صاحب اولاد ہوا، سب کے خاندان پھیلے چونکہ یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اس لئے یہ سب بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے۔ ان بارہ لڑکوں میں سے دس بڑے لڑکے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت لیا بنت لیان کے بطن سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے لیا کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا ان کے بطن سے دو لڑکے یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے باقی دس بھائی ''علاتی'' یعنی باپ شریک تھے۔ یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کا انتقال بھی یوسف علیہ السلام کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہوگیا تھا۔ (قرطبی، معارف القرآن)

یوسف علیہ السلام کے خلاف بھائیوں کا مشورہ

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد ماجد کی اپنے چھوٹے بھائی یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت دیکھی تو ان کے دل میں حسد پیدا ہوگیا جو یہاں تک پروان چڑھا کہ ایک دن آپس میں مل بیٹھے اور یوسف علیہ السلام سے چھٹکارے کی تدابیر سوچنے لگے۔ بعض نے یہ رائے دی کہ یوسف کو قتل کر دیا جائے، بعض نے کہا کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ کسی غیر آباد کنویں کی گہرائی میں ڈال دیا جائے اس طرح کانٹا بھی درمیان سے نکل جائے گا اور باپ کی توجہ بھی ہماری طرف ہوجائے گی اور اس سے ہمارے حالات درست ہوجائیں گے سب سے بڑے بھائی یہودا نے کنویں میں ڈالنے کی رائے دی تھی لہٰذا اسی رائے پر عمل ہوا۔

بیٹوں کی یعقوب علیہ السلام سے درخواست اور یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی منظوری

ایک روز سب بھائی اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، ابّا جان کیا وجہ ہے کہ آپ کو یوسفؑ کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں؟ حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں ہماری درخواست ہے کہ کل آپ اسے ہمارے ہمراہ سیر و تفریح کے لئے بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ بھی آزادی کے ساتھ کھائے پیئے اور کھیلے کو دے، ہم اس کی حفاظت کریں گے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اوّل تو مجھے اس نور نظر کے بغیر چین نہیں آتا دوسرے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے اسے بھیڑیا کھا جائے (یہ اس لئے فرمایا کہ علاقے میں بھیڑیوں کی کثرت تھی) کہنے لگے آپ کا یہ خطرہ عجیب ہے ہم دس آدمی ہیں اگر ہمارے ہوتے ہوئے اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہماری زندگی بے کار ہے، چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے مکمل عہد و پیمان لیا کہ یوسفؑ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے اور بڑے بیٹے کو خصوصی نصیحت کی کہ وہ یوسفؑ کی مکمل خبر گیری کرے گا اور جلد واپس لائے گا۔

برادرانِ یوسف کا پہلا ستم اور یوسف علیہ السلام کی کسمپرسی!

چنانچہ حسب پروگرام روانگی ہونے لگی، بھائیوں نے والد کے سامنے یوسف علیہ السلام کو اپنے مونڈھوں پر اٹھالیا، کچھ دور تک حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ان کو رخصت کرنے کے لئے باہر گئے۔ جب یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو جس بھائی نے مونڈھے پر اٹھا رکھا تھا اس نے یوسف علیہ السلام کو نیچے پٹخ دیا۔ یوسف علیہ السلام کم عمر تھے، ان کے ساتھ چلنے لگے، پھر دوڑنے کی نوبت آئی جب عاجز ہوئے تو دوسرے بھائی کی پناہ لی، اس نے بھی کوئی ہمدردی نہ کی تو تیسرے، چوتھے ہر بھائی سے امداد کو کہا مگر سب نے یہ جواب دیا کہ تو نے جو گیارہ ستارے اور

چاند سورج اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے تھے انہی کو پکار وہ تیری مدد کریں گے۔ (معارف بحوالہ قرطبی)۔

آخر میں یوسفؑ نے یہودا سے کہا کہ آپ بڑے ہیں میرے حال پر رحم کریں اور اس عہد کو یاد کریں جو والد ماجد سے آپ نے کیئے ہیں یہ سن کر یہودا کو رحم آیا اور اس نے اپنے دوسرے بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ بے گناہ کا قتل جرم عظیم ہے خدا سے ڈرو، اور یوسف کو والد کے پاس پہنچا دو البتہ اس سے یہ عہد لے لو کہ یہ باپ سے تمہاری شکایت نہ کرے بھائیوں نے کہا کہ ہم تمہارا مطلب جان گئے ہیں تم باپ کے دل میں اپنا مرتبہ بڑھانا چاہتے ہو سنو! اگر تم نے ہمارے ارادہ میں مزاحمت کی تو ہم تمہیں بھی قتل کر دیں گے...... بہر حال چلتے چلتے اس کنویں پر پہنچے جس میں یوسف کو پھینکنے کا پروگرام تھا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ ایک دن ایسا آئے گا جب تم اپنے بھائیوں کو ان کے یہ کرتوت یاد دلاؤ گے اور وہ کچھ نہ جانتے ہوں گے۔

مظلوم یوسف علیہ السلام کنویں کے اندر

اب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنا چاہا تو آپ علیہ السلام کنویں کی من سے چمٹ گئے، بھائیوں نے ایک کپڑے سے آپ علیہ السلام کے ہاتھ باندھے، یوسف علیہ السلام نے پھر رحم کی درخواست کی۔ لیکن بھائیوں نے وہی پہلا جواب دیا۔ پھر ایک ڈول میں رکھ کر کنویں میں لٹکایا۔ جب ڈول درمیان میں پہنچا تو رسی کاٹ دی اللہ تعالیٰ نے اپنے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی پانی میں گرنے کی وجہ سے کوئی چوٹ نہ آئی قریب ہی ایک پتھر کی چٹان نکلی ہوئی تھی آپ علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے اور تین روز اس کنویں میں رہے۔

برادرانِ یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے روبرو

ادھر عشاء کے وقت یہ بھائی روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس پہنچے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے رونے کی آواز سن کر باہر نکلے اور فرمایا کیا حادثہ ہوا؟

کیا تمہاری بکریوں کے ریوڑ پر کسی نے حملہ کیا ہے؟ اور یوسف علیہ السلام کہاں ہے؟ تو بھائیوں نے روتے ہوئے کہا کہ ابا جان! ہم نے آپس میں دوڑ لگائی اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا اس دوران بھیڑیا یوسف کو کھا گیا ہم کتنے ہی سچے ہوں آپ کو ہمارا یقین تو نہیں آئے گا۔ ساتھ ہی وہ کرتا اپنے والد کے سامنے بطور ثبوت پیش کیا جس پر خون کے دھبے لگے ہوئے تھے مگر وہ کہیں سے پھٹا ہوا نہیں تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتے کو کھولا اور ٹٹولا تو ساری کہانی بھانپ گئے اور فرمایا وہ کیسا حکیم اور عقلمند بھیڑیا تھا جس نے یوسف کو کھا لیا لیکن کرتہ نہیں پھٹنے دیا، یوسفؑ کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ تم نے ایک چال چلی تھی اب میرے لئے بہتر یہی ہے کہ صبر کروں اور جو کچھ تم نے کیا اس پر اللہ سے مدد مانگوں۔

یوسف علیہ السلام کی قافلے والوں کے ہاتھوں فروختگی

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کے غیظ و غضب کا شکار ہو کر کنویں میں جا پڑے۔ مومن کبھی جھوٹے سہاروں پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ہر حال میں اس کی نظر اپنے حقیقی ملجا و ماویٰ پر ہوتی ہے۔ مظلوم یوسف علیہ السلام صرف مومن ہی نہیں بلکہ مومن کامل تھے اور قدرت ان کے سر پر تاج نبوت سجانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ لہٰذا سب سے بڑے بھائی یہودا کے دل میں یوسف علیہ السلام کے حق میں جذبہ شفقت کو مزید ابھارا اور اس نے چوری چھپے اپنے معصوم بھائی کی خبر گیری اور اس کے پاس کھانا پہنچانا شروع کر دیا۔ تین دن اسی حالت میں گزرے۔ اسی دوران ملک شام سے مصر کی طرف جاتا ہوا ایک قافلہ راستہ بھول کر اسی جنگل میں آنکلا۔ ایک آدمی جس کا نام مالک بن دعبر تھا پانی لینے کے لئے کنویں پر پہنچا۔ جونہی اس نے ڈول ڈالا۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ کی مدد گردانتے ہوئے ڈول کی رسی پکڑ لی۔ مالک بن دعبر نے ڈول کھینچا تو پانی کی بجائے حسن و جمال کے پیکر ایک معصوم بچے پر نظر پڑی، پکار اٹھا ”خوشخبری ہو! کنویں سے لڑکا برآمد ہو گیا“ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ چرچا کرنے کی بجائے بچے کو

چھپالیا جائے اور اسے بیچ کر دولت سمیٹی جائے۔ ادھر یہودا جو روزانہ خبر گیری کے لئے آیا کرتا تھا کنویں پر پہنچا تو یوسف علیہ السلام کو اندر موجود نہ پاکر پریشان ہوا اور گھر جا کر اس نے باقی بھائیوں کو بتایا سب بھائی جمع ہو کر وہاں پہنچے تحقیق کرنے پر یوسف علیہ السلام قافلے والوں سے برآمد ہو گئے۔ بھائیوں نے قافلے والوں سے کہا کہ یہ لڑکا ہمارا غلام ہے۔ بھاگ کر یہاں آ گیا ہے تم نے اسے اپنے پاس چھپا کر اچھا نہیں کیا۔ قافلے والے سہم گئے کہ ہم چور سمجھ لئے گئے تو یہاں سے بخیریت بچ نکلنا ممکن نہیں رہے گا لہٰذا انہوں نے ''مالکان'' سے ''غلام'' کو خرید لینا ہی مناسب سمجھا اور ''بھاؤ تاؤ'' کرنے لگے۔ بالآخر چالیس یا اس سے بھی کم درہم دے کر انہوں نے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔ برادرانِ یوسفؑ اس معاملہ میں دراصل مال کے خواہشمند نہ تھے، ان کا اصل مقصد تو یوسفؑ سے جان چھڑانا یا باپ سے ہمیشہ کے لئے جدا کرنا تھا۔ اس لئے اتنی کم رقم پر سودا کر لیا اور جب قافلہ مصر کی طرف روانہ ہونے لگا تو کچھ دیر قافلے کے ساتھ چلے اور انہیں خبردار کیا کہ اس غلام کو بھاگ جانے کی عادت ہے لہٰذا اسے باندھ کر رکھا جائے اور نگرانی کی جائے۔ چنانچہ قافلہ والوں نے ان ہدایات پر عمل کیا اور یوسفؑ کو لے کر مصر پہنچ گئے۔

یوسف علیہ السلام کی مصر کے بازار میں فروختگی

مصر پہنچ کر قافلہ والوں نے اعلان کرادیا کہ کم عمر حسین وجمیل غلام ''برائے فروخت'' موجود ہے۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ اور بڑھ چڑھ کر بولیاں لگانے لگے یہاں تک کہ جسمانی وزن کے برابر سونا، اتنی ہی مشک اور اسی وزن کے ریشمی کپڑے قیمت لگی...... اور یہ قیمت ادا کی تھی جناب عزیز مصر نے جو مصر کے وزیر خزانہ تھے اور اصل نام ان کا قطفیر یا اطفیر تھا، عزیز مصر نے یوسفؑ کو لے جا کر اپنی بیگم راحیل کے سپرد کر دیا جس کا دوسرا نام زلیخا تھا عزیز مصر نے زلیخا کو ہدایت کی کہ اس غلام کو عام غلاموں کی طرح نہ سمجھے، اچھا ٹھکانہ دے اور ان کی ضروریات کا اچھا انتظام کرے۔

حسنِ یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی فریفتگی

یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے محل میں پرورش پانے لگے یہاں تک کہ جوان رعنا ہو گئے اور اللہ نے نبوت عطا فرمادی۔

اسی دوران عزیزِ مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئی اور نفسانی خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک روز آپ کو بالا خانے پر بلایا۔ تمام دروازوں کو بند کر دیا اور یوسف علیہ السلام کو گناہ پر مجبور کرنے لگی۔ یوسف علیہ السلام اسی عورت کے گھر میں اسی کی پناہ میں رہتے تھے۔ اس کے حکم کو نظر انداز کرنا آسان نہیں تھا۔ چنانچہ جب اپنے آپ کو ہر طرف سے گھرا ہوا پایا تو فوراً اللہ کی پناہ طلب کی۔ ساتھ ہی زلیخا سے کہا کہ تیرے شوہر نے میری پرورش کی اور مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، میں اس کے اہل خانہ پر دست درازی کروں؟ یہ بڑا ظلم ہے اور ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

زلیخا کا مکر، اور یوسف علیہ السلام کی بے گناہی

زلیخا کے دل میں تو گناہ کا پختہ ارادہ تھا۔ اور یوسف کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال (امر طبعی کے درجہ میں) ہو چلا تھا۔ ① جو کہ اختیار سے باہر ہے جیسے گرمی کے روزہ میں پانی کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے، گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک نہیں آتا۔ مگر چونکہ آپؑ اپنے رب کی برہان کو دیکھ چکے تھے اور مقام نبوت پر فائز ہو چکے تھے۔ لہٰذا یہ غیر اختیاری وسوسہ بھی فوراً دل سے نکل گیا اور زلیخا کے جارحانہ عزائم کو دیکھتے ہوئے آپ دروازے کی طرف دوڑے، وہ پیچھے سے آپ کو قابو کرنے کے لئے دوڑی اور پیچھے سے آپ کی قمیص میں ہاتھ ڈالا، جس کی وجہ سے آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی۔ دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے جب سب سے نچلے دروازے پر پہنچے تو

① مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''جوان حسین عورت کی طرف سے اور وہ بھی خلوت خصوصی میں مرد کی طرف پیش قدمی مرد کے لئے شوق وتحریک کا انتہائی حکم رکھتی ہے۔ اور مرد کا اس سے درجۂ طبعی میں متاثر ہونا ہرگز کسی مرتبۂ تقدس وتقویٰ کے منافی نہیں بلکہ عین اس کی بشریت اور صحتِ جسمانی کا ثبوت ہے۔ (تفسیر ماجدی)

عزیز مصر سے سامنا ہو گیا۔ زلیخا سہم گئی اور ہانپتے ہوئے کہنے لگی، ''جو شخص آپ کی بیوی سے فعل بد کا ارادہ کرے، اس کی سزا تو یہی ہو سکتی ہے کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے یا کوئی سخت قسم کی سزا دی جائے'' شاید یوسف اپنی پیغمبرانہ شرافت کی وجہ سے اس کا راز فاش نہ کرتے لیکن جب اس نے پہل کرتے ہوئے آپ پر تہمت جڑ دی تو مجبور ہو کر یوسف علیہ السلام نے بھی کہہ دیا کہ یہ اپنی خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو کر مجھے پھسلا رہی تھی۔

معاملہ بڑا نازک اور عزیز مصر کے لئے اس کا فیصلہ کرنا بڑا دشوار ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا عجیب کرشمہ دکھایا کہ اسی گھر میں ایک پنگوڑے میں لیٹا ہوا نومود بچہ جو بظاہر اس دنیا کی ہر چیز سے غافل اور بے خبر پڑا تھا، اچانک بول اٹھا کہ یوسف کے کرتے کو دیکھو اگر وہ آگے سے پھٹا ہے تب تو زلیخا کا دعویٰ صحیح اور یوسفؑ جھوٹے ہو سکتے ہیں اور اگر وہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ یوسف بھاگ رہے تھے اور زلیخا انہیں پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عزیز مصر نے جب دیکھا تو یوسفؑ کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا نظر آیا، تو اسے یقین ہو گیا کہ قصور زلیخا کا ہے، چنانچہ زلیخا سے مخاطب ہو کر بولا ''یہ سب تمہارا مکر ہے تم عورتوں کا مکر بڑا زبردست ہوتا ہے'' یوسفؑ سے مخاطب ہو کر کہا یوسفؑ تم اس واقعہ کو نظر انداز کر دو اور کسی سے بیان نہ کرو تاکہ رسوائی نہ ہو اور زلیخا سے کہا کہ تم اپنی خطا کی معافی مانگو، بیشک قصور تمہارا ہی ہے۔

خواتینِ مصر حسنِ یوسف علیہ السلام کی تاب نہ لاکر انگلیاں کاٹ بیٹھیں

لیکن ہوا یہ کہ ساری کوششوں کے باوجود یہ واقعہ چھپ نہ سکا اور درباری لوگوں کی عورتیں زلیخا کو لعن طعن کرنے لگیں کہ اتنے بڑے منصب پر فائز شخص کی بیوی اپنے نوجوان غلام پر فریفتہ ہو گئی، بڑی گمراہ عورت ہے۔

زلیخا نے یہ باتیں سنیں تو اپنے آپ کو مجبور ثابت کرنے اور عورتوں کے منہ بند کرنے کے لئے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ دستر خوان پر پھل سجائے عورتوں کو پھل

کاٹنے کے لئے چھریاں دیں۔ اسی دوران جبکہ عورتیں پھل کاٹ کاٹ کر کھانے میں مصروف تھیں زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو کسی کام کے لئے سامنے سے گزرنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی عورتوں کی نگاہیں یوسفؑ کے دلربا چہرے پر پڑیں، چھریاں چلیں اور پھلوں کی بجائے انگلیاں کٹ گئیں اور بدحواسی میں کہنے لگیں "یہ شخص انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے"۔

یوسف علیہ السلام زندانِ مصر میں

زلیخا بولی یہ وہی شخص ہے جس کا مجھے تم طعنہ دیتی تھیں۔ یہ میرے قابو میں نہیں آیا اور اگر اب بھی اس نے میری خواہش پوری نہ کی تو قید میں پڑ کر بے عزت ہو گا۔ یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی یہ دھمکی سنی تو فرمایا جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کام میں ملوث ہونے کی بجائے میں قید خانے کو پسند کرتا ہوں۔

اب تک شہر میں اس واقعہ کا چرچا ہو چکا تھا۔ اس کو ختم کرنے کے لئے عزیز مصر کو مصلحت اس میں نظر آئی کہ یوسف علیہ السلام کو بے گناہ ہونے کے باوجود کچھ عرصہ کے لئے جیل بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو حوالۂ زنداں کر دیا گیا۔

دو قیدیوں کے بتائے گئے خوابوں کی تعبیر

آیت نمبر ۳۶ سے جیل کی زندگی کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے، یوسفؑ کی خدمت میں دو قیدی حاضر ہوئے ان میں سے ایک بادشاہ کا سابق ساقی تھا اور دوسرا سابق باورچی۔ یہ دونوں بادشاہ کو کھانے اور شراب میں زہر ملا کر دینے کے شبہ میں پکڑے گئے تھے اور یوسفؑ کی عبادت، ریاضت اور بزرگی کے آثار دیکھ کر آپ سے متاثر تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں خود کو انگور کا شیرہ نچوڑ کر بادشاہ کو شراب پلاتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے اور اس میں سے جانور نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ دونوں نے درخواست کی کہ ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتائیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام تعبیر بتانے کی بجائے پہلے انہیں تبلیغ فرماتے ہیں اور

اپنا اعتماد ان میں مزید راسخ کرنے کے لئے اپنے اس معجزے کا ذکر کرتے ہیں کہ تمہارے لئے جو کھانا تمہارے گھروں سے یا کسی دوسری جگہ سے آتا ہے، اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس قسم کا کھانا اور کیسا اور کتنا اور کس وقت آئے گا، اور وہ ٹھیک اسی طرح نکلتا ہے۔ یہ کوئی رمل، جفر یا شعبدہ نہیں بلکہ میرا رب مجھے وحی کے ذریعے بتا دیتا ہے۔

اے میرے قید کے ساتھیو! تم ہی بتاؤ کہ انسان کے لئے بہت سے خداؤں کا پیروکار ہونا بہتر ہے یا صرف ایک اللہ کا بندہ بننا؟ اس دعوت و تبلیغ کے بعد ان کے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے ایک تو رہا ہو جائے گا اور ملازمت پر بحال ہو کر بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ جبکہ دوسرے پر جرم ثابت ہوگا، اسے سولی دی جائے گی اور جانور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

بادشاہِ مصر کا خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس کی تعبیر

جس شخص کو رہائی کی نوید ملی تھی اسے آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم رہا ہو کر جاؤ اور شاہی دربار میں پہنچو تو بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا کہ وہ بے گناہ قید میں پڑا ہے۔ مگر وہ شخص رہا ہو کر گیا تو اسے آپؑ کی بات یاد نہ رہی اور اس وجہ سے آپ کو سات یا نو سال مزید قید میں رہنا پڑا۔

اچانک بادشاہ مصر نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں، جنہیں سات لاغر اور کمزور گائیں کھا گئیں، اور سات سبز بالیں ہیں جنہیں خشک بالیں لپٹ گئیں اور انہیں بھی خشک کر دیا۔ بادشاہ یہ خواب دیکھ کر پریشان ہوا اور درباریوں سے اس کی تعبیر پوچھی، درباری اس کی تعبیر نہ بتا سکے، اچانک وہ شخص جو رہا ہو کر گیا تھا، وہ کھڑا ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی تعبیر پوچھ کر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے پہنچا اور بادشاہ کا خواب سنا کر تعبیر پوچھی، آپ نے تعبیر بتائی کہ سات سال تک حسب دستور غلے کی پیداوار

خوب ہوگی، بعدازاں سات سال قحط کے آئیں گے اور پھر آٹھویں سال خوب بارش اور پیداوار ہوگی۔ لہٰذا پہلے سات سالوں میں جو زیادہ پیداوار ہو، اسے گندم کے خوشوں ہی میں محفوظ رکھا جائے تاکہ خراب نہ ہو اور قحط کے سات سالوں میں اسے استعمال کیا جائے۔

یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا واضح اقرار

اس شخص نے جا کر بادشاہ کو خواب کی تعبیر سنائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مشورہ بھی پہنچایا۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ علیہ السلام کی فوری رہائی کا حکم دیا۔

یہاں یوسف علیہ السلام کا بے مثال صبر و استغناء ملاحظہ فرمائیے کہ رہائی کی خبر سنتے ہی فوراً باہر کی طرف بھاگنے کی بجائے آرام سے بیٹھے رہے اور قاصد سے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر یہ پوچھو کہ تمہارے نزدیک ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا کیا معاملہ ہے؟ اس واقعہ میں آپ مجھے قصوروار سمجھتے ہیں یا بے قصور؟ چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں کو طلب کیا اور حقیقت حال دریافت کی، سب عورتوں نے کہا یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں ہے۔ زلیخا نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے ہی انہیں ورغلانے کی کوشش کی تھی، وہ سچے ہیں۔



پارہ (۱۳) وما ابرئُ
خلاصۂ رکوعات

تیرہویں پارے کو اس کے پہلے جملے ”وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ“ کی مناسبت سے ”وما ابرئُ“ کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ یوسف کے رکوع نمبر ۷ سے شروع ہوتا ہے۔ سورۃ الرعد اور سورۃ ابراہیم مکمل ہونے کے بعد اس پارے کے آخر میں سورۃ الحجر شروع ہوتی ہے۔

سورۃ یوسف کے رکوع نمبر ۷ میں امتحانِ امانت وفراست کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی سرفرازی کا ذکر۔ دیکھئے آیت ۵۴

رکوع نمبر ۸ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی سرفرازی کے بعد کنعان میں قحط پڑنا اور پہلی دفعہ ان کے بھائیوں کا مصر میں آنا۔ دیکھئے آیت

رکوع نمبر ۹ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا دوبارہ آنا اور اپنے حقیقی بھائی کو حکمتِ عملی سے رکھ لینا۔ دیکھئے آیت ۶۹، ۷۶

رکوع نمبر ۱۰ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا تیسری دفعہ آنا اور آپس میں تعارف کرانا مذکور ہے۔ دیکھئے آیت ۸۸، ۹۰

رکوع نمبر ۱۱ میں بنی اسرائیل کے سارے خاندان کا مصر میں آنا اور بچپن والے خواب کی تعبیر کا انجام پانا۔ دیکھئے آیت ۹۹، ۱۰۰

رکوع نمبر ۱۲ میں فرمایا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں

عقلمندوں کے لئے پیش گوئی ہے۔ دیکھئے آیت ۱۱۱

سورۃ الرعد کے رکوع نمبر ۱ میں ہے (۱) نازل شدہ کتاب تو ضروریات کے مطابق تھی، لیکن معاندین اس کے ماننے سے انکار کرتے ہیں (۲) یہ لوگ رب کی تدبیر کا فقط ایک حصہ (مرئی) مانتے ہیں (۳) اور دوسرے سے انکار کرتے ہیں، اس لئے قرآن کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ دیکھئے آیت بالترتیب ۱، ۲، ۳، ۴، ۵

رکوع نمبر ۲ میں ہے (۱) علم الٰہی ان کی ہر حالت پر حاوی ہے (۲) اگر یہ لوگ اصلاح نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے پرواہ ہے۔ (۳) لیکن آئندہ چل کر اللہ تعالیٰ سے یہ بھی بھلائی کی اُمید نہ رکھیں۔ دیکھئے آیت ۸، ۹، ۱۱، ۱۸

رکوع نمبر ۳ میں ہے (۱) اس کتاب کو صحیح ماننے اور نہ ماننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ (۲) جس طرح دونوں کے طرزِ عمل میں فرق ہے، اسی طرح جزائے اعمال مین بھی فرق ہوگا۔ دیکھئے آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵

رکوع نمبر ۴ میں ہے (۱) مخالف کہتے ہیں کوئی ایسی نشانی ظاہر ہوتی جس سے ہمارے دل قرآن پر مطمئن ہو جاتے (۲) ایمان والوں کو اس ذکر الٰہی (قرآن حکیم) سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ (۳) قرآن مجید تو اعلیٰ درجہ کا مؤثر ہے، لیکن تمہارے دل پہاڑ، زمین اور مردوں سے بھی زیادہ بے کار ہو چکے ہیں۔ دیکھئے آیت ۲۷، ۲۹، ۳۱

رکوع نمبر ۵ میں ہے (۱) آپ سے پہلے بھی نبیوں کا تمسخر اڑایا گیا، ایسے لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی، پھر دنیا میں عذاب چکھایا۔ (۲) اس کے بعد آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دیکھئے آیت ۳۲، ۳۵

رکوع نمبر ۶ میں ہے (۱) اگر انہیں آپ کے بیوی بچوں سے شبہ ہو رہا ہے، تو کیا پہلے انبیاء علیہم السلام کے بیوی بچے نہ تھے، (۲) بہر حال آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔ دیکھئے آیت ۳۸، ۴۰

سورۃ ابراہیم کے رکوع نمبر ۱ میں بیان ہے کہ مقصدِ بعثتِ محمدیؐ و موسویؑ

ایک ہے۔ دیکھئے آیت ۱، ۵

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے۔ دیکھئے آیت ۹، ۱۰

رکوع نمبر ۳ میں مخالفینِ انبیاء علیہم السلام سے ان کے متبوعین کی بیزاری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۱

رکوع نمبر ۴ میں مخالفینِ انبیاء علیہم السلام کا مقتدائے اعظم اور اس کی قیامت میں بیزاری کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۲

رکوع نمبر ۵ میں متبعین حق کو محسن حقیقی کی اطاعت کی تلقین ہے۔ دیکھئے آیت ۳۱

رکوع نمبر ۶ میں فرمایا (۱) اتباعِ حق میں نمونہ ابراہیمی پیش نظر رہے (۲) اور درسگاہ ابراہیمی سے تعلق رہے۔ دیکھئے آیت ۳۵، ۳۷

رکوع نمبر ۷ میں معرضین حق کا قیامت کے دن احساس اور تردید درخواست کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۴۴

درس (۱۳)

یوسف علیہ السلام وزیر خزانہ کے منصب پر

پارہ نمبر ۱۳ شروع ہوا۔ یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس تحقیق سے میرا مقصد اپنی پاکبازی جتلانا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نفس تو انسان کو برائی کی طرف راغب کرتا ہے جس پر اللہ کی رحمت ہو وہی برائی سے بچتا ہے۔ بہرحال بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لایا جائے تا کہ میں انہیں اپنا مشیر خاص بنالوں، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام مکمل ''پروٹوکول'' کے ساتھ دربار میں تشریف لے آئے، اور بادشاہ سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ مجھے کوئی منصب سونپنا

چاہتا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خزانوں پر نگران مقرر کیجئے کیونکہ میں حفیظ اور علیم ہونے کی بناء پر یہ ذمہ داری خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہوں، چنانچہ وزیر خزانہ مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں زلیخا کے شوہر کا انتقال ہونے سے وزارت خزانہ کی پوسٹ خالی ہو چکی تھی۔ ایک سال بعد بادشاہ نے اپنی بیماری کی بناء پر تمام ملکی اختیارات آپ کو سونپ دیئے اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

بھائیوں کی یوسف علیہ السلام کے دربار میں آمد

یوسف علیہ السلام نے با اختیار ہو کر غلہ کاشت کرانا اور جمع کرانا شروع کیا۔ سات برس کے بعد قحط شروع ہوا تو مصر کے خزانوں میں اتنی گندم اکٹھی ہو چکی تھی کہ حکومت کے اعلان پر دور دور سے لوگ گندم خریدنے کے لئے مصر کا رخ کرنے لگے۔ آپ علیہ السلام کے آبائی وطن کنعان میں بھی قحط پڑ چکا تھا۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے علاوہ تمام فرزندوں کو گندم کے لئے مصر بھیجا۔ جب یہ بھائی دربار میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ زندہ بھی ہیں اور مصر کے اتنے بڑے منصب پر فائز ہیں۔ یوسف علیہ السلام کا معمول تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ بقدر ضرورت غلہ فروخت کرتے تھے۔ چنانچہ ان شہزادوں کو بھی جب فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ ملنے لگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک علاتی بھائی (بنیامین) اور بھی ہے اس کو ہمارے والد نے ہمارے ساتھ اس لئے نہیں آنے دیا کہ ان کا ایک بیٹا گم ہو چکا ہے اس لئے اس کے حصے کا ایک اونٹ ہمارے لئے اور بھی لادا جائے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ قانون کے خلاف ہے۔

بھائیوں کی واپسی، یوسف علیہ السلام کی فیاضی اور بنیامین کو ساتھ لانے کا مطالبہ

جب ان لوگوں کے اونٹ لادے جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگلی دفعہ جب آپ آئیں تو اس بھائی کو بھی ساتھ لائیں تا کہ اس کا حصہ بھی مل سکے اور اگر تم اسے نہ لائے تو میں سمجھوں گا تم مجھے دھوکہ دے کر زیادہ حصہ لینا چاہتے ہو، اس

صورت میں میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہوگا اور آپ آنے کی زحمت بھی مت فرمانا، بولے ہم امکانی حد تک کوشش ضرور کریں گے۔

جب ان کے اونٹ لادے جا چکے تو حضرت یوسفؑ نے رحم وکرم کے جذبہ کی بناء پر ان کی جمع پونجی (جو انہوں نے گندم کے بدلے میں دی تھی) انہی کے سامان میں واپس رکھوادی۔ یہ واپس تشریف لے گئے اور اپنے والد کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہماری بڑی خاطر داری ہوئی مگر بنیامین کا حصہ نہیں ملا۔ اگر ہم اس مرتبہ بنیامین کو ساتھ نہ لے گئے تو ہمیں بھی کچھ نہیں ملے گا، لہٰذا آپ اسے ہمارے ساتھ بھیجیں ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ میں پہلے بھی یوسف علیہ السلام کے بارے میں تم پر اعتماد کر کے نقصان اٹھا چکا ہوں، لیکن چونکہ مسئلہ خوراک کا ہے اس کی اہمیت کی بناء پر میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے پر مجبور ہوں اور اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس گفتگو کے بعد انہوں نے جب غلہ کے بورے کھولے، تو جمع پونجی کو اپنے سامان میں دیکھ کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے ابا جان ہمیں اور کیا چاہیئے، ایسا مہربان بادشاہ ہے ہمیں اس کی فرمائش پوری کرتے ہوئے اپنے بھائی کو ساتھ لے جانا چاہیے۔

بھائیوں کی مصر دوبارہ آمد اور بنیامین و یوسف علیہ السلام کی ملاقات

یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی حفاظت کی قسم لے کر انہیں ان کے حوالے کر دیا اور یہ دوبارہ عازم مصر ہوئے۔

چلتے وقت یعقوب علیہ السلام نے نصیحت فرمائی کہ بیٹا تم سب مصر میں ایک ہی دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ داخل ہونا، چنانچہ انہوں نے والد کی نصیحت پر عمل کیا اور مختلف دروازوں سے داخل ہو کر دربار میں پہنچ گئے۔ یوسف علیہ السلام حسب سابق انہیں پرتپاک طریقے سے ملے اور بنیامین کو علیحدہ لے جا کر اسے اپنا تعارف کرادیا کہ میں ہی وہ یوسف گم گشتہ ہوں، بھائی لوگ جو حرکتیں کرتے رہے یا

اب بھی کریں گے اس پر غمگین نہ ہونا۔

یوسف علیہ السلام کی ایک تدبیر اور بھائیوں کی حواس باختگی

جب ان کا سامان تیار ہوگیا تو یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے سامان میں بادشاہ کا پانی پینے کا برتن رکھوا دیا اور یہ روانہ ہوگئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ایک شخص آواز لگاتا ہوا آیا:

”او قافلے والو ٹھہر جاؤ، تم چور ہو! انہوں نے حیران ہوکر پوچھا کیا گم ہوا؟ جواب ملا شاہی پیالہ گم ہوگیا ہے۔ جو شخص لاکر ہمیں دے گا اسے ایک اونٹ غلہ انعام دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ ہم چور فسادی نہیں ہیں۔ ڈھونڈنے والوں نے کہا اگر تم چور اور جھوٹے نکلے تو تمہاری سزا کیا ہونی چاہئے؟ کہنے لگے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں چوری برآمد ہو اسے غلام بنالیا جائے۔“

چنانچہ پہلے بھائیوں کی تلاشی شروع ہوئی اور بعد میں بنیامین کے سامان کی تلاشی کے دوران پانی کا برتن برآمد ہوگیا (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ داؤ یوسف علیہ السلام کو ہم نے ہی بتایا تھا) کہنے لگے اچھا بنیامین نے چوری کی ہے اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی، جب یوسف علیہ السلام نے یہ سنا تو دل میں کہا کہ تم بڑے شریر لوگ ہو۔ کہنے لگے اے عزیز! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے اور اس سے محبت بھی بہت کرتا ہے۔ لہٰذا اس چوری کے عوض تو ہم میں سے کسی کو رکھ لے اور اسے چھوڑ دے، ہمارے اوپر یہ تیرا احسان ہوگا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی؟

یہودا کا گھر جانے سے انکار اور باقی بھائیوں کی واپسی

بنیامین کو یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس رکھ لیا اور بھائی ان کی رہائی سے مایوس ہوگئے تو علیحدہ بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ بڑے بھائی نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے ابا حضور سے کیا عہد کیا

تھا؟ اور اس سے پہلے تم یوسفؑ کے بارے میں کس قدر زیادتی کر چکے ہو؟ وہ پرانی شرمندگی ہی کیا کم ہے کہ ہم نئی شرمندگی کا داغ ماتھے پہ سجا کے جائیں، میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ یہاں تک کہ والد صاحب مجھے خود طلب فرمائیں یا اللہ تعالیٰ کسی طریقہ سے یہ مشکل حل کر دے اور بنیامین کو رہائی مل جائے اس لئے مجھے تو آپ یہاں چھوڑ دیں اور خود تشریف لے جا کر والد صاحب کو آگاہ کریں کہ آپ کے فرزند نے چوری کی ہے اور گرفتار ہو گیا ہے۔ اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ چوری کرے گا تو ہم آپ سے کوئی عہد نہ کرتے اور اگر آپ کو ہماری بات پہ یقین نہ آئے تو مصر والوں سے تحقیق کروالیں یا جس قافلہ کے ساتھ ہم واپس آئے ہیں ان سے معلوم کرلیں...... یہ تجویز نہایت معقول تھی لہٰذا بڑے بھائی کو وہاں چھوڑ کر باقی سب واپس آگئے اور یعقوب علیہ السلام سے سارا ماجرہ بیان کیا۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ......

یعقوب علیہ السلام پہلے ہی ان سب سے غیر مطمئن تھے، فرمانے لگے بنیامین نے چوری نہیں کی بلکہ تم اس مرتبہ پھر ایک کہانی بنالائے ہو۔ میں بہر حال پہلے کی طرح صبر کرونگا۔ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ یوسفؑ، بنیامین اور تمہارے بڑے بھائی کو مجھ تک پہنچادے گا۔ یہ جواب دے کر صدمے کی وجہ سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور فرمانے لگے، ہائے یوسفؑ......! افسوس اور غم سے یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہوچکیں اور بینائی کب کی جاتی رہی تھی۔ بیٹے کہنے لگے ابا جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کی یادوں میں گھل گھل کر مرجائیں گے۔ اتنے غم سے کیا فائدہ؟

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہیں میرے رونے سے کیا بحث ہے میں تو اپنے رنج اور غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ روتے ہوئے فرمانے لگے اے میرے بیٹو! جاؤ یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ بیٹے اس حکم پر مصر جانے کے

لئے تیار ہوئے نیز غلہ بھی لانا تھا۔

بھائیوں کی تیسری بار مصر آمد اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں

یعقوب علیہ السلام کا خط

چنانچہ جب عزیز مصر (حضرت یوسف علیہ السلام) کے پاس پہنچے اور درخواست کی کہ اے عزیز! ہمیں قحط کی بناء پر بڑی تکلیف کا سامنا ہے اور ناداری کی وجہ سے کچھ ہلکی پھلکی اور نکمی سی چیزیں بطور معاوضہ لائے ہیں آپ اپنے کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ہمیں انہی کے عوض پورا پورا غلہ دے دیں اور ساتھ ہی حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کا ایک خط پیش کیا، جس میں تحریر تھا:

من جانب یعقوب صفی اللہ، ابن اسحٰق ذبیح اللہ [1]، ابن ابراہیم خلیل اللہ، بخدمت عزیز مصر، اما بعد، ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں مبتلا ہے میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا، پھر میرے والد اسحاق کا شدید امتحان لیا گیا۔ پھر میرے ایک لڑکے (یوسفؑ) کے ذریعے میرا امتحان لیا گیا، جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، یہاں تک کہ اس کی جدائی میں میری بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی (بنیامین) مجھ غم زدہ کی تسلی کا سامان تھا جس کو آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا اور میں بتلاتا ہوں کہ ہم اولادِ انبیاء ہیں، ہم نے کبھی چوری کی ہے نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا۔ والسلام

یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے حقیقتِ حال کا انکشاف اور بھائیوں کی معافی

یوسف علیہ السلام نے جب یہ خط پڑھا تو بے اختیار کانپ اُٹھے اور رونے لگے،

[1] یہ اسرائیلی روایات کے مطابق ہے۔ ورنہ درحقیقت ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

پھر بھائیوں سے سوال کیا کہ کیا تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا......؟ برادران یوسفؑ یہ سن کر چونکے اور حیرت زدہ ہوکر یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک انہیں یاد آیا کہ یوسف نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر یہی تھی کہ وہ کوئی بہت بلند مرتبہ حاصل کرے گا اور ہمیں اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ اس خیال کے آتے ہی ششدر ہوکر پوچھا کیا سچ مچ تم ہی یوسفؑ ہو؟...... یوسف علیہ السلام نے فرمایا، ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے...... بھائیوں نے فوراً اپنے مظالم کی معافی مانگی۔

بھائیوں کی یوسف علیہ السلام کے کرتے کے ہمراہ واپسی اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے معاف فرمادیا اور اللہ تعالیٰ سے بھی ان کی معافی کی دعا مانگی۔ پھر اپنا کرتا اتار کر انہیں دیا کہ یہ لے جاؤ اور ابا حضور کی آنکھوں سے ملو، ان کی بینائی واپس لوٹ آئے گی اور انہیں بھی یہاں لے آؤ۔ چنانچہ جب یہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا لے کر خوش خوش واپس گھر جانے لگے، مصر سے کنعان تقریباً دو اڑھائی سو میل کے فاصلے پر تھا ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے قریب موجود لوگوں سے کہا کہ اگر تم مجھے بڑھاپے میں بہک جانے کا طعنہ نہ دو تو ایک بات کہوں کہ: ''مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے''......ان لوگوں نے اسے یعقوب علیہ السلام کا وہم سمجھا......

یعقوب علیہ السلام کی بمع خاندان یوسف علیہ السلام کے ہاں آمد اور یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کا ظہور

المختصر یہ کہ قافلہ کنعان پہنچا بھائی دوڑتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے خوشخبری سنائی کرتا ان کی آنکھوں سے ملا جس سے یعقوب

علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوگئیں، پھر یعقوب علیہ السلام نے رخت سفر باندھا۔ بیٹوں کی معیت میں مصر پہنچے، یوسف علیہ السلام نے پرتپاک استقبال کیا۔ صدارتی محل میں لے گئے۔ چالیس سال کی طویل جدائی ختم ہوگئی۔ یوسف علیہ السلام تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو یعقوب علیہ السلام، ان کی اہلیہ راحیل اور بنیامین سمیت گیارہ فرزند یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ یہ تھی یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر...... جو انہوں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ۲۵ برس یوسف علیہ السلام کی معیت میں گزارے اور وہیں وفات پائی۔ داستانِ یوسف مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کہانی میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔

حضور علیہ السلام اور آپ کے متبعین کا راستہ دعوت الی اللہ ہے

آیت نمبر ۱۰۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ واضح فرما دیجئے کہ میرا یہی راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میرا اور میرے ماننے والوں کا بھی یہی راستہ ہے۔

سورۃ الرعد مدنیہ ①

اس سورۃ میں قرآن مجید کا کمالِ الٰہی ہونا اس کی حقانیت نیز توحید و رسالت اور شبہات کے جوابات مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت

اللہ کی قدرت اس قدر وسیع ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے کھڑا

---

① یہ قرآن کریم کی تیرہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۹۶ نمبر پر ہے جس میں کل رکوع ۶ آیات ۴۳ اور کلمات ۸۶۲ کل حروف ۳۶۱۴ ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ یوسف کے آخر میں توحید و رسالت اور رسالت سے متعلق شبہات کا جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور قرآن پاک کی حقانیت اور وعدہ وعید کے مضامین کا بیان تھا اس سورۃ میں بھی یہی مضامین ہیں فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے۔

عنوانِ سورۃ الرعد...... آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے کے بعد بھی بعض ہستیاں منور نہیں ہوتیں، بلکہ اپنے کفر و ضلالت کی ظلمت میں محجوب رہتی ہیں۔

کر دیا آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ سورج اپنے مدار کو سال بھر میں اور چاند مہینہ بھر میں طے کر لیتا ہے۔ اور دونوں کے شیڈول میں کبھی کوئی کمی بیشی یا نقص سامنے نہیں آیا۔ جو اللہ ایسی عظیم چیزوں کی تخلیق پر قادر ہے، وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوگا؟

اللہ نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسمیں پیدا کیں۔ مثلاً کھٹے میٹھے چھوٹے بڑے پہلے سبز اور پھر پیلے وغیرہ، پھر رات کی تاریکی سے دن کے اجالے کو چھپا لیتا ہے۔ پھر زمین کے مختلف حصوں میں مختلف اثرات دیکھئے انگوروں کے باغات مختلف کھیتوں اور کھجور کے درختوں پر غور کیجئے بعض درخت ایسے ہیں کہ ایک تنا اوپر جا کر دو تنے اور بے شمار شاخیں ہو جاتی ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کا ایک ہی تنا اوپر تک چلا جاتا ہے کبھی یہ کیوں نہیں ہوا کہ ایک کھجور سینکڑوں شاخوں میں تبدیل ہو جائے اور کیکر کا درخت کھجور کی طرح بالکل سیدھا ایک ہی تنے پر کھڑا ہو جائے۔

عورت کو حمل ہو جاتا ہے جب تک اس کے پیٹ میں بچہ مکمل نہیں ہوتا الٹرا ساؤنڈ مشینیں اس کی تذکیر و تانیث کی وضاحت نہیں کر سکتیں لیکن اللہ وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں گئے ہوئے تازہ قطرے کی حقیقت بھی جانتا ہے اور قطرے کے کروڑ ویں حصے پر انسان کی تصویر بھی بناتا ہے وہ ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کا حقیقت آشنا ہے۔ کوئی دل میں سوچے، آہستہ سے زیر لب بڑبڑائے یا بانگ دہل گرجے برسے یا چیخے چلائے وہ سب کی سنتا ہے سب کو جانتا ہے۔ اور اسی اللہ کا قانون یہ ہے کہ:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لیکن یہاں خیال سے مراد محض سوچوں کے گرداب میں دھنسے رہنا نہ سمجھ لیا جائے بلکہ خیال عمل اور پیہم عمل کا متقاضی ہے۔

باطل قوتیں سیلاب کی جھاگ کی طرح ہیں

آیت نمبر ۱۷ میں باطل اور اہل باطل کو اس سیلابی جھاگ سے تشبیہ دی گئی ہے جو ظاہری طور پر تو ہر چیز پر چھائی ہوتی ہے لیکن بالآخر سوکھ کر زائل ہو جاتی ہے۔ جبکہ حق اور اہلِ حق کو اس سونے اور چاندی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو زمین پر ٹھہرا رہتا ہے، پھر آگ میں تپ کر بالکل خالص ہو جاتا ہے اور میل کچیل اس سے بالکل الگ ہو جاتا ہے۔ گویا دنیا کا فقر و فاقہ، مصائب و آلام اور امتحانات و آزمائشیں اہلِ حق کو کندن بنا دیتی ہیں۔

حقیقی عقلمندوں کی آٹھ صفات

آیت نمبر ۲۰ سے ۲۴ تک اہلِ تقویٰ کی آٹھ علامات اور صفات بتائی گئی ہیں۔

1. اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی کے مرتکب نہیں ہوتے۔
2. جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں جوڑے رکھتے ہیں۔
3. اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔
4. بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔
5. اللہ کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں۔
6. نماز قائم کرتے ہیں۔
7. اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔
8. برائی کا جواب بھلائی اور اچھائی سے دیتے ہیں۔

بدبختوں کی تین نمایاں علامات

آیت نمبر ۲۵ سے بد نصیب اور شقی لوگوں کی تین نمایاں علامات بیان کی گئی ہیں۔

1. اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں۔
2. اللہ نے جن رشتوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں ختم کرتے ہیں۔

③ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

اپنی سیاہ کاریوں کی بناء پر سکون قلب سے محروم ہونے والوں کے لئے نسخہ شفاء یہ ہے کہ وہ کثرت سے ذکر اللہ میں مصروف رہیں وہ اس نعمت گم گشتہ کو دوبارہ حاصل کرلیں گے۔

سورۃ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نبوت و رسالت کی خود شہادت دی ہے، اسی طرح وہ اہلِ کتاب بھی آپ کی نبوت کے گواہ ہیں جو تعصب سے پاک ہیں۔

سورۃ ابراھیم مکیہ ①

اس سورۃ کے شروع میں رسالت و نبوت اور انکی کچھ خصوصیات کا بیان ہے۔

مقصدِ نزولِ کتاب

شروع ہی میں قرآن مجید کے نزول کا مقصد بیان فرمایا گیا جو یہ ہے کہ یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ پھر توحید کا مضمون اور اس کے شواہد کا بیان ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کرنے کی وجہ

① اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی رسول کسی قوم کی طرف بھیجا ہے تو اس قوم کا ہمزبان بھیجا ہے تاکہ وہ احکام الٰہیہ انہی کی زبان اور انہی کے محاورات میں بتلائے اور ان کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کو تمام

---

① یہ قرآن کریم کی چودھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۷ آیات ۵۲ کلمات ۸۴۵ اور حروف ۳۶۰۱ ہیں۔

عنوان عام ساری سورۃ کا...... مقصد بعثت انبیاء علیہم السلام

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ رعد کا اختتام رسالت کی بحث پر ہوا تھا اور سورۃ ابراہیم کی ابتداء بھی مضمون رسالت سے ہے جس دونوں سورتوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیجا۔لیکن قرآن مجید صرف عربی زبان میں نازل فرمایا۔اردو، فارسی، انگلش، بنگلہ اور دیگر زبانوں میں بھی ساتھ ساتھ قرآن مجید نازل کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا۔لیکن اس سے تمام اقوام عالم میں دینی اخلاقی، معاشرتی وحدت اور یکجہتی پیدا کرنے کا عظیم مقصد حاصل نہ ہو پاتا۔ نیز اس سے تحریف کے بے شمار راستے کھل جاتے اور ایک ہی دین کے ماننے والوں کی اتنی مختلف راہیں ہو جاتیں کہ کوئی نقطہ وحدت ہی باقی نہ رہتا۔ اس لئے اللہ نے ایک ہی زبان عربی میں قرآن مجید نازل فرمایا کیونکہ:

- ...... عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے۔
- ...... فرشتوں کی زبان بھی عربی ہے۔
- ...... جنت کی زبان بھی عربی ہے۔
- ...... حضرت آدمؑ کی زبان جنت میں عربی ہی تھی زمین پر اترنے کے بعد اسی میں کچھ تغیر و تبدل ہوتا رہا اور سریانی زبان معرض وجود میں آئی۔
- ...... فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے عربی زبان کو جو مقام حاصل ہے کوئی اور زبان اسے چھو ہی نہیں سکتی۔

کلمۂ طیبہ اور کلمۂ خبیثہ کی مثال

② کلمۂ طیبہ کی ایک خوبصورت مثال ارشاد فرمائی جیسے ایک درخت ستھرا، اس کی جڑ مضبوط اور زمین کے اندر خوب گڑی ہوئی اور اس کی شاخیں اونچائی کی طرف جا رہی ہوں۔ ہر فصل میں خوب پھل دیتا ہو۔ یہاں کلمۂ طیبہ سے مراد کلمۂ توحید اور جس درخت کی مثال دی گئی وہ کھجور کا ہے اور کفر و شرک کے کلمات کی مثال ایک خبیث درخت (کوڑتمہ) سے دی گئی ہے۔ جس کو آسانی سے اکھاڑ لیا جاتا ہو۔ زمین میں اسے قرار نصیب نہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی اولاد کے لئے دعاؤں کا بیان

③ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کو بحکم الٰہی مکہ مکرمہ کے سنگلاخ پہاڑوں میں چھوڑتے وقت دعا فرمائی:

''اے رب اس علاقے کو امن والا بنا دیجئے مجھے اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائیے۔ کیونکہ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ بس جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ میرا ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اسے آپ ہدایت فرمائیے۔

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو اس بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ رہا ہوں۔ تیرے مقدس گھر کی ہمسائیگی میں تاکہ یہ نماز ادا کریں۔ آپ کچھ لوگوں کے دل اس طرف راغب کر دیجئے۔ تاکہ یہاں آبادی قائم ہو جائے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں سے مالا مال کیجئے۔ تاکہ وہ شکر گزار بن سکیں۔ اے ہمارے رب بے شک ہم جو کچھ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں، تو خوب جانتا ہے اور زمین وآسمان میں موجود کوئی بھی چیز تجھ سے چھپی ہوئی نہیں۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاق عطا فرمائے۔ بے شک میرا رب دعا سنتا ہے۔

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد میں سے ایک کثیر گروہ کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ اور ہماری دعا قبول فرما، اے ہمارے رب مجھے اور میرے والد کو معاف فرما اور تمام اہل ایمان کو بھی، جس دن حساب قائم ہو۔

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں کہ آیات مذکورہ سے دعا کے آداب یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ بار بار الحاح وزاری کے ساتھ کی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی کی جائے۔ اس طرح دعا کی قبولیت کی بڑی امید ہو جاتی ہے۔

سورة الحجر مكيه ①

سورۃ الحجر کی پہلی آیت پر پارہ نمبر ۱۳ کا اختتام ہو رہا ہے۔ اس آیت میں قرآن کی عظمت کا بیان ہے۔

❁❁❁❁

---

① یہ قرآن کریم کی پندرھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۴ نمبر پر ہے جس میں کل ۶ رکوع ۹۹ آیات ۶۶۳ کلمات اور ۲۹۰۷ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ:...... دعوت کے بعد مخالفین کو مہلت کا ملنا سنت اللہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں جو ملک شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے وہاں کے رہنے والوں کی ہلاکت کو بیان فرمایا گیا ہے جو ایک عبرتناک قصہ ہے یعنی قوم ثمود کا حال اس لئے یہ سورۃ اس نام سے موسوم ہوئی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ ابراہیم کے ختم پر قرآن کی فضیلت کا بیان تھا اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مضمون مذکور ہے اس لئے ارتباط ظاہر ہے۔

پارہ (۱۴) ربما
خلاصۂ رکوعات

چودہویں پارے کو اس کے پہلے جملے ”رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ“ کی مناسبت سے ”رُبَمَا“ کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الحجر کے رکوع نمبر ا سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد سورۃ النحل بھی مکمل اسی پارے میں ہے۔

سورۃ الحجر کے رکوع نمبر ا میں فرمایا (۱) پہلی امتوں کی طرح مخالفین اسلام کی تباہی کی ایک میعاد معین ہے۔ (۲) ان کی مخالفت سے کیا بگڑ سکتا ہے، ہم اس قرآن کے محافظ ہیں جو اسلام کا ترجمان ہے۔ دیکھئے آیت ۳،۴،۹

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (۱) جس طرح ہم نے تمہاری جسمانی غذا کے لئے خاص اہتمام کر رکھا ہے (۲) اسی طرح روحانی غذا کے لئے بھی خاص اہتمام ہے کہ آسمان پر تمہارا کوئی دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھئے آیت ۱۷،۱۹

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا (۱) اگر تم نے قرآن حکیم کی تعلیم نہ پائی (۲) تو فطری کمزوری کے باعث شیطان تمہیں گمراہ کر دے گا (۳) پھر آخرت میں تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ دیکھئے آیت ۲۶،۳۹،۴۳

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا، اگر تم (بذریعہ تعلیم قرآن) متقی بن گئے تو پھر ٹھکانا جنت ہوگا۔ دیکھئے آیت ۴۵

رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بایام اللہ، دیکھ لوحق سے اعراض کرنے والوں کا کیا نتیجہ نکلا۔ دیکھئے آیت ۷۴، ۷۸، ۷۹

رکوع نمبر ٦ میں ہے (۱) تذکیر بایام اللہ (۲) اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ان سے منہ موڑلو (۳) اور قرآن عظیم کو مضبوط پکڑلو (۴) ان ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے بچانے کے لئے ہم کافی ہیں۔ دیکھئے آیت (۱) ۸۰تا۸۴، (۲) ۸۵ (۳) ۸۷ (۴) ۹۵

سورۃ النحل کے رکوع نمبر ا میں ہے (۱) مقصد وحی دعوت الی التوحید ہے (۲) تذکیر بآلاء اللہ۔ دیکھئے آیت (۱) ۲، (۲) ۳تا۸

رکوع نمبر ۲ میں تذکیر بآلاء اللہ کے ذریعہ سے دعوت الی التوحید۔ دیکھئے آیت ۱۰تا۱۷

رکوع نمبر ۳ میں ہے (۱) تمہارا معبود ایک ہے (۲) اس کے ساتھ تعلق درست کرنے کیلئے اتباعِ قرآن ضروری ہے۔ دیکھئے آیت ۲۲، ۲۴

رکوع نمبر ۴ میں ہے (۱) منکرین توحید دنیا میں برباد (۲) اور آخرت میں جہنم رسید ہوں گے (۳) اور اللہ والے قرآن حکیم سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، اور اِس کی جزائے خیر پائیں گے۔ دیکھئے آیت ۲٦، ۲۹، ۳۰

رکوع نمبر ۵ میں (۱) منکرین توحید کا مسئلہ تقدیر کو آڑ بنانا (۲) اگر مشیت الٰہی شرک کو جائز رکھتی تو ہر نبی پیغام توحید کیسے لاتا؟ دیکھئے آیت ۳۵، ۳٦

رکوع نمبر ٦ میں (۱) توحید پرستی کے باعث جن لوگوں کو وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے انہیں دنیا اور آخرت میں جزائے خیر ملے گی (۲) تعلق باللہ کی اصلاح کے واسطے قرآن حکیم نازل ہوا۔ دیکھئے آیت ۴۱، ۴۴

رکوع نمبر ۷ میں ہے (۱) تمہارا معبود ایک ہے (۲) وہی تمہارا محسن اور مصیبت میں کام آنے والا ہے (۳) یہ لوگ ایسے بے سمجھ ہیں کہ بجائے اس کی قدر کرنے کے گستاخی کرتے ہیں، اور اس کی طرف محض جھوٹ سے بیٹیاں منسوب کرتے ہیں۔ دیکھئے آیت (۱) ۵۱ (۲) ۵۳ (۳) ۵۷تا۵۹

رکوع نمبر ۸ میں ہے (۱) پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی شیطان مسلط ہو چکا ہے (۲) ان تمام غلط باتوں کی اصلاح فقط قرآن حکیم سے ہوسکتی ہے۔ دیکھئے آیت ۶۳، ۶۴

رکوع نمبر ۹ میں اس شبہ کا ازالہ کہ انسان کی زبان سے کلام الٰہی کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۶۶، ۶۷

رکوع نمبر ۱۰ میں ضرورتِ توحید کی امثلہ بیان کی ہیں۔ دیکھئے آیت ۷۱، ۷۵، ۷۶

رکوع نمبر ۱۱ میں دلائل توحید کا بیان۔ دیکھئے آیت ۷۸ تا ۸۱

رکوع نمبر ۱۲ میں (۱) قیامت کے دن ان منکرین کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا (۲) یہ لوگ اپنے شرک وکفر سے اس دن خود بیزار ہوں گے (۳) اگر آپ اپنی اصلاح کرنا چاہیں تو قرآن رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ دیکھئے آیت ۸۴، ۸۷، ۸۹

رکوع نمبر ۱۳ میں قرآن حکیم کا اصلاحی نظام (پروگرام) بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۹۰ تا ۹۲، ۹۴، ۹۵

رکوع نمبر ۱۴ میں ہے (۱) بوقت ضرورت نظام نامہ میں جب تبدیلی ہوتی ہے تو بے سمجھی سے اسے قرآن حکیم کے خودساختہ ہونے کی دلیل بنا لیتے ہیں (۲) یہ غافل قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے۔ دیکھئے آیت ۱۰۱، ۱۰۸، ۱۰۹

رکوع نمبر ۱۵ میں (۱) قیامت کے دن گرفت سے بچنے کے لئے بہتیرا جھگڑا کریں گے، لیکن بداعمالی کی سزا پا کر رہیں گے۔ (۲) ہاں اگر سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو اس وقت اپنی اصلاح کرلیں۔ دیکھئے آیت ۱۱۱، ۱۱۹

رکوع نمبر ۱۶ میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کے شاکر بندے بننا چاہتے ہیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائی کے خواہاں ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ اختیار کریں۔ دیکھئے آیت ۱۲۰ تا ۱۲۳

درس (۱۴)

دین اسلام کی قدر و قیمت اور کافروں کا پچھتاوا

سورۃ الحجر کی دوسری آیت سے پارہ نمبر ۱۴ کا آغاز ہو رہا ہے۔

فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ کافر لوگ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ اب انہیں چھوڑ دیجئے کہ یہ کھا پی لیں اور عیش و راحت کا وقت گزار لیں۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

قرآن مجید کے لئے اللہ کی حفاظت کا وعدہ

قرآن مجید کی عظمت وحقانیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے اسے خود ہی نازل کیا اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے چنانچہ یہ وعدہ مختلف طریقوں سے پورا فرمایا، آج قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جو لاکھوں لوگوں کے سینوں میں موجود و محفوظ ہے آٹھ آٹھ سال کے بچے اسے مکمل حفظ کئے پھرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور دیگر دشمنان دین کی طرف سے اس میں تحریف وتبدیلی کی تمام سازشیں بحمد اللہ ناکام ہو گئیں اور آئندہ بھی اللہ کا وعدہ پورا ہوگا۔ قرآنِ مجید میں تحریف وتبدیلی کی سازشیں کرنے والوں میں شیعہ فرقہ بھی شامل ہے۔ جو بدقسمتی سے خود کو مسلمان قرار دیتا مگر آئے روز قرآنِ مجید کی لفظی اور معنوی تحریف کی سازشوں میں مصروف رہتا ہے۔ اس فرقہ کے مزعومہ عقائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قرآنِ مجید کی کل سترہ ہزار آیات تھیں جو معاذ اللہ شراب خور خلفاء نے اڑا دیں۔ اور یہ کہ اصل قرآن امام مہدی چھ سال کی عمر میں اپنے ساتھ لے کر غار سامرہ میں گھس گئے تھے اور تا حال اصل قرآن انہی کے پاس ہے، اور امت اس سے محروم ہے، العیاذ باللہ۔ اس طرح کے عقائد واضح طور پر آیاتِ خداوندی کا انکار ہونے کی بناء پر کفر ہیں۔

تخلیق آدمؑ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے گارے سے بنایا۔

آدم علیہ السلام کی تعظیم میں فرشتوں کو سجدے اور شیطان کے انکار و اخراج کی تفصیل ارشاد فرمائی۔ جس کا خلاصہ پارہ نمبر ۸ میں بیان ہو چکا ہے اس کے بعد ابراہیم و لوطؑ کی کی قوموں کی تباہی کا ذکر ہے پارہ نمبر ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے۔

دلائلِ قدرت

پروردگارِ عالم نے دوسرے رکوع میں یہاں پر آسمانوں میں جو اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان کا ذکر کیا۔ کواکب اور فلکیات کی چیزوں کو نمایاں کرنے سے اپنی عظیم قدرت کی نشانیاں ظاہر فرمادیں اور یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ ہی نے لوگوں کی روزی مقرر فرمائی ہے۔ ہر چیز کے خزانے اللہ کے پاس موجود ہیں۔ ہوائیں اللہ چلاتا ہے، جس سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ زمین پر اللہ نے پانی کے چشمے نکالے ہیں۔ زمین کے خزانے اللہ نے انسانوں کے منافع کے لئے پیدا کئے۔

پروردگارِ عالم جس طرح زمین میں نباتات کو اگا کر یہ نمونہ دکھلا رہا ہے کہ ایک تخم اور دانہ زمین میں جا کر فنا ہو رہا ہے اور پھر وہ زمین میں نمودار ہو کر حیات اور تازگی حاصل کر رہا ہے۔ یہی حقیقت بعث بعد الموت کی ہے کہ زمین میں دفن ہونے کے بعد انسانوں کو پھر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

گمراہی کا آغاز ابلیس نے کیا

چونکہ ضلالت اور گمراہی کا آغاز ابلیس سے ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا منکر سب سے پہلے ابلیس ہوا تو اس کا بھی قصہ ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کس طرح کیا تھا۔ جب راندۂ درگاہ کر دیا گیا تو اب درخواست بھی کرتا ہے کہ اے پروردگار! مجھے کچھ مہلت دیجئے۔ مہلت مل گئی، چونکہ حکمتِ خداوندی یہی تھی کہ عالم کے اندر کفر کی اور ایمان کی کشمکش اور

تقابل کی صورت سامنے آئے کیونکہ امتحان اور آزمائش اسی وقت ہے جب کہ ہدایت اور ضلالت کا مقابلہ ہوتا ہو۔ تو حق تعالیٰ نے مہلت دی اس مہلت کو لے کر ابلیس دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے مستعد اور تیار ہوا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو اے میرے بندو! یہ ابلیس تم کو گمراہ کرے گا لیکن یہ سن لو کہ "وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ" جہنم ان سب لوگوں کے لئے ٹھکانہ ہے جس کا ان کے لئے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس واسطے اے انسانو! تم اپنے آپ کو ابلیس کی گمراہیوں سے بچاؤ۔ اس موقع پر متقیوں کا ذکر کیا گیا۔ ان کو جو اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا ہے اس کا ذکر کیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان فرشتوں کی آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان فرشتے خدا کا قہر وغضب لے کر آئے تھے اور ان مہمانوں کا آنا بھی ایک تمہید تھی مجرمین کی ہلاکت کی اور ان کی تباہی کے لئے۔

حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان فرشتوں کو دیکھ کر جو ہیبت اور دل میں جو خوف محسوس ہوا تھا اس کا منشا بھی یہی تھا کہ وہ فرشتے خدا کا قہر وعذاب لے کر آئے تھے، وہ قومِ لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آئے تھے۔

قومِ لوط کی شرارت اور ہلاکت

تو پانچویں اور چھٹے رکوع میں اسی مضمون کو ذکر کیا گیا کہ وہ قوم جو بدبختی اور گندگی میں مبتلا ہوئی تھی وہ ان فرشتوں کو نوعمر لڑکے تصور کر کے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے آئی ابھی تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اور حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے یہ عقدہ حل نہیں ہوا تھا، وہ گھبرائے اور بے چین ہوئے، ان کو تسلی دی گئی کہ تم کوئی غم اور فکر مت کرو! اس پر قرآن کریم نے اس قوم کی ہلاکت کا تذکرہ کیا "فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا" قہر خداوندی اس طرح نازل ہوا کہ وہ بستی الٹ گئی اور نیچی زمین اوپر کر دی گئی اوپر کا حصہ زمین کے اندر

دھنسا دیا گیا اور ساتھ ہی "وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهَا حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ" ان پر نشان لگے ہوئے پتھروں کی بارش کی گئی، یہ سب نشانیاں ہیں پہچاننے والوں کے لئے۔

رحمت اللعالمین ﷺ کا بہت بڑا اعزاز

آیت نمبر ۷۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم ارشاد فرمائی اور فرمایا کہ آپ کے دشمن اپنی مستی میں اندھے بن رہے تھے۔ جان کی قسم کھانا ایک خالص محبانہ انداز ہے۔ روح المعانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات کی قسم کھائی ہے۔ بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات اور کائنات میں کسی کو محمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ عزت و مرتبہ عطا نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر یا کسی فرشتے کی قسم نہیں کھائی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے۔

اُمم سابقہ کا ذکر اور قرآن کی حقانیت

اصحابِ حجر اور قومِ ثمود کا بھی تذکرہ کیا اور ان تمام واقعات کو نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کی دلیل قرار دیتے ہوئے قرآن کریم کی حقانیت کے مضمون کو ثابت کردیا "وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ" اس مرحلہ پر بشری تقاضے انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ بسا اوقات انسان کی طبیعت دنیا کی زیب و زینت اور مال و تمول کی طرف مائل ہوسکتی ہے اس لئے تنبیہ کی گئی اور فرمایا گیا کہ "لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ" کہ آپ اپنی نظر بھی ان لوگوں کی طرف مائل نہ کیجئے جن کو دنیا کی دولت اور زیب و زینت سے مالا مال کر دیا گیا ہے۔ یہ تو "زَهۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا" دنیا کی زندگی کی ایک رونق اور چاؤ کے درجہ کی چیز ہے، اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ (خلاصہ تفسیر القرآن از مولانا محمد مالک کاندھلویؒ)

مستہزئین کا انجام اور مقصدِ نبوت کا اعلان

آیت نمبر ۹۵ سے حضور ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عنقریب ہم انہیں اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ مشرکین مکہ میں سے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن یغوث، حارث بن الطلاطلہ، حضور ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، فرمایا کہ ہم ان کے لئے کافی ہیں۔

آپ ان کو یہی اعلان فرمادیجئے ”اِنِّیۡ اَنَا النَّذِیۡرُ الۡمُبِیۡنُ“ کہ میں تو کھلم کھلا تم کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کہ مقابلے کے لئے قوم کمر بستہ ہے کسی طرح آمادہ نہیں ہوئی حق کے قبول کرنے کے لئے تو طبیعت میں تنگی کا پیدا ہو جانا یہ ایک بشری خاصہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے نصیحت کی جا رہی ہے ”وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ“ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دل میں تنگی، گھٹن یا رنج ہوگا، ان چیزوں کے کہنے کی وجہ سے جو اہلِ مکہ کہہ رہے ہیں یا کر رہے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہئے اور اس کی عبادت میں مشغول اور مصروف رہئے۔ (ایضاً)

سورۃ النحل مکیہ ①

قیامت یقینی اور انسان بڑا جھگڑالو ہے

سورۂ نحل کے شروع میں فرمایا گیا کہ قیامت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل

---

① یہ قرآن کریم کی سولہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۶ تعداد آیت ۱۲۸ کل کلمات ۱۸۷۱ اور کل حروف ۷۹۷۴ ہیں، اس سورۃ کا دوسرا نام انعام بھی ہے۔

خلاصۂ سورۃ: ...... مقصد وحی دعوت الی التوحید ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں یہ مضامین ہیں، توحید جو احسان جتلانے کے پیرایہ میں مذکور ہے جس کو مزید تنبیہ کے لئے وعید کی تمہید سے شروع کیا گیا ہے اور گزشتہ سورۃ کے ختم پر بھی توحید اور عدم توحید پر وعید کا ذکر تھا جیسا کہ ”یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ“ اور ”فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ“ سے معلوم ہوتا ہے اس سے پہلی سورۃ کے اختتام اور اس سورۃ کے آغاز میں تناسب واضح ہے۔

ہے، وہ آ کر رہے گی۔ تمہیں اس پر جلدی مچانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا ایک وقت مقرر ہے، جو آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ بعدازاں توحید اور قدرت الٰہی کا بیان ہے۔

ذکر انعامات و دلائل قدرت و حاکمیتِ اعلیٰ

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات ذکر فرمائے جو مخلوق پر کیے گئے ہیں۔ انسان کے لئے ساری کائنات کو پیدا کیا تو زمین و آسمان کے سارے انعامات کی تفصیل بیان کر دی گئی۔ اس میں دلائل قدرت اور اپنی حاکمیت کی نشانی بھی بیان کر دی گئی ہے، یہاں تک کہ سمندر اور سمندر کی تہوں میں جو جو نعمتیں اللہ نے انسانوں کے لئے رکھی ہیں، ان کا بھی ذکر کیا۔ سمندر کی تہوں پر چل کر جو لوگ اپنی تجارت اپنے منافع حاصل کر رہے ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا کہ سب چیزیں ایک طرف انسانوں کے منافع کا سامان ہیں تو دوسری طرف اللہ کی قدرت کی نشانیاں بھی ہیں۔ ان تمام دلائلِ قدرت کو، ان تمام انعامات کو بیان کرتے ہوئے آیت نمبر ۱۸ میں یہ فرمایا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کی شمار کرنے لگو تو ہرگز تم انہیں شمار ہی نہیں کر سکتے۔

مشرکین مکہ کے اعتراضات کی تردید

دسویں اور گیارہویں رکوع میں مشرکین مکہ کی ان سازشوں کا بیان ہے جو وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف کیا کرتے تھے۔ آیت نمبر ۳۶ سے ان کی تفصیل کے ساتھ تردید کی جا رہی ہے اور یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان چیزوں سے نہ حق کو کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ نبی کریم ﷺ دعوت الی اللہ کے فریضے کو ترک کریں گے، یہ ساری چیزیں تم کرتے رہو "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا" ہم نے ہر قوم میں اسی طرح پر ایک رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ حلیمی کا ذکر

حق تعالیٰ شانہٗ نے "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ" کا مضمون

بیان کر کے ایک بڑی عظیم حقیقت پر آگاہ کر دیا اور اپنی شانِ حلیمی کا بھی ذکر کر دیا کہ دنیا میں انسانوں کے جرائم تو ایسے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ ایک ایک جرم کی پاداش واقع فرمائے تو اس ایک جرم کی سزا میں جاندار چیز بھی باقی نہ رہے۔

اللہ کی شانِ حکیمی کا ذکر

پھر حق تعالیٰ شانہٗ پندرہویں اور سولہویں رکوع میں اپنے انعامات کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ یہ چوپائے اور مویشی پیدا کئے ان سے دودھ اور گوشت اور ان کی کھال اور ان کے بال یہ سب کچھ اے انسانو! تمہاری منفعت کے لئے ہیں، خدا نے رزق کے لحاظ سے اپنے بندوں میں کمی اور فوقیت کو رکھا ہے۔ یہ بھی اللہ کی شان حکیمی ہے۔ آیت نمبر ۶۸ میں شہد کی مکھی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شہد کی مکھی اپنی عقل و فراست اور حسن تدبیر کے لحاظ سے تمام حیوانات میں ممتاز جانور ہے۔ اس کا اس کے ''نظام حکومت'' سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس ضعیف جانور کا نظام زندگی انسانی سیاست و حکمرانی کے اصول پر چلتا ہے تمام نظم و نسق ملکہ مکھی کے ہاتھ میں ہوتا ہے ''ملکہ'' اپنی جسامت کے اعتبار سے باقی مکھیوں سے بڑی ہوتی ہے اور تین ہفتوں میں چھ ہزار سے بارہ ہزار تک انڈے دیتی ہے اور تقسیم کار کے اصول پر اپنی رعایا کو مختلف امور سونپتی ہے۔ بعض دربانی کے فرائض انجام دیتی ہیں اور کسی نامعلوم اور خارجی فرد کو اندر داخل نہیں ہونے دیتیں۔ بعض انڈوں کی حفاظت کرتی ہیں، بعض نابالغ بچوں کی تربیت کرتی ہیں۔ بعض معماری اور انجینئرنگ کے فرائض ادا کرتی ہیں۔ ان کے تیار کردہ اکثر چھتوں کے خانے بیس ہزار سے تیس ہزار تک ہوتے ہیں، بعض موم جمع کر کے معماروں کے پاس پہنچاتی رہتی ہیں اور وہ مکانات تعمیر کرتے ہیں۔ یہ موم نباتات پر جمے ہوئے سفید قسم کے سفوف سے حاصل کرتی ہیں گنے پر یہ مادہ بکثرت نظر آتا ہے ان میں سے بعض مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں پر بیٹھ کر اس کا رس چوستی ہیں۔ جو ان میں جا کر شہد میں تبدیل ہو جاتا ہے اور

ان کے بچوں کی غذا بنتا ہے اور یہی ہم سب کے لئے بھی لذت، وغذاء کا جوہر اور دوا و شفاء کا نسخہ ہے مکھیوں کے مختلف گروہ نہایت سرگرمی سے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ کوئی مکھی گندگی پر بیٹھ جائے تو چھتے کے دربان اسے باہر روک لیتے ہیں اور ملکہ اسے قتل کر دیتی ہے لیکن یہ ننھی سی مخلوق سب کچھ کیسے کر لیتی ہے کون اس کو ہدایات دیتا ہے اور کون اسے عقل و شعور کی دولت سے نوازتا ہے اس کا جواب ہے اللہ اور فقط اللہ!

چنانچہ فرمایا کہ:

”آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور انسانوں کی عمارتوں میں چھتہ بنالے پھر ہر قسم کے پاکیزہ پھل جو تجھے مرغوب ہوں انہیں چوس کر لے آ۔ پھر واپسی کے لئے اپنے رب کے راستوں پر چل جو تیرے لئے آسان ہیں (چنانچہ دور دراز کا فاصلہ طے کر کے بغیر بھولے بھٹکے اپنے چھتے پر پہنچا جاتی ہے) اور اس کے پیٹ میں سے پینے کے لئے ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں اس میں لوگوں کی بہت سی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور سوچنے والوں کے لئے نشانی ہے۔“

ذکرِ قیامت

ان دلائلِ قدرت کو بیان کرتے ہوئے قیامت کے مضمون کا ذکر کیا جا رہا ہے اور عدل و انصاف کی تعلیم دی جا رہی ہے اور اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں انسانوں کو اپنی عاقبت کے سنوارنے کی فکر کرنی چاہئے۔

اصلاحِ معاشرہ کے سنہری اصول

پروردگارِ عالم امر کرتا ہے عدل کا، احسان کا، ایتاء ذی القربیٰ کا اور فحش اور بے حیائی کی باتوں سے روکتا ہے۔ ظلم و سرکشی کو منع کرتا ہے۔ یہ وہ ہدایات جامع ہیں جو معاشرت کی اصلاح کے لئے ضامن اور کافی ہیں اس پر یہ مضامین پورے فرمائے گئے۔

جامع ترین آیت

یہی وہ جامع ترین آیت ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت خیر وشر کی سب سے زیادہ جامع ہے۔اور یہی وہ آیت ہے جسے سن کر ولید بن مغیرہ جیسا دشمنِ اسلام بھی تعریف کرنے پر مجبور ہوگیا تھا، اس کی جامعیت ہی کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے سے اسے ہر خطیب خطبۂ جمعہ میں پڑھتا ہے، یہ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ ہے۔ اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے منع کیا گیا ہے۔عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اور فحشاء (یعنی ہر قبیح قول اور عمل) منکر (ہر وہ عمل جس سے شریعت نے منع کیا ہے) اور بغی (حد سے تجاوز کر جانا جیسے تکبر، ظلم اور حسد وغیرہ) سے منع کیا گیا ہے۔

عدل کا حکم عام ہے، احکام اور معاملات میں بھی عدل ضروری ہے، فرائض اور واجبات میں بھی، اولاد کے ساتھ بھی، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی، اپنے پرائے کے ساتھ بھی اور بیویوں، خادموں اور ملازموں کے ساتھ بھی،

ہر اچھا عمل احسان ہے، احسان کا تعلق اللہ کے ساتھ بھی ہے، جماعت اور خاندان کے ساتھ یہاں تک کہ حیوانوں کے ساتھ بھی احسان کا حکم ہے۔

یوں تو ہر مستحق کی مدد کرنی چاہئے لیکن قرابت داروں کے ساتھ تعاون کرنے کا دُہرا اجر ملتا ہے۔

ہر ایسا عمل جس کی قباحت بالکل واضح ہو وہ فحشاء ہے۔ جیسے زنا، لواطت، شراب، جوا وغیرہ۔

منکر ایسے اعمال، جو شریعت کی نظر میں قبیح ہیں اور جن سے طبعِ سلیم نفرت کرتی ہے۔

بغی یہ ہے کہ انسانوں کی عزت وحرمت اور ان کے اموال اور جانوں پر

زیادتی کی جائے۔

سورت کے اختتام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ زندگی بھر توحیدِ خالص پر جمے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اللہ کی طرف بلائیں، اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کریں۔ سورت کی ابتدائی آیت ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ ایسے فضول مطالبوں سے آپ کی طبیعت کا مکدر ہونا یقینی تھا، جبکہ آخری آیت میں آپ کو صبر کرنے اور تنگ دل نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے، لہٰذا ابتداء اور انتہاء میں مناسبت بالکل واضح ہے۔

(خلاصۃ القرآن از مولانا محمد اسلم شیخوپوری)



پارہ (۱۵) سبحٰن الذی
خلاصۂ رکوعات

پندرہویں پارے کو اس کے پہلے جملے "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کی مناسبت سے "سُبْحَانَ الَّذِیْ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ بنی اسرائیل سے شروع ہو کر سورۃ الکہف کے رکوع نمبر ۹ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع نمبر ۱ میں دعوت حقہ اور اس پر لبیک کہنے کی ضرورت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۹، ۱۰

رکوع نمبر ۲ میں جس طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں وہ نہار روحانی ہے جس میں بیدار ہو کر اپنی قوتوں کو کام میں لانے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے آیت ۱۲

رکوع نمبر ۳ میں تفصیل احکام دعوتِ حقہ۔ دیکھئے آیت ۲۲ تا ۳۰

رکوع نمبر ۴ میں تفصیل احکام دعوتِ حقہ۔ دیکھئے آیت ۳۱ تا ۴۰

رکوع نمبر ۵ میں دعوتِ حقہ پر لبیک کہنے میں جو موانع ہیں ان کی تردید۔ دیکھئے آیت ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹

رکوع نمبر ۶ میں دعوتِ حقہ پر لبیک کہنے میں جو موانع ہیں ان کی تردید۔ دیکھئے آیت ۵۳، ۵۶

رکوع نمبر ۷ میں متنبہ کیا کہ اگر دعوتِ حقہ پر لبیک نہ کہی تو گزرگاہِ دنیا میں

ایک زبردست ڈاکو ہے جو تمہارے متاعِ ایمان کو سلب کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہے۔ لہٰذا اگر تم نے اس دعوت پر لبیک کہہ کر یہ خطرناک راستہ طے کیا تو متاعِ ایمان سلامت لے جاؤ گے۔ دیکھئے آیت ۶۱ تا ۶۵

رکوع نمبر ۸ میں واضح فرمایا کہ اگر اس دعوت پر لبیک نہ کہی تو عمی باطن (دل کا اندھاپن) قائم رہے گا، جس کے نتائج قبیحہ آخرت میں بھگتنے پڑیں گے۔ دیکھئے آیت ۷۲

رکوع نمبر ۹ میں فرمایا، اگر عمی دنیوی اور اُخروی سے بچنا چاہتے ہو تو منبعِ شفا ورحمت سے جرعہ نوشی کیا کرو۔ دیکھئے آیت ۸۲

رکوع نمبر ۱۰ میں ہے کہ سوالاتِ غیر متعلقہ سے احتراز لازمی ہے۔ دیکھئے آیت ۸۵، ۹۰ تا ۹۳

رکوع نمبر ۱۱ میں ہے کہ غیر متعلقہ سوالات سے احتراز لازمی ہے۔ دیکھئے آیت ۹۴، ۹۸

رکوع نمبر ۱۲ میں دعوتِ حقہ پر لبیک کہنے والوں کے اوصاف کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۰۷ تا ۱۰۹

سورۃ الکہف کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) تمہید (۲) اصحاب الکہف کا کہف میں چھپنا (۳) اور اٹھنا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱، ۱۰، ۱۲

رکوع نمبر ۲ میں اصحابِ کہف کے چھپنے کا سبب توحید پرستی تھی۔ دیکھئے آیت ۱۶

رکوع نمبر ۳ میں (۱) اٹھنے کے بعد ایک کو خرید طعام کیلئے بھیجنا، (۲) لوگوں کا اطلاع پانا کہ اس پر قیاس کر کے قیامت کے قائل ہوں۔ دیکھئے آیت ۱۹، ۲۱

رکوع نمبر ۴ میں غار میں سو کر اٹھنے کی میعاد تین سو نو سال تھی۔ دیکھئے آیت ۲۵

رکوع نمبر ۵ میں (۱) ایک توحید پرست کا دو باغوں والے مشرک ساتھی کو تبلیغ کرنا (۲) باغ کی تباہی کے بعد مشرک کی ندامت۔ دیکھئے آیت ۳۷، ۳۸، ۴۲

رکوع نمبر ۶ میں تتمہ مضمون سابق، اعمالِ صالحہ کے مقابلہ میں متاعِ دنیا کی بے حقیقتی۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۴۶

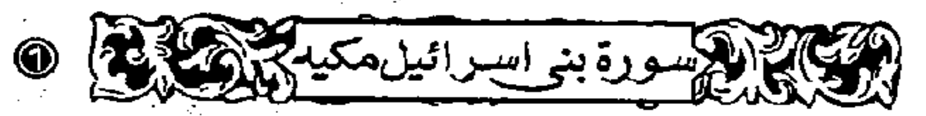
رکوع نمبر ۷ میں تعلق باللہ توڑنے والے مشرک اپنے دشمن شیطان کے ساتھ رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ دیکھئے آیت ۵۰

رکوع نمبر ۸ میں رب کے بلاوے پر بھی جو شخص اس سے تعلق نہ جوڑے اس سے بڑھ کر اور کون بدنصیب ہے۔ دیکھئے آیت ۵۷

رکوع نمبر ۹ میں (۱) موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے سفر کرنا۔ (۲) اور ملاقات کے بعد شرائط استفادہ کا طے پانا۔ دیکھئے آیت ۶۰، ۶۶ تا ۷۰

درس (۱۵)

سورۃ بنی اسرائیل سے ۱۵ پارہ کا آغاز ہوا۔



①

معراج سید البشر ﷺ

اس پارہ کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہے۔

---

① یہ قرآن کریم کی سترہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۱۲ رکوع ۱۱۱ آیات ۱۵۸۲ کلمات اور ۶۷۱۰ حروف ہیں۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۂ اسراء بھی ہے۔

وجہ تسمیہ: اسراء کے معنی ہیں رات کو لے جانا چونکہ اس سورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک لے جانے کا تذکرہ ہے اس واسطے اس کو سورۂ اسراء کہتے ہیں۔

سابقہ سورت سے ربط: ① پہلی سورۃ کے ختم پر رسالت محمدیہ کا اثبات اور اس کی تقویت کے لئے رسالت ابراہیمیہ کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں قصۂ معراج کا ذکر ہے جو کہ خارق عظیم ہے جس سے حضور ﷺ کی رسالت واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے لہٰذا سورۂ نحل کے اختتام اور اس سورۃ کے آغاز میں کھلا تناسب ہے۔

② پہلی سورۃ کے ختم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت تسبیح اور تکالیف و منکرین کے انکار پر صبر کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ نے بخوبی تعمیل فرمائی، اب اس سورۃ کی ابتداء میں اس عبادت و صبر کا نتیجہ ذکر فرمایا گیا یعنی آپ کو آسمانوں کو بلندیوں پر پہنچانا جس میں صدہا اسرار غیب اور آسمان و جنت و دوزخ کے مناظر دکھلائے گئے اور یہ امر نبوت کی اعلیٰ ترقی پر دلالت کرتا ہے۔

خلاصۂ سورۃ: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی باقی ادیان سے نسبت کیا ہے؟ جس طرح آپ امام الانبیاء علیہم السلام ہیں، اسی طرح آپ کا دین امام الادیان ہے۔

معراج کا واقعہ بعض روایات کے مطابق ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل ۲۷ رجب کی رات کو پیش آیا۔ حضور ﷺ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی کے گھر آرام فرماتے۔ جبرائیل نے آپ کو بیدار کیا آپ ﷺ کا سینہ مبارک چیر کر قلب مبارک کو دھویا پھر براق پر سوار کر کے مسجد اقصیٰ لے گئے جہاں دیگر تمام انبیاء کرام نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہاں سے جبرائیل علیہ السلام آپ کو یکے بعد دیگرے ساتوں آسمانوں پر لے گئے۔ پھر آسمانوں سے بھی اوپر کی طرف پرواز ہوئی ''سدرۃ المنتہیٰ'' پر پہنچ کر جبرائیل علیہ السلام رک گئے جبکہ آپ ﷺ کی پرواز جاری رہی، پھر جہاں تک آپ کا رب آپ کو لے گیا آپ گئے۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست شرف ملاقات حاصل کیا بعد ازاں جنت و دوزخ دیکھی اور اللہ کی قدرت کے عظیم مناظر دیکھنے کے بعد آپ ﷺ واپس مسجد اقصیٰ تشریف لائے وہاں سے بذریعہ براق مسجد حرام اور پھر ہانی کے گھر تشریف آوری ہوئی یہ سب کچھ ایک ہی رات کے ایک مختصر ترین حصے میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے''

اس آیت کریمہ میں معراج کا اجمالی ذکر ہونے کی بناء پر آسمانوں اور جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر مذکور ہے لیکن احادیث صحیحہ میں ساری تفصیلات موجود ہیں جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

دوسری آیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجا جانے کا ذکر ہے اور آپ کو ''عبدًا شکورًا'' کا لقب عطا فرمایا گیا ہے۔

تورات کی پیشینگوئی کے مطابق بنی اسرائیل کی دو مرتبہ پٹائی

آیت نمبر ۴ سے اس پیشین گوئی کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں یا

دیگر صحائف میں فرمائی تھی کہ تم زمین شام میں دو مرتبہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے تباہی پھیلاؤ گے اور دونوں مرتبہ سخت سزاؤں میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور بنی اسرائیل کے باغیانہ رویے کے بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے بیت المقدس کو بری طرح پامال کیا۔ قتل و غارت کی کوئی حد نہ رہی، مسجد اقصیٰ کو بھی منہدم کر دیا گیا، بچے کھچے اسرائیلی یہاں سے جلاوطن ہو کر بابل چلے گئے اور ستر سال کا عرصہ نہایت ذلت وخواری کے ساتھ گزارا، پھر جب شاہ ایران نے بابل فتح کیا تو اس نے یہودیوں کو اپنے سابقہ وطن واپس جانے کی اجازت دے دی اور لوٹا ہوا سامان بھی واپس کر دیا، اس وقت تک مار کھا کھا کر ان کے ہوش ٹھکانے آ چکے تھے اور یہ گناہوں سے تائب ہو چکے تھے۔ شاہِ ایران نے مسجد اقصیٰ کے سابق نمونے کے مطابق تعمیر میں بھی ان کی مدد کی۔

دوسرا سنگین اور خوفناک واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے چالیس برس بعد پیش آیا، جب یہودیوں نے اپنے حکمران شاہ روم سے بغاوت اختیار کی تو وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان پر چڑھ دوڑا۔ مسجد اقصیٰ کو شہید اور شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

قبولِ اعمال کی چار شرائط

آیت نمبر ۹ سے عظمت قرآن، توحید خداوندی اور نافرمانوں کے انجام کا بیان ہے نیز قبول اعمال کی چار شرائط ارشاد فرمائیں:

1. نیت درست ہونا۔
2. بھرپور کوشش کرنا۔
3. عمل کا شریعت وسنت کے مطابق ہونا۔
4. ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہونا۔

اسلامی معاشرت کے بنیادی اصول

آیت نمبر ۲۲ سے ان خاص احکام کا بیان ہے جس کی تکمیل آخرت میں کامیابی اور ان کی خلاف ورزی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے:

① اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ ٹھہرایا جائے

② والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں اور ان کی خدمت کرنا تم پر بھاری ہو جائے تو بھی انہیں ''اُف'' نہ کہو، انہیں جھڑکی نہ دو، خوب ادب واحترام سے بات کرو، ان کے سامنے شفقت اور عاجزی سے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو، اے میرے پروردگار، ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے میری پرورش رحم و کرم کے جذبے سے کی ہے۔ (یہ تمہارے رب کا فیصلہ ہے)
البتہ یہ یاد رہے کہ والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے، ناجائز یا گناہ کے کام میں ان کی اطاعت واجب تو کیا جائز بھی نہیں!

③ عام رشتے داروں کے حقوق کا اہتمام نیز مسکین اور مسافر کے ساتھ مالی تعاون اور صلہ رحمی۔

④ فضول خرچی سے پرہیز۔

⑤ ضرورت مند لوگ سوال کریں اور تمہارے پاس انہیں دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو نرمی کے ساتھ انہیں رخصت کر دو توہین آمیز سلوک نہ کرو۔

⑥ خرچ کرتے وقت اعتدال سے کام لو، کنجوسی اور اسراف دونوں سے بچو۔

⑦ مفلسی کے اندیشے سے اولاد کو قتل نہ کرو (چار ماہ سے زائد کا حمل گرانا بھی قتل اولاد کے زمرے میں آتا ہے)

⑧ زناکاری سے بچو۔

⑨ ناحق کسی جی کو قتل نہ کرو۔

⑩ یتیم کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔
⑪ ناپ تول میں بددیانتی نہ کرو۔
⑫ بغیر تحقیق کے کسی بات پر عمل نہ کرو کان، آنکھ اور دل کے مصرف کے بارے میں سوال ہوگا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔

دوبارہ زندگی کا سوال

آیت نمبر ۳۹ سے ان احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں پر اللہ تعالٰی کی ناراضگی کا ذکر فرمانے کے بعد تمام مخلوقات کی طرف سے اللہ کی تسبیح و تحمید کے علاوہ حضور ﷺ کی تلاوت قرآن پاک کے دوران آپ ﷺ اور منکرین و کفار کے درمیان حائل ہو جانے والے پردوں کا ذکر کیا، نیز منکرین قیامت کے اعتراضات کا جواب ارشاد فرمایا۔ مثلاً یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ آخر ہم قیامت میں دوبارہ کس طرح زندہ ہوں گے؟ جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور ہم خاک میں گل چکے ہوں گے، جواب میں فرمایا کہ چاہے تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور چیز خاک یا راکھ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جس پروردگار نے اپنی ساری مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا، جبکہ تم کچھ بھی نہیں تھے وہ دوسری مرتبہ بھی اپنی مخلوق کو پیدا کر ڈالے گا۔

آیت نمبر ۷۰ میں انسان کی دیگر مخلوقات پر برتری اور تکریم و شرافت کا بیان ہے فرمایا ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور سواری دی انہیں جنگلوں اور سمندر میں اور صاف ستھری چیزوں میں سے انہیں روزی دی اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔ پھر ان کے انجام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہم تمام گروہوں کو ان کے پیشواؤں سمیت بلائیں گے، جن کو ہم نے ان کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ دے دیا گویا انہیں کامیابی کی سند دے دی اور جو شخص اس دنیا میں راہ حق سے اندھا بنا رہا ہے وہ آخرت میں بھی اللہ کی رحمت کو نہیں دیکھ سکے گا۔

حضور ﷺ کے لئے مقام محمود کی بشارت

آیت نمبر ۷۸ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے خطاب فرما کر آپ کو نماز

قائم کرنے تلاوت قرآن نیز راتوں کو جاگ کر نماز تہجد ادا فرمانے کی تلقین کرتے ہوئے روز محشر آپ کو ''مقام محمود'' عطا فرمانے کی بشارت دی۔ اس بشارت سے جہاں ''مقامِ محمود'' کی رفعت معلوم ہوتی ہے، وہاں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ مرتبت کا بھی اظہار ہوتا ہے، بعدازاں فتح مکہ کے روز دین حق کے غلبہ کا مژدہ سنایا اور قرآن مجید کو اہل ایمان کے لئے باعث شفاء اور رحمت قرار دیا۔

حضور ﷺ سے یہودیوں کے سوالات

یہودیوں نے ایک موقع پر حضور ﷺ کی نبوت کو جانچنے کے لئے چند سوالات کئے تھے۔ ان میں سے ایک سوال تھا ''روح کیا چیز ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے جواب کے طور پر روح کی مکمل حقیقت تو اس لئے نہ بتائی کہ وہ عوام کی سمجھ سے باہر تھی اور ان کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہ تھی، فقط اتنا ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ فرمادیں: ''روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے'' البتہ باقی دو سوال جو اصحاف کہف اور سکندر ذوالقرنین سے متعلق تھے ان کے تفصیلی جواب ارشاد فرمائے، جو آئندہ صفحات میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

تمام انس و جن کو قرآن کی مثل پیش کرنے کا چیلنج

آیت نمبر ۸۸ سے دنیا بھر کے تمام انسانوں اور جنوں کو چیلنج دیا ہے کہ یہ سب متفق ہو کر بھی قرآنِ مجید کے مقابل کوئی ایسی کتاب جو اس کی تمام خوبیوں کی مقابل اور متبادل ہوسکتی ہو لے آئیں، لیکن اللہ کا یہ چیلنج نہ اس وقت قبول کیا جاسکا، نہ ہی آج تک ایسا ہوا اور نہ یہ قیامت تک ایسا ہوسکے گا۔

آیت نمبر ۹۰ سے کفار کی چند بے سروپا فرمائشوں کا ذکر ہے جن کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ ارشاد فرمادیجئے کہ میں تو ایک آدمی ہوں جو آپ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، اگر زمین فرشتوں کا مسکن ہوتا اور فرشتے یہاں پر بستے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو ہی پیغمبر بنا کر بھیج دیتا۔

موسیٰ علیہ السلام کو دی گئیں آیاتِ بینات اور توحیدِ خالص کا بیان

آیت نمبر ۱۰۱ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو عدد آیات بینات دیئے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ معجزات یہ تھے:

① عصا (ڈنڈا) جو اژدہا بن جاتا تھا......

② ید بیضا جس کو گریبان میں ڈال کر نکالنے سے چمکنے لگتا تھا......

③ زبان کی لکنت دور کر دی گئی......

④ دریا پار کرنے کے لئے اس میں راستے دے دیئے......

⑤ ٹڈی دل کا عذاب بنی اسرائیل پر بھیج دیا گیا......

⑥ طوفان بھیجا گیا......

⑦ بدن کے کپڑوں میں جوئیں پیدا کر دی گئیں جن سے بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا......

⑧ مینڈکوں کا عذاب مسلط کر دیا گیا......

⑨ خون کا عذاب بھیجا گیا ہر برتن اور کھانے پینے میں خون مل جاتا تھا!! (معارف القرآن)

اس سورت کی آخری آیات میں نماز آہستہ اور دل میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور توحید خالص کا بیان ہے کہ اے پیغمبر! اللہ کی حمد بیان کیجئے جس کی کوئی اولاد نہ ہے، نہ ہو سکتی ہے کیونکہ اولاد ہونا اس کے لئے خوبی نہیں عیب ہے۔

سورۃ الکہف مکیہ ①

اصحابِ کہف کی کہانی، قرآن کی زبانی

یہودیوں کے بقیہ دو سوال جو اصحاب کہف اور سکندر ذوالقرنین کے

---

① یہ قرآن کریم کی اٹھارہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۶۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۲ آیات ۱۱۰ کلمات ۱۶۰۸ اور کل حروف ۶۶۲۰ ہیں۔

خلاصۂ سورۃ: ......تمہید کے بعد انسان کی چار قسم کی زندگی کی تمثیل ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں تعلق باللہ درست ہونے پر اصلی عزت اور پوری راحت نصیب ہوتی ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بارے میں تھے یہ سورۃ ان کے مفصل جوابات پر مشتمل ہے اصحاب کہف کا واقعہ حضرت عیسیٰ کے بعد پیش آیا تھا۔ یہ چند نوجوان بادشاہوں کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ قوم بت پرست تھی، ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لئے شہر سے باہر ایک جگہ پر اکٹھی ہوئی، وہاں یہ لوگ بتوں کی پوجا پاٹ کرتے اور ان کے لئے جانوروں کی قربانی دیتے تھے۔ اس وقت کا بادشاہ ''دقیانوس'' بڑا ظالم اور جابر تھا اور قوم کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔

میلے کے دوران چند نوجوانوں کو خیال آیا کہ یہ لوگ جو اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے، ان کی عبادت کرتے اور ان کے لئے قربانی کرتے ہیں، یہ کیسے بدنصیب اور بے عقل لوگ ہیں، یہ خیال آتے ہی ان نوجوانوں نے میلے سے باہر نکلنا شروع کیا، سب سے پہلے جو نوجوان نکلا وہ مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ اس کے بعد دوسرا نوجوان باہر نکلا اور وہ بھی اسی درخت کے سائے میں جا بیٹھا۔ اسی طرح تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں نوجوان آتا گیا اور درخت کے نیچے بیٹھتا گیا۔ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتا تھا۔ اور نہ کسی ایک کو یہ معلوم تھا کہ باقی لوگ یہاں کیوں آبیٹھے ہیں۔ کچھ دیر سکوت کے بعد ایک شخص بولا

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

اقسام زندگی:......

(۱) ادنیٰ درجہ کا دیندار (مثال) اصحاب کہف۔ رکوع ۱ سے ۴ تک
(۲) ادنیٰ درجہ کا دنیا دار (مثال) اصحاب الجنتین۔ رکوع ۵ سے ۸ تک
(۳) اعلیٰ درجہ کا دیندار (مثال) حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ رکوع ۹، ۱۰
(۴) اعلیٰ درجہ کا دنیا دار (مثال) ذوالقرنین۔ رکوع ۱۱، ۱۲

وجہ تسمیہ: اس سورت کو سورۂ کہف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کے حیرت انگیز حال کا بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے یہ حضرات اپنے ایمان کو بچانے کے لئے غار میں چھپ گئے تھے اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بلند ہو اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنے کو بچانے کے لئے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ اسراء کے اخیر میں خدا کی حمد میں تین صفات سلبیہ ذکر فرمائی گئیں تھیں کہ خدا اولاد شریک و مددگار سب سے پاک ہے اس سورۃ کو بھی حمد سے ہی شروع کیا گیا جس سے تناسب طرفین ظاہر ہے۔

کہ بھائی ہم سب جو میلہ چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہیں اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟ جواب میں ایک شخص نے کہا قوم جو کچھ کر رہی ہے اور ایک خدا کو چھوڑ کر پتھر کی مورتیوں کو پوجنے لگ گئی ہے میں اسی چیز سے متنفر ہو کر یہاں آ گیا ہوں عبادت صرف ایک ہی ذات کی ہو سکتی ہے۔ اب تو دوسروں کو بھی موقع مل گیا اور ان میں سے ہر ایک نے اقرار کر لیا کہ اسی عقیدے اور خیال نے ہمیں قوم سے جدا کر کے یہاں لا بٹھایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورے سے اپنی ایک الگ عبادت گاہ بنائی اور اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر شہر میں پھیل گئی اور چغل خوروں نے بادشاہ کو بھی آگاہ کر دیا۔ بادشاہ نے ان کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ لوگ دربار میں پہنچے اور بادشاہ کو بھی تبلیغ کرنی شروع کر دی۔

بادشاہ نے ان کی بات سننے کے بعد انہیں ڈرایا دھمکایا اور عمدہ لباس جوان شہزادوں نے پہنے ہوئے تھے، اتروا لئے اور چند روز کی مہلت دی کہ سوچ بچار کر لیں اور سابقہ دین پر واپس آ جائیں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ لوگ بادشاہ کے دربار سے باہر نکلے تو باہمی مشورے سے ایک غار میں جا کر روپوش ہو گئے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ جیسے ہی یہ غار میں پہنچے تو اللہ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ اور ایسی نیند طاری کی کہ مسلسل تین سو نو سال تک انہیں سلائے رکھا۔ صبح و شام دھوپ ان کے قریب سے گزرتی مگر غار کے اندر ان کے جسموں پر نہ پڑتی تھی۔ نیز ان پر نیند کے ظاہری آثار بھی طاری نہ ہونے دیئے۔ آنکھیں کھلی رکھیں بدن میں ڈھیلا پن بھی طاری نہ ہونے دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی ان کو سوتا ہوا سمجھ کر ان پر حملہ نہ کر دے یا سامان نہ چرا لے۔ ساتھ ہی سوتے ہوئے آدمی کی طرح قدرت ان کی کروٹیں بھی بدلتی رہی تا کہ مٹی ایک کروٹ کو نہ کھا لے۔ اس دوران دقیانوس بادشاہ مر کھپ گیا۔ کئی بادشاہتیں بدل گئیں، لوگ نسل در نسل چند نوجوانوں کے پر اسرار طور پر غائب ہو جانے کی کہانی اپنے بچوں کو سناتے چلے آئے۔ تین سو نو سال کے بعد جب ملک پر ایک حق پرست اور عادل بادشاہ بیدوسیس کی حکومت قائم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار

کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اور یہ آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ ایک نے کہا بھائیو ہم کتنی دیر سو لئے؟ دوسرے نے جواب دیا ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ بعض نے کہا بھائی جتنی دیر بھی سوئے اس میں تفتیش کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہوگا۔ بھوک محسوس ہو رہی ہے کوئی شخص یہ رقم لے کر جائے اور بازار سے حلال کھانا لے کر آئے لیکن یہ خیال رکھے کہ کسی کو ہماری خبر نہ لگے۔ نہیں تو بادشاہ پتھروں سے مروا ڈالے گا۔

اصحابِ کہف کو تین سو نو سال بعد اٹھانے میں حکمت

جس وقت یہ واقعہ پیش آیا کچھ لوگ مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلہ پر اختلاف کرنے لگ گئے تھے۔ بادشاہ بیدوسیس متفکر تھا کہ ایسے لوگوں کو کس طرح راہ راست پر لایا جائے۔ اسی دوران اصحاب کہف کا ایک ساتھی ''تملیخا'' کھانا لینے کے لئے بازار کی طرف چلا۔ اس کی حیرت دوچند ہوتی چلی گئی کہ راستے کے سب آثار بدل چکے تھے۔ لوگوں کے لباس بدل چکے تھے۔ زبان اور لہجہ کسی حد تک مختلف معلوم ہوا۔ شہر کا نام ''افسوس'' کی بجائے ''طرطوس'' ہو چکا تھا۔ وہ حیران و پریشان ایک دکان پر پہنچا اور دقیانوس کے زمانے کا سکہ کھانے کے عوض میں پیش کیا تو دکان دار حیران رہ گیا۔ اس نے لوگوں سے کھسر پھسر شروع کر دی اور سکہ دکھانے لگا سب نے کہا کہ اس شخص کو تین سو سال پرانا کوئی خزانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ جس سے یہ سکہ نکال لایا ہے۔ ادھر اس کا اصرار تھا کہ سکہ میرا اپنا ہے۔ بازار والوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ بہت نیک اور عالم فاضل شخص تھا۔ اس نے سلطنت کے پرانے خزانے کے آثار قدیمہ میں کہیں وہ تختی بھی دیکھی تھی جس میں گمشدہ نوجوانوں کے نام لکھے گئے تھے اور انہیں اشتہاری قرار دے دیا گیا تھا۔ بادشاہ نے تملیخا سے اس کے حال کی تحقیق کی تو اسے اطمینان ہو گیا اور کہنے لگا اللہ نے میری دعا سن لی، اب میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے منکروں کو سمجھا سکوں گا۔ بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا مجھے اس غار پر لے چلو۔ بادشاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا

مجمع بھی غار کی طرف روانہ ہوا۔ جب غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے کہا بادشاہ سلامت آپ یہاں ٹھہریں میں جا کر اپنے ساتھیوں کو صورتحال سے آگاہ کر دوں کہیں وہ آپ کو اچانک آتا دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ دقیانوس ہم پر چڑھ آیا ہے۔ چنانچہ تملیخا نے اندر جا کر ساتھیوں کو حالات سنائے تو وہ بے حد حیران اور خوش ہوئے لیکن اس سے قبل کہ بادشاہ ان سے شرف ملاقات حاصل کرتا، اللہ کا حکم پہنچا اور تمام اصحاب کہف کی اسی وقت وفات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تفصیلی واقعہ میں ان کی اصل تعداد کو راز ہی رکھا ہے لوگ کہیں گے تین وہ ہیں چوتھا ان کا کتا ہے، اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ بغیر نشان دیکھے پتھر چلانے والی بات ہے اور یہ بھی کہیں گے کہ سات وہ ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ ان کی صحیح تعداد جو بھی ہے اللہ کو معلوم ہے۔

تین مثالیں

ان واقعات کے علاوہ تین مثالیں بھی سورۂ کہف میں ذکر کی گئی ہیں۔ پہلی مثال ایک قصہ کی صورت میں پیش کی گئی ہے، یہ قصہ ایک ایسے شخص کا ہے جو دو انتہائی ثمر بار اور قیمتی باغوں کا مالک تھا، ان باغات کے علاوہ مال و دولت کے حصول کے کئی دوسرے اسباب بھی اس کے لیے مہیا ہو گئے تھے، ص دولت کی کثرت نے اسے فخر اور غرور میں مبتلا کر دیا، وہ بڑے بڑے دعوے کرنے لگا، اسے یہ غلط فہمی ہوگئی کہ یہ ثروت و غنا اسے ہمیشہ حاصل رہے گی اور اس پر کبھی بھی زوال نہیں آئے گا۔ اس کا خیال تھا کہ اول تو قیامت قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہاں بھی مجھے خوشحالی حاصل رہے گی، اس کے صاحبِ ایمان دوست نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ اسباب کو خدا کا درجہ مت دو، انہیں سب کچھ نہ سمجھو اور اللہ کو ہر گز نہ بھولو۔ اس کائنات میں وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے لیکن دولت نے اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی کہ سورج سے بھی زیادہ یہ روشن حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آسکی۔ پھر اللہ کا عذاب آیا اور اس کے باغات جل کر کوئلہ ہو گئے، تباہی اور بربادی کے بعد وہ پچھتانے لگا کہ

اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا اور اسباب کو خدا کا درجہ نہ دیا ہوتا مگر اس کا پچھتاوا اس کے کسی کام نہ آیا۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ شخص خدا کو مانتا تھا اور قیامت کا مبہم سا تصور بھی اس کے دل میں تھا اور یہ جو اس نے کہا کہ ''اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا'' تو اس سے مراد ''شرک فی الاسباب'' تھا، یعنی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور مسبب الاسباب کو بھول جانا۔ اگر بے لاگ تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ غیر مسلم تو اس شرک میں مبتلا تھے ہی، بہت سارے مسلمان بھی اس شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا ایمان اور توکل کے منافی نہیں، مگر اسباب کو مؤثر بالذات سمجھنا یقیناً ایمان کے منافی ہے۔

دوسری مثال جو بیان کی گئی ہے وہ باری تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے ''اور ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر دو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے (زمین کی روئیدگی کا معاملہ) آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی روئیدگی اس سے مل جل کر اُبھر آئی (اور خوب پھلی پھولی) پھر (کیا ہوا؟ یہ کہ) سب کچھ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا، ہوا کے جھونکے اسے اڑا کر منتشر کر رہے ہیں اور کونسی بات ہے جس کے کرنے پر اللہ قادر نہیں۔'' (آیت ۴۵)

یعنی زوال اور فنا میں دنیا کی زندگی اس بارش کی طرح ہے جو آسمان سے برستی ہے اس کی وجہ سے پوری زمین سرسبز ہو جاتی ہے، فصلیں لہلہا اُٹھتی ہیں، پھول کھل جاتے ہیں، ہر طرف خوشنما منظر دکھائی دیتے ہیں پھر اس کمال پر زوال آتا ہے، پھول مرجھا جاتے ہیں، پتے جھڑنے لگتے ہیں، فصل کو کاٹ دیا جاتا ہے، اسے پیروں تلے روندا جاتا ہے، وہ چورا چورا ہو کر ہوا میں بکھر جاتی ہے۔ یہی حال دنیا کی نعمتوں کا ہے جو کہ زوال پذیر ہیں، صحت، جوانی، زندگی، خوشحالی اور عیش و عشرت کی ساری صورتیں عارضی ہیں۔ ان نعمتوں کی وجہ سے صرف جاہل اور احمق ہی دھوکے کا شکار ہوتے ہیں۔ اصحابِ عقل جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا سامان اور زینت ہے، باقی رہنے والی اور ہمیشہ کی زندگی میں کام آنے والی چیزیں نیک اعمال ہیں، صدقہ خیرات ... ذکر

وتلاوت ہے، اچھے اخلاق ہیں اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ہے۔

تیسری مثال تکبر اور غرور کی ہے اور اسے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب اس نے کبر وغرور کی وجہ سے اللہ کے حکم کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس کا خیال تھا کہ میں افضل ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ افضل، مفضول کے سامنے سجدہ کرے۔ اس قصہ کے ضمن میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ کبھی بھی فخر اور گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو اور اللہ کے حکموں کے سامنے منطق نہ لڑائے کہ بندگی کا تقاضا تسلیم وانقیاد ہے نہ کہ حجت بازی اور انکار!! (خلاصۃ القرآن از مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

وعدہ کرتے وقت ''انشاء اللہ'' کہنا ضروری ہے

اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو تلقین فرما رہے ہیں کہ اگر لوگ آپ سے کوئی سوال کریں تو آپ اس کے جواب کا وعدہ کرتے ہوئے انشاء اللہ ضرور کہہ دیا کریں، اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق سوال کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کل تمہیں اس سوال کا جواب دوں گا آپ کو امید تھی کہ وحی کے ذریعے مجھے ان سوالوں کے جواب سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ لیکن اللہ کی بے نیازی ملاحظہ ہو کہ پندرہ دن تک وحی نہ آئی اور آپ کو حسب وعدہ سوالوں کا جواب نہ دے سکنے پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا بعدازاں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سوالوں کے جوابات بھی ارشاد فرمائے ساتھ ہی آپ ﷺ کو مذکورہ نصیحت بھی فرمائی۔

واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام

یہاں ایک اور واقعہ کا بھی ذکر ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کو وعظ فرمایا اس وعظ میں اتنی تاثیر تھی کہ سامعین پر بے حد رقت طاری ہوئی آنکھیں چھلک اٹھیں اور جل تھل ہو گیا، ایک شخص نے سوال کیا حضرت! اس وقت دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا میں! یہ جواب درست تھا کیونکہ پیغمبر اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے

لیکن ادب کا مقتضی یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مسئلہ کو اللہ کے علم کے حوالے کرتے۔

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گفتگو میں احتیاط کی تعلیم دی جائے، فرمایا اے موسیٰ! ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے جو آپ سے بڑا عالم ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، ملاقات کرا دیجئے۔ فرمایا ایک مچھلی ساتھ لے کر سفر اختیار کیجئے، جہاں مچھلی گم ہو جائے وہیں ہمارا بندہ آپ کو ملے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون علیہ السلام کو ساتھ لیا، مچھلی ان کے حوالے کی اور چل پڑے۔ چلتے چلتے اس جگہ پر پہنچے جہاں دو دریا باہم بغل گیر ہو رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرمانے کا ارادہ کیا اور پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، اللہ کے حکم سے مردہ مچھلی زندہ ہوئی اور چھلانگ لگا کر پانی میں غائب ہو گئی۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ پانی میں ایک سرنگ سی بنتی چلی گئی۔ یوشع بن نون اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو انہیں مچھلی کے بارے میں بتانا یاد نہ رہا اور اس جگہ سے پھر روانہ ہو گئے۔ پورے ایک دن اور رات کا سفر مزید طے کر لیا، صبح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک محسوس ہوئی تو فرمایا یوشع! کھانا نکالو اس سفر نے تو ہمیں تھکا دیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کی حضرت! وہ ہماری مچھلی تو اس جگہ دریا میں غوطہ لگا گئی تھی جہاں آپ نے آرام فرمایا تھا لیکن شیطان نے مجھے بھلا دیا کہ آپ کو اطلاع نہ کر سکا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تو ہماری منزل تھی واپس چلو۔ چنانچہ واپس چلتے چلتے جب اسی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا تو وہ شخص چادر ہٹائے بغیر کہنے لگا اس جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا؟ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نام بتایا، وہ لیٹے ہوئے شخص حضرت خضر علیہ السلام تھے، انہوں نے لیٹے لیٹے پھر پوچھا موسیٰ بنی اسرائیل؟ فرمایا ہاں میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے، کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، فرمایا آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔

❁❁❁❁❁

پارہ (١٦) قال الم
خلاصۂ رکوعات

سولہویں پارے کو اس کے پہلے جملے " قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا" کی مناسبت سے "قَالَ اَلَمْ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ کہف کے رکوع نمبر ١٠ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ مریم اور سورۃ طٰہٰ اسی پارے میں مکمل ہوتی ہیں۔

سورۃ الکہف کے رکوع نمبر ١٠ میں (١) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین مرتبہ شرائط تلمذ کو توڑا (٢) اور جدا کر دیئے گئے۔ دیکھئے آیت (١) ٧١، ٧٤، ٧٧ (٢) ٧٨

رکوع نمبر ١١ میں (١) ذوالقرنین کے پاس ہر طرح کا دنیاوی ساز و سامان موجود تھا (٢) لیکن اس کے باوجود باغی اور طاغی نہیں تھا، اس لئے اس کا ذکر خیر قرآن میں آیا۔ دیکھئے آیت (١) ٨٤، ٨٥ (٢) ٩٨

رکوع نمبر ١٢ میں (١) مشرک کی سزا جہنم ہے (٢) اور اس کے سارے اعمال رائیگاں ہوں گے۔ دیکھئے آیت (١) ١٠٢ (٢) ١٠٣ تا ١٠٥

سورۃ مریم کے رکوع نمبر ١ میں ذکر پیدائش یحییٰ علیہ السلام، جو معتاد قانون کے خلاف ہوئی تھی۔ دیکھئے آیت ٧

رکوع نمبر ٢ میں (١) واقعہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام (٢) اور خلاصۂ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام۔ آیت (١) ١٦ تا ٢١ (٢) ٣٠ تا ٣٢

رکوع نمبر ٣ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات مختصہ کا ذکر۔ آیت ٤١، ٥٠

رکوع نمبر۴ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی خصوصیاتِ مختصہ کا ذکر۔ دیکھئے
آیت ۵۱، ۵۴، ۵٦

رکوع نمبر۵ میں ابتلاء فی الشرک یوم المجازاۃ کے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ دیکھئے
آیت ٦٦، ۸۱

رکوع نمبر٦ میں ذکر نتیجہ سورۃ مریم۔ دیکھئے آیت ۸۸ تا ۹۱

سورۃ طٰہٰ کے رکوع نمبر۱ میں بیان ہے کہ رحمٰن کی رحمت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کی رہنمائی کے لئے ہدایات بھیجی جائیں۔ لیکن مستفید فطرت سلیمہ والے ہی ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۳ تا ۵

رکوع نمبر۲ میں ہارون علیہ السلام کی نبوت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی سفارش مع ذکر احساناتِ موسیٰ علیہ السلام۔ دیکھئے آیت ۲۹ تا ۳۱، ۳۷ تا ۴۱

رکوع نمبر۳ میں (۱) ممسوخ الفطرت والوں کا تسلیم حق سے انکار کرنا۔ (۲) اور سلیم الفطرت والوں کا سر تسلیم خم کرنا۔ دیکھئے آیت ۵٦، ۷۰

رکوع نمبر۴ میں اتمامِ حجت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے خروج اور معاندینِ حق کا ان کے پیچھے پڑ کر تباہ ہونا۔ دیکھئے آیت ۷۷، ۸۷

رکوع نمبر۵ میں (۱) ہارون علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی اصلاح سے عاجز آ جانا (۲) اور موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے اصلاح ہونا۔ دیکھئے آیت ۹۱، ۹۷

رکوع نمبر٦ میں ہے کہ معرضینِ حق کے لئے شفاعت نہیں ہوگی۔ دیکھئے
آیت ۱۰۹

رکوع نمبر۷ میں (۱) واقعہ عصیانِ آدم علیہ السلام (۲) اور عصیان کے ازالہ کے لئے تذکیر کی ضرورت ہے۔ (۳) اور اعراض ذکر سے عمی کا باقی رہنا۔ دیکھئے آیت ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵

رکوع نمبر۸ میں تلقین صبر اور تعلق باللہ کی درستی کے لئے شب و روز سعی جاری رہے۔ دیکھئے آیت ۱۳۰

درس (۱۶)

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھ سے کسی معاملہ پر سوال مت کرنا، میں بعد میں خود ہی آپ کو آگاہ کردوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ شرط قبول کی اور سفر کا آغاز ہوا، دونوں حضرات دریا کے کنارے چلنے لگے، اتفاقاً ایک کشتی آ گئی۔ کشتی والے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچانتے تھے انہوں نے کوئی کرایہ طے کئے بغیر دونوں کو کشتی میں سوار کرلیا۔ جونہی کشتی چلی، حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی اٹھائی اور اس کی مدد سے اس نئی کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور کہنے لگے بندۂ خدا! کشتی والوں نے ہم پر احسان کیا کہ کرائے کے بغیر ہمیں سوار کرلیا اور آپ نے کشتی توڑ ڈالی کہ یہ سب غرق ہوجائیں۔ یہ تو آپ نے بہت برا کیا۔

خضر علیہ السلام نے کہا، میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا۔ آپ ناراض نہ ہوں آئندہ نہیں پوچھوں گا۔ پھر کشتی سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ ایک جگہ چند لڑکے کھیلتے ہوئے نظر آئے، حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو پکڑا اور اس کا سر قلم کر ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرا اُٹھے اور فرمایا یہ آپ نے کیا کیا؟ لڑکے کو قتل کر ڈالا؟ خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ صبر نہ کرسکیں گے! موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ بے شک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ پھر چلنے لگے ایک بستی میں داخل ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ ہمیں اپنے یہاں مہمان رکھ لیجئے! انہوں نے صاف انکار کردیا۔ دونوں باہر نکلے تو ایک دیوار پر نظر پڑی جو گرنے کے بالکل قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے لیپ پوت کر سیدھا کردیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا کہ ان لوگوں نے ہماری مہمان نوازی گوارہ نہیں کی جبکہ آپ علیہ السلام نے ان کا اتنا بڑا کام کردیا اور اس کی

اُجرت بھی نہیں لے رہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا بس یہاں ہماری اور آپ کی جدائی ہے، اپنے سوالوں کے جواب سن لیجئے:

① جس کشتی کا تختہ میں نے توڑا تھا، وہ چند غریب آدمیوں کی تھی۔ اس کو اگر میں عیب دار نہ کرتا تو آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا ہے، وہ ہر اچھی کشتی لوگوں سے چھین لیتا ہے وہ ان سے بھی چھین لیتا۔

② لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے والدین ایمان دار لوگ تھے، یہ بڑا ہو کر کفر اختیار کرتا اور انہیں ورغلاتا، یا ان پر ظلم کرتا اسے قتل کر دیا، اب اُمید ہے کہ اللہ ان کو ایمان دار اور پاکیزہ اولاد دے گا۔

(۳) جس دیوار کو سیدھا کیا، وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، اس دیوار کے نیچے ان کے لئے ایک خزانہ موجود تھا، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور جب یہ جوان ہو جائیں تو ان کے کام آئے۔ یہ وہ امور تھے جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

ذوالقرنین سے متعلق سوال کا جواب

تیسرا سوال ذوالقرنین سے متعلق تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذوالقرنین کو ہم نے روئے زمین کا بادشاہ بنایا تھا اور ہر قسم کے اسباب عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ وہ فتوحات کرتے ہوئے ''مغرب بعید'' میں اس جگہ جا پہنچے، جہاں غروب کے وقت انہیں ایک سیاہ رنگ کے سمندر میں سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ (اگرچہ آفتاب حقیقتاً سمندر میں غروب نہیں ہوتا مگر سمندر سے آگے نگاہ نہ جاتی ہو تو سمندر میں ہی ڈوبتا محسوس ہوتا ہے۔) وہاں پر ذوالقرنین نے ایک ایسی قوم دیکھی جو کافر تھی، ہم نے بذریعہ الہام ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہیں تو اس قوم کو قتل کر ڈالیں اور اگر چاہیں تو نرمی اختیار کریں۔ ذوالقرنین نے عرض کیا کہ میں پہلے اس قوم کو دعوتِ ایمان دوں گا۔ لیکن جس نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ پھر

مغربی ممالک کو فتح کرنے کے بعد ذوالقرنین مشرق کی طرف پلٹا، یہاں تک کہ مشرق میں جہاں سے آبادی شروع ہوتی ہے وہاں جا پہنچا، وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جو سورج کی تپش سے بچنے کا کوئی انتظام حتیٰ کہ کوئی خیمہ یا مکان بھی تعمیر نہیں کرتی تھی، بلکہ وہ لوگ جانوروں کی طرح کھلے میدان میں رہتے تھے۔ اس قوم کو بھی فتح کرنے کے بعد ذوالقرنین نے ایک اور سمت اختیار کی یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پر جا نکلا جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھی۔ وہاں ایک ایسی قوم کو دیکھا جسے وحشیانہ زندگی نے سمجھ بوجھ سے بھی دور کر رکھا تھا۔ انہوں نے ذوالقرنین سے شکایت کی کہ پہاڑ کی دوسری طرف ''یاجوج ماجوج'' نام کی ایک قوم رہتی ہے، جو ہماری آبادی میں داخل ہو کر قتل وغارت کرتی اور خون بہاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو چندہ کر کے اسباب فراہم کریں اور آپ ایک ایسی دیوار تعمیر کر دیں جس سے ہم اس قوم کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

ذوالقرنین نے کہا کہ اللہ نے مجھے بہت کچھ اسباب دیئے ہیں تم افرادی قوت مجھے فراہم کرو اور میرے سرمائے سے لوہے کی چادریں لے کر آؤ۔ چنانچہ دیوار کی تعمیر شروع ہوئی اور دونوں پہاڑوں کے دونوں سروں کے درمیانی خلاء کو لوہے سے بھر دیا اور حکم دیا کہ اسے دھونکنا شروع کرو۔ چنانچہ دھونکتے دھونکتے اس سارے علاقے کو لال انگارہ کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ پگھلا ہوا تانبہ لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا اور آلات کے ذریعے اسے اوپر پھیلا دیا گیا تا کہ دیوار کی تمام درزوں میں گھس کر پوری دیوار ایک ذات ہو جائے۔ اس کے طول وعرض، اس کی بلندی اور چکناہٹ کی بناء پر یاجوج ماجوج اس پر چڑھنے یا نقب لگانے سے محروم ہو گئے۔ لیکن وہ اس دیوار کے پار موجود ہیں اور قرب قیامت میں جب اللہ کا وعدہ آئے گا تو اس دیوار کو زمین کے برابر کر دیا جائے گا اور یاجوج ماجوج زمین میں گھس کر بے انتہا قتل وغارت برپا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اوصاف وکمالات

آخری دو آیتوں میں توحید، رسالت اور قیامت کا اجمالی تذکرہ فرمایا اور

ایسے کاموں کی ترغیب دی جو آخرت میں مفید اور کامیابی کا ذریعہ ہوں گے۔ فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے اوصاف و کمالات بے پناہ ہیں۔ اگر ان کے کلمات کو لکھنے کیلئے ساتوں سمندروں کو روشنائی کی جگہ استعمال کیا جائے اور دنیا کے جتنے بھی درخت ہیں ان سب کی قلمیں بنائیں جائیں تو ان قلموں اور اتنی روشنائی کی مدد سے بھی اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالاتِ غیر متناہی کا احاطہ نہیں ہو سکے گا۔

سورۃ مریم مکیہ ①

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت

سورۃ مریم کے پہلے رکوع میں حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک دعا کی قبولیت کے نتیجے میں ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش اور نبوت کا واقعہ مذکور ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف ہو چکے تھے۔ لیکن آپ علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت مریم علیہا السلام بنت عمران (جن کا قصہ پارہ نمبر ۳ سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے) نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں پرورش پائی

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۹۸ آیات ۹۶۸ کلمات اور کل ۳۹۸۶ حروف ہیں۔

خلاصۂ سورۃ:......خیالاتِ فاسدہ متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام کی اصلاح۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے آغاز کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے واقعہ کی تفصیل کی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا۔

فائدہ: مفسر ابن کثیرؒ کے قول کے مطابق حضرت مریم کا نام قرآن پاک میں ۳۰ جگہ آیا ہے اور سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کا نام صراحۃً قرآن پاک میں نہیں ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ کہف کے خاتمہ پر خدا تعالیٰ کی بے پناہ قدرت کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو عذاب جہنم کی اطلاع دی گئی تھی اور ان آیات الٰہی کے تسلیم کرنے والوں کو فردوس اعلیٰ کی بشارت سنائی گئی تھی ساتھ ہی آپ کی بشریت کا اعلان اور آپ کی زبان وحی ترجمان کا اعلان تھا۔ سورۂ مریم کا بھی عمودی مضمون و مرکزی بیان ان آیات الٰہی کا تذکرہ ہی ہے۔ نیز یہ مضامین باہم بھی متلازم و متناسق ہیں اور سورۃ گزشتہ کے ختم پر جس طرح آپ کی رسالت کا ذکر ہے اس سورۃ کے ختم پر بھی اسی طرح بعض انبیاء سابقین کی نبوت کا مضمون ہے۔

تھی اور اس دوران کچھ عجیب وغریب واقعات پیش آئے تھے۔ حضرت مریمؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے موسم پھلوں کا انعام! حضرت زکریا علیہ السلام ان واقعات سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ ایک روز عبادت سے فارغ ہوکر نہایت خشوع وخضوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیر لب دعا کی۔ اے میرے رب میری ہڈیاں بہت کمزور ہوگئیں اور سر سے بڑھاپے کا شعلہ نکل آیا، میں آج تک تجھ سے کچھ مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا، لوگوں کے سامنے اظہار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ باتیں بنائیں گے اور شرمندہ کریں گے۔ عورت میری بانجھ ہے، اس حالت میں بھی میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ایک وارث عطا فرما، جو میرا بھی اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا بھی وارث ہو، اور اسے آپ کی رضامندی بھی حاصل ہو۔

دعا قبول ہوئی اور فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نوید مسرت عطا فرمائی: اے زکریا! ہم تمہیں ایک فرزند کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ علیہ السلام ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس کا ہم صفت اور ہم نام کسی کو نہیں بنایا۔

اب جب اللہ کی طرف سے یہ خوشخبری ملی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے میرے رب میری عورت بانجھ ہے میں خود اتنا بوڑھا ہوں کہ میرا وجود اکڑ گیا ہے ہمارے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ ہم دوبارہ جوان ہوں گے یا مجھے دوسری شادی کرنی پڑے گی؟ کیسے ہوگا؟ فرمایا اسی حال میں ہی ہوگا۔ تیرے رب کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔ اپنے اوپر غور کرو! میں نے تمہیں پیدا کیا تم پیدائش سے پہلے کچھ بھی نہیں تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادیجئے جسے دیکھ کر مجھے یقین ہو جائے کہ گھر میں حمل وقوع پزیر ہو چکا ہے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین روز تک کسی سے بول نہ سکو گے۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام کی بیوی حاملہ ہوئی اور زکریا علیہ السلام کی زبان بند ہوگئی اللہ کے ذکر کے سوا کوئی بات نہ کر سکتے تھے۔ پس حجرے میں سے تشریف لا کر قوم کو اشارے سے

سمجھایا کہ تم لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح وتحمید میں لگے رہو۔

حمل کی مدت پوری ہوئی تو حضرت زکریا کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی چنانچہ جب سن شعور کو پہنچے تو اللہ نے حکم دیا کہ تورات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو، اللہ نے یحییٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی سے دین کی سمجھ، رقت قلب، تقویٰ اور پرہیز گاری عطا فرمائی، والدین کا فرمانبردار بنایا، ارشاد فرمایا:

''سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن اس نے وفات پائی اور جس دن وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوگا (یعنی قیامت کے دن)

حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

دوسرے رکوع سے حضرت مریمؑ اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔

حضرت مریمؑ ایک روز اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر مکان کے پچھواڑے غسل کے لئے تشریف لے گئیں اور پردہ کرلیا۔ اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے ایک آدمی کی شکل میں تشریف لے آئے۔ حضرت مریمؑ کی نگاہ پڑی تو گھبرا کر کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے تو یہاں سے دور ہوجا، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، میں انسان نہیں آپ مجھ سے خوف زدہ نہ ہوں۔ میں تو فرشتہ ہوں اور آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دینے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت مریمؑ نے تعجب سے کہا کہ میرے لڑکا کس طرح ہوگا، مجھے تو آج تک کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، ایسے ہی ہو جائے گا، کسی مرد سے قربت کے بغیر، کیونکہ یہ کام آپ کے رب کیلئے بہت آسان ہے، ہم اس لڑکے کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں اور یہ کام طے شدہ ہے، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ پر پھونک ماری، جس کی وجہ سے حمل ہو گیا، مدت پوری ہونے پر حضرت مریمؑ دردِ زہ کی حالت میں آبادی سے دور کسی

پوشیدہ مقام پر چلی گئیں، اور کھجور کے درخت کا سہارا لے لیا۔ بچہ ہونے پر بدنامی کے خیال سے گھبرا کر کہنے لگیں کاش! میں اس وقت سے پہلے مرگئی ہوتی اور لوگ مجھے بھول بھلا گئے ہوتے۔ اسی وقت اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور پردے کی آڑ سے پکار کر فرمایا، مریم غمگین مت ہو، اللہ نے پانی کا چشمہ بھی جاری کردیا ہے، اس سے پانی پیو، اور کھجور کے تنا کو ہلاؤ، اس سے تم پر تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی۔ کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، کوئی شخص اس طرف آنے لگے یا تمہارے پاس بچہ دیکھ کر اعتراض کرے تو اسے کہہ دینا کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ (جس میں بولنے کی بندش ہے) لہٰذا آج میں دن بھر کسی سے بات نہیں کروں گی...... چنانچہ وہاں پر حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا، جب اسے اٹھا کر قوم کے سامنے آئیں تو قوم یہ چیز دیکھ کر دم بخود رہ گئی، اور لوگ کہنے لگے اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا تھا نہ تیری ماں بدکار تھی تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی؟ حضرت مریمؑ خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے چھوٹے بچے سے ہم کیا بات کریں، ہمارے سوال کا جواب تم دو، اسی لمحے اللہ کا حکم ہوا اور نومولود عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے فرمایا ''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا، میں جہاں بھی ہوں گا وہاں برکت ہوگی اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاحیات تاکید فرمائی ہے، ماں سے نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے، مجھے ظالم اور بدبخت نہیں بنایا، مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہوں گا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) اور ان کی حقیقت، جس کے بارے میں لوگ جھگڑتے ہیں۔ اللہ خود اولاد سے پاک ہے اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسے کہتا ہے ہوجا، پس وہ ہوجاتا ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے مکالمہ

تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ایک یادگار واقعہ ارشاد

فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا، اے ابا جان! آپ ایسی چیز کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنے، نہ دیکھے، اور نہ آپ کے کچھ کام آئے۔ اے ابا جان! میرے پاس ایک ایسا علم ہے جس سے آپ محروم ہیں پس آپ میری پیروی کریں تا کہ آپ کو سیدھے راستے پر چلاؤں...... اے ابا جان! شیطان کی پوجا مت کریں کیونکہ شیطان رحمان کا نافرمان ہے...... اے ابا جان! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب آجائے اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں...... ابراہیم علیہ السلام کی اس شستہ شائستہ گفتگو پر باپ بدحواس ہوگیا اور کہنے لگا، ابراہیم! کیا تو میرے ٹھاکروں کا باغی ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کردوں گا۔ جا مجھ سے دور ہوجا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تیری سلامتی رہے۔ میں اپنے رب سے تیرے حق میں ہدایت اور مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں تمہیں اور تمہارے جھوٹے خداؤں کو چھوڑتا ہوں اور اپنے رب کی بندگی کروں گا۔ امید ہے کہ اس کے رحم وکرم سے محروم نہیں رہوں گا۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے باپ کا وطن چھوڑ دیا اور اللہ نے اس کی دلجوئی کے لئے اسحاق علیہ السلام اور پھر اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام عطا کیا، اور دونوں کو نبی بنایا اور ان سب کا اپنی رحمت سے بول بالا کردیا۔

سورۃ مریم کے چوتھے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور دیگر چند پیغمبروں کی اولاد کا اجمالی ذکر فرما کر ان کی چند خصوصیات بتانے کے بعد ان کی ناخلف اولاد کا شکوہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے نماز کھو ڈالی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ پڑے۔ چنانچہ اپنا انجام دیکھ لیں گے ساتھ ہی توبہ کرکے اعمال صالحہ میں لگ جانے والوں کا ذکر اور ان پر اللہ کے انعامات کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۶۶ سے منکرین قیامت کی تہدید کا بیان ہے جو سورۃ کے آخر تک چلا گیا ہے۔

بڑے مجرموں کی خصوصی سزا

سورۃ مریم کی آیت نمبر ۶۹ سے ان جھگڑالو اور ضدی لوگوں کا بیان ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے تھے، ایسے منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش اور اکڑ باز تھے، انہیں عام مجرمون سے علیحدہ کرلیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حق دار ہوگا، وہ خدا کے علم میں ہے۔ اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ کا علم سب سے زیادہ ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ اعمالنامے لکھنے والے فرشتے دوزخیوں کے اعمال سے واقف ہوں، بدکار اور پرہیزگار سعید اور شقی ہر ایک کو تفصیل سے جانتے ہوں۔ لیکن ان سب کے علم سے اللہ کا علم زائد ہو، پس اللہ سے زیادہ ان کے احوال سے واقف ہوگا (کیونکہ اللہ کو دماغی تصورات اور قلبی تصدیقات اور اندرونی نیتوں کا بھی علم ہے اور اعمال لکھنے والوں کو ان میں سے کسی بات کا علم نہیں ان کو تو صرف بدنی اعمال کا علم ہے۔)

(تفسیر مظہریؒ)

جہنم پر سب کا گذر ہوگا

آیت نمبر ۷۱ اور ۷۲ میں ارشاد ہے کہ ''ہر نیک و بد، مجرم و بری اور مومن و کافر کے لئے حق تعالیٰ قسم اٹھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اس کا گذر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر رکھا گیا ہے جسے عام محاورات میں ''پل صراط'' کہتے ہیں۔ اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا۔ خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار اُلجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔ (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے اور آخر میں براہِ راست ارحم

الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا، دوزخ سے نکالے جائیں گے، صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صالحین پر وہ آگ بردو سلام بن جائے گی، وہ بے کھٹکے اس میں سے گزر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فلیراجع (تفسیر عثمانیؒ)

اہل بدر واہل حدیبیہ کی فضیلت

مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے اُمید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ یہ سن کر حضرت حفصہؓ نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے، تو آپ نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس میں سے نجات پا جائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے۔

صحیحین میں ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی، مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر۔ اس سے مراد یہی آیت ہے۔

ہناد اور طبرانی اور بیہقیؒ نے خالد بن سعد کا قول نقل کیا کہ جنت میں پہنچ جانے کے بعد جنتی عرض کریں گے اے ہمارے مالک! کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ آگ میں ضرور داخل کیے جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا ضرور یہ وعدہ کیا تھا اور ایسا ہو بھی گیا، تم لوگ آگ پر سے گزر گئے اور (چونکہ) آگ ٹھنڈی کر دی گئی (اس لئے تم کو محسوس بھی نہیں ہوئی)۔

ایمانِ کامل کا خلاصہ

آیت نمبر ۹۶ میں ایمان کامل کے فوائد ارشاد فرمائے کہ "سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا"، یعنی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کر دیتے

ہیں دوستی اور محبت۔ یعنی ایمان اور عملِ صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ یہ ہے کہ مومنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی اُلفت ومحبت ہو جاتی ہے۔ ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہوتا ہے اور دوسرے تمام لوگوں اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

اور ہرم بن حیانؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔ (قرطبی، بحوالہ معارف القرآن)

منکر ومخالف خبردار ہو جائیں

سورۃ مریم کی آخری آیت میں ایک بار پھر واضح فرمایا کہ کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں جن کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم ﷺ سے برسر مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار واستہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آ گھیرے جو چشم زمین تہس نہس کر ڈالے۔

سورۃ طٰہٰ مکیہ ①

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں سے آٹھ دس سال کا عرصہ مصر سے ہجرت کر کے حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی مدین میں جا گزارا تھا۔ وہاں آپ کی شادی

① یہ قرآن کریم کی بیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۵ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۸ رکوع اور ۱۳۵ آیات ہیں کلمات ۱۳۵۱ اور حروف ۵۴۶۶ ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ طٰہٰ سے ہوئی اس لئے اس کو بطور علامت کے سورۃ کا نام دے دیا گیا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکلے اور اپنی والدہ ماجدہ سے جدا ہوئے خاصہ عرصہ گزر چکا تھا۔ ماں اور وطن کی محبت نے جوش مارا تو آپ علیہ السلام نے مصر واپسی کا ارادہ کرلیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کچھ سامان وغیرہ کے ساتھ اپنی بیٹی اور داماد کو رخصت فرمایا۔ راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لئے عام راستہ چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ موسم سردی کا تھا۔ اور آپ علیہ السلام کی اہلیہ کے بچہ بھی ہونے والا تھا۔ جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت میں جا نکلے رات اندھیری سرد، برفانی تھی، اس حال میں اہلیہ کو دردزہ شروع ہوگیا۔ سردی سے بچنے کے لئے آگ جلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چقماق استعمال کیا مگر اس سے آگ نہ نکلی، اچانک سامنے کوہ طور پر آگ نظر آئی۔ اہلیہ سے کہا کہ میں پہاڑ پر جا کر آگ لے آتا ہوں۔ اور اگر وہاں کوئی بندہ مل گیا تو راستہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ کوہ طور پر

(گذشتہ صفحہ سے متعلقہ حاشیہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ مریم میں توحید ورسالت اور وحی کا مضمون ہے اور "تنزیلاً ممن خلق" سے توحید کے متعلق مضمون ہے اور ھل اتاک سے حضرت موسیٰ کے قصہ کے ضمن میں توحید ورسالت دونوں کی تقریر ہے رسالت موسویہ سے رسالت محمدیہ کی توضیح ہے نیز اوپر کی سورۃ ذکر قرآن پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورۃ ذکر قرآن سے شروع ہوئی ہے اس لئے پہلی سورۃ کے خاتمہ اور اس سورۃ کے فاتحہ میں خاص ربط ومناسبت حاصل ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل واقعہ مذکور ہے جو کہ آیت نمبر ٩ سے شروع ہو رہا ہے۔

سورۃ طٰـــہٰ ہی وہ سورت ہے جس کی فصاحت وبلاغت اور مضامین کے محیر العقول طرز بیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت مزاج آدمی کا دل پگھلا کر انہیں دولت ایمان سے مالا مال کردیا۔

سورۃ طٰہٰ کے خواص: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ صرف طٰہٰ اور یٰسٓ کی تلاوت کیا کریں گے، جو شخص اس سورت کو ریشم کے سبز کپڑے پر لکھ کر اُن لوگوں کے پاس چلا جائے جن سے اپنی شادی کی درخواست کرنا چاہتا ہے، تو وہ اس کی درخواست کو منظور کریں گے اور اس سے شادی کردیں گے۔ اور اگر اس نوشتہ کو لے کر چند لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے چلا جائے تو وہ اس کے حکم کو بسر وچشم قبول کریں گے کوئی اُس کی مخالفت نہ کرے گا، اور اگر دولڑنے والے لشکروں کے درمیان چلا جائے تو وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر لڑائی چھوڑ دیں گے۔ اور اگر پی کر بادشاہ کے ہاں چلا جائے تو گو بادشاہ ظالم ہو، اُن کے ساتھ نرمی سے پیش آئے گا اور جو بیوہ عورت مدت سے بے نکاح بیٹھی ہوئی ہو، اگر وہ اس کے پانی سے نہائے تو بہت آسانی سے اس کی شادی ہو جائے گی۔

جب آگ کے قریب پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ بہت بڑی آگ ہے جو ایک درخت پر شعلے مار رہی ہے۔ مگر درخت ہے کہ وہ جوں کا توں ہرا بھرا ہے۔ اس کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں۔ بلکہ درخت کی رونق اور تازگی زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر کچھ دیر تک اس انتظار میں رہے کہ شاید کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اٹھالیں، جب دیر تک ایسا نہ ہوا تو کچھ گھاس پھونس اکٹھا کر کے اسے آگ کے قریب کیا، لیکن جیسے ہی گھاس پھونس کو آگ کے قریب کیا آگ فوراً پیچھے ہٹ گئی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آگ ان کی طرف بڑھی اور یہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ بہر حال آگ انہیں حاصل نہ ہوئی، یہ اسی حیرت کے عالم میں تھے کہ ایک غیبی آواز آئی۔ اے موسیٰ میں ہوں تمہارا رب! تم اس وقت مقدس وادی طویٰ میں ہو، اپنی جوتیاں اتار دو۔ میں نے تمہیں پسند کیا ہے، میری طرف سے جو حکم ہوا سے توجہ سے سنو، میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، پس میری عبادت کرو، اور میری یاد میں نماز قائم کرو۔ بے شک قیامت قائم ہوگی۔ میں اس کو لوگوں سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص جو کمائے سو پائے!

پھر اچانک فرمایا، اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ (حالانکہ اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، اس سے مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلجوئی تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی...... یہ میرا عصا ہے، اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی کئی کام اس سے لیتا ہوں۔

فرمایا، اے موسیٰ! اسے نیچے ڈالو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد کی تعمیل کی اچانک وہ عصا ایک بہت بڑے سانپ کی صورت اختیار کر گیا جسے دیکھ کر آپ ڈر گئے۔ اللہ نے فرمایا اسے پکڑ لے اور مت ڈر، ہم اسے پہلی صورت میں لوٹا دیں گے۔

اور اپنا ہاتھ بغل سے ملو، تو یہ سفید ہو جائے گا چنانچہ یہ دو نشانیاں دے کر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے اور اسے جا کر نصیحت کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ میرا سینہ کھول دے، میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ فرعون اور باقی لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے گھر میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا کام بٹانے کے لئے مقرر فرما دے!......الخ

اللہ نے فرمایا موسیٰ جو کچھ تم نے مانگا ہم نے تجھے دے دیا...... یہاں سے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے چند واقعات یاد دلا رہے ہیں، جن کا بیان پارہ ۲۰ میں ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت دے کر آپ علیہ السلام کا دست و بازو بنا دیا اور تاکید فرمائی کہ دونوں بھائی جا کر فرعون سے نرمی کے ساتھ بات کرو اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ دونوں نے عرض کی اے اللہ ہم اس کی بدمزاجی سے ڈرتے ہیں، فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے دربار میں

چنانچہ دونوں بھائیوں نے جا کر فرعون سے گفتگو کی اور انہیں بنی اسرائیل کو آزادی دینے کے لئے کہا، فرعون بگڑ گیا اور بولا تمہارا رب کون ہے جس کا پیغام دینے آئے ہو؟ فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو شکل و صورت عطا فرمائی پھر اسے راہ دکھائی، کہنے لگا جو لوگ تمہاری اس دعوت سے پہلے مرکھپ گئے ان کا کیا بنے گا؟ فرمایا ان کا اچھا یا برا جو بھی انجام ہوگا ہمارے رب کو معلوم اور اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ اور ان کا قبولِ اسلام اور شہادت

مختصر یہ کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنے کی بجائے

آپ علیہ السلام کو جادوگر سمجھ کر مقابلے کا چیلنج دیا، مقام اور وقت کا تعین کر کے ملک بھر کے جادوگروں کو میدان میں اکٹھا کر لیا۔ جادوگر میدان میں اترے انہوں نے رسیاں پھینکیں اور انہیں جادو کے زور سے سانپوں میں تبدیل کر دیا۔ میدان میں ہر سو سانپ دوڑنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام کو خوف محسوس ہوا کہ ان کے جادو کا توڑ نہ کر سکا تو کیا ہوگا! اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حوصلہ بلند رکھنے اور اپنا عصا میدان میں پھینکنے کا حکم دیا، آپ نے عصا میدان میں پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن کر سارے سانپوں کو نگل گیا جادوگر حیران رہ گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور سب کے سب ایمان لے آئے۔ فرعون یہ منظر دیکھ کر تلملا کر رہ گیا اور اس نے جادوگروں کو ہاتھ پاؤں کاٹنے اور کھجور کے تنوں سے لٹکا کر پھانسی دینے کا اعلان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ چند لمحوں کے ''صحابی'' اپنے نئے تازہ ایمان پر اس قدر ثابت قدم رہے کہ انہوں نے فرعون سے کھلم کھلا کہہ دیا کہ جو تو کر سکتا ہے کر گزر...... ہم اپنے موقف سے نہیں ہٹیں گے۔ چنانچہ فرعون نے انہیں اپنی دھمکی کے مطابق اپنے جور و ستم کا نشانہ بنایا اور وہ مقام شہادت پر فائز ہو گئے۔

بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت اور فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ

اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل مضبوط ہونے لگے اور موسیٰ علیہ السلام نے سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور فرعون پر حجت تمام کر دی۔ اس پر بھی فرعون بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ قوم کو ساتھ لے کر مصر سے ہجرت کریں۔ چنانچہ آپ نے ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل فرمائی اور قوم کو ساتھ لے کر چلے۔ فرعون نے جب یہ منظر دیکھا تو اُس نے لاؤ لشکر کے ہمراہ تعاقب کی ٹھانی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنا عصا پانی پر مارو، چنانچہ آپ نے عصا مارا۔ اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے۔ چنانچہ آناً فاناً سمندر کے بیچ میں خشک راستے بن گئے اور موسیٰ علیہ

السلام بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے۔ فرعون نے سمندر میں راستے بنے دیکھے تو فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب لوگ درمیان میں پہنچے تو اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی برابر کر دیا، اور فرعون بمع لاؤ لشکر غرق ہو گیا، اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور پر روانگی اور سامری کی عیاری

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات مل چکی تو یہ آگے بڑھے، راستے میں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کی پوجا میں مصروف تھی۔ بنی اسرائیل موسیٰ سے کہنے لگے کہ جیسے ان لوگوں نے معبود بنا رکھے ہیں ہمیں بھی ویسے ہی معبود بنا دیجئے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا تم عجیب بے وقوف لوگ ہو ایسی جہالت کی باتیں کرتے ہو، یہ لوگ جو بتوں کی پوجا کر رہے ہیں، ان کی عبادت تو برباد ہونے والی ہے تم اتنے معجزات اور اللہ کی طرف سے عجیب و غریب نشانیاں اور انعامات دیکھ چکے ہو اس کے باوجود بھی اس طرح کی باتیں کرتے ہو! یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں سے آگے بڑھے اور ایک جگہ پر پڑاؤ کیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو حکم ملا کہ کوہ طور پر حاضر ہوں اور تورات لے جائیں۔ ساتھ ہی تیس روزے رکھنے کا بھی حکم ملا۔ حضرت موسیٰ نے قوم سے فرمایا کہ تم سب یہاں ٹھہرو میں اپنے رب کے پاس جاتا ہوں۔ تیس دنوں کے بعد واپس آجاؤں گا۔ اس دوران میرے بھائی حضرت ہارونؑ میرے نائب کی حیثیت سے یہاں رہیں گے اور تم نے ہر کام میں ان کی اطاعت کرنی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور تیس دن رات کا مسلسل روزہ رکھا۔ اتنے روزے رکھنے کے بعد منہ میں ذرا بو محسوس ہوئی تو پہاڑی گھاس کے ذریعے مسواک کر کے منہ صاف کر لیا اور بارگاہ حق میں حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو ہمارے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ لہٰذا آپ جائیں اور دس روزے مزید رکھ کر پھر

ہمارے پاس آئیں۔

ادھر جب قوم نے دیکھا کہ تیس روز گزر گئے ہیں لیکن ابھی موسیٰ تشریف نہیں لائے تو انہیں یہ بات ناگوار گزری اس دوران حضرت ہارونؑ نے قوم سے فرمایا کہ تم لوگوں نے وطن سے روانہ ہوتے وقت فرعون کی قوم کے لوگوں سے جو زیورات اور استعمال کی چیزیں مستعار لی تھیں۔ ان کا استعمال تمہارے لئے ناجائز ہے لہٰذا سب چیزیں اور زیورات وغیرہ حضرت ہارونؑ نے جمع کروا کر ایک گڑھے میں ڈلوا دیں۔ سامری نام کا ایک شخص جو قوم بنی اسرائیل سے تو نہیں تھا لیکن انہی کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس نے جبرئیل کے قدموں کے نیچے آنے والی مٹی ایک مٹھی میں اٹھا رکھی تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ شاید اس کی مٹھی میں زیورات ہیں اسے گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا، اس نے کہا کہ یہ زیور نہیں جبرئیل علیہ السلام کے قدموں کی خاک ہے اور اس شرط پر میں اسے پھینکوں گا کہ آپ یہ دعا کریں کہ میں جس مقصد کے لئے ڈالوں وہ پورا ہو جائے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے وعدہ کر لیا اور اس نے وہ مٹی گڑھے میں ڈال دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ جو کچھ سامری چاہتا ہے اسے پورا کر دیجئے، دعا قبول ہوئی اور سامری کے حسب خواہش ایک بچھڑا بن گیا۔ جس میں روح تو نہ تھی مگر گائے کی طرح آواز نکالتا تھا۔ اب سامری نے دعویٰ کر دیا کہ یہ خدا ہے، اور قوم کا ایک گروہ اسے تسلیم کر کے اس کی پوجا پاٹ میں مصروف ہو گیا۔

ہارون علیہ السلام نے یہ فتنہ دیکھا تو قوم کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہم سے تیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے اور چالیس دن گزرنے پر آرہے ہیں ابھی واپس نہیں لوٹے۔ انہوں نے ہم سے وعدہ خلافی کیوں کی ہے؟

ادھر جب چالیس روزے پورے کرنے کے بعد حضرت موسیٰ کو شرف ہمکلامی نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فتنہ کی خبر دی۔ موسیٰ واپس تشریف لائے تو شدید غصے کی حالت میں تھے۔ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال

پکڑ لئے۔ حضرت ہارونؑ اس موقع پر درد و محبت میں گھلے ہوئے الفاظ میں پکارتے نظر آتے ہیں، اے میری ماں جائے! میری داڑھی اور سر کے بالوں سے مت پکڑو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں چھوڑا اور ان سے عذر معلوم کیا۔ اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کیا۔ پھر سامری کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے ساری تفصیل بتائی، حضرت موسیٰ نے فرمایا بدبخت اب تیری سزا یہ ہے کہ تو ساری زندگی لوگوں سے کہتا پھرے گا ''مجھے ہاتھ نہ لگاؤ''۔ چنانچہ آپؑ کی بددعا سے وہ بخار کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ اور جو شخص بھی اسے ہاتھ لگاتا اسے بھی بخار چڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ وہ سب لوگوں سے الگ تھلگ پھرتا۔ آیت نمبر ۹۸ تک یہ واقعہ تفصیل سے ارشاد فرمایا۔

انسانی خمیر کی تحقیق اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۵ میں انسانی خمیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ بقول مفسر عثمانی ''سب کے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو جلد یا بدیر مٹی میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح حشر کے وقت بھی ان اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے، دوبارہ جمع کر کے از سر نو پیدا کر دیا جائے گا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ ان سے باہر نکالے جائیں گے۔''
(تفسیر عثمانی)

نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى. اور (قیامت کے دن) پھر اسی سے دوبارہ تم کو نکالیں گے۔ یعنی تمہارے باپ آدم کو اور تمہارے جسمانی مادہ کو ہم نے زمین کی مٹی سے بنایا، نطفہ غذا سے پیدا ہوتا ہے، پس ہر آدمی کے مادۂ تخلیق کی پیدائش زمین سے ہی ہوتی ہے۔

بغوی نے عطاء خراسانی کا قول نقل کیا ہے کہ جس جگہ آدمی دفن ہونے والا ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی فرشتہ لے کر نطفہ پر چھڑکتا ہے۔ پھر اس نطفہ اور مٹی سے آدمی کا جسم بنتا ہے۔ عطاء کے قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ مٹی ضرور ہوتی ہے جس سے اس کی پیدائش ہوتی ہے، پھر جب وہ اپنی بدترین عمر (بڑھاپے) کو پہنچ جاتا ہے تو جس مٹی سے اس کی تخلیق ہوتی ہے اسی کی جانب لوٹا دیا جاتا ہے اور اسی میں دفن کیا جاتا ہے۔ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور اسی میں دفن کیے جائیں گے۔

شیخ مرزا محمد حارثی بدخشانی نے کہا کہ حضرات ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے تائیدی اقوال (شواہد) منقول ہیں جن میں سے ایک دوسرے کی تائید کررہا ہے۔ اس لیے یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کی تقویت مندرجہ ذیل اقوال وروایات سے بھی ہوتی ہے۔

عینی نے صحیح بخاری کی شرح میں کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ محمد بن سیرینؒ نے فرمایا، اگر میں قسم کھا کر کہوں تو میری قسم جھوٹی نہ ہوگی نہ مجھے اس میں کوئی شک ہے نہ استثناء کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ہی مٹی سے بنایا تھا۔

محشر میں مجرموں کی حالت

آیت نمبر ۱۰۲ میں مجرموں کی حالت کا بیان ہے۔ محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہوں گے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے، بہرحال اگر پہلے معنی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ "وَرَأَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ" الآیۃ (الکہف) "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا" (مریم) (تفسیر عثمانی)

دنیا کی زندگی کی خفت

آیت نمبر ۱۰۳ میں دنیا کی زندگی اور قیامت کا طول بیان فرمایا "آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہوگئی۔ یہاں کے

مزے اور لمبی چوڑی اُمیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا۔ موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے۔

جوان میں زیادہ عقلمند، صائب الرائے اور ہوشیار ہوگا، وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا کہ دنیا کے زوال وفنا اور آخرت کی بقاء ودوام اور شدتِ ہول کو اس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔ (تفسیر عثانی)

قدرتِ الٰہی کے سامنے پہاڑ کچھ نہیں

فرمایا کہ قیامت کے ذکر پر منکرینِ حشر استہزاء کہتے ہیں کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے؟ ان سب کو ذراسی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف وہموار کر دی جائے گی جس میں کچھ اینچ پینچ اور اونچ نیچ نہ رہے گی، پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم میں صاف کر دی جائیں گی۔ (تفسیر عثانی)

جدھر فرشتہ آواز دے گا یا جہاں بلائے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح ادھر دوڑے جائیں گے۔ نہ بلانے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا ترچھا پن رہے گا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔ (تفسیر عثانی)

سرگزشت آدم وحوا

آیت نمبر ۱۱۶ سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدے کا حکم، شیطان کی سرتابی اور پھٹکار، نیز حضرت آدم علیہ السلام کی کمزوری یعنی شیطان کے

بہکاوے میں آ کر شجرۂ ممنوعہ کو چکھ لینا اور نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا عتاب اور جنت سے اخراج وغیرہ واقعات کا بیان ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رب کے سامنے آدم اور موسیٰ علیہما السلام کا باہم کچھ مباحثہ ہوا، اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا آپ آدم ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے (خاص) دستِ قدرت سے بنایا، آپ کے اندر اپنی روح پھونکی، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا، پھر آپ نے اپنے قصور کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے زمین پر اتروا دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا آپ موسیٰ ہیں، آپ کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کیلئے منتخب فرمایا اور آپ کو (توریت کی) تختیاں عطا فرمائیں جن کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا اور آپ کو ہم کلام بنانے کیلئے اپنا قرب عنایت کیا گیا۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے اللہ نے توریت لکھ دی تھی؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس برس پہلے۔ آدم علیہ السلام نے کہا، کیا اس میں یہ بھی تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ہاں! آدم علیہ السلام نے کہا، پھر آپ مجھے ایسا کام کرنے پر ملامت کر رہے ہیں جس کا مجھ سے صادر ہونا اللہ نے میری پیدائش سے چالیس برس پہلے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پس آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری اُمت سے بھول چوک اور وہ فعل جو کسی کو مجبور کر کے زبردستی کرایا گیا، اٹھا لیا گیا ہے (یعنی معاف کر دیا گیا ہے) اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اور ہر اُمت کے لئے بھول چوک معاف کر دی گئی ہے (بلکہ صراحۃً صرف اس اُمت کا ذکر کیا گیا ہے) ہاں مجنون وغیرہ کے متعلق (اس امت ہی

کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ عموماً بلا کسی کا نام لیے) فرمایا ہے، قلم اٹھالیا گیا۔ دیوانے، مغلوب العقل سے جب تک وہ تندرست ہو اور سوئے ہوئے آدمی سے جب تک وہ بیدار ہو اور بچہ سے جب تک وہ بالغ ہو۔

صاحب تفسیر مظہری نے آیت "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا" کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ بھول چوک پر گرفت عقلاً ممنوع نہیں ہے، گناہ ایک زہر ہے زہر قصداً کھایا جائے یا بھول چوک سے اپنا ہلاکت آفریں اثر ضرور کرے گا۔ اسی طرح گناہ بھی قصداً ہو یا بھول کر اپنا نتیجہ ضرور پیدا کرے گا اور گناہ گار بہر حال عذاب اور سزا میں مبتلا ہوگا۔

قرآن چھوڑنے کا نتیجہ

آیت نمبر ۱۲۴ میں اللہ کے ذکر سے روگردانی کا انجام بیان فرمایا۔ بقول مفسر عثمانیؒ: "جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ مقصود سمجھ بیٹھا ہے، اس کی گزران مکدر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامانِ عیش وعشرت نظر آئیں، مگر اس کا دل قناعت، توکل سے خالی ہونے کی بناء پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر، اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا، موت کا یقین اور زوالِ دولت کے خطرات الگ سوہانِ روح رہتے ہیں۔ یورپ کے اکثر متنعمین کو دیکھ لیجئے کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہو گا، بڑے بڑے کروڑ پتی دنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یادِ الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول آیا ہے کہ بندہ کو جو مال بھی دیا جائے، تھوڑا ہو یا بہت اور وہ اس میں تقویٰ نہ اختیار کرے تو ایسے مال میں کوئی

بھلائی نہیں ہوتی۔ یہی "مَعِیْشَةً ضَنْكًا" ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ پر بدگمانی ہوتی ہے، وہ خیال کرتے ہیں کہ (اگر یہ مال خرچ یا تلف ہو گیا تو) اللہ اس کی جگہ ان کو دوسری معاش (مال) عطا نہیں فرمائے گا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اس سے قناعت چھین لیتے ہیں کہ کسی طرح وہ مال سے سیر ہی نہیں ہوتا۔

محشر کے اندھے

فرمایا، کہ اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والے کو آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائے گا۔ اور دل کا بھی اندھا ہو گا کہ کسی حجت کی طرف رستہ نہ پائے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تا دوزخ وغیرہ احوالِ محشر کا معائنہ کرے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو نے دنیا میں ہماری آیات دیکھ سن کر یقین نہ لیا، نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ سب سنی اَن سنی کر دی۔ آج اسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے۔ جیسے وہاں اندھا بنا رہا تھا۔ یہاں اسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اہل وعیال اور متعلقین کو نماز کی تاکید اور اس کی حکمت

آیت نمبر ۱۳۲ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اپنے اہل کو بھی نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر جمے رہئے۔ یہ بظاہر دو حکم الگ الگ ہیں، ایک اہل وعیال کو نماز کی تاکید دوسرے خود اس کی پابندی، لیکن غور کیا جائے تو خود اپنی نماز کی پوری پابندی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ کا ماحول آپ کے اہل وعیال اور متعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ ماحول اس کے خلاف ہوا تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔

لفظ اہل میں بیوی، اولاد اور متعلقین سبھی داخل ہیں جن سے انسان کا ماحول اور معاشرہ بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ روزانہ صبح کی

نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر جا کر آواز دیتے تھے "الصلوٰۃ الصلوٰۃ"۔ (قرطبی)

دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں، وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذا فی الموضح) غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں، البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے اندازہ روزی ملتی ہے "وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (الطلاق: رکوع ۱) اسی لئے اگر فرض نماز اور کسبِ معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسبِ معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہر حال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہ ہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسبِ معاش کے ان ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو ادائے فرائضِ عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ پرہیز گاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا کس طرح اس کی مدد کرتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)



پارہ (۱۷) اقترب للناس
خلاصۂ رکوعات

سترہویں پارے کو اس کے پہلے جملے " اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ" کی مناسبت سے " اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الانبیاء سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الحج بھی مکمل اسی پارے میں شامل ہے۔

سورۃ الانبیاء کے رکوع نمبر ۱ میں دعوت الی الذکر۔ دیکھئے آیت ۲

رکوع نمبر ۲ میں تذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۱۱ تا ۱۵

رکوع نمبر ۳ میں (۱) تذکیر بآلاء اللہ (۲) اور اخیر میں تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت (۱) ۳۱ تا ۳۳ (۲) ۳۵

رکوع نمبر ۴ میں تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۴۷

رکوع نمبر ۵ میں (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲) اور لوط علیہ السلام کا مصائب آفاقی سے نجات پانا۔ دیکھئے آیت (۱) ۶۹، ۷۰ (۲) ۷۱ تا ۷۴

رکوع نمبر ۶ میں متعدد انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی مصیبت سے نجات پانا۔ دیکھئے آیات ۷۶، ۷۸، ۷۹، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶

رکوع نمبر ۷ میں (۱) عود الی المقصود یعنی اعلانِ توحید کا اعادہ (۲) اور توحید پرستوں کا مملکتِ الٰہی میں فاتح ہو کر رہنا۔ دیکھئے آیت ۱۰۵، ۱۰۸

سورۃ الحج کے رکوع نمبر ا میں بیان ہے کہ جو قادر مطلق انقلاباتِ یومیہ نظامِ عالم پر قادر ہے وہ سارے نظام کے انقلاب پر بھی قادر ہے۔ دیکھئے آیت ۵، ۶، ۷

رکوع نمبر ۲ میں ہے کہ بعض آدمی تعلق باللہ درست کرنے کے بعد ابتلاء و افتتان کے وقت تعلق توڑ کر بے کس مخلوق کے ساتھ جا کر جوڑتے ہیں۔ آیت ۱۱ تا ۱۳

رکوع نمبر ۳ میں (۱) تعلق باللہ قائم کرنے والون کی جزائے خیر کا ذکر ہے۔

(۲) اور درس گاہِ توحید سے روکنے والوں کی سزا کا بھی۔ دیکھئے آیت ۲۳، ۲۵

رکوع نمبر ۴ میں بیان ہے کہ تعلق باللہ درست کرنے والے تعظیم شعائر اللہ سے تقویٰ قلبی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۲

رکوع نمبر ۵ میں فرمایا کہ تعلق باللہ درست کرنے والے اپنے طیب مال قربان کر کے اپنے جذبۂ صادقہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۴، ۳۷

رکوع نمبر ۶ میں واضح فرمایا کہ متعلق باللہ ہمیشہ امن کے حامی ہیں۔ لیکن مملکتِ الٰہی میں بغاوت پھیلانے والوں کی سرکوبی کے لئے سر بکف ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۹

رکوع نمبر ۷ میں ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام نے حق کی آواز اٹھائی، تو شیطان نے بھی مقابلے کے لئے ہتھیار سنبھالے۔ دیکھئے آیت ۵۲

رکوع نمبر ۸ میں ہے کہ تعلق باللہ درست کرنے والے ضرورت کے وقت وطن و دیار کو خیر باد کہیں گے، ان کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہوگا۔ دیکھئے آیت ۵۸

رکوع نمبر ۹ میں آٹھویں رکوع کا تتمہ ہے، یعنی وسائل رزق اُسی نے مہیا فرمائے ہیں۔ دیکھئے آیت ۶۵

رکوع نمبر ۱۰ میں (۱) غیر اللہ سے تعلق جوڑنے والوں کے ضعف کا بیان۔

(۲) اور متعلقین باللہ کی کامیابی کا ذکر۔ دیکھئے آیت ۷۳، ۷۷

درس (۱۷)

سورۃ الانبیاء کی پہلی آیت سے ہی پارہ نمبر ۱۷ کا آغاز ہو رہا ہے۔

سورۃ الانبیاء مکیہ ①

انجام کی طرف بڑھتے ہوئے انسان کی غفلت

فرمایا وہ وقت قریب آچکا ہے جب لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ جبکہ لوگ ابھی تک غفلت میں پڑے ہیں۔ اوران کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے جو نصیحت آئے یہ اس پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں، اور رسول اکرم ﷺ کو جادو گر قرار دیتے ہیں۔ ہماری آیات کو معاذ اللہ بے ہودہ خواب، من گھڑت کلام اور شاعری سمجھتے ہیں جتنی اقوام کو ان سے پہلے ہم نے برباد کر دیا ہے ان کا بھی یہی جرم تھا وہ بھی یہی رویہ رکھتے تھے۔ ہم نے جب بھی رسول بھیجا ہے وہ آدمیوں میں سے ہی بھیجا ہے فرشتوں میں سے نہیں بھیجا، اے کافرو! اگر تم اس حقیقت کو نہیں جانتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ اہل کتاب سے پوچھ لو۔

جاہل پر عالم کی تقلید واجب ہے

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جاہل آدمی جسے احکامِ شریعت معلوم نہ ہوں، اس پر عالم کی تقلید واجب ہے کہ عالم سے دریافت کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔

آیت نمبر ۱۱ سے چند بستیوں کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے۔ بعض مفسرین

---

① یہ قرآن کریم کی اکیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۳ نمبر پر ہے اس میں ۷ رکوع، ۱۱۲ آیات، ۱۱۸۷ کلمات اور ۵۱۵۴ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ......دعوت الی الذکر، اور انبیاء علیہم السلام کا آفاقی اور نفسی مصائب میں بامداد الٰہی نجات پانا۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں مسلسل متعدد انبیاء کا ذکر آیا ہے اس لئے اس کا نام بطور علامت سورۃ الانبیاء رکھ دیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ بنی اسرائیل میں تحقیق معاد، تحقیق نبوت، تحقیق توحید اور توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے مذکور ہیں اور یہ مضامین بالخصوص قصص کا مضمون وجہ ارتباط ہے۔

کے نزدیک ان آیات کا مصداق یمن کی دو بستیاں حضوراء اور قلابہ ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ چنانچہ اللہ نے ان پر ایک کافر اور ظالم بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا جس نے ان بستیوں کو تباہ کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان پر تباہی نازل ہوئی تو کہنے لگے:

''ہائے ہماری کم بختی، بے شک ہم ظالم لوگ تھے۔''

یہ اسی شور وغل میں مصروف رہے اور قدرت نے انہیں ایسا کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو یا آگ بجھ گئی ہو!

توحید کی ایک بیّن دلیل

آیت نمبر ۲۲ سے دلائل توحید کا بیان ہے۔ ایک نہایت ہی خوبصورت دلیل یہ پیش فرمائی کہ اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے سوا دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں برباد ہو جاتے۔ اس لئے کہ اگر دو خدا ہوں اور دونوں مالک و مختار ہوں تو دونوں اپنے اپنے احکام نافذ کرنا چاہیں گے اور یہ تو ممکن نہیں کہ دونوں کا مزاج بھی ایک ہو اور پسند بھی ایک جیسی ہی ہو۔ ایک چاہے گا اس وقت دن ہو، دوسرا چاہے گا رات ہو۔ ایک چاہے گا بارش ہو دوسرا مخالفت کرے گا تو دونوں کے متضاد احکام کس طرح نافذ ہوں گے، اگر ایک غالب آ گیا اور دوسرا مغلوب ہوا تو وہ خدا ہی کیا جو مغلوب ہو گیا۔ اگر دونوں مشورہ کے پابند ہوں اور ایک دوسرے کے مشورے کے بغیر کچھ نہ کر سکے تو گویا وہ مالک و مختار نہ ہوا، ناقص ہوا، اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

خالق کی وحدانیت اور قدرت پر چھ دلائل

مشرکین کے باطل نظریات کی تردید کے بعد ایک خالق اور قادر کے وجود پر چھ دلائل ذکر کیے گئے ہیں، یہ سب کے سب تکوینی دلائل ہیں جن کا نظروں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور جن کی حقیقت کو بحث اور تحقیق کے بعد اہلِ علم نے تسلیم کیا ہے۔

پہلی دلیل یہ دی کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، ہم نے دونوں کو جدا جدا کر دیا، آسمان کو فرشتوں کا مسکن بنادیا اور زمین کو انسانوں کا، قرآن نے جو آسمان اور زمین کے جڑے ہونے کا نظریہ پیش کیا، اسے نہ عرب جانتے تھے اور نہ ہی اس وقت کی دوسری (معاصر) اقوام میں سے کوئی قوم اس نظریہ سے باخبر تھی۔ ابھی تقریباً دوسو سال ہوئے کہ ارضیات اور فلکیات کے ماہرین طویل تجربات اور مشاہدات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سارے سیارے خواہ وہ سورج اور ستارے ہوں یا زمین اور چاند، یہ سب آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر یہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے، جبکہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت بلاخوفِ تردید بیان کر دی تھی، اسے قرآن کے معجزہ کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

دوسری دلیل یہ دی کہ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے، یہ ایک عظیم انکشاف تھا جو کہ ایک اُمّی کی زبان سے کروایا گیا اور آج دنیا بھر کے اہلِ علم تسلیم کرتے ہیں کہ تمام زندہ اشیاء کے وجود میں پانی کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔ پانی کے بغیر زندگی محال ہے، خواہ حیوان ہوں یا درخت اور پودے سب پانی کے محتاج ہیں۔ آپ چاند کو دیکھ لیجئے وہ اپنی بناوٹ میں زمین کے مشابہ ہے لیکن چونکہ وہاں پانی نہیں ہے اس لئے اس کی سطح پر زندگی ناممکن ہے۔

تیسری دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے زمین ہلنے نہ پائے، اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو زمین مسلسل زلزلوں اور اضطرابات کی زد میں رہتی اور زمین کی تہہ میں جو آگ بھڑک رہی ہے اس سے حفاظت نہیں ہوسکتی تھی۔ اب بھی دنیا میں کہیں کہیں ایسے آتش فشاں پہاڑ پائے جاتے ہیں جن کے ذریعے گویا کہ زمین کبھی کبھی سانس لیتی ہے اور اس میں بھڑکنے والی آگ باہر دکھائی دیتی ہے، اگر زمین کی جلد سخت نہ ہوتی اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ نہ ہوتا تو یہ آگ زندگی محال کر دیتی۔

چوتھی دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین میں کشادہ راستے بنائے ہیں تاکہ لوگ

ان پر چلیں۔ آپ ہموار میدانوں کو چھوڑیں، پہاڑی سلسلوں ہی کو دیکھ لیجیے جو ملک در ملک چلے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان کشادہ وادیاں اور راستے رکھے ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کو اپنے اسفار میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے، اس چھت میں لاکھوں ستارے، سورج اور چاند ہیں جو اپنے اپنے مدار میں انتہائی تیز رفتاری سے گھوم رہے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ وہ خلط ملط ہوتے ہیں۔ اگر ایک ستارہ بھی اپنے مدار سے ہٹ جائے تو نظامِ عالم میں خلل واقع ہو جائے۔ تو وہ کون ہے جو اس سارے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور کسی کو بھی ایک مخصوص رفتار اور راستے سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتا؟ کیا لات و ہبل؟ کیا عزیٰ اور منات؟ نہیں، رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔

چھٹی دلیل تکوینی دلائل میں سے یہ دی ہے کہ رات اور دن، سورج اور چاند کو اللہ نے بنایا ہے، یہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں جیسے مچھلی پانی میں تیرتی ہے۔ انہیں یکے بعد دیگرے آنے جانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور یہ کبھی رکتے بھی نہیں، مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ حرکت ہی میں ان کی زندگی ہے۔ (۳۰۔۳۳) رات اور دن، سورج اور چاند، نجوم اور افلاک کی حرکت کا نظریہ قرآن نے اس وقت پیش کیا تھا، جب اس حوالے سے بڑے بڑے باخبر بھی بے خبر تھے۔ اس قرآنی نظریہ کی علم جدید تائید کر رہا ہے۔ سائنس دانوں نے تو رصد گاہوں اور جدید ترین مشینوں سے لیس لیبارٹریوں میں برسہا برس کی تحقیق کے بعد اس علمی حقیقت کو دریافت کیا تھا مگر سوال یہ ہے کہ وہ نبی اُمّی جسے لکھنا پڑھنا بھی نہیں آتا تھا، اس کے پاس وحی کے سوا کون سا راستہ تھا جس کے ذریعے خبریں پا کر وہ پوری دنیا کو باخبر کر رہا تھا۔ کیا نبی اُمّی کی مبارک زبان سے ان حقائق کا بیان ہونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں؟ یقیناً ہے، مگر اس دلیل کو تسلیم کرنے کے لئے آنکھوں سے تعصب اور عناد کی پٹی اتارنا ضروری ہے۔

توحید، نبوت، معاد اور حساب و جزاء پر دلائل دینے کے بعد سترہ (۱۷) انبیاء علیہم السلام کے قصے ذکر کیے گئے ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام (آیت ۴۸۔۹۱) ان تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی وہ یہ کہ "جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔"

آیت نمبر ۵۱ سے حضرت ابراہیمؑ کی حیات طیبہ کا ایک ایمان افروز اور یادگار واقعہ بیان فرمایا۔

داعیِ توحید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں جھوٹے خداؤں کی درگت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو بت پرستی میں مشغول دیکھ کر فرمایا یہ کیا واہیات مورتیں ہیں جن کی عبادت پر تم جمے بیٹھے ہو۔ لوگوں نے جواب میں کہا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے پایا تھا، اور ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تو نہیں تھے۔ لہٰذا ہم بھی ان کی طرح انہی کی عبادت کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ان بتوں کی پوجا کے مسئلہ میں تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ قوم نے کہا ابراہیم! کیا واقعی تمہارے پاس کوئی سچی دلیل ہے یا ویسے ہی دل لگی کر رہے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سچ کہتا ہوں کہ یہ بت عبادت کے قابل ہرگز نہیں بلکہ تمہارا اور آسمان و زمین کا رب وہی ہے جس نے انہیں پیدا کیا۔ اور میں اس دعوے پر دلائل بھی رکھتا ہوں۔ اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا۔ جب تم ان کے پاس نہیں ہو گے تا کہ ان کا بے بس اور بے کار ہونا تمہارے مشاہدے میں آ جائے۔

چنانچہ ایک روز جب قوم کسی میلے میں گئی ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

بت کدے میں داخل ہوئے اور کلہاڑا لے کر جھوٹے خداؤں کا بیڑا غرق کرنے لگے۔ کسی کا ہاتھ توڑا، کسی کے ناک کان کاٹے، کسی کی ٹانگیں توڑیں، کسی کا سر اتارا اور کسی کو کئی ٹکڑوں میں بدل ڈالا۔ لیکن سب سے بڑے بت کو جوں کا توں رہنے دیا۔

قوم واپس آئی اور ''سجدۂ شکر'' ادا کرنے کے لئے بت خانے پہنچی تو دم بخود رہ گئی۔ لوگ آپس میں کہنے لگے یہ گستاخی ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی ہو گی؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا ہے! بعض لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے ہم نے اس سے ان بتوں کا تذکرہ گستاخی کے ساتھ خود سنا ہے۔ بولے کہ جب یہ بات ہے تو اس نوجوان کو سب کے سامنے حاضر کیا جانا چاہئے تاکہ اگر وہ اقرار کرتا ہے تو اسے سزا دی جاسکے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا گیا۔ آپ تشریف لے آئے۔ قوم نے سوال کیا کہ اے ابراہیم! ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک تم نے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم یہ فرض کر کے اس بڑے گرو سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ یہ حرکت میں نے نہیں کی۔ لوگ اس دلیل پر سوچ میں پڑ گئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ دراصل تم ہی لوگ ناحق پر ہو۔ پھر شرمندگی کے مارے اپنے سروں کو جھکا لیا اور کہنے لگے اے ابراہیمؑ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں، اب ہم ان سے کیا پوچھیں ابراہیمؑ نے فرمایا تم پر افسوس! کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کوئی نفع اور نقصان تو کیا پہنچاتے وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتے۔

ابراہیم علیہ السلام آگ کے لپکتے شعلوں میں

جاہل جب کسی معقول بات کا جواب نہ رکھتا ہو تو لڑائی پر اتر آتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو مجرم قرار دے کر مقدمہ بادشاہ وقت نمرود کے پاس پہنچایا گیا۔ بادشاہ نے فیصلہ سنایا کہ ابراہیم کو آگ میں زندہ جلا دیا جائے! اور اس طریقے سے اپنے معبودوں کی دادرسی کی جائے! چنانچہ آگ جلائی گئی۔ اور جب شعلے آسمان سے باتیں

کرنے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا گیا اور اللہ کی طرف سے آگ کو حکم موصول ہوا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا، چنانچہ اللہ نے کافروں کے عزائم ناکام کردیئے اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار ہوگئی۔

دیگر چھ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر اور ان کی مساعی جمیلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہاں چند اور نبیوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

① آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام جنہیں ایک بدترین قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ② حضرت نوح علیہ السلام جنہیں ان کی طویل عمر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر و تحمل کرنے کی وجہ سے شیخ الانبیاء بھی کہا جاتا ہے، انہوں نے ۹۵۰ سال تک فریضۂ دعوت سرانجام دیا۔ ③ ، ④ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ جو دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی، انہیں روحانی اور مادی دونوں طرح کی نعمتوں سے خوب نوازا گیا تھا۔ ⑤ حضرت ایوب علیہ السلام جنہیں مصائب و آلام کے ذریعہ آزمایا گیا، انہوں نے ایسے صبر کا مظاہرہ فرمایا کہ ان کا صبر ضرب المثل بن گیا، ان مصائب و آلام میں وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، ان کی توجہ نے رحمتِ باری تعالیٰ کو متوجہ کر ہی لیا، ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور دورِ ابتلاء ختم ہوگیا۔ ⑥ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا، اس کے پیٹ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا، ان کی پکار سنی گئی اور انہیں غم سے نجات مل گئی، بے شک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والوں کو غم سے نجات مل ہی جاتی ہے۔

یاجوج ماجوج جن کا ذکر سورۂ کہف میں ہو چکا ہے، یہاں ان کا دوبارہ ذکر آیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے اتر رہے ہوں گے۔

مشرکین اور ان کے اصنام قیامت کے دن دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور کوئی بھی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔

حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں

انبیاء متقدمین کے قصص بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ دین اور دنیا میں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں، آپ نے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیا مگر جب ہر قسم کے دلائل پیش کرنے کے بعد بھی لوگ نہ سمجھے تو آپ نے اللہ سے دُعا کی ''کہا اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے، اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔'' اللہ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور غزوۂ بدر کے موقع پر مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔ اسی دعا پر سورۃ انبیاء اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

(خلاصۃ القرآن، از مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

سورۃ الحج مدنیہ ①

قیامت کا ہولناک زلزلہ

اس سورۃ کے شروع میں مسلم و کافر ہر قسم کے انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی گئی اور قیامت کے ہولناک زلزلہ سے ڈرایا گیا ہے۔ فرمایا جس دن قیامت کو قائم ہوتا دیکھ کر ہر دودھ پلانے والی دودھ پینے والے کو

---

① یہ قرآن کریم کی ۲۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۰۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۱۰ رکوع، ۷۸ آیات، ۱۲۶۳ کلمات اور ۵۴۳۲ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ......نجات یوم المجازات تعلق باللہ کی درستی پر موقوف ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں حج کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۂ حج رکھا گیا ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا اس سورۃ میں اس سے ابتداء کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیزگاری اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے گویا خاتمہ سورۃ سابقہ اور اس سورۃ کے شروع میں مابہ الارتباط مضمون انذار ہے۔

بھول جائے گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور اے مخاطب تجھے لوگ نشہ کی سی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے عذاب کے خوف کی وجہ سے ان کی حالت ایسی ہو جائے گی

انسانی تخلیق کے مختلف مراحل

آیت نمبر ۵ میں پھر سے تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا۔ یہاں انہیں ان کی ''اوقات'' یاد دلائی گئی۔ ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے فرمایا کہ اولاد آدمؑ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ (کیونکہ انسان کی غذا، جس سے نطفہ بنتا ہے) پھر نطفہ سے (جو غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے (کہ نطفہ میں غلظت اور سرخی آنے سے حاصل ہوتا ہے) پھر بوٹی سے، تمام اعضاء صحیح سالم یا ناقص!

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا مادہ چالیس روز تک رحم میں جمع رہتا ہے پھر منجمد خود کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے......الخ۔

پھر ایک مقررہ وقت تمہیں ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں حمل کی مدت پوری ہونے کے بعد ماں کے پیٹ سے تمہیں نکالتے ہیں، اس وقت تمہارے سب کے سب اعضاء جسمانی انتہائی کمزور ہوتے ہیں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ خوراک فراہم کرتے ہیں اور پرورش کرتے ہیں یہاں تک کہ تم کڑیل جوان بن جاتے ہو۔ تم میں سے کچھ لوگ اسی جوانی کی عمر تک پہنچتے پہنچتے مر جاتے ہیں۔ اور کچھ چلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڈھے کھوسٹ ہو جاتے ہیں اور جو چیزیں انہیں کسی وقت یاد ہوتی تھیں انہیں بھول بیٹھتے ہیں۔

بنجر زمین کی شادابی کا بیان

اور اے مخاطب تم دیکھتے ہو کہ ایک زمین جو عرصہ دراز سے بنجر پڑی ہوتی ہے ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو وہ سرسبز ہو جاتی ہے اور اس سے رنگارنگ قسم کی نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ کون کرتا ہے؟ یہ اللہ ہی کی قدرت کے نمونے ہیں۔ جو ذات یہ سب کچھ کرتی ہے اس کے لئے تمہیں مرنے کے بعد زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟ پھر فرمایا انسانوں میں سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ وہ ہمارے تمام ضوابط کو تسلیم کرنے کی بجائے کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ انہیں کوئی فائدہ پہنچے تو عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اگر نقصان پہنچ جائے تو الٹے منہ پھر جاتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں گنوا بیٹھتے ہیں۔

کون سا مذہب رحمان کا ہے!

امتوں اور مذاہب کا جائزہ لیا جائے تو انہیں چھ گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. مسلمان، جو کہ حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔
2. یہودی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی، یعنی اصحابِ تورات۔
3. صابی، کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا، ستاروں کی عبادت کرتے تھے۔
4. عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی، اصحابِ انجیل۔
5. مجوس، یہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار نہیں تھے، سورج، چاند اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔
6. مشرک، بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والے۔ ان میں سے پانچ فرقے شیطان کے ہیں اور صرف پہلا فرقہ رحمٰن کا ہے، ان فرقوں کے درمیان

قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔

ہر چیز اللہ کو سجدہ کر رہی ہے

آیت نمبر ۱۸ میں انکشاف فرمایا کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات جن میں جنات، چوپائے، چرند پرند اور حشرات وغیرہ شامل ہیں، حتیٰ کہ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ اور درخت وغیرہ اور ''بہت سے انسان'' شامل ہیں، اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، اور بہت سے انسان وہ بھی ہیں جو سجدہ نہیں کرتے، ان پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے اور وہ ذلت کے مستحق ہیں۔

عظمتِ بیت اللہ اور حج وقربانی کا بیان

آیت نمبر ۱۱ سے ۲۵ تک دونوں گروہوں یعنی اہل اسلام اور اہل کفر کا اخروی انجام ارشاد فرمایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۲۶ سے عظمت بیت اللہ کے علاوہ حج کے مسائل ارشاد فرمائے اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے اور قربانی کے سلسلے میں بطور خاص ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم جو قربانی کرتے ہو اس کا گوشت یا جانوروں کا خون اللہ کے ہاں نہیں پہنچتا لیکن تمہارے دل کی نیت اور تقویٰ اللہ ہاں پہنچتا ہے، یعنی نیت اگر اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرنے کی نہ ہو تو اجر سے محرومی یقینی ہے اور اجر کا استحقاق فقط تصحیح نیت کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر کی، اس کے بعد جبل ابی قیس پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ اعلان ارض و سما میں رہنے والوں تک پہنچا دیا اور ہر کسی نے اسے سن لیا۔ حج اور شعائرِ حج کی مناسبت سے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کے محارم کی تعظیم، ایمان کی علامات میں سے ہے، جیسے نیکیوں کے کرنے میں اجر عظیم ہے اسی طرح اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں اور اعمال سے بچنے میں بڑا ثواب ہے۔

جہاد کی فرضیت و حکمت

آیت نمبر ۳۹ سے جہاد کی مشروعیت کا بیان ہے۔ اس آیت کے نزول سے پہلے کفار سے جہاد کی ممانعت تھی گویا یہ کفار کے ساتھ جہاد کا پہلا حکم ہے، مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مشرکین کے مظالم کا یہ عالم تھا کہ کوئی دن خالی نہ جاتا تھا۔ جب کوئی مسلمان ان کے دست ستم سے زخمی اور چوٹ کھایا ہوا نہ آتا ہو! صحابہ کرام ؓ ان واقعات سے پریشان ہوکر حضور ﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے کہ کافروں سے جہاد کیا جائے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسلسل صبر کی تلقین ہوتی، لیکن اس آیت سے گویا صحابہ کرام ؓ کی مراد برآئی اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کی حکمت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جہاد کا حکم کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ سابقہ انبیاء اور ان کی امتوں کو بھی جہاد کے احکام دیئے جاتے تھے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کسی مذہب کا کوئی نشان نہ بچتا، مساجد اور عبادت گاہوں کو کفار مسمار کردیتے، گویا جہاد کو بقاء دین وملت کا ذریعہ بتایا گیا۔

خلفائے راشدین ؓ کی صفات

آیت نمبر ۴۱ میں خلفاء راشدین ؓ (حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ) کی خلافت کے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں اگر ان کو زمین میں اقتدار دیا جائے تو نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے، نیک کاموں کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے، چنانچہ قرآن مجید کی اس پیش گوئی کے مطابق خلفاء راشدین ؓ کے اعمال وکردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھادیا کہ وہ اس کے صحیح مصداق ہیں۔

مہاجرین ومجاہدین کے لئے رزق حسنہ کا وعدہ

آیت نمبر ۴۲ سے ۵۷ تک منکرین حق وصداقت کو ان کے انجام بد سے

ڈرایا گیا ہے اور بعدازاں اللہ کے دین کی خاطر گھربار چھوڑنے اور جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے لئے اللہ کی رضا اور بعد شہادت ''رزق حسنہ'' کی نوید سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۶۱ سے اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کا بیان ہوا اور مختلف دلائل ارشاد فرمائے گئے اور بت پرستوں کی ہٹ دھرمی کا بیان ہوا۔

جھوٹے خداؤں کی بے بسی

آیت نمبر ۷۳ سے ایک مرتبہ پھر تمام انسانوں کو مخاطب اور متوجہ فرما کر ایک خوبصورت دلیل ارشاد فرمائی کہ اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم اپنا معبود حاجت روا اور کارساز سمجھتے ہو، ان کی حالت تو یہ ہے کہ وہ سب کے سب مل بیٹھیں اور اپنی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو صرف کر ڈالیں، تب بھی وہ ایک مکھی نہیں بنا سکتے اور بنا سکنے کی بات تو بہت دور رہی، اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو یہ اس سے چھڑا نہیں سکتے! بہت کمزور ہیں مانگنے والے بھی اور جن سے مانگا جاتا ہے وہ بھی!

آخری آیات میں اہل ایمان کو رکوع، سجود اور نماز کی ادائیگی نیز ملت ابراہیم حنیف پر قائم و دائم رہنے کی تلقین ہے۔



پارہ (۱۸) قد افلح
خلاصۂ رکوعات

اٹھارہویں پارے کو اس کے پہلے جملے "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" کی مناسبت سے "قد افلح" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ المومنون سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ نور بھی مکمل اسی پارے میں شامل ہے۔ اور سورۃ الفرقان کے پہلے دو رکوع تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ المومنون کے رکوع نمبر ا میں (۱) تعلق باللہ درست کرنے والوں کے اوصاف۔ (۲) اور اس تعلق کی ضرورت کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت اتا ۱۱ و آیت ۱۲ تا ۱۶

رکوع نمبر ۲ میں تذکیر بایام اللہ، کہ جن لوگوں نے تعلق باللہ درست نہیں کیا، انہیں ذلیل ہونا پڑا۔ دیکھئے آیت ۲۳ تا ۲۷

رکوع نمبر ۳ میں تذکیر بایام اللہ، کہ جن لوگوں نے اپنا تعلق باللہ درست نہیں کیا انہیں رسوا کیا گیا۔ دیکھئے آیت ۴۱

رکوع نمبر ۴ میں (۱) تمام انبیاء علیہم السلام کا نصب العین توحید۔ (۲) نتائج تعلیم یکساں اور مقصد تعلق باللہ کی اصلاح کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۵۱، ۵۲، ۵۳

رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بآلاء اللہ سے تعلق باللہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ دیکھئے آیت ۷۸، ۷۹

رکوع نمبر ۶ میں (۱) تعلق باللہ توڑنے والوں کا یوم المجازاۃ میں احساس

(۲) اور طریق فیصلہ کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیت (۱) ۱۰۶، (۲) ۱۰۲، ۱۰۳

سورۃ النور کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا گیا کہ (۱) بد اخلاقی ثابت ہونے کے بعد سزا میں رعایت نہ کی جائے۔ (۲) بد اخلاق کو جماعت شرفاء سے خارج کر دیا جائے۔ (۳) ثبوتِ جرم میں پوری تحقیق ہو، اگر تہمت لگانے والا ثبوت نہ دے تو اسے سزا دی جائے۔ دیکھئے آیت ۲، ۳، ۴

رکوع نمبر ۲ میں واقعہ افک، تمہید قانونِ حجاب کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۱

رکوع نمبر ۳ میں بقیہ واقعہ افک جو قانونِ حجاب کی تمہید ہے۔ دیکھئے آیت ۲۲

رکوع نمبر ۴ میں قانونِ حجاب کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۷

رکوع نمبر ۵ میں تمثیل نورِ الٰہی...... دیکھئے آیت ۳۵

رکوع نمبر ۶ میں مدارج استفادۂ نورِ الٰہی کا بیان۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۴۶

رکوع نمبر ۷ میں نورِ الٰہی سے کماحقہ مستفید ہونے والوں کے لئے خلافت ارضی کا وعدہ۔ دیکھئے آیت ۵۵

رکوع نمبر ۸ میں فرمایا گیا کہ قانونِ الٰہی کا غلط استعمال نہ ہونے پائے چونکہ قانونِ حجاب تحفظ اخلاق کے لئے تھا، اس لئے جہاں بد اخلاقی کا شائبہ نہیں ہے وہاں حجاب ضروری نہیں ہے۔ جیسے "وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ" اور "وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ" دیکھئے آیت ۵۸، ۶۰

رکوع نمبر ۹ میں داعی نور الٰہی کے ساتھ حسنِ صحبت کی تلقین ہے۔ دیکھئے آیت ۶۲، ۶۳

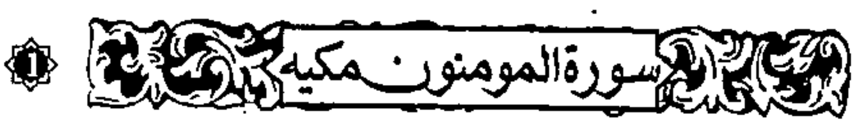
سورۃ الفرقان کے رکوع نمبر ۱ میں اجمال مسئلہ ثلاثہ (۱) توحید (۲) قرآن حکیم (۳) رسالت کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت (۱) ۲، ۳ (۲) ۴ تا ۶ (۳) ۷ تا ۹

رکوع نمبر ۲ میں مسئلہ رسالت کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۲۰

☆☆

درس (۱۸)

سورۃ المومنون سے اٹھارہویں پارے کا آغاز ہوتا ہے۔



سورۃ المومنون مکیہ ①

کامیابی پانے والے اہلِ ایمان کے سات امتیازی اوصاف

اس سورۃ سے اٹھارواں پارہ شروع ہورہا ہے سب سے پہلا مضمون اہل ایمان کے کامیاب اور بامراد ہونے کا بیان کیا گیا بعد ازاں اہل ایمان کے سات امتیازی اوصاف وعلامات ارشاد فرمائیں۔

① نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، خشوع سے مراد یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو اور اعضاء بدن بھی نماز کی حالت میں پرسکون ہوں فضول حرکتیں نہ کی جائیں۔

② لغویات یعنی فضول کلام اور کام دونوں سے پرہیز کرنا۔

③ تزکیۂ نفس یعنی نفس کو شرک، ریا، تکبر، حسد بغض، حرص اور بخل وغیرہ سے

---

① یہ قرآن کریم کی ۲۳ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع، ۱۱۸ آیات اور ۱۰۷۰ کلمات اور ۴۵۴۲ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: تعلق باللہ کی درستی پر دنیا اور آخرت کی عزت کا دارومدار ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ مومنون کا لفظ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے، اس سورۃ میں ایمان والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں ان کے اطوار وعادات بتلائے گئے ہیں اس لئے اس سورۃ کا نام مؤمنون رکھ دیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ حج کے اخیر میں یہ بیان تھا کہ اے امت محمد! تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیا وآخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو جس کام یا جس شخص کو تم اچھا کہو وہی اچھا اور بھلا ہے، اور رسول ﷺ ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے، تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عدل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟ اس لئے اس سورۃ میں اصول حسنات کی طرف اس جملہ "فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ" سے اجمالاً اشارہ تھا، اب اس سورۃ میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصول حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والوں کو فلاح کا مژدہ بھی سنایا گیا کہ ان کی فلاح میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

پاک کرنا۔

④ شرمگاہوں کی حفاظت کرنا، شرعی ضابطہ کے مطابق شہوت پوری کرنے کے علاوہ اور کسی ناجائز طریقہ پر شہوت رانی میں مبتلا نہ ہونا۔

⑤ امانت کا حق ادا کرنا یعنی کسی قسم کی خیانت کا مرتکب نہ ہونا۔

⑥ عہد پورا کرنا۔

⑦ نمازوں کی حفاظت کرنا۔

......مذکورہ اوصاف کے حامل لوگوں کو ان آیات میں جنت الفردوس کا وارث بتایا گیا ہے۔

ذکر ''احسن الخالقین'' کی ''احسن تخلیق'' کا

آیت نمبر۱۲ سے تخلیق انسان کا بیان ہے۔ انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا حضرت آدم کی طرف اشارہ ہے یا عام آدمی مراد لیا جائے تو مٹی کے خلاصہ سے مراد ''غذا'' ہوگی آگے عام آدمی کی پیدائش کا بیان ہے پھر ہم نے اسے نطفہ سے بنایا جو کہ ایک معینہ مدت تک ایک محفوظ ٹھکانے (رحم مادر) میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر اس بوٹی کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنادیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا جس سے وہ ہڈیاں ڈھک گئیں پھر ہم نے روح ڈال کر اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنادیا پس کیسی شان ہے اللہ کی، جو سب کاریگروں سے بڑھ کر کاری گر ہے پھر تم اس (زندگی) کے بعد مرو گے، اور قیامت کے دن زندہ کر کے کھڑے کئے جاؤ گے۔ اور ہم نے تمہارے اوپر تہ بہ تہ سات آسمان بنائے، آسمان سے مناسب مقدار میں پانی نازل کیا جسے ہم زمین میں ٹھہراتے ہیں۔ ہم جس طرح اس کے برسانے پر قادر ہیں اس طرح اسے ختم کرنے پر بھی قادر ہیں پھر اسی پانی کے ذریعے کھجوروں اور انگوروں کے باغات، زیتون کا درخت وغیرہ نباتات اور حیوانات کا ذکر فرما کر واضح کیا کہ سب چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے ہم نے پیدا کیں۔ اگلے چند

رکوعات میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے علاوہ عاد وثمود اور دیگر نافرمان قوموں کے انجام کا ذکر فرما کر منکرین قیامت ورسالت کو اللہ کی گرفت سے ڈرایا گیا۔

تاریخ آدمیت میں گمراہی کا آغاز

انسانوں کی گمراہی کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے ہے۔اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا۔حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلے میں قوم نے کس طرح پر انکار کیا اور ہر جگہ پر یہی چیز انبیاء علیہم السلام کے سامنے کہی جایا کرتی تھی کہ "مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کہنے لگی: "یہ تو ہم جیسے بشر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے اوپر برتری اور فوقیت اختیار کرلیں"۔حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کی اس غلط بات کی اور غلط نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے بھی اتار سکتا تھا،لیکن بتاؤ کہ فرشتے کس کے لئے رہنما ہوتے اور کس کی ہدایت کرنے والے ہوتے؟

کشتی نوح علیہ السلام کے سواروں کی کامیابی کا بیان

حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم اور طوفانِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ اور کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہونے کا ذکر کیا جارہا ہے اور یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی میں بیٹھے تو یہ دعا کی کہ "رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ" اسی کے ساتھ جو قومیں اپنے پیغمبروں کا انکار کر رہی تھیں ان کے انکار اور ان کے جھٹلانے کے واقعات کو اور ان پر جو اللہ کی طرف سے وعید اور جو کچھ سزائیں ہوئیں ان کا تفصیل کے ساتھ تیسرے اور چوتھے رکوع میں تذکرہ کیا جارہا ہے۔

ذکرِ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کو انتباہ

ان مضامین کے ذکر میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا بھی ذکر کردیا تاکہ نصاریٰ بھی اس بات پر متنبہ ہوجائیں کہ مشرکینِ مکہ نے تو اپنے

بتوں کو اپنا معبود بنایا تھا تم نے خدا کے پیغمبر کو خدائی میں شریک کرلیا تو فرمایا "وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً" کہ ان کو ہم نے ایک نشانی بنایا ہے، وہ خدا کے بندے تھے، خدا کی بندی کے بیٹے تھے۔

انبیاء کرامؑ کی وساطت سے بنی آدم کو حلال کھانے اور عمل صالح کا حکم

خطاب کیا گیا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیکی کے کام کرتے رہو، یہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی وساطت سے اولادِ آدم کو تلقین کی جارہی ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت تو یہ گمان ہی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے رزق میں ذرا برابر بھی حرام کی آمیزش ہو یا وہ عملِ صالح سے دور ہوں، لیکن یہ ایک اندازِ دلربائی ہے کہ اپنے محبوب بندوں کی وساطت سے یہ پیغام دیا جارہا ہے، نیز یہ کلام الٰہی کا حکیمانہ اسلوب ہے، جسے اہلِ قلب وجگر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی اللہ کے دین میں کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں ہے، رہا یہ کہ کفار دنیا میں اگر مال ودولت میں منہمک ہیں مال ودولت اور عیش وعشرت میں زندگی گزار رہے ہیں تو اس کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے۔

کفار کے لئے قانون کا بیان

ان کے لئے قانونِ خداوندی ذکر کیا جارہا ہے "حَتّٰى إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ" جب ایسے عیش وعشرت میں پڑنے والوں کو ہم اپنی گرفت میں لیں گے تو وہ اس وقت میں سوائے اس کے کہ وہ گڑگڑائیں اور خدا کی طرف رجوع کریں، اس وقت ان کو دھمکی دی جائے گی کہ آج تمہیں گڑگڑانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ متکبرین کس طرح پر تکبر کرتے تھے، قرآن سے کس طرح بے رخی اختیار کرتے تھے۔

گمراہ قوم کی خام خیالی

ساتھ ہی یہ بھی چیز ذکر کی جارہی ہے کہ کسی گمراہ قوم کو اس بات کی توقع نہ

رکھنی چاہئے کہ حق ان کی کوئی دلجوئی کر سکے گا اور حق ان کی خواہشات کی تکمیل کر سکے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو آسمان اور زمین اور اس میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب تباہ اور برباد ہو جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ حق، حق کے ساتھ قائم رہنے کیلئے دنیا میں اتارا گیا ہے "اِنَّکَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" میں نبی کریم ﷺ کا داعی، حق اور صراطِ مستقیم کی طرف بلانے والا بیان کیا جا رہا ہے۔

انسان اپنے منعم اور خالق حقیقی کو پہچانے

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شعور اور ادراک عطا کیا ان میں عقول اور فہم کی صلاحیتیں رکھیں، ان کا ذکر کیا جا رہا ہے اور مقصود اس سے یہی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ انسانوں کو سب سے پہلے اپنے خالق کو پہچاننے کی ضرورت ہے، اپنے منعم کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ "قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ"۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا ہمت کا کام ہے

چھٹے رکوع میں ان تمام چیزوں کے نتائج پر گفتگو کرتے ہوئے قرآن کریم نے قانون بیان کیا۔ خصومت اور جھگڑا کرنے والوں کیلئے مقابلہ کا ضابطہ بیان کیا گیا کہ "ادفع بالتی ھی احسن" کہ ایسی صورت سے آپ مدافعت کریں اور مقابلہ کریں دشمنوں کا جو کہ بہتر طریقہ ہو۔ انسان کو جدال اور جھگڑوں سے اعراض کرنا چاہئے۔

برزخ اور عذابِ قبر

آیت نمبر ۹۹ اور ۱۰۰ میں کفار اور بدترین گنہگاروں کے انجام کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا "یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے

میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے تا کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں۔ ہرگز نہیں ایسا ہونے کا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔ ان آیتوں سے عذابِ قبر اور برزخی زندگی کا اثبات ہورہا ہے۔

ذکرِ قیامت

اسی کے ساتھ قیامت کا مضمون اور نفخ صور کا واقعہ بیان کیا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو انسانوں کی بدحواسی کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا کسی کو کسی کی کوئی پرواہ نہ ہوگی، اس وقت مدار اور معیار یہی ہوگا، جس کے اعمال صالحہ وزنی اور بھاری ہوں گے وہ کامیاب اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ یقیناً ہلاک اور تباہ ہوں گے۔

کفار کے لئے واپسی کے دروازے بند

اس وقت مجرمین یہ کہتے ہوئے ہوں گے "رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ" اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کتنی مدت گزاری ہے؟ تو ان کو محسوس ہوگا کہ ہمارے دنیا سے اٹھنے کے بعد سے لے کر آج تک صرف ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم حصہ گزرا ہے۔ (خلاصۃ البیان فی تفسیر القرآن)

انسانوں کو بے کار نہیں بنایا گیا

آخری چار آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے یہی گمان کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ اور بہت بلندی والا ہے۔

آخری چار آیتوں کی فضیلت

آیت نمبر ۱۱۵ سے ۱۱۸ تک آخری چار آیت خاص فضیلت رکھتی ہیں بغوی

اور ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے بیمار پر ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کے کان میں یہ آیات پڑھ دیں وہ اسی وقت اچھا ہو گیا رسول اللہ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو، یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (قرطبی، مظہری، معارف)

سورۃ النور مدنیہ ﴿۱﴾

اس سورۃ میں زیادہ تر عزت و عصمت کی حفاظت اور ستر و حجاب کے متعلق احکام ہیں۔

بدکاری کی شرعی سزا

سب سے پہلا حکم آیت نمبر ۲ میں زنا کی سزا کا ہے زنا ایک ایسا قبیح جرم ہے جو نہ صرف نسل انسانی کی شرافت و عظمت کو داغدار کر دیتا ہے بلکہ اپنے ساتھ اور بھی سینکڑوں جرائم کا سبب بنتا ہے دنیا میں قتل و غارت گری کے جتنے واقعات عمومی حالات میں پیش آتے ہیں۔ اگر ان کی تحقیق کی جائے تو اکثر و بیشتر کا تعلق اسی بے

﴿۱﴾ یہ قرآن کریم کی ۲۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۰۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع، ۶۴ آیات، ۱۴۲۰ کلمات اور ۶۱۴۱۰ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:......قانون انسداد بداخلاقی۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا جملہ آیا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے تو چونکہ اس سورۃ میں اللہ کے نور کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ النور ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ کے اخیر میں آیت "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا" سے معلوم ہوا تھا کہ انسان کی پیدائش کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو احکام کا مکلّف کیا جائے اور آخرت میں ان احکام کی اطاعت یا مخالفت پر جزا و سزا ملے۔ اس سورۃ میں بعض احکام کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ نصف سورۃ تک تو احکام عملیہ کا بیان ہے اور خاتمہ کے قریب بھی گھر میں دخول کے لئے اجازت اور عفت وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے، گویا یہ سورۃ من وجہ تفصیل و تکمیل ہے سورۃ سابقہ کے شروع کی آیت "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ" کی، اس طور پر اس سورۃ کا پہلی سورۃ کے اول و آخر سے ارتباط ہو گیا۔

حیائی اور بدکاری سے ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ کے شروع میں اس برائی کا قلع قمع کرنے کے لئے اس کی حد شرعی بتلائی گئی ہے فرمایا کہ بدکاری کرنے والی عورت اور بدکار مرد کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور سزا دیتے وقت ان پر رحم نہ کیا جائے نیز یہ سزا کچھ لوگوں کی موجودگی میں دی جائے تاکہ مجرموں کی رسوائی زیادہ ہو اور دیکھنے سننے والوں کو عبرت حاصل ہو...... صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سو کوڑوں کی سزا غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے ہے اور ساتھ ہی سال بھر کے لئے انہیں جلاوطن بھی کر دیا جائے نیز اگر شادی شدہ مرد و عورت زنا کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا انہیں سنگسار کر دینا ہے۔

زناکار سے پاکدامن کا نکاح حرام ہے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے سال بھر جلاوطنی کی سزا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ ضرورت سمجھے تو سو کوڑے مارنے کے علاوہ انہیں جلاوطن بھی کر دے زنا کے متعلق دوسرا حکم ارشاد فرمایا کہ زانی مرد کے ساتھ عفیف اور پاکباز عورت کا نکاح حرام ہے اسی طرح زانیہ عورت کے ساتھ صالح مرد کا بھی! لیکن یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ عفیف مرد زانیہ عورت سے نکاح کر کے اس کو زنا سے نہ روکے بلکہ نکاح کے بعد بھی اس کی زناکاری پر راضی رہے کیونکہ اس صورت میں یہ دیوثیت ہوگی جو شرعاً حرام ہے، اسی طرح کوئی شریف پاکدامن عورت زنا کے خوگر شخص سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد بھی اس کی زناکاری پر راضی رہے، یہ بھی حرام ہے۔ یعنی ان لوگوں کا یہ فعل حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا باہمی نکاح منعقد نہ ہو۔

زنا کی تہمت کی سزا کا بیان

زنا کے متعلق تیسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی عزت دار خاتون پر

زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ چار گواہ پیش کرے۔ اور اگر چار گواہ نہ لا سکے تو اسے حد قذف کے طور پر اسی کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ کے لئے کبھی اس کی گواہی قبول نہ کیا جائے اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چار گواہ پیش کرنے کی اس کڑی شرط کی بناء پر تو مجرموں کو کھلی چھٹی مل جائے گی کیونکہ چار گواہ میسر ہونا اکثر اوقات ممکن نہیں ہوتا لیکن واقعہ درست ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں کہ جب چار گواہ ممکن نہ ہوں تو زنا کا الزام لگانے کے بجائے دو غیر محرم مرد اور عورت کو ''قابل اعتراض حالت میں'' دیکھنے کی گواہی کے لئے چار عدد پورا ہونا ضروری نہیں ہے اور قابل اعتراض حالت کی سزا تعزیری ہے حاکم یا قاضی ثبوت جرم کے بعد تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ زنا کے متعلقات میں چوتھا حکم ''لعان'' کا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے اگر وہ چار گواہ پیش کر دیتا ہے تو بیوی پر حد شرعی جاری کی جائے گی یعنی اسے رجم کر دیا جائے گا اور اگر وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکتا تو وہ قاضی کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو! اس کے بعد عورت کھڑی ہو، اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو اس پر حد لگے گی اور اگر وہ اقرار نہیں کرتی تو چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر بیان دے کہ اس کا خاوند جھوٹ بول رہا ہے اس نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ اپنے اس بیان میں جھوٹی ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کاروائی کے بعد عورت حد شرعی سے بچ جائے گی اور معاملہ اللہ کی عدالت میں پہنچ جائے گا البتہ ان بیانات کے بعد قاضی دونوں میاں بیوی میں تفریق کرا دے گا۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر تہمت اور اللہ کی طرف سے ان کی برأت کا اعلان

ہجرت مدینہ کے چھٹے سال غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر منافقین مدینہ نے حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔

مفصل واقعہ کتب حدیث و سیر میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت نمبر ۱۰ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی اس بہتان عظیم سے برات کا ذکر فرمایا ہے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہ شرف وفضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں وہ واحد خاتون ہیں جن کی عفت و پاکیزگی کی گواہی رب ذوالجلال نے خود اپنی مقدس کتاب میں دی۔

مذکورہ تہمت اگرچہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے تراشی تھی لیکن دو مخلص مسلمان مرد اور ایک عورت بھی اس کے چکمے میں آکر اس بہتان کی اشاعت میں لگ گئے تھے چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد ان تین مخلصین پر حد قذف جاری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے یہ تم لوگوں میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے اور اگرچہ ظاہری طور پر یہ غم کی بات ہے مگر تم اسے اپنے حق میں برا نہ سمجھو کیونکہ انجام کے اعتبار سے تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ جس مقدس ہستی پر بہتان تراشا گیا اس کی عظمت وطہارت ہمیشہ کے لئے قرآن کے مقدس اوراق پر نقش ہوگئی اور اس بہتان میں جس کا جس قدر حصہ ہے اسے اسی قدر ملے گا اور جس نے یہ بہتان گھڑا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس مضمون کے آخر میں ایک عام ضابطہ ارشاد فرمایا، وہ یہ کہ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، پاک صاف عورتیں پاک صاف مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اور پاک صاف مرد پاک صاف عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

اس ضابطے کے تحت صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ ساری کائنات میں سے پاکیزہ ترین ہیں تو ان کے بستر کی زینت بھی وہی عورت ہوسکتی ہے جو ساری کائنات کی عورتوں میں پاکیزہ ترین ہو۔ اور یقیناً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو یہ شرف ومنصب حاصل تھا۔

عفت وعصمت کی حفاظت اور شرعی پردے کا بیان

آیت نمبر ۲۷ سے اہل ایمان کو اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ عفت وعصمت

کے تحفظ کے لئے ایسے احکام دیئے جا رہے ہیں جن سے بے حیائی اور بدکاری کا ہمیشہ کے لئے راستہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

① کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لی جائے۔ اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا جائے۔

② اجازت لینے سے بھی پہلے سلام کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

③ اہل خانہ موجود نہ ہوں تو ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر میں داخلہ ممنوع قرار دیا۔

④ اہل خانہ اگر اجازت نہ دیں تو واپس لوٹ آؤ (ممکن ہے کسی مجبوری کی بناء پر انہوں نے اجازت نہ دی ہو)

⑤ جس مکان میں کوئی نہ رہتا ہو اور وہاں تمہیں کسی کام کی غرض سے جانا پڑے تو اجازت ہے۔

⑥ مومن مردوں کو حکم فرمایا کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی جن چیزوں کو دیکھنا شرعاً ممنوع ہے انہیں مت دیکھیں اور نفس کی خواہش پوری کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں ان سب سے بچیں۔

⑦ اہل ایمان کی عورتوں کو بھی مذکورہ حکم فرمایا نیز یہ بھی فرمایا کہ اپنے بدن کے کپڑے، پہننے کے زیورات اور دیگر زیب وزینت غیر مردوں پر ظاہر نہ کریں۔ البتہ کام کاج اور نقل وحرکت کے وقت جو چیزیں کھل جاتی ہیں اور عادۃً ان کا چھپانا مشکل ہے وہ مستثنٰی ہیں۔

⑧ عورتیں اپنے سر کی چادر یا دوپٹہ وغیرہ سینے پر پھیلا لیا کریں تاکہ جسمانی اعضاء اچھی طرح چھپے رہیں۔

⑨ زیب وزینت کو درج ذیل مردوں سے نہ چھپانا جائز قرار دیا۔

(۱) خاوند (۲) باپ (۳) سسر (۴) بیٹا (۵) خاوند کا بیٹا (۶) بھائی (۷) بھتیجا (۸) بھانجا اور اس کے علاوہ مسلمان عورتوں اور لونڈیوں نیز وہ بدحواس قسم

کے لوگ جنہیں عورتوں کی طرف کوئی رغبت اور دلچسپی ہی نہ ہو اور وہ کمسن بچے جنہیں عورتوں کے بھید کی کوئی خبر نہ ہو۔

⑩ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے پاؤں اتنی زور سے نہ رکھیں کہ جس سے زیور جھنجنائے یا چھپی ہوئی زینت غیر مردوں پر ظاہر ہو۔

⑪ بے نکاح مرد ہوں یا عورتیں، رنڈوے مرد یا بیوہ، مطلقہ عورتیں جو ابھی جوانی کی حدود میں ہوں ان کے نکاح کر دیا کرو تا کہ بے حیائی کی طرف مائل نہ ہوں۔

⑫ اپنے پاکباز غلاموں اور لونڈیوں کے بھی نکاح کرا دیا کرو۔

غریب فقیر مسلمانوں کے لئے بشارت ہے کہ جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے نکاح کرنا چاہتے مگر وسائل نہ رکھتے ہوں تو وہ نکاح کر لیں اللہ تعالیٰ مالی کشادگی بھی عطا فرما دے گا۔ اور اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت ہے جن کے پاس ایسے غریب لوگ رشتہ طے کرنے کے لئے جائیں اور وہ انکار کر دیں۔ انہیں چاہئے کہ محض غربت کے جرم کی بناء پر رشتہ سے انکار نہ کریں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں غنی کرنے کا وعدہ ہے، ان احکام کا بیان ختم ہوا۔

اللہ کے نور کی خوبصورت مثال

آیت نمبر ۳۵ سے اللہ کے نور کا بیان ہے۔ اللہ کا نور آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس میں چراغ رکھا ہے۔ اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہے اور قندیل ایسا صاف وشفاف ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو، اور وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے اور وہ درخت زیتون کا ہے۔ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس میں آگ نہ لگی ہو۔ نور پر نور، اللہ راہ دکھاتا ہے اپنے نور کی جسے چاہے......الخ۔

اور اللہ نے جن لوگوں کو اپنے نور کی راہ دکھائی ان کا ذکر کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ مساجد میں صبح وشام اللہ کے نام کی مالا جپتے ہیں۔ان کی تجارت اور خرید وفروخت انہیں اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتی اور وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جب آنکھیں اور دل الٹ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نیک اعمال کا بدلہ دے گا اور اپنے فضل وکرم سے اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے۔

کافروں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اعمال کی مثال سراب کی سی ہے کہ پیاسا ریت کے سمندر کو پانی سمجھ کر دوڑتا ہے لیکن اسے موت مل جاتی ہے پانی نہیں ملتا۔یا ان کی مثال اندھیرے میں دریا کی تہہ در تہہ موجوں کی سی ہے کہ ان کے پیچھے گھپ اندھیرا ہے اور اس میں ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

آیت نمبر ۴۱ سے مختلف مخلوقات کی طرف سے اللہ کی تسبیح وتحمید اور اللہ قدرتوں کا بیان نیز اہل ایمان کو اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتِ حقہ پر واضح دلیل

آیت نمبر ۵۵ خلفاء ثلاثہ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت حقہ کی واضح دلیل ہے۔فرمایا:

"وعدہ کرلیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کردے گا ان کو ملک میں، جیسا حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو، اور جما دے گا ان کیلئے دین ان کا، جو پسند کردیا ان کے واسطے، اور دے گا اُن کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن، میری بندگی کریں گے، شریک نہ کریں گے میرا کسی کو، اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے، سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔"

① اس آیت سے مندرجہ ذیل امور صراحتاً واضح ہو رہے ہیں:

② اللہ تعالیٰ نے کچھ حضرات کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

﴿۳﴾ خلافت کا وعدہ اصحابِ رسولؐ میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جو نزولِ آیت کے وقت ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔

﴿۴﴾ موعودہ خلفاء نزولِ آیت کے وقت بھی اعمالِ صالحہ میں مگن رہتے تھے۔

﴿۵﴾ ان کو خلافتِ زمین دی جائے گی، کسی نادیدہ جہان میں نہیں۔

﴿۶﴾ ان کی خلافت علیٰ منہاج النبوت ہوگی، یعنی جس طرح انبیاء سابقین میں سے بعض کو خلافت سونپی گئی تھی، اسی طرح ان کی خلافت بھی خلافتِ حقہ ہوگی۔

﴿۷﴾ اللہ تعالیٰ حسبِ وعدہ ان کے زمانہ خلافت میں ان کے پسندیدہ دین کو ان کے لئے تمکین واستحکام عطا فرمائے گا۔

﴿۸﴾ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ خلافت میں خوف کو امن سے بدل دے گا۔

﴿۹﴾ صفاتِ مذکورہ کے حامل ہونے کے بعد وہ خلفاء کبھی بھی شرک کی طرف مائل نہیں ہوں گے، یعنی مرتد نہ ہوں گے (اور یہ ان کے مومنِ کامل ہونے کا خدائی وعدہ ہے) اور ساتھ ہی ان لوگوں کے لئے بے حد عبرت کا باعث ہے جو کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ (معاذ اللہ)

﴿۱۰﴾ آیتِ مذکورہ میں ''کُم'' اور ''ھُم'' سب جگہ جمع مذکر کی ضمائر ہیں اور جمع کے لئے کم از کم تین افراد ہونے ضروری ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ مخاطبین میں سے کم از کم تین کو خلافت ضرور عطا فرمائے گا۔

﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں پر جس قدر انعامات کا ذکر فرمایا، ان انعامات کے مستحق ہو جانے کے بعد یعنی مذکورہ صفات سے موصوف خلفاء کے مسندِ خلافت پر فائز ہو جانے کے بعد جو بھی ان کی خلافت سے انکار کرے گا وہ کم از کم فاسق وفاجر ہوگا۔

اس آیت کے گہرے مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''آیتِ استخلاف'' کے مصداق خلفاءِ راشدین ہی ہیں کیونکہ جو اوصاف اور امور اس میں بطور نص بیان ہوئے وہ کسی دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے، اور اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تو

اُسے بتانا چاہئے کہ ان حضرات کے علاوہ دوسری اور کون سی شخصیت ہے، جو ان امور کی حامل ہو اور وہ بھی بوقتِ نزولِ آیت، موجود مخاطبین میں سے، اور وہ بھی کم از کم تین ہوں؟ اور وہ بھی ایسے کہ جنہیں تمکین فی الارض بھی حاصل ہوئی ہو، اور ان کے زمانے میں خوف و خطر کو امن و آشتی میں تبدیل کر دیا گیا ہو، اور ان کے دین کا بول بالا بھی ہوا ہو؟ اس لئے اس آیت کا مصداق خلفاءِ راشدین اور بالخصوص خلفاءِ ثلاثہؓ ہی بنتے ہیں، بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ کے وعدے کی سچائی کا مصداق کون ہوگا؟؟

چند معاشرتی آداب

آیت نمبر ۵۸ سے ان لوگوں کو حکم دیا جا رہا ہے جو قریبی عزیز و اقارب ہونے کی بناء پر ایک ہی گھر میں رہتے اور ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں، اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں کہ وہ اطلاع کر کے یا قدموں کی آہٹ کو تیز کر کے یا کھانسی کھنکار کر گھر میں داخل ہوں۔ خصوصاً صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کرنے کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد اجازت لئے بغیر گھر میں داخل نہ ہوں۔ کیونکہ ان اوقات میں ہر انسان آزاد اور بے تکلف رہنا چاہتا ہے۔ زائد کپڑے بھی اتار دیتا ہے۔ اور کبھی اپنی بیوی کے ساتھ اختلاط میں مشغول ہوتا ہے لہٰذا نابالغ بچوں کو بھی یہ تعلیم دی جائے کہ ان اوقات میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو انہیں بھی مذکورہ قاعدے کی پابندی کرنی چاہئے۔ جو عورت بوڑھی ہو جائے کہ نہ اس کی طرف کسی کو رغبت ہو اور نہ وہ نکاح کے قابل ہو تو جن اعضاء کا اس سے پہلے محرموں سے چھپانا اس کے لئے جائز تھا اب نامحرموں سے بھی جائز ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ اس حالت میں غیر محرموں کے سامنے آنے سے پرہیز کریں تو یہ بہتر ہے۔

اگر تم کسی اندھے، لنگڑے، بیمار یا غریب کو اپنے کسی عزیز کے گھر لے جا کر اسے کچھ کھلا پلا دو یا خود کھا پی لو اور تمہیں یقین ہو کہ صاحب خانہ ہمارے اس کھانے اور کھلانے پر ناراض نہ ہوگا تو ایسی صورتوں میں درج ذیل گھروں میں سے کھلا پلا

دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱) اپنے باپ کے گھر سے، (۲) ماؤں کے گھر سے، (۳) بھائیوں کے گھر سے، (۴) بہنوں کے گھر سے، (۵) چچاؤں کے گھر سے، (۶) پھوپھیوں کے گھروں سے، (۷) ماموں کے گھر سے، (۸) خالاؤں کے گھر سے، (۹) یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے حوالے ہوں یعنی تمہارے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہو،...... ان گھروں سے کھانے لینے کی اجازت دی گئی۔ البتہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب ایسے گھروں میں داخل ہونے لگو تو سلام کرکے داخل ہوا کرو۔

احترامِ رسول ﷺ کی تعلیم

سورۂ نور کی آیت نمبر ۶۳ میں احترامِ رسول ﷺ کی تعلیم دی جارہی ہے کہ آپ ﷺ کو اس طرح نہ پکارا جائے جس طرح عام لوگوں کو پکارا جاتا ہے۔ یعنی عام لوگ ایک دوسرے کو نام لے لے کر آوازیں دیتے ہیں، اس طرح حضور ﷺ کو نام لے کر "یا محمد" کہنا احترام کے خلاف ہے۔ حضور ﷺ کو تعظیمی الفاظ کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی پاکیزہ جماعت کو تعلیم دی جارہی ہے، جبکہ عام اُمت کو تو خوب ادب واحترام سے نام لینا چاہیے۔

سورۃ الفرقان مکیۃ ①

برکت ورحمت والی ذات اللہ کی ہے

اس سورۃ میں قرآن مجید کی عظمت، رسول ﷺ کی نبوت و رسالت کی

---

① یہ قرآن کریم کی ۲۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۲ نمبر پر ہے، جس میں ۶ رکوع، ۷۷ آیات، ۹۰۶ کلمات اور ۳۹۱۹ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ...... سورۃ نور دعوت الی النور تھی، اتباع نور الٰہی میں جو موانع ہیں ان کا رفع سورۃ فرقان میں ہے۔ مخالفینِ نور کو توحید، قرآن حکیم اور رسالت میں شک ہے، ان مسائل کے متعلق حجابات اٹھا دیئے جائیں گے، اس کے بعد آدمی دو قسم کے ہو جائیں گے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت "تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ" میں لفظ فرقان آیا ہے جو قرآن مجید کا ایک نام ہے اس لئے اس سورۃ کا نام "الفرقان" مقرر کیا گیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حقانیت کا بیان اور دشمنوں کے اعتراضات کا جواب ہے۔ ابتدائی چند آیات میں توحید کا بیان ہے فرمایا! بہت بابرکت ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر فیصلہ کن کتاب نازل فرمائی اور انہیں تمام جہان والوں کو اللہ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہت ہے، اس کا کوئی بیٹا یا سلطنت میں اس کا کائی شریک نہیں اور اس نے ہر چیز کو بالکل صحیح طرح ناپ کر تخلیق کیا ہے۔ لوگوں نے اس خالق حقیقی کے علاوہ ایسے حاکم بنا رکھے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ خود تخلیق کئے گئے ہیں وہ اپنے نفع نقصان اور موت وحیات کے بھی مالک نہیں اور نہ ہی دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا ان کے اپنے بس کی بات ہے۔

کفار ومشرکین کے اعتراضات اوران کے جوابات

آیت نمبر ۴ سے کفار ومشرکین کے اعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ شروع ہورہا ہے پہلا اعتراض یہ ہوا کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا کلام نہیں بلکہ محمد نے خود ہی گھڑ لیا ہے سابقہ امتوں کے قصے یہود ونصاریٰ

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

فائدہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں جن میں سے ایک نام ''فرقان'' آیا ہے، فرقان کے لفظی معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق وباطل کے درمیان فرق کیا جاسکے چونکہ قرآن کریم بھی حق وباطل اور خیر وشر، ہدایت وضلالت، حرام وحلال عدل وظلم، علم وجہل، نور وظلمت، مفید ومضر، مفسد ومصلح، صدق وکذب، راستی و کجی، صواب وخطا میں فرق کرنے والا ہے اس مناسبت سے قرآن کا ایک نام ''الفرقان'' بھی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ نور کے آخر میں حقوق رسول کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں بھی رسالت کا اثبات ہے اور باقی مضامین بھی دونوں سورتوں کے مشترک ہیں، یا یہ کہ سورۂ نور کے آخر میں یہ جملہ تھا ''قد یعلم ما انتم علیہ'' کہ اللہ کو معلوم ہے جس حال میں تم ہو، جس دن دنیا سے لوٹ کر تم اس کے پاس آؤ گے وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کرتے تھے، اس کلام میں عرب کے ان اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب وروز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے، ان کاموں میں سے ہر ایک سے بدتر بت پرستی تھی۔ دوسرے اس جملہ میں نیک وبد کی جزا وسزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں بالکل خلاف تھیں، پھر ان باتوں کو رد کرنے والی چیز نبوت تھی کہ ایک شخص دعویٰ کر کے یہ کہے کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے کے لئے آیا ہوں اور یہ بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی، اس لئے ان تینوں مسائل کا جو اصل مذہب ہیں اس سورۃ کے شروع میں ثابت کرنا ضروری ہوا، سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا اس لئے کہ اسی پر زیادہ توحید ومعاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

سے سن کر اپنے صحابہ سے لکھوا لیتے ہیں، اور خود چونکہ امی ہیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، اس وجہ سے ان لکھے ہوئے قصوں کو بار بار پڑھوا کر سنتے رہتے ہیں تا کہ اچھی طرح یاد ہو جائیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

آیت نمبر ۶ میں اس اعتراض کا جواب دیا کہ یہ کلام خود اس چیز کا شاہد ہے کہ اسے اس ذات نے نازل کیا جو آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہے اس لئے اللہ نے اس کلام کو معجزہ بنایا ہے مخالفین یوں تو طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں مگر اپنی پوری علمی ادبی اجتماعی قوتیں صرف کر کے بھی اس پورے کلام کا مقابلہ تو کیا کرتے، اس کی ایک آیت کے مقابل کوئی آیت ہی بنا کر نہیں لا سکتے آج اس چیلنج کو کم وبیش ۱۴۲۵ سال گزر گئے ہیں کوئی اسے توڑ نہیں سکا دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ اگر محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہوتے تو عام لوگوں کی طرح نہ کھاتے پیتے اور بازاروں میں خرید وفروخت کے لئے نہ آتے جاتے اور کچھ بھی نہ ہو تو کم از کم ان کے پاس اللہ کی طرف سے اتنا خزانہ یا باغات وغیرہ ہوتے کہ انہیں فکر معاش سے کوئی واسطہ نہ پڑتا یا پھر ان کے ساتھ مستقل طور پر ایک فرشتہ ہوتا جو ان کے کلام کی تصدیق کیا کرتا اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے یا ان کا دماغ چل گیا ہے اور بے سرو پا باتیں کرنے لگ گئے ہیں..... یہ اعتراض اس دور میں تو مشرکین وکفار نے کیا تھا اگر آج کا دور ہوتا تو ہمارے روشن دماغ ترقی پسند دانشوروں کی ایک بہت بڑی کھیپ کی حمایت بھی انہیں حاصل ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے پیغمبر ﷺ کو مادی و معاشی وسائل سے مالا مال کر دینا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں مگر انبیاء علیہم السلام کا عام طور پر فقر وفاقہ کی حالت میں رہنا اللہ تعالیٰ کی ہزاروں حکمتوں اور دنیا بھر کے اکثریتی غریب ونادار لوگوں کے بے شمار مصالح کی بناء پر ہے، نیز کھانا پینا اور بازاروں میں چلنا پھرنا منصب رسالت ونبوت کے خلاف نہیں، ان سے پہلے جتنے انبیاء آئے، اور اے یہود ونصاریٰ جن نبیوں کو تم بھی مانتے ہو وہ بھی کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

❁❁❁❁❁

پارہ (۱۹) وقال الذین

خلاصۂ رکوعات

انیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے " وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَائَنَا" کی مناسبت سے " وقال الذین" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الفرقان کے رکوع نمبر۳ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ شعراء بھی مکمل اسی پارے میں شامل ہے۔ اور سورۃ النمل کے رکوع نمبر۴ تک پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ الفرقان کے رکوع نمبر۳ میں تصفیہ مسئلہ قرآن۔ دیکھئے آیت ۳۲

رکوع نمبر۴ میں بقیہ مسئلہ کتاب اللہ (بضمن تذکیر بایام اللہ) دیکھئے آیت ۳۵، ۳۶

رکوع نمبر۵ میں تصفیہ مسئلہ توحید۔ دیکھئے آیت ۴۵، ۴۷، ۴۸

رکوع نمبر۶ میں اوصاف عباد الرحمٰن جن کے حجابات رفع ہو گئے ہیں۔ دیکھئے آیت ۶۳ تا ۷۴

سورۃ الشعراء کے رکوع نمبر۱ میں ہے (۱) مخالفین کے قرآن پر ایمان نہ لانے سے آپ زیادہ مغموم نہ ہوں۔ (۲) اگر ہم چاہیں تو فوراً ان کی گردنیں خم کرا دیں۔ (۳) جس چیز کی یہ تکذیب کرتے ہیں، اس کے متعلق چند قوموں کے واقعات ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳، ۴، ۶

رکوع نمبر۲ میں قصۂ موسیٰ علیہ السلام و فرعون، اس سورۃ میں امم سابقہ کے

واقعات بلحاظ ان کے جرائم کے مذکور ہیں۔ چنانچہ فرعون اپنی خدائی کا دعویدار ہے، اس لئے اس کا قصہ سب سے پہلے آیا ہے۔ دیکھئے آیت ۱۰

رکوع نمبر ۳ میں بقیہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیت ۳۴

رکوع نمبر ۴ میں بقیہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔ دیکھئے آیت ۵۲

رکوع نمبر ۵ میں واضح کیا گیا کہ فرعون اپنی خدائی منواتا تھا (جس کا ذکر قصہ ماسبق میں ہے) ابراہیم علیہ السلام کی قوم مشرک ہے، اور اجرام علویہ کو شریک خدا بناتی ہے۔ دیکھئے آیت ۷۷

رکوع نمبر ۶ میں مظہر صفت عزیز ورحیم دکھانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۱۰۵

رکوع نمبر ۷ میں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا ذکر ہے (بضمن تذکیر بایام اللہ) دیکھئے آیت ۱۲۳، ۱۲۴

رکوع نمبر ۸ میں صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود کا قصہ بیان ہوا۔ (یہ قصہ بھی صفتِ عزیز ورحیم کا مظہر ہے) دیکھئے آیت ۱۴۱ تا ۱۵۹

رکوع نمبر ۹ میں لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ ہے۔ دیکھئے آیت ۱۶۰ تا ۱۷۵

رکوع نمبر ۱۰ میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ (یہ بھی صفت عزیز ورحیم کا مظہر ہے) دیکھئے آیت ۱۷۷ تا ۱۸۰

رکوع نمبر ۱۱ میں مخالفین قرآن کو کہا جاتا ہے، اگر تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو تسلیم نہیں کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی صفت عزیز اسی قسم کا سلوک کرے گی۔ دیکھئے آیت ۲۱۶، ۲۱۷

سورۃ نمل کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) معاندینِ حق پر اتمام حجت ہونے کے بعد عذاب نازل ہوتا ہے۔ (۲) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کو جب آپ کی صداقت کا یقین ہو گیا (وجحدوا بها۔ الآیة) اور پھر بھی اصلاح نہ کی تو تباہ کر دیئے گئے۔ دیکھئے آیت (۱) ۴، ۵ (۲) ۱۴

رکوع نمبر۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۳۱

رکوع نمبر۳ میں (۱) بلقیس نے مشورہ کے بعد ہدیہ بھیجا (۲) سلیمان علیہ السلام نے ہدیہ واپس کیا اور اتمامِ حجت پر مادۂ فاسد کے اخراج کی دھمکی دی (۳) دھمکی سے ان کی اصلاح ہوگئی، اور بچ گئے۔ دیکھئے آیت ۳۲، ۳۵، ۳۷، ۴۲

رکوع نمبر۴ میں (۱) صالح علیہ السلام کی قوم مادۂ فاسدہ پکنے کے بعد تباہ ہوتی ہے۔ (۲) علیٰ ہذا القیاس لوط علیہ السلام کی قوم۔ دیکھئے آیت ۴۹، ۵۶

درس (۱۹)

کفار کے اعتراضات کے جوابات

اٹھارہویں پارے کے آخر سے کفار و مشرکین کے اعتراضات بیان کر کے ان کے جوابات دیئے جا رہے ہیں۔ تیسرا اعتراض یہ کیا کہ آخر ان پر فرشتے نازل ہوئے ہیں تو ہم پر کیوں نہیں نازل نہیں ہوئے، آخر ہم میں کیا کمی ہے کہ ہم اتنی شان و شوکت رکھنے کے باوجود اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے؟

جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ، تکبر اور نخوت کے مارے ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ سر چڑھ رہے ہیں جس دن انہوں نے فرشتوں کو دیکھ لیا وہ دن ان کے لئے خوشخبری کا نہیں ہوگا یہ انہیں دیکھ کر پچھتائیں گے اور چھپ جانے کے لئے کوئی آڑ تلاش کریں گے لیکن اس دن انہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی وہ دن رحمان کی بادشاہی اور عباد الرحمٰن کے عیش و راحت کا دن ہوگا ظالم لوگ حسرت کی بناء پر اپنے ہاتوں کو کاٹ کھائیں گے۔

قرآن تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمت

چوتھا اعتراض یہ کیا گیا کہ سارا قرآن ایک ہی دم کیوں نازل نہیں ہوگیا۔

یہ بتدریج تھوڑا تھوڑا کیوں اتر رہا ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا گیا کہ اے پیغمبر! اس سے آپ ﷺ کے دل کو قوی رکھنا مقصود ہے اور اس کی چند وجوہات ہیں مثلاً ایک ضخیم کتاب بیک وقت نازل ہو جاتی تو اسے یاد کرنے میں دقت پیش آتی نیز کفار و مشرکین آپ ﷺ کو ستاتے تو آپ ﷺ کو اپنی تسلی کے لئے نازل کی گئی آیات ضخیم کتاب میں سے تلاش کرنا پڑتیں وغیرہ وغیرہ۔

اگلی چند آیات میں منکرین قرآن کو سابقہ امتوں کی چند مثالیں دے کر ہٹ دھرمی سے باز آنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مشرکین و مجرمین کا انجام

جب قیامت آئے گی تو ان کو پتہ چلے گا کہ ان کی اس مجرمانہ ذہنیت اور تخیل کا کیا انجام ہو سکتا ہے اور اس وقت ان ظالموں کو سوائے حسرت کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ ایسا ظالم اپنے دانتوں سے چباتا ہوا ہوگا اور یہ کہتا ہوگا "یَا لَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا" کہ اے کاش! کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ ایک روش اختیار کر لیتا اطاعت و پیروی کی، لیکن ظاہر ہے کہ قیامت کے روز کوئی حسرت و ندامت انسان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی ہے۔

اللہ کی عدالت میں تارکینِ قرآن کے خلاف نبی علیہ السلام کی شکایت

اس موقع پر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پیغمبر کی ایک حسرت کا اظہار فرمایا۔ وہ لوگ کہ جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے منحرف ہوں یا اللہ کے کلام سے کوئی اپنی زندگی کو وابستہ نہ رکھیں تو اس کا شکوہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے فرمایا جا رہا ہے۔ "وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا" کہ رسول ﷺ یہ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری اس قوم نے تو قرآن کو ترک کر ڈالا تھا، پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر پر ایمان لانا ہی ہدایت کا ضامن ہے۔ قرآن ہی تعلیماتِ سعادت کا بہترین خزانہ ہے۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ کے چند دلائل

آیت نمبر ۴۵ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بندوں پر اس کے انعامات اور احسانات کا ذکر ہے۔ سورج، چاند، ستارے، دن، رات، ہوا، پانی اور مٹی وغیرہ کو دلائل توحید کے طور پر پیش کر کے دعوت فکر دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۳ میں ایک بہت ہی خوبصورت دلیل کا ذکر ہے:

''اللہ وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا...... یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے کڑوا، اور رکھا ان دونوں کے بیچ میں پردہ اور آڑ روکی ہوئی''۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے تحت بیان القرآن حضرت تھانویؒ کے حوالے سے دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت قلمبند کی ہے کہ ارکان (برما) سے چاٹگام تک دریا کے دو حصے پہلو سے پہلو ملا کر چلتے نظر آتے ہیں، ایک حصے کا پانی سفید ہے اور دوسرے کا سیاہ نظر آتا ہے سیاہ حصے میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم جبکہ سفید حصہ بالکل ساکن رہتا ہے دونوں حصے کے درمیان میں ایک دھاری سی برابر آخر تک چلی گئی ہے، کشتی سفید حصے میں چلتی ہے سفید پانی میٹھا اور سیاہ کڑوا ہے، اس کے علاوہ علامہ عثمانیؒ نے مزید بھی چند مثالیں ارشاد فرمائی ہیں (تفصیل کے لئے تفسیر عثمانیؒ اور معارف القرآن ملاحظہ فرمائیں) یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا عجیب کرشمہ نہیں تو کیا کسی اور ہستی کا کمال ہے؟ یہاں آیت نمبر ۶۲ تک اسی موضوع پر چند اور روشن دلائل توحید ارشاد فرمائے گئے۔

عباد الرحمان کی صفاتِ جمیلہ کا بیان

بعد ازاں آیت نمبر ۶۳ سے ''عباد الرحمٰن'' کا بیان شروع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب اور محبوب بندوں کی درجن بھر علامات اور صفات بتائی گئی ہیں۔

① عباد الرحمٰن وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ دبے پاؤں چلتے ہیں۔

② جاہل لوگوں کے ساتھ الجھنے کی بجائے انہیں صاحب سلامت! کہہ کر اپنی راہ لیتے ہیں۔
③ اپنی راتیں اپنے رب کے سامنے سجود اور قیام کی حالت میں گزارتے ہیں۔
④ شب و روز کی عبادت انہیں کسی گھمنڈ میں مبتلا نہیں کرتی بلکہ وہ اپنے رب سے جہنم کے عذاب سے بچنے کی دعامیں لگے رہتے ہیں۔
⑤ مال خرچ کرتے وقت نہ اسراف اور فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔
⑥ اللہ کے سوا کسی کو عبادت میں شریک نہیں ٹھہراتے۔
⑦ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے۔
⑧ زنا اور بدکاری کے قریب نہیں جاتے۔
⑨ جھوٹ اور ہر قسم کے گناہ کی مجالس میں شریک نہیں ہوتے، اور نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔
⑩ بے ہودہ مجالس (ناچ گانا، تاش، جواء اور میلے ٹھیلے وغیرہ) سے اتفاقاً کبھی ان کا گزر ہو بھی، تو سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ جلد از جلد گزر جاتے ہیں۔
⑪ جب انہیں اللہ کی آیات اور آخرت یاد دلائی جاتی ہے تو اندھے بہروں کی طرح نہیں بیٹھ رہتے بلکہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔
⑫ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، ''اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور انہیں متقی بنادے!'' (حاصل ترجمہ)

ایسے لوگوں کو اُخروی زندگی کی کامیابی اور احسن مقام پر ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

......☆......

سورۃ الشعراء مکیہ ①

ایمان نہ لانے والوں کے لئے حضور ﷺ کی دلسوزی

شروع کی چند آیتوں میں پیغمبر ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ جو بد بخت لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے شاید آپ ان کے غم میں اپنی جان دے دیں گے۔ اس قدر مغموم ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اپنی چھپی ہوئی نشانیاں

---

① یہ قرآن کریم کی ۲۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۷ نمبر پر ہے جس میں ۱۱ رکوع ۲۲۷ آیات ۱۳۴۷ کلمات اور ۵۶۸۹ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ...... سورۃ نور کے اخیر میں ذکر نور تھا، سورۃ فرقان میں مخالفین کے حجاب رفع کیے گئے تھے، سورۃ شعراء میں متبعین نور اور معاندین نور الٰہی کے ساتھ سلوک الٰہی، صفت عزیز و رحیم ہوگا۔ یعنی ہمیشہ متبعین کے ساتھ صفت رحیم کا سلوک رہا، اور معاندین کے ساتھ صفت عزیز نے سلوک کیا، حاصل یہ ہے کہ اس سورۃ میں عزیز و رحیم کے مظاہر کا بیان ہوگا۔

وجہ تسمیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عرب قوم پر ایام جاہلیت میں شاعری کا بھوت سوار تھا ہر خاندان اور قبیلہ کو اپنی شاعری پر فخر تھا سالانہ میلوں میں مشاعرہ کی محفلیں گرم ہوتی تھیں مگر اس وقت کی عربی شاعری میں سوائے ذاتی فخر، قومی جہالت، عشق بازی، شراب خوری اور فسق و فجور کے تذکرہ کے کچھ نہ تھا جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک کی آیات سنتے تو اس کی فصاحت و بلاغت اور مضامین عالیہ سے حیران و عاجز ہو کر طرح طرح کی الزام تراشی پر اتر آتے کبھی یہ کہتے کہ یہ (نعوذ باللہ) کاہن ہیں کبھی ساحر کہتے اور کبھی کہتے کہ شاعر ہیں اس سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ نے شعراء کی حقیقت بیان فرمائی کہ وہ واہی تباہی کی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں اور ہر وادی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں تو کہاں شاعری اور کہاں قرآن کی آیات جن میں سراسر راستی، ہدایت، مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام شعراء ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ فرقان کے آخر میں یہ جملہ تھا "فقد کذبتم فسوف یکون لزاما" کہ تم لوگ جھٹلا چکے دیکھو کیسی سزا ملتی ہے۔ اگر چہ ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے مواقع پر شہادتیں پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد عاقل کے لئے تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد یہاں اس سورۃ میں دلائل اثبات نبوت بیان کرنا اور گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنے سے اتمام حجت اور اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تسلی بھی مقصود ہے اس لئے سورۂ فرقان کے بعد اس سورۃ کا ذکر مناسب ہوا۔ یا یوں کہئے کہ سابقہ سورۃ کا ختم مکذبین کی وعید پر تھا اس سورۃ کے شروع میں، ایسے ہی سب سے آخری رکوع میں قرآن کریم اور رسالت کی حقانیت کے ساتھ منکرین کی توبیخ مذکور ہے جس سے دونوں سورتوں میں تناسب ظاہر ہے۔

ان کے سامنے ظاہر کر دیں اور کسی کو انکار کی مجال نہ رہے۔ مگر ہماری حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ چیزیں غور و فکر پر موقوف رہیں۔ کیونکہ اسی میں انسان کی آزمائش اور ثواب و عذاب کا ترتب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو تبلیغ اور اس کی فرعونیت

آیت نمبر ۱۰ سے آیت نمبر ۶۸ تک مسلسل تین رکوع حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جا کر تبلیغ کریں۔ عرض کی اے اللہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے مجھے الجھن سی محسوس ہوتی ہے اور زبان صاف نہیں چلتی اس لئے میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو بھی میرے ہمراہ کر دیجئے۔ نیز میں نے ان کا ایک بندہ مار ڈالا تھا (اس کا ذکر پارہ نمبر ۲۰ سورۃ قصص میں آئے گا) مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ اللہ نے فرمایا وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم اپنے بھائی ہارون کو بھی ساتھ لے جاؤ اور ہماری نشانیاں بھی، ہم تمہارے نگہبان ہیں۔

چنانچہ دونوں بھائی فرعون کے پاس پہنچے اور اس سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو تو ہمارے گھر کا پلا پوسا ہے کئی برس تک تو ہمارے پاس رہا پھر تو ہمارا بندہ قتل کر کے بھاگ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قتل میں نے دانستہ نہیں کیا۔ اور تیرے پاس بھی محض اپنی کسی غرض سے نہیں آیا بلکہ مجھے رب العالمین نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ کہنے لگا کون رب العالمین؟ فرمایا جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا ساری کائنات کا! فرعون نے سٹپٹا کر درباریوں سے کہا سن رہے ہو؟ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا قول ایک مرتبہ پھر دہرایا تو فرعون نے دھمکی دی کہ میرے سوا کوئی اور ''الٰہ'' ٹھہرایا تو میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی نشانی

لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا دکھا! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا نیچے پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سفید اور روشن ہو گیا۔

اس پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دیتے ہوئے ملک بھر کے جادو گروں کو اکٹھا کر کے مقابلے کا اعلان کیا۔ جادوگروں نے میدان میں رسیاں پھینک کر جادو کے زور پر انہیں سانپوں میں بدل ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن کر ان سانپوں کو ہڑپ کر گیا۔ جادوگروں نے یہ منظر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ فرعون بگڑ گیا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر یہ اعلان کیوں کیا؟ میں تمہارے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ کر تمہیں سولی پر چڑھادوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام کے یہ چند لمحوں کے صحابی اپنے موقف پر ڈٹ گئے اور واشگاف الفاظ میں کہہ دیا جو تجھ سے ہو سکتا ہے کر گزر! چنانچہ فرعون نے فرعونیت کا مظاہرہ کر ڈالا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کے صحابی اپنے موقف سے نہ ہٹے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی مساعیٔ جمیلہ اور عظمتِ قرآن کا بیان

اگلے رکوع میں فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کا منظر پیش فرمایا بعد ازں آیت نمبر ۶۹ سے ۱۰۴ تک سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد اور قوم سے گفتگو پیش فرمائی۔ اگلے پانچ رکوعات میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اجمعین کی مساعی جمیلہ اور ان کی اقوام کے اخلاق رذیلہ اور پھر پیغمبروں کی بددعا کے نتیجہ میں ان کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے۔

حضور ﷺ کا دل قرآن کا مسکن ہے

آیت نمبر ۱۹۲ سے سورۃ کے آخر تک غالب مضمون ''عظمت قرآن'' کا ہے۔ یہاں پر ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ جو روح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کی وساطت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب اطہر پر اُتارا گیا، اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فصیح عربی میں نازل ہوا، اور اسؔ کا ذکر سابقہ

کتابوں اور صحائف میں بھی ہے۔ کیا منکرین کے لئے یہ نشانی کافی نہیں کہ حقانیتِ قرآن کو تو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں، اس کے ساتھ ہی منکرین کے لئے عذاب کی وعید اور ضمنی طور پر واہیات قسم کی شاعری اور بے ہودہ کلام کی مذمت کی گئی ہے۔

سورۃ النمل مکیہ ①

پہلی چند آیات میں سابقہ مضمون کے مطابق عظمت قرآن بیان فرماتے ہوئے اسے اہل ایمان کے لئے ہدایت اور خوشخبری قرار دیا اور منکرین کی تہدید فرمائی۔ آیت نمبر ۷ سے ۱۴ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ لینے کے لئے کوہ طور پر جانا اور پیغمبری مل جانا مذکور ہے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال!
آگ لینے کو گئے ، پیغمبری مل گئی

سیدنا داؤد علیہ السلام وسیدنا سلیمان علیہ السلام کو شریعت وحکومت دونوں عطا کی گئیں

آیت نمبر ۱۵ سے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت

① یہ قرآن کریم کی ۲۷ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۸ نمبر پر ہے اس میں ۷ رکوع ۹۳ آیات ۱۱۶۷ کلمات ۴۸۳۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......معاندین حق پر اتمام حجت ہونے کے بعد عذاب نازل ہوگا، جس طرح مادہ فاسدہ جب تک پک نہ جائے، جراح نشتر نہیں لگاتا، اسی طرح مصلح روحانی عذاب کی نشتر اس وقت لگائے گا جس وقت مادہ فساد پختہ ہو جائے گا۔ گویا معاندین کا کفر زہریلے پھوڑے کی طرح ہے، اس عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے جس میں وہ پھوڑا ظاہر ہوتا ہے کہ باقی جسم اس کے اثر بد سے بچ جائے۔ اسی طرح شرک وکفر میں مبتلا ہونے والوں کو ایک مدت تک علاج کرنے کے بعد کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ بقیہ ملت کی روحانی زندگی بچ جائے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے سلسلہ میں وادی النمل یعنی چیونٹیوں کے میدان کا ذکر آیا ہے۔ نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں اس لئے بطور نشانی کے اس سورۃ کا نام ''نمل'' مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کا اختتام اثبات وحی اور اثبات رسالت پر ہوا تھا یہی مضمون اس سورۃ کے شروع میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ دلربا شروع ہورہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو شریعت اور حکمرانی کے علم سے نوازا، انہوں نے اس پر ہمارا شکر ادا کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد سلیمان ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ انہوں نے اظہار تشکر کے طور پر لوگوں سے کہا کہ لوگو اللہ نے ہمیں پرندوں کی بولی کا بھی علم دیا ہے اور ہر قسم کا سامانِ سلطنت بھی، یہ اللہ کا واضح فضل و کرم ہے۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے جو لشکر دیا تھا اس میں انسانوں کے علاوہ جنات اور پرندے بھی شامل تھے۔ اور یہ اتنی کثیر تعداد میں تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہایت نظم و ضبط کے ساتھ انہیں روک روک کر چلتے تھے تاکہ متفرق نہ ہو جائیں۔

سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کا چیونٹیوں کی بستی پر گزر

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے ایک وسیع میدان میں پہنچے جہاں چیونٹیوں کی بہت سی ''بستیاں'' آباد تھیں۔ ملکہ چیونٹی نے آپ کے لشکر کو آتا دیکھ کر اعلان کیا اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ! کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری کے عالم میں تمہیں سلیمانؑ کا لشکر کچل ڈالے! حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے چیونٹی کی یہ بات سنادی اور آپ اس کی بات پر ہنس پڑے اور کہنے لگے اے میرے رب مجھے توفیق دیجئے کہ جو انعامات آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ان پر میں آپ کا شکر ہمیشہ ادا کرتا رہوں۔ اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق دیجئے اور اپنی رحمت سے مجھے نیک بندوں میں داخل کر دیجئے۔

ہدہد کی غیر حاضری اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عزم

ایک مرتبہ سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی، تو فرمانے لگے مجھے ہدہد کیوں نظر نہیں آرہا؟ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں آج اسے غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا۔ اس کے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ مجھے کوئی معقول عذر پیش کرے۔

ہدہد کی زبانی ملکہ سبا کی خبر

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہدہد حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضرت! میں آج ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپ کو پہلے معلوم نہ تھی۔ میں قوم سبا کے ملک سے آرہا ہوں اور وہاں میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ان پر حکومت کرتی ہے۔ اس کے پاس وسائل کی بھرمار ہے۔ اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ عورت اور اس کی رعایا اللہ کے سوا سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کا یہ فعل ان کے لئے مزین کیا ہوا ہے وہ راہ راست سے ہٹ چکے ہیں......الخ!

سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ سبا کے نام

فرمایا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچی خبر دی ہے یا جان بچانے کے لئے جھوٹ بولا ہے۔ یہ میرا خط لے جا اور ان کے آگے ڈال دے پھر ایک طرف ہٹ کر بیٹھ جا اور دیکھتا رہ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ملکہ سبا کے پاس ہدہد نے خط جا کر پہنچایا، ملکہ نے دربار لگایا سرداروں کو بلایا اور انہیں بتایا اے دربار والو! میرے پاس ایک خط ڈالا گیا ہے جس کا مضمون نہائت شاندار ہے وہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس کا یہ مضمون ہے:

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تم لوگ میرے مقابلہ میں اکڑ کا مظاہرہ نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔"

ملکہ سبا کا درباریوں سے مشورہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تحائف

ملکہ بلقیس نے اہل دربار سے کہا کہ مجھے مشورہ دو کہ اس خط کے بارے میں کیا کروں کیونکہ میں کوئی کام تمہارے مشورہ کے بغیر نہیں کیا کرتی۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ خط کا مضمون چونکہ بہت سخت ہے، اگر جنگ کا مسئلہ درپیش ہو تو ہم طاقتور اور جنگجو لوگ ہیں پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ لیکن فیصلے کا اختیار آپ ہی کو ہے۔ کہنے

لگی لڑائی میں تو مجھے کوئی مصلحت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ بادشاہ لوگ جب فاتحانہ طور پر کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کرڈالتے ہیں، اور وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اس لئے سر دست تو یہی مناسب ہے کہ میں ان کے پاس کچھ تحائف وغیرہ بھیجتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ ہدیہ لے کر جانے والے قاصد واپس آکر کیا صورت بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ سونے کی کچھ اینٹیں، کچھ جواہرات، ایک سو غلام زنانہ لباس میں، اور ایک سو کنیزیں مردانہ لباس میں ملبوس کر کے بطور تحفہ سلیمان کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور ساتھ ہی ایک خط جس میں بطور امتحان کچھ سوالات درج تھے۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان تحائف کی ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا اور آپ علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ دربار سے تقریباً تیس میل کے فاصلے کے اندر اندر سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش بنا دیا جائے اور راستے میں دو طرف عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے۔ دربار میں دائیں بائیں سونے کی چار چار ہزار کرسیاں ایک طرف علماء کے لئے، اور دوسری طرف وزراء اور عمال سلطنت کے لئے بچھائی گئیں۔ جواہرات سے پورا ہال مزین کیا گیا۔ بلقیس کے قاصدوں نے جو سونے چاندی کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا تو اپنے تحفہ سے شرما گئے۔ اور جوں جوں آگے بڑھے مرعوب ہوتے چلے گئے۔ جب دربار میں پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور قاصدوں کا بھرپور اکرام کیا لیکن تحائف واپس کر دیئے۔

(قرطبی، معارف القرآن)

ملکۂ سبا کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آمد اور قبولِ اسلام

قاصد جب تحائف واپس لے کر پہنچے اور سارا قصہ بیان کیا تو بلقیس کو آپ کے علم اور نبوت کے کمالات کا یقین ہو گیا اور حاضر ہونے کے ارادہ سے چل پڑی۔ ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے دربار والو، تم میں سے کوئی ایسا ہے جو

بلقیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے۔ ایک قوی ہیکل جن دست بستہ آداب بجالایا اور بولا کہ میں یہ کام کرسکتا ہوں، آپ کے اس مجلس سے اٹھ جانے سے بھی پہلے تخت لے آؤں گا اور اس میں کوئی خیانت بھی نہیں کروں گا۔ اتنے میں ایک درباری جن کا نام آصف بن برخیا تھا، اور وہ اسم اعظم کا علم رکھتے تھے کھڑے ہوئے اور اس جن کی پیشکش کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ بس! تجھ میں اتنی ہی قوت ہے؟ میں اس تخت کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے کی دیر میں لا کر حاضر کرسکتا ہوں، چنانچہ تخت فوراً سامنے آموجود ہوا!

سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی عقل وذہانت آزمانے کے لئے حکم دیا کہ اس تخت کی شکل وصورت کچھ بدل دو۔ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھا تو حاضرین سے پوچھا کیا ہے؟ جواب ملا کہ ملکہ بلقیس اپنے بارہ ہزار سرداروں اور لاکھوں افواج کی ہمراہی میں تشریف لارہی ہیں۔

چنانچہ جب بلقیس آپہنچی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے تخت دکھا کر پوچھا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔ بلقیس پہچان گئی اور کہنے لگی ہم تو آپ کو پہلے نبی تسلیم کر چکے ہیں۔ اسے سلیمان کے محل میں داخل ہونے کی دعوت دی گئی جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہر طرف شیشہ لگوایا ہوا تھا اور نیچے نہریں جاری تھیں۔ وہ داخل ہونے لگی تو پانی کے خوف سے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اوپر اٹھالیا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا آپ اس قدر تکلف نہ کریں یہاں پانی نہیں بلکہ یہ ہمارا ''شیش محل'' ہے! مختصر یہ کہ جب بلقیس نے یہ عجائبات دیکھے تو بے ساختہ پکار اٹھی کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ اب تک شرک میں مبتلا رہی اور اب میں سلیمان علیہ السلام پر اور رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔

حضرت صالح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں پر اللہ کا عذاب

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اختصار کے ساتھ حضرت صالح اور

حضرت لوط علیہما السلام کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ایمان کی دعوت دی تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ یعنی مومن اور کافر، کافروں میں تو لیڈر قسم کے سردار تھے جنہوں نے آپس میں قسمیں کھا کر یہ طے کیا تھا کہ ہم رات کو اچانک حملہ کر کے اللہ کے نبی کو قتل کر دیں گے، لیکن اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آ گئے اور ان کا نام لینے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی آنکھوں کے سامنے ایسا اندھیرا چھایا اور ان کے دل ایسے تاریک ہو گئے کہ وہ دنیا کی بدترین بدکاری کو اچھا سمجھنے لگے اور ان کی نظر میں وہ شخص مجرم ٹھہرتا جو اس برائی سے انہیں منع کرتا اور جو سر سے پاؤں تک اس گناہ کی نجاست میں غرق ہوتا اُسے وہ سمجھدار خیال کرتے، بالکل وہی صورت تھی جو آج کل ہمیں درپیش ہے۔ نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو دقیانوسی اور نا معلوم کیا کچھ کہا جاتا ہے جبکہ برائی کا ساتھ دینے والوں کو ترقی پسند اور روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو ان کی بستیوں کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش بھی شروع ہوگئی۔ یوں وہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن گئے۔

۞۞۞۞۞

پارہ (۲۰) امّن خلق
خلاصۂ رکوعات

بیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے " اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" کی مناسبت سے " امن خلق" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ النمل کے رکوع نمبر ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ القصص مکمل ہے۔ اور سورۃ العنکبوت رکوع نمبر ۴ تک اسی میں شامل ہے۔

سورۃ النمل کے رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بآلاء اللہ (ماقبل سے ربط کیا، اس درجہ کے منعم کے احسان فراموش کو مذکورۃ الصدر سزاؤں کا ملنا خلافِ انصاف ہے؟ ہرگز نہیں! دیکھئے آیت ۶۰ تا ۶۲

رکوع نمبر ۶ میں (۱) معاندینِ حق کا انکارِ مجازاۃ (۲) اور اس کی تردید۔ دیکھئے آیت ۶۷، ۶۹

رکوع نمبر ۷ میں اعادۂ دعویٰ (جس دن مادۂ فاسدہ کے اخراج کا وقت آئے گا، یہ بول نہیں سکیں گے)۔ دیکھئے آیت ۸۵

سورۃ القصص کے رکوع نمبر ۱ میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ میں مسلمانوں کے لئے پیش گوئی ہے۔ دیکھئے آیت ۳

رکوع نمبر ۲ میں موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونے کے بعد بلا اجازت فرعونِ مصر سے نکلنا (فرعون کے گھر محض تربیت کے لئے رکھے گئے تھے، اب اگر با اجازت

جاتے تو شاہزادگی کے طور پر سفر کرتے اور منظور یہ ہے کہ انہیں غلامی کی زندگی کا احساس ہوتا کہ بنی اسرائیل کی تکالیف کو سمجھیں۔ دیکھئے آیت ۲۱

رکوع نمبر ۳ میں موسیٰ علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کی خدمت میں جانا، اور دس سال تک خدمت کرنا، تا کہ محکومی کی زندگی کا انہیں پورا احساس ہو۔ دیکھئے آیت ۲۵، ۲۷

رکوع نمبر ۴ میں محکومی کی دس سالہ زندگی بسر کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا مع اہلیہ کے مصر کی طرف جانا اور راستہ میں نبوت کا عطا ہونا۔ دیکھئے آیت ۲۹، ۳۲

رکوع نمبر ۵ میں (۱) غرقِ فرعون کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملی بنی اسرائیل کی طرف موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو (۲) بنی اسماعیل کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں، اور ان پر اتمامِ حجت ہو رہا ہے۔ دیکھئے آیت ۴۳، ۴۶، ۴۷

رکوع نمبر ۶ میں (۱) جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی تابعدار ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی، اسی طرح اب بھی ہوگا۔ (۲) اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ام القریٰ میں بھیج کر تعلّی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا گیا تھا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام القریٰ (مکہ معظّمہ) میں بھیجا گیا ہے اور تعلّی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا جاوے گا۔ دیکھئے آیت ۵۲، ۵۹

رکوع نمبر ۷ میں فرمایا کہ معاندینِ حق جن جن معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں، قیامت کے دن وہ ان سے بیزار ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۶۳

رکوع نمبر ۸ میں کفارِ مکہ معظمہ کا گھمنڈ توڑنے کیلئے قارون کی مثال دی جاتی ہے۔ دیکھئے آیت ۷۶

رکوع نمبر ۹ میں عود الی المقصود یعنی تعلّی والوں کی تباہی اور بیکسوں کی سرفرازی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ دیکھئے آیت ۸۳، ۸۵

سورۃ العنکبوت کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا، امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

والسلام) کا افتتان جہاد سے ہوگا۔ دیکھئے آیت ۲،۶

رکوع نمبر۲ میں تذکیر بایام اللہ اور شروع واقعہ ابراہیم علیہ السلام۔ دیکھئے آیت ۱۴،۱۶

رکوع نمبر۳ میں تذکیر بایام اللہ، بقیہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام۔ دیکھئے آیت ۲۱،۲۲،۲۸

رکوع نمبر۴ میں تذکیر بایام اللہ (بقیہ واقعہ لوط علیہ السلام اس کے بعد شعیب علیہ السلام کا واقعہ اور پھر تبصرہ۔ دیکھئے آیت ۳۱،۳۲،۳۶،۴۰

درس (۲۰)

بیسویں پارے کے آغاز سے پانچ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کی پانچ خوبصورت دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔

تخلیق وتوحیدِ الٰہی کے پانچ خوبصورت دلائل

1. بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور آسمان سے کس نے تمہارے لئے پانی اتارا، پھر اس سے پر رونق باغات اُگائے؟...... درختوں کو اُگانا تمہارے بس کی بات نہ تھی۔
2. بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھکانے کے لائق؟ اور چلائیں اس کے درمیان نہریں اور بنائے زمین کے ٹھہراؤ کے لئے پہاڑ، اور بنائی دو دریاؤں کے درمیان حد فاصل؟......
3. بھلا کون ہے جو پہنچتا ہے بے کس کی پکار پر اور دور کر دیتا ہے اس سے مصیبت......اور بناتا ہے تمہیں گزر جانے والوں کا جانشین زمین پر؟......
4. بھلا کون راہ بتاتا ہے تمہیں جنگل اور دریا کے اندھیروں میں اور کون چلاتا

ہے خوشگوار ہوائیں بارانِ رحمت سے پہلے؟......

5 بھلا کون مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر ان کو دوبارہ پیدا کریگا! اور آسمان وزمین سے تمہیں رزق فراہم کرتا ہے؟......

پانچ آیتوں میں یہ پانچ جامع سوالات کیے اور ہر سوال کے آخر میں گویا جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر دریافت فرمایا ''ہے کوئی حاکم اللہ کے سوا؟ اگر نہیں ہے اور واقعی نہیں ہے تو مخلوق کو خالق کے مقابل لانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے والے نادان لوگو تم راہ حق سے مڑ جانے والے اکثر جاہل اور بہت کم سوچ بچار کرنے والے ہو۔ لے آؤ کوئی دلیل اگر تم سچے ہو!

قیامت سے متعلق سوال کا جواب

فرمایا اے پیغمبر! ان نافرمانوں سے فرمادیجئے کہ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لیں کہ ان سے پہلے ہمارے نافرمانوں کا کیا انجام ہوا یہ بار بار سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ ہوسکتا ہے جس چیز کے بارے میں یہ جلدی کر رہے ہیں وہ ان کی پیٹھ پر پہنچ چکی ہو اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اے پیغمبر! آپ مُردوں اور اندھوں کو اپنی پکار نہیں سنا سکتے جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ جب قیامت قریب ہوگی تو ہم ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا (اس سے مراد دابۃ الارض ہے) اگلی چند آیات میں قیامت کے مختلف مناظر کا ذکر ہے۔

سورۃ القصص مکیہ (1)

اس سورۃ کی ابتداء میں ملک مصر کے بدنام زمانہ فرعون کے مظالم کی چند

---

(1) یہ قرآن کریم کی ۲۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۸۸ آیات ۱۴۵۴ کلمات اور ۶۰۱۱ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: ......اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کی پیش گوئی ہے، جس طرح فرعون پر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے فتح پائی، اسی طرح کفار مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان فاتح ہوں گے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

جھلکیاں پیش فرمانے کے بعد مظلوموں کو اس سے نجات دلانے کے لئے موسیٰ کو دنیا میں بھیجے جانے اور پھر ان کی خدمات جلیلہ کا ذکر ہے۔

فرعون کی گود میں کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش

فرعون نے نجومیوں کی اس پیشگوئی کے بعد کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو جوان ہو کر تیرے تخت کا تختہ اور تاج کو تاراج کر دے گا، بنی اسرائیل کے بچے ذبح کرانے شروع کر دیئے تھے۔ انہی حالات میں موسیٰ کی پیدائش ہوئی ان کی والدہ ماجدہ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ فرعونی افواج کو جونہی میرے لخت جگر کی پیدائش معلوم ہوگی اسے مجھ سے چھین کر نیزے کی انی میں پرو دیا جائے گا۔ اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل کے حوالے کر دیا صندوق دریا میں چلتا چلتا فرعون کے محل کے قریب سے گزرا فرعون کے ملازموں کی نظر پڑی انہوں نے صندوق دریا سے نکال کر کھولا تو اس میں ایک حسین و جمیل نومولود کو انگوٹھا چوستے پایا۔ فرعون کو اطلاع دی گئی اس کے نتھنے پھڑ پھڑانے لگے اور وہ اس نومولود کو ذبح کرنے پر تل گیا فرعون کی بیوی آسیہ آڑے آ گئی اور اس نے فرعون سے کہا کہ اسے قتل مت کرو کچھ بعید نہیں کہ بڑا ہو کر یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ ہم اسے بیٹا بنا لیں اور یہ ہمارے کام آئے، چنانچہ فرعون مان گیا۔

ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل اس قدر بے قرار ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کے دل کو تقویت نہ دیتے تو وہ عام ماؤں کی طرح بے صبری کا

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پچیسویں آیت میں لفظ قصص استعمال ہوا ہے قصص کے معنی قصہ کے ہیں، اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام سورۃ قصص رکھا گیا۔

سابقہ سورت سے ربط: اس نصف سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے فرعون کے ساتھ اور پھر قارون کے ساتھ مذکور ہے جس سے سورۂ نمل کے خاتمہ کے جملہ "ومن اضل" الخ کے مضمون پر من وجہ استدلال ہے جس سے دونوں سورتوں میں تناسب ہو گیا۔

مظاہرہ کرتے ہوئے اس راز کو فاش کر دیتیں، پھر انہوں نے موسیٰ کی بہن کو صندوق کا سراغ لگانے بھیجا۔ اور وہ کسی حیلے سے فرعون کے محل میں پہنچیں، انہوں نے دور سے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے معصوم موسیٰ علیہ السلام کو اپنی حکمت بالغہ کے تحت دائیوں کے دودھ پینے سے منع کر دیا تھا اور فرعون کے محل میں اس مسئلہ پر غور وفکر جاری تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن اس حال کو دیکھ کر کہنے لگیں اگر تم چاہو تو میں بھی تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں، جس گھرانے کی خاتون اس بچے کو دودھ پلائے گی۔ چنانچہ اس کے بتانے پر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو محل میں بلوایا گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ان کی گود میں جاتے ہی دودھ قبول کرلیا۔ چنانچہ معاوضہ طے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے نومولود لخت جگر کو اپنے گھر لے آئیں اور ان کی پرورش شروع کر دی۔ وقتاً فوقتاً فرعون کے محل میں جا کر بچہ انہیں دکھا آتیں...... ہوتے ہوتے موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے اور اللہ نے انہیں علم وحکمت سے نوازا۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کا قتل

ایک روز موسیٰ علیہ السلام دو پہر کے وقت یا رات گئے شہر میں داخل ہوئے تو دو آدمیوں کو آپس میں گتھم گتھا دیکھا، ان میں سے ایک فرعون کی قوم کا قبطی تھا اور ایک موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے تھا۔ اسرائیلی نے جب موسیٰ کو آتے دیکھا تو انہیں مدد کے لئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام پہنچے اور قبطی کو سمجھا بجھا کر معاملہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے گھونسہ دے مارا۔ پیغمبر کی جسمانی قوت کا اندازہ کیجئے کہ ایک ہی گھونسا کام کر گیا اور قبطی ہلاک ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ حالت دیکھ کر بہت پچھتائے کہ یہ تو ایک جان ضائع ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

اگلے روز پھر وہی منظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کل والا اسرائیلی کسی

اور قبطی سے الجھ رہا ہے۔ اسرائیلی نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بادل نخواستہ پھر آگے بڑھے لیکن اچانک وہ قبطی کہنے لگا موسیٰ کل بھی تم نے ہمارا ایک بندہ مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مارنے کا ارادہ ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام رک گئے۔ اسی دوران ایک آدمی جو موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا موسیٰ! تم نے کل جو بندہ قتل کیا تھا فرعون تک اس کی اطلاع پہنچ چکی ہے اور دربار میں تمہارے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں۔ لہٰذا تم فوراً نکل جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خبر سنتے ہی نکلے اور سیدھا ''مدین'' کا راستہ اختیار کیا کیونکہ یہ علاقہ فرعون کی حکومت سے خارج تھا۔

موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر

جب موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے تو کنویں پر لوگوں کا مجمع دیکھا، جو ڈول کھینچ کھینچ کر جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ ان لوگوں سے الگ کچھ فاصلے پر دو بیبیاں اپنی بکریوں کو لے کر کھڑی ہوئی تھیں، موسیٰ علیہ السلام کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہمارا والد بہت بوڑھا ہے گھر میں کوئی اور کام کاج کرنے والا نہیں۔ مجبوراً ہمیں ہی آنا پڑتا ہے ہم اس انتظار میں ہیں کہ باقی لوگ کنویں سے ہٹ جائیں تو ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر آگے بڑھے لوگوں کو ہٹایا اور پیغمبرانہ طاقت کی بناء پر جھٹ پٹ میں ڈول کھینچ کر ان عورتوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر کسی درخت کے سائے میں جا بیٹھے اور اپنے رب سے رابطہ جوڑ کر سفر کی مشکلات اور قیام و طعام کا مسئلہ حل کرنے کی درخواست پیش کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی شعیب علیہ السلام سے ملاقات اور بعد کے واقعات

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور وہ دونوں بیبیاں گھر پہنچیں تو ان کے والد نے خلاف معمول جلد واپس آجانے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے ساری تفصیل سنائی، والد نے ایک لڑکی کو بھیجا کہ جا کر اس نوجوان کو بلا لاؤ۔ وہ لڑکی شرماتی لجاتی

موسیٰ کے پاس پہنچی اور کہا کہ آپ کو میرے ابا بلاتے ہیں، تا کہ ہمارے جانوروں کو پانی پلانے کا معاوضہ دیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو ان بزرگ کے پوچھنے پر اپنی ساری کہانی کہہ سنائی۔ انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ نوجوان اب کوئی اندیشہ نہ رکھو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو......ان میں سے ایک لڑکی نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان چونکہ ہمارا گھر سے باہر کام کاج کے لئے جانا مناسب نہیں اور آپ کو نوکر کی ضرورت بھی ہے تو آپ اس نوجوان کو نوکر رکھ لیں (کیونکہ اچھا نوکر وہ ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی اور موسیٰ میں یہ دونوں خوبیاں موجود تھیں)۔ وہ بزرگ اللہ کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام تھے، موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک لڑکی تم سے بیاہ دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔ اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ موسیٰ نے فرمایا مجھے منظور ہے میں ان دونوں مدتوں میں سے ایک مدت ضرور پوری کر دونگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر گذارے۔ اسی دوران حسب معاہدہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح بھی آپ سے کر دیا تھا......

یہاں سے آگے حضرت موسیٰ کا اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر مصر کی طرف جانا اور راستے میں کوہ طور پر اللہ سے شرف ہمکلامی اور نبوت کا حاصل ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا فرعون کے دربار میں جا کر اسے نصیحت کرنا اور نتیجے میں جادوگروں کے ساتھ مقابلہ وغیرہ سارے واقعات ایک بار پھر تفصیل سے بیان فرمائے گئے ہیں۔

ان واقعات سے حاصل شدہ بصیرتیں اور عبرتیں

اِن واقعات کے نمایاں کردار تین ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور فرعون! اور جس کا کچھ حصہ یہاں اور بقیہ جزئیات پورے قرآن میں مذکور ہیں، اس قصے سے مجموعی طور پر جو بصیرتیں اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں وہ مولانا

حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''قصص القرآن'' میں ذکر فرمائی ہیں، ہم ان کا خلاصہ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ کے الفاظ میں افادۂ عام کے لیے تحریر کیے دیتے ہیں۔

- اگر انسان مصائب و آلام پر صبر کرے تو دنیا اور آخرت میں اس کے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
- جو شخص اپنے معاملات میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات ضرور آسان کر دیتا ہے۔
- جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے اس کے لیے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ ہو کر رہ جاتی ہے۔
- اگر کوئی بندہ حق کا پرچم لے کر پوری استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو دشمنوں ہی کے گروہ سے اس کے حمایتی پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔
- جس کے دل میں ایمان پیوست ہو جائے وہ ایمان کی خاطر سب کچھ یہاں تک کہ نقدِ جاں بھی لٹانے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔
- غلامی کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہمت اور عزم کی روح سے انسان محروم ہو جاتا ہے (اسی لیے بنی اسرائیل نے ارضِ مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا)۔
- وراثتِ زمین اسی قوم کا حق ہے جو میدانِ جدوجہد میں ثابت قدم رہتی ہے۔
- باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو، بالآخر اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔
- اللہ کی عادت یہ ہے کہ جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے ایک دن آتا ہے کہ اللہ انہی کو زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔
- جو شخص یا جماعت جان بوجھ کر قبولِ حق سے سرکشی کرے، اللہ اس سے قبولِ حق کی استعداد چھین لیتا ہے۔ فرعون اور اس کے حواریوں کے ساتھ یہی ہوا۔

- یہ بہت بڑی گمراہی ہے کہ انسان کو حق کی اتباع کی بدولت کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ خود ہی حق سے روگردانی شروع کر دے۔ بنی اسرائیل نے یہی کچھ کیا۔
- ایک بہت بڑی ضلالت یہ ہے کہ انسان حق کی اتباع کی بجائے حق کو اپنی خواہشات کے تابع کرنا شروع کر دے۔ یوم السبت میں شکار کی ممانعت کے باوجود اسرائیلی حیلہ بازی کرتے رہے۔
- کوئی حق قبول کرے یا نہ کرے، داعی کا فرض ہے کہ وہ فریضۂ دعوت ادا کرتا رہے۔ بعض اہلِ حق، یومِ سبت میں شکار کی ممانعت کے باوجود اسرائیلی حیلہ بازی کرتے رہے۔
- کوئی حق کو قبول کرے یا نہ کرے، داعی کا فرض ہے کہ وہ فریضۂ دعوت ادا کرتا رہے۔ بعض اہلِ حق، سبت کی بے حرمتی سے آخر وقت تک منع کرتے رہے۔
- ظالم حکمران قوم کی بدعملیوں کے نتیجے میں اس پر مسلط کیے جاتے ہیں۔
- اپنی قوم کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام بیان کرنے کے بعد مختلف آیات میں اہلِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے (۴۷)۔ اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ (۵۲۔۵۵) مشرکین کی جہالتوں اور حماقتوں کا ذکر ہے (۵۷)۔ دنیائے فانی کے مال و متاع سے دھوکہ کھانے سے بچنے کی تلقین ہے (۶۰۔۶۱) قیامت کے مناظر میں سے بعض مناظر کی منظر کشی ہے (۶۲۔۶۶)۔

(منقول از خلاصۃ القرآن)

اللہ تعالیٰ کی قوتِ تخلیق اور اختیار کا بیان

آیت نمبر ۵۶ میں حضور ﷺ سے ارشاد ہے کہ اے پیغمبر! ہدایت دینا نہ دینا

اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ نہ چاہے تو آپ ﷺ اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت کے راستے پر گامزن نہیں کر سکتے اور جن لوگوں کو ہدایت ملنی ہے وہ اللہ کو معلوم ہیں۔

آیت نمبر ۶۸ سے اللہ تعالیٰ کی زبردست قوتِ تخلیق اور اختیارِ کامل کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ساری مخلوق کا خالق اور تمام اختیارات کا مالک اللہ ہی ہے۔ نہ اس سے کوئی جھگڑ سکنے کی سکت رکھتا ہے، نہ کوئی شریک ہے نہ ساجھی! جو چاہے پیدا کرے، جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہ چاہے وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ خیر و شر کے تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کی بازگشت اُسی ذاتِ واحد کی طرف ہے۔

قارون کا اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنسنا

اگلی چند آیات میں قیامت اور توحید و رسالت کے مضامین ارشاد فرمانے کے بعد آیت نمبر ۷۶ سے "قارون" کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم قوم بلکہ چچا زاد بھائی تھا۔ لیکن اس نے اپنی شرارتوں کی بناء پر "غدارِ قوم" کہلوانا پسند کیا۔ اللہ نے اسے اس قدر دولت دنیا سے نوازا تھا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں کئی گرانڈیل آدمیوں کی کمریں جھکا دیتی تھی۔ برادری کے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال پر مت اِترا، اور اپنی آخرت کی بھی فکر کر۔ قارون یہ سن کر کہنے لگا کہ یہ سارا مال مجھے اپنی محنت اور ذاتی قابلیت سے ہاتھ آیا ہے (یعنی اکڑ گیا) چنانچہ اللہ نے اسے یہ سزا دی کہ اس کا محل اور سارے خزانے کا بوجھ اس کے سر پہ رکھا اور اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اور اسے کوئی بھی نہ بچا سکا۔

فتح مکہ کی خوشخبری

آیت نمبر ۸۵ میں عقیدۂ رجعت کا بیان ہے۔ یہ آیت ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس ذات نے آپ پر قرآن اُتارا وہی ذات آپ کو واپس پہلی جگہ

پھیر لائے گی۔ یہاں جو لفظ ''معاد'' استعمال ہوا ہے، بعض مفسرین نے اس سے موت مراد لی ہے، بعض نے آخرت، بعض نے جنت، بعض نے سرزمینِ شام جہاں پہلے ایک مرتبہ آپ شبِ معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے ان اقوال میں بہت عمیق ولطیف تطبیق دی، یعنی معاد سے مراد اس جگہ مکہ معظمہ ہے (کمافی البخاری) مگر فتحِ مکہ علامت تھی قربِ اجل کی، جیسا کہ ابن عباس ؓ اور حضرت عمر ؓ نے ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ آگے اجل کے بعد ''حشر'' حشر کے بعد آخرت، اور آخرت کی انتہائی منزل جنت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اوّل آپ کو نہائت شاندار طریقے سے لوٹا کر لائے گا مکہ میں، اس کے چندروز بعد اجل (موت) واقع ہوگی، پھر ارضِ شام کی طرف حشر واقع ہوگا، (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پھر آخرت میں بڑی شان وشکوہ سے تشریف لائیں گے اور اخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ کے لئے پہنچ جائیں گے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

اس آیت کی تفسیر آپ نے ملاحظہ فرمالی، اب داد دیجئے شیعہ فرقہ کے ان مفسرین کو جنہوں نے کھینچ تان کر اس آیت سے عقیدۂ ظہورِ مہدی بھی نکال کر سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! نہ تو سیاق وسباق اس طرف کچھ اشارہ کرتے ہیں، نہ ہی شانِ نزول اور نہ ہی آیت کے متن کا کوئی شوشہ!!

سورۃ کی آخری آیات میں فرمایا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں، اور اپنی توجہ اسی اللہ کی طرف مبذول رکھیں۔

سورۃ العنکبوت مکیہ ①

دعویٰ ایمان کے بعد قدرت امتحان بھی لیتی ہے

اس سورۃ کے شروع میں خبردار کیا گیا ہے کہ کلمۂ اسلام ایک ایسی چیز ہے

① یہ قرآن کریم کی ۲۹ ویں سورت اور ترتیب نزول میں ۸۵ نمبر پر ہے۔ اس سورت میں ۷ رکوع ۶۹ آیات ۹۹۰ کلمات اور ۴۴۱۰ حروف ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیتی ہے جو شخص یا جو جماعت اس کلمے کو اپناتی ہے یہ کلمہ اسے اچھی طرح جانچتا پرکھتا اور آزماتا ہے۔ فرمایا:

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مومن کہہ کر چھوٹ جائیں گے۔ انہیں آزمائش کی بھٹیوں میں ڈال کر کندن نہیں بنایا جائے گا“۔

(...... کیوں نہیں ان کے لئے تو محض شک وشبہ کی بناء پر سال بھر قید رکھنے کے ظالمانہ قانون بنائے جائیں گے اور اللہ کے باغی ایسے قانون بنانے والوں کو نہ صرف شریف بلکہ مشرف قرار دیں گے۔)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی اطاعت کی حد

سورۃ کے شروع میں دوسرا اہم مضمون والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی فرمانبرداری کا ہے البتہ اگر وہ اللہ کی نافرمانی اور شرک کا حکم دیں تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانئے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے ”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ“ کہ جہاں کسی کام میں مخلوق کی اطاعت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں خالق کی اطاعت ہرگز نہ چھوڑی جائے اور مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گزشتہ سورۃ)

موضوعِ سورۃ: ......سورۃ عنکبوت سورۃ قصص کے مضمون کا تتمہ ہے، سورۃ قصص میں اس امت کی کامیابی اور سرفرازی کا جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ جہاد اور ہجرت سے پورا ہوگا، چونکہ بنی اسرائیل کے جذبات حریت وغیرت مدت ہائے مدیدہ کی غلامی سے مردہ ہو چکے تھے اس لئے ان کی کامیابی قوائے غیبیہ سے ہوئی، یہاں وہ قصہ نہیں ہے اس لئے بظاہر قوت بازوئے مسلم اور حقیقت میں اعانت الٰہی سے کامیابی ہوگی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ عنکبوت کا سورۂ قصص کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت میں زیادہ تر استقامت علی الدین سے موانع کے متعلق احکام میں ایک مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو ایذا پہنچانا فعلاً یا قولاً۔ دوسرا مانع تھا کفار کا مسلمانوں پر قولی جبر کرنا۔ تیسرا مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو بہکانا اور چوتھا مانع ہجرت بعض کے لئے فکر رزق تھا اس سورۃ میں صادق الایمان لوگوں کو عزم وہمت اور استقامت کی تعلیم دی گئی ہے اور کفار مکہ کو سخت تنبیہ و تہدید کی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں لفظ عنکبوت آیا ہے جس کے معنی مکڑی کے ہیں اس سورۃ کی ایک آیت میں کفار کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام عنکبوت قرار دیا گیا۔

یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، یہ صحابہ کرامؓ میں سے ان دس حضرات میں شامل ہیں جنہیں آپ ﷺ نے بیک وقت جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ یہ اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار اور ان کی راحت رسانی میں بڑے مستعد تھے، ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے سعد مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیٹے کو تنبیہ دی اور قسم کھالی کہ میں اس وقت تک نہ کھاؤں پیوں گی جب تک کہ تم پھر اپنے آبائی دین پر واپس آجاؤ۔ اور میں اسی بھوک پیاس سے مرجاؤں اور ساری دنیا میں ہمیشہ کے لئے یہ رسوائی تمہارے سر رہے کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو۔ اس آیت نے سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں کی بات ماننے سے روک دیا۔ بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک دن رات اور بعض اقوال کے مطابق تین دن رات اپنی قسم کے مطابق بھوکی پیاسی رہی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، ماں کی محبت واطاعت اپنی جگہ تھی مگر اللہ کے فرمان کے سامنے کچھ نہ تھی۔ اس لئے والدہ کو خطاب کر کے کہا اماں جان! اگر تمہارے بدن میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکلتی رہتیں، میں اس کو دیکھ کر بھی کبھی اپنا دین نہ چھوڑتا۔ اب تم چاہو تو کھاؤ پیو یا مر جاؤ، بہر حال میں اپنے دین سے نہیں ہٹ سکتا۔ ماں نے آپ کی اس گفتگو سے مایوس ہو کر کھانا کھالیا۔ (معارف القرآن)

پھر فرمایا بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر لیکن جب انہیں راہ خدا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسے آزمائش کی بجائے اللہ کا عذاب سمجھ لیتے ہیں۔ جس سے آدمی بالکل ہی بے بس ہو جائے۔ اس وجہ سے وہ کنی کترانے لگتے ہیں اور جب اللہ کی مدد یا مال غنیمت آجائے تو کہتے ہیں، ہم تو ایمان دار تھے یعنی دوہری چال چلتے ہیں۔

دنیا میں سب سے پہلی ہجرت

بیسویں پارہ کے آخر میں حضرات انبیاء کرام نوح، ابراہیم، لوط، شعیب

علیہم السلام اور ان کی اقوام بے لگام کے انجام کا مختصر اور جامع تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی ہجرت کا ذکر بھی ہے۔ یاد رہے کہ دنیا میں سب سے پہلے جن حضرات نے اللہ کے دین کی خاطر وطن کو چھوڑا، وہ یہی حضرات ہیں۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام بمع اہلیہ حضرت سارہؓ اور اُن کے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام۔ نیز قارون، فرعون، ہامان کی ہلاکت و بربادی کی منادی فرمادی گئی۔ تتمہ کے طور پر بات کو سمیٹتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان سب کو ان کے کرتوتوں کی بناء پر پکڑا تھا۔ کسی پر ہم نے سخت ہوا بھیجی (عاد) کسی کو آواز نے دبادیا (ثمود)، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا (قارون) اور کسی کو ہم نے پانی میں ڈبو دیا (فرعون و ہامان)، خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ یہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

جنہیں اللہ کا شریک بنایا جاتا ہے وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں

اس کے بعد مشرکین کے بارے میں ایک خوبصورت اور شایانِ شان مثال پیش فرمائی...... ''جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں'' ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے ایک گھر (جالا) بنایا، بے شک سب سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا ہے، اور مشرکین مکڑی کے جالے کی طرح کمزور اور کالعدم ہیں۔ واضح فرمادیا کہ ان قرآنی مثالوں کو اہلِ علم ہی سمجھتے ہیں، جاہل نہیں سمجھتے۔

۞۞۞۞

پارہ (۲۱) اتل ما اوحی

خلاصۂ رکوعات

اکیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ" کی مناسبت سے "اتل ما اوحی" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ العنکبوت کے رکوع نمبر ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الروم، سورۃ لقمان اور سورۃ سجدہ مکمل ہیں جبکہ آخر میں سورۃ الاحزاب رکوع نمبر ۳ تک اسی پارے میں شامل ہے۔

سورۃ العنکبوت کے رکوع نمبر ۵ میں فرمایا گیا کہ معاندین حق کی پرواہ نہ کریں اور تعلق باللہ کو بذریعہ قرآن مضبوط سے اضبط (مضبوط تر) بنالیں۔ دیکھئے آیت ۴۵

رکوع نمبر ۶ میں فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اگر ہجرت کی ضرورت پیش آئے تو ہجرت کرنی ہوگی۔ دیکھئے آیت ۵۶

رکوع نمبر ۷ میں اعادۂ دعویٰ بطور نتیجہ (یعنی مسلمان جہاد کریں گے، اور جہاد سے کامیابی ہوگی)۔ دیکھئے آیت ۶۹

سورۃ الروم کے رکوع نمبر ۱ میں اعلان غلبہ اسلام۔ دیکھئے آیت ۴ (جس دن رومیوں کو فتح ایرانیوں پر ہوئی، اسی دن مسلمانوں کو جنگِ بدر میں کفارِ مکہ پر فتح ہوئی)

رکوع نمبر ۲ میں دلائل غلبہ۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۹

رکوع نمبر ۳ میں دلائل غلبہ۔ دیکھئے آیت ۲۰ تا ۲۷

رکوع نمبر ۴ میں بیانِ اصولِ غلبہ اور وہ آٹھ ہیں، جن کی تفصیل اس رکوع میں آئے گی۔ دیکھئے آیت ۳۰ تا ۳۸

رکوع نمبر ۵ میں فرمایا، موجبِ فسادِ برّ و بحر بداعمالیٔ مخلوقات ہے، لہٰذا مسلمان جب غلبہ پائیں گے تو اسے مٹائیں گے۔ دیکھئے آیت ۴۱

رکوع نمبر ۶ میں فرمایا، وہ قادرِ مطلق جس کے قبضہ میں ضعف اور قوت کی باگیں ہیں، وہ اس خدا پرست کمزور جماعت کو طاقتور اور دشمنانِ خدا کی طاقت ور جماعت کو کمزور بنا سکتا ہے۔ دیکھئے آیت ۵۴

سورۃ لقمان کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا، نیکوکاروں کو اس کتاب سے ہدایت، رحمت اور دانشمندی عطا ہو سکتی ہے۔ دیکھئے آیت ۲،۳

رکوع نمبر ۲ میں ایک حکیم دانشمند کا طرزِ عمل دکھایا جاتا ہے (کہ قرآن حکیم کو جو لوگ عملی جامہ پہنائیں گے وہ ایسے ہو جائیں گے)۔ دیکھئے آیت ۱۲

رکوع نمبر ۳ میں تذکیر بآلاء اللہ (جس محسن کے یہ احسانات ہوں کیا اس کے ارشاد کی تکمیل کرنا دانشمندی نہیں؟) دیکھئے آیت ۲۰،۲۱

رکوع نمبر ۴ میں تذکیر بآلاء اللہ (کیا اس محسن کے احکام کی تعمیل کرنا جس کے یہ احسانات ہوں دانشمندی نہیں ہے؟) دیکھئے آیت ۳۱

سورۃ السجدہ کے رکوع نمبر ۱ میں ہے کہ جس قادر مطلق نے مٹی سے مختلف تغیرات دے کر تمہیں ذی سمع و بصر و افندہ انسان بنایا، کیا اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ تمہاری روحانی تربیت کے لئے ہدایات بھیجے؟ دیکھئے آیت ۲،۷ تا ۹

رکوع نمبر ۲ میں رب العالمین کی کتاب سے استفادہ کرنے والوں اور ترکِ استفادہ والوں سے سلوکِ الٰہی۔ دیکھئے آیت ۱۹ تا ۲۲

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی، اسی طرح اب بھی ہوگا۔ دیکھئے آیت ۲۳،۲۴

سورۃ الاحزاب کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) اجمال مسائل ثمانیہ۔ دیکھئے آیت ۱

تا۳ (۲) ما جعل اللہ سے امھاتکم تک (۳) وما جعل ادعیاء کم سے غفورًا رحیمًا تک (۴) آیت ۶ (۵) ازواجہٗ امھاتھم (۶) واولوا الارحام سے فی الکتاب مسطورًا تک (۷) آیت ۷ (۸) آیت ۸

رکوع نمبر ۲ میں تفصیل اجمال نمبر ا (ملاحظہ ہو پہلا رکوع) دیکھئے آیت ۹ تا ۲۰

نوٹ:...... دوسرے اور تیسرے رکوع میں ثابت کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے کفار اور منافقین کی پرواہ نہیں کی۔

رکوع نمبر ۳ میں تفصیل اجمالِ اوّل۔ دیکھئے آیت ۲۱

درس (۲۱)

تلاوتِ قرآن اور نماز کی اہم ترین افادیت

اکیسویں پارے کی پہلی آیت میں حضور اکرم ﷺ سے خطاب فرمایا، اے پیغمبر! جو کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت فرمایئے اور نماز قائم کیجئے! نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب اذکار سے بڑا ہے۔ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کو خطاب فرما کر امت کو تعلیم دی گئی ہے۔ شیطان کے نرغے میں آکر برائی کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگ اگر نجات کا سامان اور شیطان سے ترک تعلق کرنا چاہیں تو نماز کے ذریعے اللہ کی پناہ میں آجائیں!

اہل کتاب سے مناظرے کا طریقہ

اگلی آیت میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ سے تبلیغ دین کے سلسلہ میں احسن انداز اختیار کرنے کی تلقین فرمائی کہ ان سے مہذب طریقے سے مناظرانہ گفتگو ہونی چاہئے یعنی کوئی ایسا طرز نہیں اختیار کرنا چاہئے جس سے ان میں خواہ مخواہ اشتعال پھیلے کیونکہ یہ اصول دعوت کے خلاف ہے، مگر ان میں سے جو خود اشتعال

انگیز اور متشدد مزاج ہوں ان سے ان کی زبان میں گفتگو ہونی چاہئے۔ تاکہ وہ ہماری نرمی کو ہماری بزدلی پر محمول کرتے ہوئے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ اس کے بعد چند آیات میں عظمت قرآن اور منکرین قرآن و آخرت پر اللہ کی گرفت، دنیا کی بے ثباتی، اللہ کی قدرت کاملہ اور عقیدہ توحید کا بیان ہے۔ دنیا کی زندگی کو دل کا بہلاوا اور بچوں کا کھیل جبکہ آخرت کی زندگی کو دائمی اور ابدی قرار دیا گیا۔

مشرکین کی بوقت مصیبت اللہ سے فریاد

عقیدہ کے اعتبار سے ''روشن خیال'' لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو ڈوب جانے کے ڈر سے خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں اور جونہی خشکی پر پہنچتے ہیں تو اللہ کے شریک بنانے لگتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ مکر کرتے رہیں اور اللہ کی نعمتوں پر گلچھڑے اڑاتے رہیں۔ بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا۔

مجاہدین کے لئے راہِ ہدایت و نصرت کی بشارت

آخری دو آیتوں میں فرمایا کہ جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا، نیز یہ کہ جو شخص ہمارے دین کی محنت کرتا ہے ہم ضرور اسے اپنی راہیں سجھا دیتے ہیں اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سورۃ الروم مکیہ [1]

غلبہ روم کی پیشینگوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اُبی بن خلف سے ٹکر

شروع کی چند آیات میں روم اور فارس کی ایک جنگ کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے چند برس قبل واقع ہوئی تھی۔ اگرچہ اس جنگ کا

---

[1] یہ قرآن کریم کی ۳۰ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۸۴ نمبر پر ہے اس میں چھ رکوع ۶۰ آیت ۸۲۷ کلمات اور ۳۵۴۷ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: غلبۂ اسلام کا اعلان، اس کے بعد دلائل غلبہ اور اصول غلبہ بتلائے جائیں گے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سرزمین مکہ سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن چونکہ اہل فارس شرک اور بت پرستی میں مشرکین مکہ کے ہم مذہب تھے اس لئے مشرکین مکہ کی ہمدردیاں انہی کے ساتھ تھیں۔ دوسری طرف اہل روم چونکہ مذہباً عیسائی تھے لہٰذا اسلام کے قریب ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ اس جنگ میں روم کو فتح حاصل ہونی چاہئے لیکن ہوا یہ کہ اہل فارس کو فتح حاصل ہوگئی۔ انہوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے وہاں اپنی عبادت کے لئے آتش کدہ بھی تعمیر کرلیا، اس خبر پر مشرکین مکہ نے بڑی اچھل کود برپا کی اور جام پہ جام چڑھائے ساتھ ہی یہ کہنا شروع کیا کہ جس طرح روم کے اہل کتاب نے فارس سے شکست کھائی ہے اسی طرح ہمارے مقابلے میں اہل اسلام (حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بھی شکست کھائیں گے۔ اسی دوران یہ چند آیات نازل ہوئیں جن میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ چند سال بعد پھر جنگ ہوگی اور فارس کے آتش پرست بہت بڑی شکست کھائیں گے۔ رفیق رسول ﷺ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو بازار میں جا کر لوگوں کے مجمع میں اعلان کر دیا کہ تمہارے خوش ہونیکا موقع نہیں چند سالوں میں نتیجہ اس کے برعکس نکل آئے گا۔ اس پر مشرکین مکہ میں سے ابی ابن خلف بہت بگڑا اور کہنے لگا ایسا نہیں ہوسکتا ابوبکر جھوٹ بول رہا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات پر شرط لگانے کے لئے تیار ہوں کہ جو کہہ رہا ہوں اسی طرح ہوگا۔ اگر تین سالوں میں ایسا ہوگیا تو تم دس اونٹنیاں مجھے دوگے (یہ معاملہ قمار بازی کہلاتا ہے جو کہ اس وقت تک حرام نہیں ہوا تھا بعد میں حرام قرار دے دیا گیا) چنانچہ ان دونوں میں یہ معاملہ طے پا گیا۔ حضرت

(حاشیہ متعلقہ گزشتہ صفحہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ روم کا سورۃ عنکبوت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۃ روم میں یہ مضامین ہیں۔ اول بعض واقعات جو مسلمانوں کے خوش ہونے کا سبب ہیں ان کی پیشین گوئی اور موت کے اوپر دلاسہ کا ذکر ہے، پہلی سورۃ میں کفار کی ایذا رسانی سے جو مسلمانوں کو رنج ہوتا تھا اس پر مجاہدہ وتحمل کی فضیلت مذکور تھی لہٰذا اس سورۃ میں اس رنج کا ازالہ فرمایا گیا۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت میں غلبت الروم کے الفاظ آئے ہیں چونکہ اس سورۃ میں سلطنت روم کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام ہی سورۃ روم مقرر ہوا۔

ابوبکر صدیق ؓ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو یہ واقعہ عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ تین سال کی مدت کا تعین نہ کریں کیونکہ آیت میں ''بضع سنین'' کا لفظ آیا ہے جس کا اطلاق تین سے نو سال تک ہوسکتا ہے۔ آپ جائیں اور مشرک سے کہیں کہ میں اپنی شرط کی مدت بڑھا کر تین سے نو سال تک کرتا ہوں اور تم اونٹنیوں کی تعداد دس کی بجائے ایک سو کردو۔ چنانچہ صدیق اکبر ؓ نے دوبارہ جاکر اس سے معاہدہ میں تبدیلی کرائی۔ یہ شرط ہجرت سے پانچ سال پہلے طے ہوئی تھی ابھی اس واقعہ کو سات سال گذرے ہی تھے کہ پرسکون حالات میں اچانک تلاطم اٹھا، روم اور فارس ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے۔ چند دنوں کی تابڑتوڑ لڑائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ روم نے فارس سے نہ صرف اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس لے لئے بلکہ یہاں سے فارس کے بادشاہ کسریٰ پرویز کا زوال شروع ہوا اور چند سالوں کے بعد مسلمانوں نے پرویز اور اس کی سلطنت کا خاتمہ کردیا آج تک پرویز اور پرویزیوں کے لئے ان آیات میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر کی فتح سے مسلمانوں کو خوشی نصیب ہوئی اور ادھر سے روم کی فتح کی خوشخبری بھی آگئی۔

مشرکین مکہ کے معاملات کا اندازہ کیجئے کہ ہجرت سے پہلے جب ابی ابن خلف کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ابوبکر بھی ہجرت کر کے چلے نہ جائیں تو وہ آپ ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا ابوبکر! میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ کوئی کفیل پیش نہ کریں کہ مقررہ مدت تک روم غالب نہ ہوا تو سو اونٹنیاں وہ مجھے دینے کا پابند ہوگا۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے فرزند عبدالرحمان ؓ کو اس کا کفیل مقرر کردیا۔ اب جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ شرط جیت چکے تو اُبی بن خلف اس فتح سے پہلے مرچکا تھا۔ صدیق اکبر ؓ نے اس کے وارثوں سے اپنی شرط کے مطابق مطالبہ کیا اور ان اللہ کے دشمنوں نے اپنی شرط نبھاتے ہوئے سو اونٹنیاں پیش کیں۔ صدیق اکبر ؓ انہیں ہانک کر لائے اور حضور ﷺ کے مشورہ پر سو کی سو اونٹنیاں صدقہ کردیں۔ (روح المعانی، معارف القرآن، مظہری، ابن کثیر)

قرآن مجید سے پانچ نمازوں کا ثبوت

آیت نمبر ۱۱ سے توحید بیان کی گئی جبکہ آیت نمبر ۱۷، ۱۸ میں نماز کے اوقات کا بھی بیان ہے۔ ارشاد فرمایا "اللہ کی پاکیزگی بیان کرو شام اور صبح اور تیسرے پہر اور ظہر کے وقت بھی۔ بظاہر یہاں پر مطلق پاکیزگی بیان کرنے کا ذکر ہے، اور الفاظِ نماز یہاں پر ظاہر نہیں ہو رہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا پانچ نمازوں کا ذکرِ صریح قرآن مجید میں ہے؟ تو فرمایا کیوں نہیں! اور یہی دو آیتیں استدلال میں پیش کر کے فرمایا کہ "حِيْنَ تُمْسُوْنَ" میں نماز مغرب، "حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ" میں نمازِ فجر اور "عَشِيًّا" میں نمازِ عصر اور "حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ" میں نمازِ ظہر کا ذکر صریح موجود ہے۔

اب صرف ایک نمازِ عشاء رہی، اس کے ثبوت میں دوسری آیت کا جملہ ارشاد فرمایا "مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ"۔ (معارف القرآن)

ابن جریرؒ اور حاکمؒ کے بقول ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "حین تمسون" کے جملے میں ہی نمازِ عشاء کا ذکر ثابت ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "حین تمسون" میں نمازِ مغرب و عشاء دونوں داخل ہیں۔

(معارف القرآن، مظہری)

کفر و شرک کی بے ثباتی کی عام فہم مثال

اس سورۃ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کفر اور شرک کی بے ثباتی کی پھر دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ حکم دیا "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا" اے مخاطب! تو اپنا چہرہ دین صحیح کی طرف پھیر لے۔ اور اللہ ہی کا موحّد بندہ بن جا۔ کیونکہ یہی وہ جوہر ہے، یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا۔

انابت الی اللہ کا حکم

انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ یہی انسان

کے لئے سعادت کی نشانی ہے۔انسان کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو پہچانے جب وہ ہر مصیبت میں خدا کو پکارنے لگتا ہے، تو معلوم ہوا کہ آدمی کی فطرت میں اور اس کے جوہر اور خمیر کے اندر اللہ کی یاد اور اللہ کا تعلق رکھا ہوا ہے۔اس چیز کو کیوں نہیں پہچانتا؟

بحر و بر میں فساد کا ظہور انسانی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے

پروردگارِ عالم انسانوں کی بداعمالیوں پر فساد اور فتنے کے برپا ہونے کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرما رہے ہیں "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ" اور یہ دنیا میں فتنے اور فساد، یہ درحقیقت بداعمالیوں کے نتائج ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ہے کسی مصیبت کو کسی کے لئے سزا بناتا ہے اور کسی مصیبت کو کسی دوسرے کے لئے عبرت کا سامان بناتا ہے۔ان تمام مصائب کو اور آفات کو دیکھ کر بھی چاہئے کہ انسان خدا کی طرف رجوع کرے۔

ہواؤں کا چلنا بھی اللہ کی قدرت ہے

ہواؤں کا چلنا بیان کیا جا رہا ہے کہ کس طرح نرم ولطیف ہوائیں چلتی ہیں جن سے سبزے پیدا ہوتے ہیں۔سبزیاں اُگتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس طرح پر رزق کا سامان پیدا کرتا ہے۔تو یہ سب نشانیاں پروردگارِ عالم کی قدرت کی ہیں کیسے، کیسے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انعامات سے نوازتا ہے۔ان انعامات کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے مخاطب فرمایا جا رہا ہے ہر سمجھ اور فہم والے انسان کو "فَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ" دیکھو تو اللہ کی رحمتوں کے آثار کو۔ "كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا" زمین کے بنجر اور خشک ہو جانے کے بعد پروردگارِ عالم کس طرح زندگی اور تازگی پھر سے زمین کو عطا کرتا ہے۔یہ نمونے بعث بعد الموت کے انسانوں کی نظروں کے سامنے دن رات موجود ہوتے ہیں۔ "اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى" اسی طریقے پر حضرت پروردگارِ عالم مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

(خلاصۃ البیان فی تفسیر القرآن)

آپ (ﷺ) دلبرداشتہ نہ ہوں، اللہ کا وعدہ سچا ہے

سورۃ کی آخری آیت میں حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب بدبخت لوگوں کا ضد وعناد آخری درجہ پر پہنچ گیا تو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، بلکہ پیغمبرانہ صبر وتحمل کے ساتھ اپنے دعوت واصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا ہوگا۔ اس میں رتی برابر بھی تفاوت اور تخلف (خلاف ورزی) نہیں ہوسکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہئے، یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی اپنے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔

(تفسیر عثمانی)

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی چھ عظیم نشانیاں

آیت نمبر۲۰ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی چھ عظیم آیات بیان کی گئی ہیں۔

① اللہ نے اشرف المخلوقات انسان کی تخلیق مٹی سے کی (اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام، ہیں عام انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ جن اجزاء کا مرکب ہے ان میں بھی مٹی کا جزو غالب ہے)

② انسان ہی کی جنس میں سے عورتیں پیدا کیں۔ بالفاظ مفتی اعظمؒ ایک ہی مادہ سے ایک ہی جگہ میں ایک ہی غذا سے پیدا ہونے والے بچوں میں یہ دو مختلف قسمیں پیدا فرمادیں۔ جس کے اعضاء و جوارح صورت و سیرت عادت واخلاق میں نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے۔ عورتوں کی تخلیق کی حکمت یہ ارشاد فرمائی کہ تمہیں ان کے پاس پہنچ کر سکون ملے۔

③ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور انسانوں کے مختلف طبقات کی زبانیں اور لب ولہجہ کا فرق اور رنگوں کا امتیاز۔

④ دن اور رات کی تخلیق، دن کام کے لیئے......رات آرام کے لئے۔

⑤ آسمانی بجلیوں کا لپکنا جھپکنا اور بارشوں کے ذریعے پانی کی ترسیل پانی کے

ذریعے زمین کی آبادی اور مخلوقات کے لئے رزق کی فراہمی۔

⑥ آسمان و زمین کا قیام اللہ ہی کے امر سے ہے۔ اور جب اس نظام کو ختم کرنے کا وقت آئے گا تو آن کی آن میں اتنے عظیم الشان نظام کو تہہ و بالا اور نیست و نابود کر دیا جائے گا یہ اللہ کی خاص نشانیاں ہیں۔

بقیہ سورۃ میں توحید کے مضمون کی تفصیل ہے۔

سورۃ لقمان مکیہ ①

اس سورۃ کے شروع میں قرآن مجید کو نیک لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سبب قرار دیا اور زکوٰۃ کا حکم نازل فرمایا گیا ہے اور واضح کیا گیا کہ قرآن مجید محسنین کیلئے ہدایت و رحمت ہے۔ کیونکہ وہی لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ورنہ تو یہ کتاب تمام انسانوں کے لئے نازل کی گئی ہے اور نفسِ نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن و انس کے لئے ہدایت بن کر آئی ہے۔

حاسدینِ قرآن فضولیات کے خریدار

چھٹی آیت میں مکہ مکرمہ کے ایک مشرک نضر بن حارث کی مذمت فرمائی جو ملک فارس سے شاہانِ عجم کے تاریخی قصے خرید لایا اور اپنی ایک لونڈی سے گوا گوا کر لوگوں سے کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تمہیں قرآن سنا کر کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور اپنی جان اللہ کے راستے میں دو جس میں سراسر تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تم قرآن سننے مت جاؤ بلکہ میری لونڈی سے آ کر گانے سنو اور جشن طرب مناؤ۔ اس بد بخت کو اس

---

① یہ قرآن کریم کی ۳۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۴ آیات ۵۵۴ کلمات اور ۲۲۱۷ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ :...... اس کتاب سے فقط محسنین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ لقمان مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ روم کے ختم پر قرآن کی تعریف مذکور ہے اسی سے سورۂ لقمان کی ابتداء ہے باقی مضامین بھی قریب قریب ہیں۔

آیت میں ذلت ناک عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

آیت نمبر ۱۲ سے حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر اور بعد ازاں ان کی اپنے بیٹے کو وصیت کا بیان ہے۔ حضرت لقمان نبی نہیں تھے لیکن اللہ کے نیک بندے اور حکیم تھے جبکہ رشتے میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے۔ بعض روایات کے مطابق اللہ نے انہیں نبوت اور حکمت میں سے ایک چیز قبول کر لینے کا اختیار دیا تھا جس پر انہوں نے حکمت قبول کر لی (ابن کثیرؒ) انہوں نے اپنے بیٹے کو مندرجہ ذیل وصیت فرمائی۔

① اے میرے بیٹے اللہ کا شریک کسی کو نہ بنانا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

② آسمان اور زمین کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ سے بھی اللہ کی ذات باخبر ہے اس بات کا مکمل یقین رکھنا۔

③ اے بیٹے! نماز قائم رکھ اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے منع کر، اور مصیبت کے وقت صبر سے کام لے۔

④ لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کے دوران منہ پھلا کر بات نہ کر یہ اخلاق حسنہ کے خلاف ہے۔

⑤ زمین پر اکڑ کر نہ چل، اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور مغرور کو پسند نہیں کرتا، اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔

⑥ ضرورت سے زیادہ اونچی آواز مت نکال، بے شک سب سے بلند بانگ اور مکروہ آواز گدھے کی ہے۔

والدین سے حسن سلوک اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع کا حکم

یہاں پر آیت نمبر ۱۴ اور ۱۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے

انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی وصیت کی کیونکہ ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا۔ نو مہینے مسلسل اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی رہی پھر اس کے پیدا ہونے کے بعد دو سال تک اسے دودھ پلانے کی زحمت برداشت کی (اس لئے شریعت نے باپ کے حق پر ماں کا فائق قرار دیا) لیکن توحید کا مسئلہ اس قدر اہم ہے کہ اگر والدین تجھے میرا شریک ٹھہرانے پر مجبور کریں تو ان کی بات مت مان! البتہ دنیا کے دستور کے مطابق مالی امداد وغیرہ کے طور پر ان کا بھرپور ساتھ دے۔

کمالاتِ خداوندی کا احاطہ ناممکن ہے

لقمان علیہ السلام کی وصیت کے بعد چند آیات میں مسئلہ توحید پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ اگر زمین کے تمام درختوں کے قلم تراش دیئے جائیں اور سات سمندر سیاہی میں بدل دیئے جائیں اور انکی مدد سے اللہ کے کمالات لکھنا شروع کئے جائیں تو یہ سب ذخائر ختم ہو جائیں گے۔ مگر اللہ کے کمالات کا احاطہ نہ کرسکیں گے۔

قیامت کی سختیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکے گا۔

پانچ چیزیں، جن کا یقینی علم اللہ کے پاس ہے

آخری آیت میں ان پانچ چیزوں کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں:

(۱) قیامت کب قائم ہوگی،
(۲) بارش کب اور کتنی برسے گی،
(۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہوگا تازہ قطرہ بچے کا روپ دھارے گا یا بچی کا،
(۴) کل کون شخص کیا کرے گا،
(۵) کون شخص کہاں مرے گا۔

سورۃ السجدۃ مکیہ ①

صداقتِ قرآن اور تخلیق زمین وآسمان

اس سورۃ میں مجموعی طور پر اللہ کی توحید اور یوم حشر کا بیان ہے۔ شروع میں صداقتِ قرآن کا بیان ہے کہ یہ کتاب ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ آیت نمبر ۴ میں زمین وآسمان کو چھ دنوں میں بنائے جانے کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ ''کن فیکون'' کی مالک ذات ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو پلک جھپکنے میں زمین وآسمان تخلیق ہو سکتے تھے، لیکن بتدریج چھ دنوں میں انہیں وجود بخشنا اس خالقِ حقیقی کی حکمتِ بالغہ کا مظہر ہے، جس کی حقیقت کو بھی وہی جانتا ہے۔

آیت نمبر ۵ میں یوم قیامت کی لمبائی ایک ہزار سال بتائی گئی ہے، جبکہ سورۃ معارج میں اسے پچاس ہزار سال کا دن بتایا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس دن کے ہولناک ہونے کے سبب یہ ان لوگوں کو بہت دراز محسوس ہوگا اور یہ درازی بمقدار اپنے ایمان و اعمال کے ہوگی جو بڑے مجرم ہیں ان کو زیادہ، جو کم ہیں ان کو کم محسوس ہوگی، یہاں تک کہ جو دن بعض کو ایک ہزار سال کا معلوم ہوگا وہ دوسروں کے نزدیک پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا۔

اللہ کی ہر تخلیق شاہکار ہے

آیت نمبر ۷ سے تمام مخلوقات اور بالخصوص حضرتِ انسان کی تخلیق کا مضمون ہے۔ فرمایا، ہم نے پہلے انسان آدم کو گارے سے بنایا اور پھر اس کی اولاد کو نچڑے ہوئے بے قدر

---

① یہ قرآن کریم کی ۳۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۵ نمبر پر ہے اس میں ۳ رکوع ۳۰ آیات ۳۷۴ کلمات اور ۱۵۷۰ حروف ہیں۔

خلاصہ: ......دعوت الی الکتاب۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے دوسرے رکوع کی ۱۵ ویں آیت میں سجدہ کا مضمون آیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۂ سجدہ قرار دیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ لقمان میں توحید ومعاد کے مضامین تھے، سورۂ سجدہ کے شروع میں اثبات حقیقت قرآن سے اثبات رسالت ہے جس کی مناسبت توحید ومعاد سے ظاہر ہے۔

نطفے سے پیدا کیا، اسی نطفے پر ہم نے اس کا نقشہ بنایا، اور اس میں جان پھونکی، تمہارے کان آنکھیں اور دل حتیٰ کہ پورے وجود کو ماں کے پیٹ میں تخلیق کیا اور اسے پتہ بھی نہ لگنے دیا۔

قیامت کے دن کافروں کی خواہش

فرمایا، قیامت والے دن کافر لوگ اپنے سر سجدے میں ڈال کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس دنیا میں بھیج دے، تاکہ ہم اچھے اعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن تو میں نے دوزخ اور جنت کو آدمیوں اور جنات سے بھرنا ہے۔ تم نے دنیا میں اس دن کو بھلا رکھا تھا، سو آج مزہ چکھو اور ہمیشہ یہاں رہو!

راتوں کی عبادت کا انعام

فرمایا، جو لوگ ہم پر ایمان لائے ہیں ان بیچاروں کی حالت تو یہ ہے کہ ہماری باتیں سن کر سجدے میں گر جاتے ہیں اور راتوں کے گھپ اندھیرے میں ان کی کروٹیں بستر سے جدا رہتی ہیں، ڈرتے، جھجھکتے ہم کو پکارتے ہیں اور ہمارا دیا ہوا مال ہمارے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ تو بلاشبہ ہم ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں گے۔ سورۃ کے آخر تک عذاب و ثواب اور مبداء و معاد کا ذکر ہے۔

سورۃ الاحزاب مدنیۃ (۱)

اس سورۃ کے بیشتر مضامین حضور ﷺ کی اللہ کے ہاں محبوبیت اور خصوصیت

---

(۱) یہ قرآن کریم کی ۳۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۹۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۷۳ آیات اور ۱۲۱۰ کلمات اور ۵۹۰۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: آپ اپنے فرضِ منصبی کے ادا کرنے میں کفار اور منافقین کی پرواہ نہ کریں، بلکہ اقارب بھی ادائے فرض میں حارج نہ ہونے پائیں۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں غزوۂ احزاب کا ذکر ہے جو ہجرت کے بعد ۵ھ میں پیش آیا اس لئے اس کا نام سورۂ احزاب مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ کا اختتام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی پر ہوا تھا جو محبوبیت کی دلیل ہے۔ اس سورہ میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوریت و محبوبیت اور خصوصیت و اکرمیت عند اللہ بوجوہ مختلف کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں کے مابین تناسب ظاہر ہے۔

پر مشتمل ہیں۔

فرمایا اے نبی! جس طرح آپ پہلے بھی فقط اللہ سے ڈرتے رہے ہیں، آئندہ بھی اللہ ہی سے ڈرتے رہیں۔ کافروں اور منافقوں سے مشورے وغیرہ نہ کریں۔ اپنے رب کی طرف سے آنے والے احکام کی پیروی کریں اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں۔

دورِ جاہلیت کے غلط اقوال ورسوم کی تردید

آیت نمبر ۴ سے دور جاہلیت کے تین اقوال ورسوم باطلہ کی تردید فرمائی۔

① جو شخص بہت زیادہ ذہین ہوتا، مکہ کے مشرک کہتے اس کے سینے میں دو دل ہیں۔ فرمایا ہرگز نہیں اللہ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔

② دور جاہلیت میں کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دیتا ''تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ'' تو وہ عورت اس پر آئندہ کے لئے حرام سمجھی جاتی تھی...... فرمایا تمہارے کہنے سے وہ تمہاری ماں نہیں بن جاتی بلکہ تمہاری ماں تو وہ ہے جس نے تمہیں جنم دیا۔ ایسا کہنا گناہ ضرور ہے، اور اس پر کفارہ بھی واجب ہے، لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا۔

③ دور جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر اور رشتے ناطے میں وراثت کے مسائل میں حقیقی بیٹے جیسا سمجھا جاتا تھا...... فرمایا یہ غلط ہے، وہ حقیقی بیٹے کے برابر نہیں ہوسکتا، وراثت اور حرمت نکاح کے مسائل اس پر عائد نہیں ہوتے۔

مومن کا حضور ﷺ سے تعلق اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مومنین کی مائیں ہونا

آیت نمبر ۶ میں حضور ﷺ کو اہل ایمان کے نزدیک ان کی جانوں سے زیادہ محبوب اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل ایمان کی ماؤں کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رشتہ داروں کو غیر رشتہ

داروں پر فوقیت دی گئی ہے۔

غزوۂ احزاب کا بیان

آیت نمبر ۹ سے غزوہ احزاب کے مفصل واقعات کا بیان ہے، اس کے لئے کتب سیرت سے رجوع فرمائیں۔

اس کے بعد انیس آیات میں غزوۂ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ کی تفصیل ہے۔ غزوۂ احزاب شوال ۵ ھ میں ہوا جب مشرکین کے دس یا پندرہ ہزار جنگجوؤں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا، یہ جنگجو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہود بنی نضیر اور یہود بنی قریظہ جن کے ساتھ مسلمانوں کا صلح کا اور ایک دوسرے کے دشمن کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا معاہدہ تھا انہوں نے اس معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اُس وقت مشرکین کے سردار تھے) کے ساتھ تعاون کیا۔ مسلمان صرف تین ہزار تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے شمال مغرب میں جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا، خندق کھودی گئی۔ اسی لئے اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے اور احزاب اس لیے کہتے ہیں کیونکہ جس لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس میں مختلف جماعتیں اور قبائل شریک تھے، ان جنگجوؤں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا، پھر نعیم بن مسعود غطفانی کی کوششوں سے یہود اور قریشی اور غطفانی لشکر کے درمیان پھوٹ پڑ گئی، اللہ کی طرف سے انہی دنوں طوفانی آندھی آ گئی جس کی زد میں آ کر ان کے خیمے اُکھڑ گئے۔ جانور بدک گئے اور ان کے عزائم پست ہو گئے۔ پھر قریش اور غطفان اور دوسرے قبائل اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے بغیر راہِ فرار اختیار کر گئے۔ ابوسفیان اور اس کے حمایتیوں کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا اور انہیں ان کی عہد شکنی کی عبرتناک سزا دی۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں ان دونوں غزوات کا حال اور منظر بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو بشارت سنائی ہے کہ عنقریب انہیں مزید فتوحات حاصل

ہوں گی۔ چنانچہ مسلمانوں نے نہ صرف فارس اور روم بلکہ بیسیوں ملک اور سینکڑوں شہر فتح کیے (اور ان شاء اللہ قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط اور دل میں ایمان راسخ ہو جانے کے بعد پورے عالم کو فتح کریں گے)۔ یوں رب تعالیٰ کی یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہے گی کہ میں نے اپنے آخری رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دوں، یہ غلبہ یقینی ہے اور کسی صاحب ایمان کو اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ بظاہر حالات مخالف ہیں لیکن جب اس پیشینگوئی کے پورا ہونے کا وقت آئے گا، حالات بھی موافق ہو جائیں گے اور وہ افراد بھی مہیا ہو جائیں گے جو اپنے اخلاق و اعمال کے اعتبار سے پہلی صدی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور کے مسلمان، ایمان، اعمال، اخلاق، معاملات اور کردار کے اعتبار سے ''فاتحِ عالم'' بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن کیا اسلام اور قرآن بھی یہ صلاحیت نہیں رکھتے؟ رب کعبہ کی قسم! ان کے اندر عالم کو اور فاتحینِ عالم فتح کرنے کی پوری پوری صلاحیت ہے اور کون و مکان کے مالک کی قسم! دنیا یہ نظارہ بہت جلد دیکھے گی۔ (تکمیل از خلاصۃ القرآن از مولانا شیخوپوری مدظلہٗ)

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے

غزوۂ احزاب کے ذکر کے دوران آیت نمبر ۲۱ میں قیامت تک کے انسانوں کیلئے ایک بہترین دستور العمل کا اعلان فرماتے ہوئے حضور ﷺ کی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا۔ بالخصوص جو شخص امید رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور ساتھ ہی اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے، اس کے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر کوئی نمونہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بالفاظِ دیگر خود کو مومن کہلوانے والا کوئی شخص بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا ایک امتحان اور اس میں اُن کی عظیم الشان کامیابی

اکیسویں پارہ کی آخری چند آیات میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

سے خطاب ہے۔ ان آیات کا پسِ منظر احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو ازواجِ مطہرات ؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے وظیفہ اور نفقہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں انہیں دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا، یا تو وہ خوشحالی کی زندگی گزارنے کے لیے جدائی اختیار کر لیں اور یا پھر تنگی ترشی کے ساتھ گزر بسر کریں اور اپنی نظر آخرت کی خوش عیشی پر رکھیں، جب آپ ﷺ نے انہیں اختیار دیا تو ان سب نے آخرت ہی کو ترجیح دی۔



پارہ (۲۲) ومن یقنت

خلاصۂ رکوعات

بائیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" کی مناسبت سے "ومن یقنت" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الاحزاب کے رکوع نمبر ۴ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ سبا اور سورۃ فاطر مکمل ہیں اور آخر میں سورۃ یٰسٓ رکوع نمبر ۲ تک اسی پارے میں شامل ہے۔

سورۃ الاحزاب کے رکوع نمبر ۴ میں تفصیل اجمالِ دوم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل نہیں ہیں کہ ایک سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، اور دوسرے سے ازواج کو راضی رکھیں۔ دیکھئے ۲۸

رکوع نمبر ۵ میں تفصیل اجمالِ سوم کا بیان ہے۔ (چونکہ ادعیا (متبنّٰی) حقیقی بیٹے نہیں ہوتے، اس لئے ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے) دیکھئے آیت ۳۷

رکوع نمبر ۶ میں تفصیل اجمالِ چہارم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے مفاد کو ان کے نفسوں سے زیادہ سمجھتے ہیں) دیکھئے آیت ۴۵، ۴۶

جب حضورِ انور میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو ان کی برکت سے مسلمانوں کے مفاد کو آپ یقیناً زیادہ سمجھتے ہیں۔

رکوع نمبر ۷ میں تفصیل اجمال پنجم و ششم (ازواجِ مطہرات مومنین کی روحانی مائیں ہیں، ان کی توقیر و حرمت بمنزلہ والدہ کے ہے، اور ان سے نکاح

ابدالآباد حرام ہے، لیکن تمہاری نسباً مائیں نہیں ہیں، اس لئے پردہ انہیں کرنا چاہئے) دیکھئے آیت ۵۳تا۵۵

رکوع نمبر ۸ میں تفصیل اجمالِ ہفتم (قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا کہ انہوں نے تبلیغ فرمائی اور کیا نتیجہ برآمد ہوا، اب امت احکامِ الٰہی کی پوری قدر کرے تاکہ قیامت کے دن ان کے حق میں بہتر گواہی آپ ﷺ دے سکیں)۔ دیکھئے آیت ۵۹، ۶۶، ۶۷

رکوع نمبر ۹ میں تفصیل اجمالِ ہشتم۔ اے مسلمانو! اپنے نبی کی ایذاء دہی سے بچو، اور اپنے فرض منصبی کی سبکدوشی کا طریقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو۔ دیکھئے آیت ۶۹، ۷۲، ۷۳

سورۃ سباء کے رکوع نمبر ا میں انکار مسئلہ مجازات۔ دیکھئے آیت ۳

رکوع نمبر ۲ میں (۱) اگر یہ لوگ شکر گزار بنیں تو داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرح سرفراز کئے جائیں گے۔ (۲) اور اگر باز نہ آئے تو قوم کی طرح نعمتوں سے محروم ہوسکتے ہیں۔ دیکھئے آیات (۱) ۱۰، ۱۲، ۱۳، (۲) ۱۵تا۱۷۔

رکوع نمبر ۳ میں اگر خوف مجازات سے تعلق باللہ قائم نہ رکھا تو غیر اللہ کا تعلق شفاعت کے لئے بھی مفید نہ ہوگا۔ دیکھئے آیت ۲۲، ۲۳۔

رکوع نمبر ۴ میں ضال اور مضل ہستیوں کا یوم المجازات میں مجادلہ۔ دیکھئے آیت ۳۱، ۳۳۔

رکوع نمبر ۵ میں ضال اور مضل نے اپنے زعم میں جنہیں معبود بنا رکھا تھا، ان کی طرف سے بیزاری۔ دیکھئے آیت ۴۰، ۴۱۔

رکوع نمبر ۶ میں یوم المجازات کے بتلانے میں میری ذاتی کوئی غرض نہیں ہے۔ دیکھئے آیت ۴۷۔

سورۃ فاطر کے رکوع نمبر ا میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں اور گرفت کا وعدہ بھی سچا ہے، لہٰذا اگر اصلاح کرنا چاہو تو بذریعہ ملائکہ عظام

جو تعلیم مل رہی ہے اس پر عمل کرلو۔ دیکھئے آیت ۱، ۳، ۵۔

رکوع نمبر۲ میں فرمایا، جس طرح کھاری اور میٹھا دریا یکساں نہیں ہو سکتے اسی طرح وحی سے استفادہ کرنے والے اور معرض برابر نہیں ہو سکتے۔ دیکھئے آیت ۱۲۔

رکوع نمبر۳ میں نور اور ظلمت، سایہ اور دھوپ، مردہ اور زندہ جس طرح برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح مستفیدین وحی اور معرضین برابر نہیں ہو سکتے۔ دیکھئے آیت ۱۸ تا ۲۲۔

رکوع نمبر۴ میں جس طرح ایک پانی سے مختلف الاذواق اور مختلف الالوان اور مختلف الخواص اشیاء پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح رحمت الٰہی کے باب مفتوح ہونے پر قلوب سے مختلف کیفیات ظاہر ہوتی ہیں۔ دیکھئے آیت ۲۷، ۲۸۔

رکوع نمبر۵ میں ہم نے تمہیں خلیفہ بنا کر رحمت الٰہی کا باب مفتوح کر دیا ہے، فائدہ اٹھاؤ گے تو بھلا تمہارا ہے، ورنہ نقصان بھی تمہارا ہے۔ دیکھئے آیت ۳۹۔

سورۃ یٰسٓ کے رکوع نمبر۱ میں اجمال مسائل ثلاثہ۔ دیکھئے آیت ۳ رسالت، آیت ۵ تا ۱۱ توحید، آیت ۱۲ امجازات۔

رکوع نمبر۲ میں تفصیل مسئلہ رسالت۔ دیکھئے آیت ۱۳ تا ۳۰۔

درس (۲۲)

اُمہات المومنینؓ کی مرتبت کی بناء پر ان کی ذمہ داریاں

چونکہ دنیا میں یہ دستور ہے کہ جو شخص جتنے بڑے منصب پر فائز ہوتا ہے اس کی ذمہ داریاں بھی اسی نوعیت کی بناء پر اہم ہوتی ہیں اور ازواجِ مطہراتؓ چونکہ قیامت تک آنے والے اہلِ ایمان کی مائیں بنیں، اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی اہم تھیں، لہٰذا اس موقع پر ازواجِ مطہراتؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا کہ:

1. مردوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے لوچ دار لہجہ اختیار نہ کریں۔
2. بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں کیونکہ مسلمان عورت کا اصل اور محفوظ ٹھکانہ گھر ہے۔
3. زمانۂ جاہلیت کی خواتین کی طرح اپنی زینت اور ستر کا اظہار کرتے ہوئے باہر نہ نکلیں۔
4. نماز کی پابندی کریں......
5. زکوٰۃ دیا کریں......
6. اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔
7. قرآنی آیات کی تلاوت اور احادیث کا مذاکرہ کیا کریں، نیز جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی قیامت تک کے انسانوں کیلئے اور بالخصوص اہلِ ایمان کیلئے اُسوۂ حسنہ ہے اس لئے اُمہات المومنین بھی قیامت تک کی ایمان دار خواتین کیلئے بالواسطہ اُسوۂ حسنہ ہیں کیونکہ انہوں نے گھریلو زندگی کا طرزِ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست سیکھا اور سمجھا ہے۔ (واللہ اعلم) ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اُمہات المومنین، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اچھے عمل کریں تو ہم نے چونکہ انہیں منصب بھی بلند دیا ہے تو اجر بھی دوہرا دیں گے اور بہترین رزق بھی دیں گے۔ اس کے علاوہ جن باقی اہم مضامین کا سورۃ احزاب میں بیان ہوا ہے وہ آگے آئیں گے۔

اہل بیت کا حقیقی مفہوم اور ان کی شان

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۱ سے ازواجِ مطہراتؓ کی فضیلت اور ان کی سات ذمہ داریوں کا بیان ہوا تھا، چنانچہ اسی ضمن میں ساتویں ذمہ داری بیان فرمانے سے پہلے ان کی خصوصی شانِ طہارت بھی ارشاد فرمائی وہ یہ کہ اِن ذمہ داریوں کے عائد کرنے سے اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد یہ ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو! تمہیں معصیت

ونافرمانی کی آلودگی سے دور رکھے اور تم کو ظاہراً و باطناً عقیدۃً و عملاً و خلقاً بالکل پاک صاف رکھے۔ (خلاصہ بالفاظ مفتیٔ اعظمؒ)

یہاں جو لفظ ''اہل بیت'' مستعمل ہوا ہے، اس کا حقیقی مفہوم باتفاقِ مفسرین یہ ہے کہ اس سے مرادِ حقیقی، حضور ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے بالکل واضح ہے۔ لیکن اولاد اور داماد بھی اس میں شامل کئے گئے ہیں۔ (باذوق حضرات تفسیر عثمانی وتفسیر مظہری کا مطالعہ فرمائیں)

جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ﷺ ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو ان کو اس چادر میں لے لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کو بھی اسی طرح چادر میں داخل فرمالیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے ان کو بھی چادر میں داخل فرمالیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا ''اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ''. (رواہ ابن جریر، بحوالہ معارف القرآن)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اُم المومنین سے بھی مروی ہے۔ (مظہری)

احکامِ شرعیہ میں مرد وعورت برابر ہیں

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں، اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں، مقصود یہ ہوا ان تمام تفصیلات کے ذکر کا کہ ان قوانینِ ہدایت میں کوئی فرق مرد وعورت کا نہیں ہے۔ خشوع وخضوع، صدق وصفائی اور سچائی، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، عفت و پاکدامنی اختیار کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والے غرض سب کے لئے ''اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا''......

نبی کریم ﷺ کی عظمت

ان مضامین سے مقصود نبی کریم ﷺ کی عظمت اور آپ کی شانِ اطاعت کو بیان کرنا تھا، اس لئے آیت نمبر ۳۶ میں پیغمبر ﷺ کی حیثیت اور مقام متعین کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ”کسی مسلمان مرد کے لئے اور کسی مسلمان عورت کے لئے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو یہ اختیار باقی نہیں رہتا ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی کر سکے۔ تو گویا ولایت اور سرپرستی کی اعلیٰ شان سرورِ کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دی گئی ہے۔

جاہلیت کا رواج اور مسئلہ ختم نبوت

نبی کریم ﷺ کے ایک خاص واقعہ کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔ وہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے عقدِ نکاح کا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے متبنّٰی تھے اور اس زمانے کی روش اور رواج کی رو سے لوگ ان کو نبی کریم ﷺ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اس کی تردید کرنی مقصود تھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس واقعہ کو بڑی خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ“ کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں بے شک حیات و زندہ رہیں آپ ان کے والد ہیں لیکن مردوں میں آپ کے کسی بیٹے کو اللہ نے زندہ نہیں رکھا، یہ اسی لئے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت صحیح بخاری میں ہے، فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ بالفرض والتقدیر خاتم النبیین نہ ہوتے تو آپ ﷺ کی اولاد میں کوئی بیٹا موجود رہتا، مگر اللہ نے یہ طے کیا ہوا تھا، اس لئے آپ ﷺ کی اولاد میں کوئی لڑکا نہیں رہا۔

حضور ﷺ کی پانچ صفاتِ عالیہ کا ذکر

آیت نمبر ۴۵،۴۶ میں حضور ﷺ کی پانچ صفاتِ جمیلہ ذکر فرمائی گئی ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو (۱) شاہد (۲) مبشر (۳) نذیر (۴) داعی الی اللہ (۵) اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے حقوق اور مسئلہ حجاب

نبی کریم ﷺ کے کیا حقوق ہیں؟ ان حقوق کو بیان کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خصوصیات کہ جن کی نبی کریم ﷺ کی شانِ عظمت کی وجہ سے رعایت کی گئی ان کا ذکر کرتے ہوئے پھر قرآن کریم نے نبی کریم ﷺ کے مقام اطاعت کا ذکر فرمایا۔ ساتھ ہی یہ احکام بتلائے گئے کہ پیغمبر ﷺ کے مکان میں جانے کے کیا طریقے اختیار کیے ہیں۔ مقصود یہی ہے تا کہ لوگ اپنی عملی اور معاشرتی زندگی میں ان چیزوں پر عمل کر کے اپنی زندگی کو پاکباز زندگی بنائیں۔ ایمان اور تقویٰ کی تعلیم دی جا رہی ہے، پردہ اور حیا کا یہاں خاص طور پر حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گھروں میں بلا اطلاع اور بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت کی گئی ہے۔ بے پردگی کو روکا گیا ہے حتیٰ کہ یہ بھی چیز فرما دی گئی کہ اگر کوئی چیز گھر والوں میں کسی سے مانگنی ہو تو "فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ" پس پردہ مانگا کرو۔ بے حجابانہ ایک کا دوسرے کے سامنے آ جانا مردوں اور عورتوں کی بے حجابانہ ملاقات و گفتگو سب کو قرآن کریم نے منع کر دیا اور ان چیزوں کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ وہ احکام ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے فرض کو ادا کرنے والے ہیں۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ کو کسی نے ایذاء پہنچائی تو یہ چیز بڑی ہی گناہ کے ارتکاب کا باعث بنے گی۔

حضور ﷺ پر درود اور اس کا مفہوم

آیت نمبر ۵۶ میں حضور علیہ السلام کی ایک اہم خصوصیت ارشاد فرمائی، وہ

یہ کہ خود اللہ بھی اور اس کے فرشتے بھی آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے اہلِ ایمان! تم بھی آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود بھیجو، اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی ثناء وصفات کا بیان کرنا ہے، اور فرشتوں کا درود آپ ﷺ کے لئے دعا کرنا ہے۔

تمام عورتوں کو شرعی پردے کا حکم

پانچویں رکوع میں بالعموم تمام امت کی عورتوں کیلئے حکم دیا گیا نبی کریم ﷺ کو "قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" کہ اے ہمارے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور تمام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ اپنی چادریں سر سے چہرہ اور سینے پر لٹکا لیا کریں جب باہر نکلیں "ذَالِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ" یہ چیز اس بات کے قریب تر ہوگی کہ ان کو پہچان لیا جائے اور پھر ان کو، کوئی تکلیف اور اذیت نہیں ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ایک بڑا لطیف لفظ ذکر کیا اور فرمایا کہ اس پردہ اور حجاب کے ساتھ نکلنا یہ بات بتلانے والی ہے کہ یہ شریف اور صاحبِ ناموس خواتین ہیں اور کسی ایسے بد باطن کی بری نظریں ان کی طرف نہیں پڑیں گی جس سے ایک عفیفہ خاتون کو اذیت اور تکلیف ہو سکتی ہے۔ یہ چیز ذکر کر کے فرمایا کہ یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی ہر مومن کے اوپر لازم اور ضروری ہے۔ ان احکام کے خلاف رجحان درحقیقت منافقین کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں جن کے دلوں میں روگ، بیماری اور مرض ہے۔ معلوم ہوا کہ حیا کے اور حجاب کے احکام کی خلاف ورزی درحقیقت دلوں کی گندگی اور نفاق جیسے روگ پر پیدا ہونے والی چیز ہے۔ اس پر وعید بیان کی جارہی ہے۔

منکرینِ اطاعتِ رسول ﷺ کا انجام

آخرت کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے "یَوْمَ تُقَلَّبُ

وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ" جس دن جہنم کی آگ میں ان کے چہروں کو الٹا پلٹا (اُلٹ پلٹ کیا) جاتا ہوگا تو اس وقت ان کی حسرت کا یہ عالم ہوگا کہتے ہوئے ہوں گے "يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا" کہ اے کاش! کہ ہم لوگ اللہ کے احکام اور رسول ﷺ کی باتوں کی اطاعت و پیروی کر لیتے۔ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے جو احکام دنیوی زندگی اور معاشرت کے متعلق دیئے وہی انسان کی سعادت خوش بختی اور کامیابی کے لئے ہو سکتے ہیں۔

احکامِ خداوندی امانت ہیں

یہ احکامِ خداوندی در حقیقت امانت ہیں اللہ کی طرف سے اس امانت کا تخم انسان کے جوہر میں بَدْءُ الْخَلْق (پیدائش کے وقت) سے ہی ودیعت امانت رکھا گیا ہے اس کو پہچاننے کی ضرورت ہے، اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی معرفت اور پہچان کے لئے اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا۔

سورۃ سباء مکیہ [1]

حضرت داؤد علیہ السلام کی شان اور سلیمان علیہ السلام پر اللہ کا انعام

سورۂ سبا کی آیات نمبر ۱۰ تا ۱۳ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی شان بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام پر دنیاوی اور اُخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی، بادشاہت بھی، لاؤ لشکر بھی، طاقت و قوت بھی اور پھر

---

[1] یہ قرآن کریم کی ۳۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۸ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۵۴ آیات ۸۹۶ کلمات اور ۳۶۳۶ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ : ......تصفیہ مسئلہ مجازات

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں قوم سبا کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ سبا ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سبا کے شروع میں توحید کا ذکر ہے جو امانت مفہوم کلی کی ایک جزئی اعظم ہے اور توحید شرک کے مقابل ہے جس کا ذکر سورۃ سابقہ کے خاتمہ پر تھا جس سے تناسب ظاہر ہے۔

ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ جب نغمۂ داؤدی ہوا میں گونجا ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد وثناء شروع کی۔ پرندوں نے پر ہلانے شروع کئے، اپنی قسم قسم کی بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سُن کر رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے، پھر فرمایا ''انہیں نغمۂ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔''

داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا، مہینے بھر کی مسافت صبح ہی صبح طے ہو جاتی، اتنا ہی شام کو طے ہو جاتا، تانبے کو پانی بنا کر اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے، اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات ان کی ماتحتی میں ان کے سامنے کام کرتے تھے اور جو کچھ آپ علیہ السلام چاہتے جنات تیار کر دیتے۔ مثلاً قلعے، مجسمے، اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اور پھر ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی ترغیب دی۔

منکرینِ قیامت کے لئے دلائلِ قدرت

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت کے دلائل بیان فرمائے اور یہ چیز ثابت کی کہ آخر ہر سمجھ والے انسان کو بعث بعد الموت کے تسلیم کرنے میں کیوں انکار ہے؟ جب زمین کے اوپر اُگنے والے نباتات کو، درختوں کو، پھلوں اور پھولوں کو، دیکھ رہا ہے اور یہ دن رات تخم اور بیج زمین پر ڈالے جاتے ہیں اور یہ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، مٹی میں مل کر مٹی بن جاتے ہیں پھر انہیں اللہ تعالیٰ نباتات کی شکل میں اُگا رہا ہے، ان کی تربیت اور نشوونما فرما رہا ہے۔

قومِ سبا کا عبرت ناک انجام

قومِ سبا یہ ایک قوم تھی جس کو اللہ نے اپنے انعامات سے نوازا تھا، ان پر اتنی رزق کی فراخی تھی کہ جس کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا جا رہا ہے کہ ''جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ

وَّشِمَالٍ" دودورویہ باغات تھے، دائیں اور بائیں، اور اللہ کی طرف سے یہ چیز ان کو مہیا کردی گئی تھی "كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهٗ" کہ اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو! لیکن اس قوم نے اللہ کی نافرمانی پر جب اصرار کیا اور کسی طرح باز نہ آئے تو خدا کا قہر ان کے اوپر مرتب ہوا، چنانچہ سارے ان کے باغ بنجر ہو گئے اور اُجڑ گئے۔ ان کی تمام آبادیاں تباہ ہو گئیں اور سوائے اس کے کہ کانٹوں اور بیریوں کے درخت باقی رہ گئے اور کوئی چیز ان کے پاس باقی نہ رہی۔ ان کی منزلیں اور ان کے ٹھکانے سب کے سب تباہ کر دیئے گئے۔ الغرض ابلیس نے ان کے دلوں میں ایک چیز رچا دی تھی مگر یہ کہ ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو چیز ابلیس نے ہم کو سمجھائی تھی وہ غلط تھی، حقیقت کے خلاف تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عامہ

آیت نمبر ۲۸ میں ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالتِ عامہ کا ذکر ارشاد فرمایا، یہ کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو دنیا بھر کے تمام انسانوں کیلئے بشیر اور نذیر یعنی اہلِ ایمان کو بشارت سنانے اور منکرین و کفار کو اللہ کے عذاب و عتاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن دنیا کے اکثر لوگ اپنی جہالت و ضلالت اور بدنصیبی کی بناء پر آپ کی اس شان سے واقف نہیں، اور آپ جب انہیں قیامت کے وعدۂ الٰہی سے ڈراتے ہیں تو وہ اپنی کم عقلی کی بناء پر مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس چیز (قیامت) کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ کب آئے گی؟ آپ فرما دیجئے، کہ تمہارے لئے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اس قدر اٹل ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے ایک ساعت بھی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کی بعثتِ عامہ کا ذکر دیگر مقامات پر بھی فرمایا گیا، مثلاً سورۂ اعراف میں "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" نیز یہ مضمون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زبانی بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا، "فُضِّلْتُ

عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ .الخ‘‘ (مسلم ،مشکوٰۃ)

مشرکین اوران کے معبودوں کاانجام

پروردگارِ عالم نے نویں رکوع میں مشرکینِ مکہ کو دعوت دی کہ آخر اے مشرکین! تم ان معبودوں کو لے تو آؤ، جن کو تم خدا کی الوہیت کے اندر شریک کررہے ہو۔حق تعالیٰ شانہٗ نے پھر مشرکین کا رَد کرتے ہوئے قیامت میں جوانجام ہوگا اُن میں سے جولوگ ان کے بڑے اور سر برآوردہ تھے ان کا اور جوان کے متبعین تھے ان کا تذکرہ کیا اوران کی حسرت ویاس کی کیفیات کو بیان کیا اور یہ چیز بھی ذکر کی کہ یہ لوگ جب اس طرح تباہ و برباد ہوئے حالانکہ یہ بھی کہا کرتے تھے اپنی مادی زندگی میں ’’نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا‘‘ کہ ہم مال واولاد کے اعتبار سے بہت بڑھے ہوئے ہیں ہمیں تو کوئی عذاب نہیں ہوسکتا، تو اسی طرح ان مشرکین کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مال اوراولاد کی زیادتی دنیوی زندگی میں یہ کسی کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ ایمان اوراعمالِ صالحہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہیں کیونکہ اللہ کا دین حق ہے، محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے دین کو لے کر آئے ہیں (یہ انسان کی مادی زندگی، مال اوراولاد یہ تو سب اللہ نے اسی لئے پیدا کئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کریں) ’’وَمَـــآ اَمْوَالُـكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُـمْ بِـالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰىٓ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَـالِحًا‘‘ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارے قریب کردے مگر جو کوئی ایمان لایا اوراعمالِ صالحہ کئے (یہ قرب کا ذریعہ ہیں) انہی دنیوی اور مادی نعمتوں میں انسان پھنس کر خدا سے بے گانہ ہوجائے، یہ اس کے لئے سب سے بدترین ظلم ہوگا، لہٰذا اس ظلم کے انجام میں پہلی اُمتوں کے واقعات کو پھر دہرایا گیا۔

نبی ﷺ کی کفارِ مکہ کونصیحت

نبی کریم ﷺ کے اس واعظانہ پیغام کو پھر پیش کیا گیا ’’اِنَّـمَـآ اَعِـظُـكُـمْ بِـوَاحِـدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى‘‘ کہ اے قوم! میں تم کو اللہ کا ایک پیغام

اور نصیحت پیش کرتا ہوں خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ، تنہا ہو کر، مل جل کر، جماعت کے ساتھ سوچو کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمہارے سامنے موجود ہیں یا نہیں، اسی پر اس سورۃ کے مضمون کو ختم فرما دیا گیا۔

سورۃ فاطر مکیہ ①

قدرتِ خداوندی کے حسین دلائل

اس سورۃ میں توحیدِ باری تعالیٰ کی دعوت، اس کے وجود پر دلائل، شرک کی بنیادوں کا انہدام اور دینِ حق پر قائم رہنے کی تاکید ہے۔ سورت کی ابتداء میں اس خالق اور مبدعِ ہستی کا ذکرِ خیر ہے جس نے عالمِ کون و مکان کو، انسانوں، فرشتوں اور جنات کو پیدا کیا، انسانی نظروں کو ان تکوینی آیات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو اس کتابِ جہان کے ہر ورق پر پھیلی ہوئی ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی پر ایسے حسّی اور بدیہی دلائل ذکر کیے ہیں جو ہر شہری اور دیہاتی کی سمجھ میں آسکتے ہیں، بتایا گیا کہ وہ اللہ بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، شب و روز کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے اور جو انسان کو تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ آیت نمبر ۹ تک یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

---

① یہ قرآن کریم کی ۳۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۴۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۴۵ آیات ۷۹۲ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: مجازات سے پہلے جس تنبیہ کی ضرورت ہے وہ بذریعہ ارسال رسل ہوگی تاکہ گرفت کے وقت یہ کہنے نہ پائیں کہ ہمیں بلا اطلاع گرفت کی گئی۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے ابتدائی جملہ میں "الحمدللہ فاطر السموات والارض" مذکور ہوا ہے کہ تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس واسطے اس سورۃ کا نام بطور علامت فاطر مقرر ہوا۔

نیز اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ ملائکہ بھی ہے چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کو سورۃ ملائکہ بھی کہتے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کا زیادہ تر حصہ ابطال شرک و اثبات توحید میں ہے اور سورۃ سابقہ کے ختم پر انکارِ حق کی عاقبت کا بیان تھا جو انکار توحید کو شامل ہے پس ذکر توحید کے ساتھ جس سے یہ سورۃ شروع ہو رہی ہے تناسب واضح ہے۔

انسان اللہ کے محتاج ہیں

آیت نمبر ۱۵ میں دنیا بھر کے انسانوں کو ان کی عاجزی، بے بسی اور بے کسی کا احساس دلاتے ہوئے اپنی بے نیازی کا واضح اعلان فرمایا کہ اے آدم سے لے کر قیامت کا صور پھونکے جانے سے چند لمحے قبل تک پیدا ہونے والے آخری انسان! تم سب کے سب اللہ کے سامنے عاجز اور فقیر ہو، اور وہ تم سب سے مستغنی و بے نیاز ہے، حتی کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور متبادل نئی مخلوق پیدا کر دے تو تمہیں یقین کر لینا چاہئے کہ اتنا بڑا بھاری کام اس کے لئے قطعاً مشکل نہیں ہے۔

مردہ اور زندہ (یعنی کافر و مومن) برابر نہیں ہو سکتے

آیت نمبر ۱۹ سے نہایت دلچسپ پیرائے میں قرآنِ مجید اپنی زبردست قوتِ تفہیم کا اظہار فرماتا ہے۔ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اندھا اور بینا، اندھیرا اور روشنی، چھاؤں اور دھوپ اور اسی طرح زندے اور مردے۔ اللہ سناتا ہے جس کو چاہے۔ اور اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ ہم ہی نے آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ نیز یہ ہمارا طریقہ رہا ہے کہ ہم نے سابقہ اُمتوں میں سے بھی کسی کو اس سے محروم نہیں رکھا۔

اس آیت میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے، بلکہ یہ فرمایا کہ آپ اپنے اختیار سے ان کو سنا نہیں سکتے۔ اس تعبیر و عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے، مگر ہم باختیار خود ان کو سنا نہیں سکتے۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے چوتھے پارے کی آیت جو شہداء کی زندگی کے متعلق ہے۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" تا "وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" قابل غور ہے۔

اللہ سے حقیقی طور پر اہلِ علم ہی ڈرتے ہیں

اس کے بعد دوبارہ وحدانیت اور قدرت کے دلائل سے یہ سورت بحث کرتی ہے، رنگارنگ اور متنوع پھولوں، سفید، سرخ اور سیاہ پہاڑوں، مختلف رنگتوں، زبانوں اور مزاجوں والے انسانوں اور ہزاروں قسم کے پرندوں، مچھلیوں، حشرات اور چوپاؤں میں اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں کو دیکھ کر صرف انہی کے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے جو علم رکھتے ہیں، جو گہرائی میں جا کر سوچ سکتے ہیں اور جو حقائق پر پڑے ہوئے پردے اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جس کے دل میں جتنی معرفت ہوگی اتنی ہی خشیت اور عظمت ہوگی، اسی لیے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سارے انسانوں سے زیادہ خشیت تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ دل میں اللہ کی خشیت اور خوف رکھنے والا ہوں۔''

اہل علم کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ''علماء'' سے مراد صرف دین اور شریعت کے علماء نہیں ہیں بلکہ کائناتی علم رکھنے والے بھی اس میں آجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی جب صحیح نہج پر کائنات کے اسرار پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ نظر انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے اعتراف پر مجبور کر دیتی ہے اور یہی اعتراف آخر میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور عظمت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

وارثانِ کتاب کے تین گروہ

پھر آیت نمبر ۲۹، ۳۰ میں سورت کا رخ کتابِ منظور (دکھائی دینے والی کتاب کائنات) سے کتابِ مسطور (لکھی ہوئی کتاب یعنی قرآن) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان کی تعریف کے بعد عمومی طور پر اُمتِ محمدیہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جس پر اللہ نے

یہ کتاب مجید نازل فرمائی لیکن نزولِ قرآن کے بعد یہ اُمت تین گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔ ① ظالم، یہ وہ گناہگار مسلمان ہیں جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہیں ② مقتصد، یعنی میانہ رو، جن کی حسنات اور سیئات مساوی ہیں ③ سابق، یعنی وہ سچے مومن جو طاعت وعبادت میں دوسروں سے سبقت لے گئے...... لیکن ان تینوں کا آخری اور دائمی ٹھکانہ بہرحال جنت ہی ہے۔ کوئی براہِ راست جنت میں جائے گا اور کوئی اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد جائے گا۔ سورت کے اختتام پر اللہ کے حلم اور بردباری کا ذکر ہے کہ وہ گناہوں پر نقد اور فوری سزا نہیں دیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو زمین پر انسان تو انسان کوئی حیوان اور چرند پرند بھی زندہ نہ رہ سکتا۔ اس نے جزا سزا کے لیے ایک وقت معین کر رکھا ہے، وہ وقت جب آ جائے گا تو پھر کامل عدل کا نظام حرکت میں آ جائے گا۔

سورۃ یٰسٓ مکیہ ①

قسم قرآن حکیم اور رسالت سید المرسلین ﷺ

یہ سورہ بہت زیادہ فضائل کی حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے قرآن مجید کا دل قرار دیا ہے۔ اس میں قیامت اور حشر ونشر کے مضامین نہایت تفصیل سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ لفظ "یٰسٓ" حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ

---

① یہ قرآن کریم کی ۳۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۴۱ ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۸۳ آیات ۷۳۹ کلمات اور ۳۰۹۰ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: مسائل ثلاثہ توحید، رسالت، مجازات۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کو شروع ہی لفظ یٰسٓ سے فرمایا گیا اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام یٰسین مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کا خلاصہ تین مضامین ہیں جن میں سے ایک اثبات رسالت ہے اور پہلی سورۃ میں اسی رسالت سے کفار کا انکار واستکبار مذکور تھا جس سے اس کے خاتمہ اور اس سورۃ کے شروع میں ارتباط ظاہر ہو گیا اس سورۃ میں دوسرا مضمون اثبات حشر اور تیسرا، اثبات توحید ہے۔

فائدہ: لفظ یٰسٓ بعض کے نزدیک قرآن پاک کا نام ہے بعض نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سورۃ کا نام ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ "ان اللّٰہ قراطہ ویٰسٓ قبل ان خلق السموات والارض بالف عام۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہی کو معلوم ہیں۔ آگے رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے، فرمایا "قسم ہے حکمت والے قرآن کی بے شک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں۔ قرآن مجید اس اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست مہربان ہے۔ آپ ﷺ اس لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرائیں جن کے باپ داداوں کے پاس ماضی قریب میں کوئی رسول ڈرانے والا نہیں آیا۔ (حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب میں صدیوں سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا) اس لئے یہ لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں۔

سرکشوں کے گلے میں طوق

اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کے ذریعے کفر و ایمان کا فرق سمجھا دیا، جنت اور دوزخ کے راستے بھی بتا دیئے اور انہیں کسی ایک راستے پر چلنے کا اختیار بھی دے دیا۔ اسکے باوجود بھی ان کا طبعی رجحان یہ ہے کہ ایمان ہرگز نہیں لائیں گے۔ ان کی باغیانہ روش اور سرکشی کی بناء پر اللہ نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے۔ ان کے چہرے اور آنکھیں اوپر کو اٹھ گئیں۔ ان کے آگے اور پیچھے ہم نے دیواریں کھڑی کر دی ہیں اور اوپر سے انہیں ڈھانک دیا ہے، اس لئے اب انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اے پیغمبر! آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا اب ان کے لئے برابر ہے، یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بس آپ تو

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

سورۃ یٰسٓ کے خواص: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک شے کا دل ہے اور قرآن شریف کا دل یٰسٓ ہے۔ جو شخص یٰسٓ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس بار قرآن پڑھنے کا اجر لکھ دیتا ہے، نیز فرمایا کہ سورۃ یٰسٓ اپنے پڑھنے والے کے سر پر دنیا اور آخرت کی بہتری کا عمامہ رکھ دیتی ہے اور اس سے دنیا کی بلا اور آخرت کے خوفوں کو دور کر دیتی ہے۔ اور جو شخص اس کو پڑھے اس دن کے اس کے گناہوں کا بوجھ اس سے تخفیف کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص اس کو شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک خوشی میں رہتا ہے اور جو صبح کو پڑھے وہ شام تک خوش رہتا ہے اور جو شخص اس کو سکراتِ موت کے وقت پڑھے تو وہ جان قبض کیے جانے سے پہلے رضوانِ جنت کو اپنا منتظر دیکھ لیتا ہے اور اگر کوئی حاجت منداس کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور خوف زدہ پڑھے تو بے خوف اور بھوکا پڑھے تو سیر، اور پیاسا پڑھے تو سیراب ہو جاتا ہے اور جو شخص جمعہ کی رات کو پڑھے تو صبح کو اس کے سب گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔

ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت قبول کرتا اور "رحمان" کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا ہو۔ایسے شخص کو آپ مغفرت اور بہترین اجر کی خوشخبری سنا دیجئے، بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جن اعمال پر جزا و سزا ہوگی ہم انہیں برابر لکھتے جا رہے ہیں جو اعمال لوگوں کی طرف سے آگے بھیجے جا رہے ہیں یا پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں ہم نے انہیں لوحِ محفوظ میں ضبط کرلیا ہے۔

حکایت اصحاب القریہ اور حبیب نجار کا اعلانِ حق

آیت نمبر ۱۳ سے کفار کو ایک بستی کی مثال پیش کی جا رہی ہے مفسرین کرام کے نزدیک یہاں ملک شام کا ایک شہر انطاکیہ مراد ہے۔ جہاں پہلے پہل دو رسول بھیجے گئے۔لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور انہیں جھٹلایا تو ان کی تقویت کے لئے اللہ پاک نے تیسرا رسول بھیج دیا۔ان تینوں کے نام علامہ ابن کثیر کی روایت کے مطابق صادق، صدوق اور شمعون ہیں۔لوگوں نے ان تینوں کو تبلیغ و نصیحت کے جواب میں کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے بندے ہو۔اللہ نے تمہارے اوپر کچھ نازل نہیں کیا بلکہ تم جھوٹے ہو۔ان تینوں حضرات نے کہا کہ ہمارا رب جانتا ہے بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ واضح طور پر تمہیں پیغام پہنچا دیں،لوگوں نے کہا کہ تم تینوں منحوس آدمی ہو۔تمہاری وجہ سے ہمارے علاقے میں قحط پڑ گیا ہے اگر تم اس وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں خوب ستائیں گے اور سنگسار کر دیں گے۔ان حضرات نے فرمایا کہ تم پر قحط وغیرہ کی نحوست تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے۔ ہماری نصیحت کو نحوست مت کہو۔تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔اسی دوران شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔جس کا نام حبیب نجار بتایا جاتا ہے کہنے لگا اے میری قوم ان رسولوں کے راستے پر چلو، ان کی پیروی کرو کیونکہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

❁❁❁❁❁

پارہ (۲۳) وما لی
خلاصۂ رکوعات

تیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون" کی مناسبت سے "وما لی" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ یٰسٓ کے رکوع نمبر ۳ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الصّٰفّٰتِ اور سورۃ صٓ مکمل ہیں جبکہ سورۃ الزمر بھی رکوع نمبر ۳ تک اسی پارے میں شامل ہے۔

سورۃ یٰسٓ کے رکوع نمبر ۳ میں تفصیل مسئلہ توحید۔ دیکھئے آیت ۳۳۔
رکوع نمبر ۴ میں تفصیل مسئلہ مجازات۔ دیکھئے آیت ۵۱۔
رکوع نمبر ۵ میں اعادۂ مسائل ثلاثہ بطور نتیجہ۔ دیکھئے آیت ۷۸ تا ۸۲۔
سورۃ الصّٰفّٰت کے رکوع نمبر ۱ میں دعوت الی التوحید کا بیان، انکار مجازات کے باعث توحید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ دیکھئے آیت ۱۳، آیت ۱۶۔
رکوع نمبر ۲ میں دعوت الی التوحید۔ ضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۲۲، ۲۶۔ آیت ۳۵، ۴۰، ۴۷۔
رکوع نمبر ۳ توحید پرستوں کی کامیابی۔ دیکھئے آیت ۸۰، ۸۱، ۸۶، ۸۷، ۱۱۰، ۱۱۱
رکوع نمبر ۴ میں توحید پرستوں کی کامیابی ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲
رکوع نمبر ۵ میں توحید پرستوں کی کامیابی۔ دیکھئے آیت ۱۷۱۔
سورۃ صٓ کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا، قرآن ذی الذکر کے پہنچانے والے کو

جادوگر کہہ رہے ہیں، حالانکہ تمام امم سابقہ کی تباہی کا باعث یہی انکار تھا۔ دیکھئے آیت ۴، ۱۴

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، اب بھی ادب وانابت الی اللہ اختیار کرلیں تو رحمت الٰہی ان کو ڈھانپنے کے لئے تیار ہے۔ دیکھئے آیت ۲۴، ۲۵۔

نوٹ: .... قصص عبرت کے لئے ہوتے ہیں، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ انابت واستغفار سے رحمت الٰہی عود کرتی ہے۔

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا، ادب وانابت سے رحمت الٰہی ان پر عود کرسکتی ہے۔ دیکھئے آیت ۳۰۔

نوٹ: ...... اس آیت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے ادب الی اللہ کا واقعہ ہے۔

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا، ادب وانابت الی اللہ رجوع رحمت الٰہی کے لئے اکسیر ہے، مخالفین کو یہ اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھئے آیت ۴۴۔

رکوع نمبر ۵ میں ضرورت انابت الی اللہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۸۲، ۸۳

سورۃ الزمر کے رکوع نمبر ۱ میں دعوت الی الاخلاص فی العبادۃ بتذکیر بآلاء اللہ کا بیان۔ دیکھئے آیت ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸

رکوع نمبر ۲ میں الدعوت الی الاخلاص فی العبادت بالتذکیر بما بعد الموت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۰

رکوع نمبر ۳ میں الدعوۃ الی الاخلاص فی العبادت بالتذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۲۵، ۲۹

درس (۲۳)

حبیب نجارؒ کی شہادت

بائیسویں پارے کے آخر میں حبیب نجارؒ کی تبلیغ کا بیان ہو رہا تھا، اس کے

بقیہ حصے کا بیان یہاں جاری ہے، چنانچہ فرمایا، مجھے کیا ہوگیا ہے میں اس رب کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر ایسے نکمے اور بے کار بتوں کو خدا بنالوں جن کی کیفیت یہ ہے کہ ''رحمٰن'' مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہئے تو یہ مجھے زرہ برابر بھی اس تکلیف سے نہیں بچا سکتے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی گمراہی میں جا پڑوں گا۔ اس لئے میں تو تمہارے حقیقی رب پر ایمان لاچکا ہوں تم بھی ایمان لے آؤ''۔

اس نو وارد حبیب نجار کی تبلیغ سے لوگ مزید چڑ گئے، حتیٰ کہ اس بے چارے کو جان سے مار ڈالا جونہی وہ شہید ہوا، اللہ نے اسے جنت میں داخلے کا حکم دے دیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا: ''کاش میری قوم کو خبر ہوجاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت دار لوگوں میں شامل کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر اس قوم کو برباد کرنے کے لئے ہمیں آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں بھیجنا پڑا بلکہ صرف ایک ہی فرشتہ (جبرئیلؑ) نے ایک صدا بلند کی، جس کی ہیبت سے شہر کے سارے لوگ بجھ کر ٹھنڈے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں

آیت نمبر ۳۳ سے اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں بیان ہو رہی ہیں۔ مردہ زمین کو ہم نے زندہ کر کے انسانوں کے کھانے کے لئے اناج نکالا، کھجور اور انگور کے باغات اگائے، ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے جاری کئے۔ تمام مخلوقات کے جوڑے بنائے۔ ہماری ایک نشانی ''رات'' ہے جس پر سے دن کھینچ لیا جاتا ہے تو گھپ اندھیرا رہ جاتا ہے اور سورج اپنے مقرر شدہ راستوں پر چلتا ہے۔ چاند بھی اپنی منزلیں طے کرتا ہے یہاں تک کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے نہ سورج کے بس کی بات ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ ہر چیز اپنے مدار میں گھوم رہی ہے...... الخ۔

جب قبروں سے اٹھایا جائے گا

آیت نمبر ۴۸ سے قیامت کا منظر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا یہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر اپنے رب کے سامنے پھیل جائیں گے اور کہیں گے ہائے خرابی کس نے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے اٹھادیا۔ پھر کہیں گے یہ تو وہی رحمان کا وعدہ ہے اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ اہل جنت کے بارے میں فرمایا کہ: ”بے شک جنت والے آج اپنے شغل میں ہوں گے، وہ اور ان کی بیویاں درختوں کے سائے میں اپنے اپنے تخت پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے، وہاں ان کے لئے میوہ جات اور ضرورت کی ہر چیز موجود ہوگی اور مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا“۔

مجرموں کی چھانٹی اور زبان بندی

آیت نمبر ۵۹ سے دوزخ والوں کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن انہیں باقی لوگوں سے علیحدہ ہونیکا حکم دیا جائے گا اور سوال کیا جائے گا کہ اے اولادِ آدم! کیا تم سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا نہیں کرو گے، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ صرف میری عبادت کرو کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے، لیکن تم نے عہد کو توڑا، لہٰذا اب تمہارا مقدر وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ہم ان کے منہ بند کر دیں گے یعنی ان کی زبان گنگ کر دیں گے اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں سے ان کے کرتوتوں کی گواہی لی جائے گی اور ان کے اعضاء دنیا میں اپنی کارکردگی کھول کر رکھ دیں گے۔ جس سے ان کو انکار کرنا ممکن ہی نہیں ہوگا۔

آیت نمبر ۶۹ سے پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ نہ تو وہ شاعر ہیں اور نہ شاعری ان کے شایانِ شان ہے۔

پہلی دفعہ پیدا کرنے والے کیلئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں

آیت نمبر ۷۷ سے انسان کو اس کی ”اوقات“ یاد دلائی گئی کہ ایک قطرۂ

ناچیز سے پیدا ہونے والا انسان اپنی پیدائش کو بھول کر جھگڑالو بن گیا، ہمارے بارے میں ڈینگیں مارتا اور کہتا ہے جب ہڈیاں چورا چورا ہو گئیں انہیں کون زندہ کریگا! اسے بتا دیجئے کہ جس ذات نے تجھے پہلی بار محض قطرے سے پیدا کیا تھا۔ اسے دوبارہ پیدا کرنے یا زندہ کر دینے کا فن بھول نہیں گیا۔ اس کی قدرت تو دیکھو اس قدر بلند ہے جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے "ہوجا" اور وہ چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اے نادان انسانو! تم سب اس کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

ہر چیز کا وجود ارادۂ الٰہی کا محتاج ہے

سورۃ یٰسٓ کے آخر میں فرمایا کہ یہ جو آسمان اور زمین اور اس کے مابین مخلوقات نظر آ رہی ہیں ان کے پیدا کرنے والے پر کیا مشکل ہے کہ وہ ان کی مثل اور مخلوقات پیدا کر دے یا انہیں مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔ اس کی قوتِ تخلیق تو اتنی زبردست ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو بس اسے فرماتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ جانا ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت مکیہ ①

اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق اور مشارق و مغارب کا رب ہے

اس سورۃ میں توحید رسالت اور آخرت کے بیان کے ساتھ جنت و دوزخ

---

① یہ قرآن کریم کی تلاوت کے اعتبار سے ۳۷ویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۶ نمبر پر ہے اس سورت میں ۵ رکوع ۱۸۲ آیات ۸۷۳ کلمات اور ۳۹۵۱ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: دعوت الی التوحید۔

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتداء ہی لفظ "والصّٰفّٰت" سے ہوئی ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ صٰفّٰت رکھدیا گیا۔ صٰفّٰت کے معنی ہیں صف باندھنے والے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صٰفّٰت زاجرات، تالیات سے مراد فرشتے ہیں حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کے حالات کی منظر کشی کی گئی ہے۔ سب سے پہلے صف باندھنے والے، پھر ڈانٹنے والے، اور پھر ذکر اللہ کی تلاوت میں مصروف رہنے والے، یعنی تین قسم کے فرشتوں کی قسم کھا کر اللہ کی وحدانیت اور آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے رب ہونے کا دعویٰ بیان کیا گیا ہے۔

اہل جہنم پر عذاب اور اہلِ جنت کے انعامات کا تذکرہ

فرمایا کہ مشرکین قیامت کے دن ایک دوسرے کی کوئی مدد تو کیا کرتے وہ آپس میں بار بار الجھیں گے۔ اور اپنے پیشواؤں اور آقاؤں سے کہیں گے کہ تمہارے دباؤ کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے۔ جبکہ ان کا جواب ہوگا کہ ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور نہیں تھا۔ ہم پر ناحق الزام مت لگاؤ تم خود ہی سرکش ہو گئے تھے۔ اہل جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا وہ لوگ بڑی عزت سے اپنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔ اور غلمان ان کے پاس شراب کے جام لائیں گے۔ سفید رنگ کی شراب، پینے والوں کو لذت و فرحت عطا کرے گی نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا فرمایا کہ ایک جنتی اپنے ہم نشینوں سے کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست مجھے تعجب سے کہا کرتا تھا کہ اے دوست کیا واقعی تم بھی مر مٹنے کے بعد دوبارہ زندگی اور جنت و

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) مسلم شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئیں۔ (۲) ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی (۳) پانی نہ ملنے کے وقت مٹی کو ہمارے لئے پاک کرنے والا بنایا گیا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ کس طرح فرشتے صف بناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگلی صفوں کو پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں ملایا کرتے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ کے مجموعی مضامین توحید و رسالت کے اثبات اور منکرین توحید کے حق میں وعید تھے، یہی مضامین اس سورۃ میں مذکور ہیں۔ چنانچہ مضمون توحید سے سورۃ کو شروع فرمایا گیا اور مسئلہ بعثت جس پر بعض دلائل توحید سے استدلال کیا گیا پھر مضمون رسالت ختم سورۃ تک مذکور ہے اس کے بعد "فاستفتھم الربک" الخ سے توحید و تنزیہ کی طرف عود کیا گیا اور "وان کانوا لیقولون" سے منکرین کے حق میں وعید ہے پھر خاتمہ میں ذوالجلال و تنویہ شان رسل کرام ہے جو توحید و رسالت کے مناسب ہے۔ واللہ اعلم!

دوزخ کا عقیدہ رکھتے ہو؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا ہاں! چنانچہ اسے جنت سے جہنم میں جھانک کر دیکھنے کی اجازت ملے گی تو وہ اپنے اس دوست کو جہنم کے وسط میں نہایت دردناک حالت میں پائے گا اور کہے گا کہ تم دنیا میں مجھے بھی راہ حق سے ورغلانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر میرے اوپر رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ بدترین حالت میں ہوتا۔

ابراہیم علیہ السلام کی خدا پرستی اور اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

اس سورۃ میں چند جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی دعوت کا تذکرہ بھی ہے۔ سب سے پہلے چند آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مساعی بالخصوص آپ علیہ السلام کی طرف سے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا منظر پیش فرمایا...... باپ نے بیٹے سے کہا، میں نے خواب میں خود کو تجھے ذبح کرتے دیکھا ہے۔ اب بتا تیرا کیا خیال ہے؟ بیٹے نے عرض کیا اباجان جو حکم ملا ہے اس پر عمل فرمایئے میں بھی آپ ہی کا فرزند ہوں۔ آپ اللہ کے حکم پر مجھے قربان کرنے پر آمادہ ہیں تو میں بھی اللہ کے حکم پر آپ کے ہاتھوں قربان ہو جانے پر آمادہ ہوں، آپ میرا صبر دیکھئے گا! دونوں باپ بیٹا قربان گاہ پہنچ گئے اسماعیل علیہ السلام کی ''حکیمانہ'' خواہش پر ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ماتھے کے بل لٹا دیا اور اللہ کا نام لے کر چھری چلانا شروع کردی۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اللہ کے حکم پر بے جان اور نادان چھری اپنا فطری فریضہ تھوڑی دیر کے لئے بھول گئی اور وہ فریضہ دوبارہ اسے اس وقت یاد آیا جب اس کے نیچے اسماعیل علیہ السلام کی نہیں بلکہ مینڈھے کی گردن تھی! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آواز

دی کہ اے ابراہیم! تُو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیتے ہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وحی صرف وہی ہے جو آسمانی کتابوں میں نازل ہو گئی یہ نظریہ غلط ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم محض خواب میں ہی دیا گیا تھا جبکہ دونوں باپ بیٹا اللہ کا حکم سمجھ کر قربانی کر رہے تھے۔ یقیناً پیغمبر کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں

دیگر انبیاء کرام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو مختصر تذکرہ فرمانے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کی زندگی کا اہم واقعہ ارشاد فرمایا۔ قوم ایمان لانے سے انکاری تھی۔ یونس علیہ السلام نے بحکم الٰہی عذاب کی پیشین گوئی فرمائی اور خود بستی سے نکل گئے۔ جب عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے تو قوم یونس علیہ السلام کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑی آپ علیہ السلام کہیں نظر نہ آئے تو سب نے مل کر اللہ کے حضور آہ و زاری شروع کر دی اور ایمان لے آئے، چنانچہ عذاب ٹل گیا۔ یونس علیہ السلام کو معلوم ہوا تو شرمندہ ہوئے کہ قوم سے عذاب ٹل گیا ہے اب مجھے جھوٹا قرار دے دیا جائے گا۔ یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کی صریح اجازت کے بغیر کہیں دور جانے کا ارادہ کر کے چل دیئے۔ راستے میں دریا پڑتا تھا۔ مسافروں سے بھری ہوئی ایک کشتی سفر کیلئے تیار تھی، اس میں سوار ہوئے۔ کشتی چلی تو طوفان آ گیا لوگ کہنے لگے کہ ہم میں کوئی قصور وار یا اپنے مالک سے بھاگا ہوا شخص موجود ہے جس کی وجہ سے طوفان آ گیا اور کشتی کے غرق ہونے کا خطرہ ہے، اس شخص کو کشتی سے باہر نکالنا چاہیے۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی جس میں یونس علیہ السلام کا نام سامنے آیا۔ چنانچہ یہ سوچ کر اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کسی طریقے سے کنارے پر پہنچا دے گا اور دریا میں کود گئے اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی مچھلی نے عین اسی لمحے منہ کھولا اور یونس علیہ السلام کو ثابت نگل لیا۔

آپ علیہ السلام کو یہ احساس بھی ستا رہا تھا کہ اپنے اجتہاد سے نکل کھڑا ہوا ہوں اللہ کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ چنانچہ خود کو ملامت بھی کر رہے تھے اور اللہ کی تسبیح واستغفار بھی! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تسبیح واستغفار نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مچھلی قیامت تک زندہ رہتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مچھلی کے پیٹ کو حضرت یونس علیہ السلام کی قبر بنا دیا جاتا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے مسلسل ورد کی برکت سے اللہ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے آزادی عطا فرمائی، اور مچھلی نے انہیں دریا کے کنارے اگل دیا۔ تنگ وتاریک جگہ میں رہنے نیز ہوا سے محرومی اور بھوک پیاس کی شدت کی بناء پر بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل اگا کر سایہ فراہم کیا اور ایک پہاڑی بکری روزانہ آپ علیہ السلام کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ صحت یاب ہو کر آپ علیہ السلام دوبارہ اپنی قوم میں تشریف لے گئے جس کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھی وہ سب ایمان لے آئے اور حضرت یونس علیہ السلام ایک عرصہ وہاں گذار کر وفات پا گئے۔ سورۃ کی بقیہ آیات میں توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۃ صٓ مکیہ [1]

قرآن کی نصیحت اور شہادت

مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کو دعوت توحید سے باز رکھنے کے لئے جو مختلف قسم

[1] یہ قرآن کریم کی ۳۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے بھی نمبر ۳۸ پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۸۸ آیات ۷۳۸ کلمات اور ۳۱۰۷ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: تمام امم سابقہ کی تباہی کا باعث تکذیب رسل ہی تھا، اگر یہ لوگ ادب وانابت الی اللہ اختیار کرلیں تو بچ سکتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے حرف ص سے ہوئی ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ ص ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں زیادہ تر مضمون رسالت کے متعلق ہے اور رسالت کے مسئلہ کی مناسبت سے بعض آیات میں قرآن کی مدح ہے اور سورۃ الصّٰفّٰت کو بھی ان ہی مضامین میں اس سورۃ سے تقارب ہے اور یہی تقارب وجہ تناسب ہے۔

کی پیشکشوں کا سلسلہ شروع کیا تھا یہ سورۃ ان کے جواب میں نازل ہوئی۔ سورۃ کے شروع میں قرآنِ مجید کو ناصح قرار دیا گیا اور ساتھ ہی اس کی شہادت ذکر کی گئی کہ اس کو جھٹلانے والے محض جاہل اور متکبر ہیں، انہیں سابقہ اقوام کی سرکشی اور اس کے انجام کو یاد رکھنا چاہیئے۔ اس سورۃ میں مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام کے چند واقعات اور آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے مسئلہ پر ابلیس کا متکبرانہ رویہ اور اس پر اللہ کی لعنت کا بیان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر

آیت نمبر ۱۷ میں قرآن کے منکرین، مخالفین اور معاندین کے لغو اعتراضات اور بیہودہ گوئیوں (جو کہ ان کا کل وقتی مشغلہ تھا) پر حضور علیہ السلام کو صبر کی تلقین فرمائی گئی جو کہ دراصل اُمت کی تعلیم کے لئے ہے۔

ان مضامین کے ثابت کرنے کیلئے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے لئے کس طرح پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا، ان کے ساتھ صبح وشام پہاڑ تسبیح پڑھنے میں ہم نوا ہوا کرتے۔ پرندے بھی ان کے ساتھ شریک ہوا کرتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا جو کہ ان کی خاص عبادت کے متعلق تھا، مدعی اور مدعا علیہ ایک جھگڑا لے کر آئے، وہ اس پر گھبرائے۔ مدعی اور مدعا علیہ نے واقعہ اور دعویٰ پیش کیا، ایک کہتا کہ میری ننانوے دنبی ہیں اور دوسرے کے پاس ایک اور وہ بھی یہ لینا چاہتا ہے۔ اور وہ مجھے اس کے اوپر مجبور کر رہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے شخص! تو نے اس ایک دنبی والے پر بڑی زیادتی کی، اس کو تو غصب کرنا چاہتا ہے؟ ساتھ ہی حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال گزرا کہ میں نے جو عبادت

کے لئے مخصوص وقت رکھا ہوا تھا اس میں یہ مداخلت ہوگئی اور تنبہ ہوا، اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور استغفار اور توبہ کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنے لگے، جس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا "فَغَفَرْنَا لَهٗ ذَالِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَـــاٰبٍ" حضرت داؤد علیہ السلام کی عظمت وخلافت کو بیان فرمادیا گیا۔ انہی مضامین پر حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔ مقصود ان سب سے نبی کریم ﷺ کو تسلی دینی تھی۔

سورۃ الزمر مکیہ ①

سورۃ الزمر کے پہلے تین رکوعوں میں توحید کا مضمون نہایت بلاغت کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے اور اس ضمن میں بڑی خوبصورت اور روشن دلیلیں قائم کی گئی ہیں۔

بندگی خالص اللہ کی!

ان دلائل کے شروع کرنے سے قبل آیت نمبر۲ کے آخر سے حکم فرمایا کہ اللہ ہی کی عبادت کیجئے، اس کیلئے ہی عبادت کو خالص کیجئے، پھر مزید خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ دینِ خالص اسی اللہ ہی کے لئے ہے، جن لوگوں نے اس کے شریک بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک

---

① یہ قرآن کریم کی ۳۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۰ نمبر پر ہے۔ اس میں ۸ رکوع ۷۵ آیات ۱۱۸۲ کلمات اور ۴۹۶۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... اخلاص فی العبادۃ۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ زمر استعمال کیا گیا ہے زمر کے لفظی معنی ہیں گروہ در گروہ جوق در جوق جتھے جتھے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کہ کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اور مؤمنین کو جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام زمر مقرر کیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ میں زیادہ تر مضامین رسالت سے متعلق تھے اس سورۃ میں زیادہ مضامین توحید کے متعلق ہیں توحید کا اثبات اس کا جوب اس کے مصدقین کی مدح وجزاء، اس کی ضد یعنی شرک کا ابطال اس سے ممانعت مکذبین توحید کی قدح اور سزا اور فریقین کا تفاوت حال وقال خاص اہتمام سے مذکور ہے، یہی دونوں سورتوں کے درمیان ارتباط ہے۔

ہماری رسائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا فیصلہ کرے گا۔

انسانی پیدائش میں اللہ کی قدرت کے کرشمے

فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ماں کے پیٹ میں جب تخلیق کرتا ہے اس وقت تین اندھیرے اوپر تلے چھائے ہوتے ہیں، نیز یہ کہ تمہیں تدریجاً تخلیق کیا جاتا ہے اگر ایک ہی مرتبہ تمہارا سارا وجود ماں کے پیٹ میں بنا دیا جائے تو یہ اچانک بوجھ اٹھانا اس کے لئے کتنا مشکل ہو جائے گا؟ اس لئے مختلف مراحل میں تخلیق کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ تا کہ وہ آہستہ آہستہ اس بوجھ کو برداشت کرنے کی عادی ہو جائے۔ پھر اس حسین ترین مخلوق کو جس میں سینکڑوں نازک مشینیں اور بال کے برابر باریک رگیں خون اور روح پہنچانے کے لئے بنائی گئی ہیں اللہ کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں۔

عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے

آیت نمبر ۹ میں ارشاد فرمایا، بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے کی حالت میں اور قیام کی حالت میں عبادت گزار رہتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو، اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہو ذرا بتلاؤ کہ کیا اہل علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! کیونکہ سوچتے وہ ہیں جو عقلمند ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا، یہ وصف تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں تھا، فی الواقع آپ رضی اللہ عنہ رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے، اور اس میں قرآن کی لمبی قرأت کیا کرتے تھے، اور بعض اوقات ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر دیتے تھے۔ (ابن کثیرؒ)

اسلام کیلئے شرح صدر رکھنے والا اللہ کے نور پر گامزن ہے

آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا کہ وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا، وہ تو اپنے رب کی طرف سے بخشے ہوئے نور پر چل رہا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اثر نہیں لیتے بلکہ سخت ہو گئے ہیں، ایسے لوگ کھلی گمراہی پر ہیں۔

مشرک اور موحّد کی مثال

آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کی حیثیت ایک مثال سے واضح اور متعین فرمائی ہے، اور وہ مثال دو غلاموں کی ہے، ان میں سے ایک غلام کے کئی آقا ہیں (پارٹنرز)! اور پھر ان پارٹنرز آقاؤں کی اپنے شیئرز کے بارے میں اختلافات کی بناء پر باہم ''ضدا ضدی'' بھی چل رہی ہے، جبکہ دوسرے غلام کا فقط ایک ہی آقا ہے، آپ ہی فرمایئے کیا ان دونوں غلاموں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ یقینی بات ہے کہ پہلا غلام سخت تکلیف میں ہوگا، ہر دم متحیر کہ کس کا کہنا مانوں کس کا نہ مانوں، ادھر وہ سارے آقا اس کی بوٹیاں نوچتے اور کھال کھینچتے ہوں گے۔ دوسرا غلام باوجود غلام ہونے کے آرام میں ہوگا کہ اس کا تعلق ایک ہی مالک اور آقا سے ہے، اب سمجھئے کہ پہلے غلام کی مثال مشرک کے لئے دی گئی ہے اور دوسری مثال فقط ایک اللہ کی بندگی کرنے والے خالص موحد کی ہے فرمایئے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟...... اس مثال کے ساتھ ہی اگلی آیت میں فرمایا اے پیغمبر! آپ کو بھی مر جانا ہے اور آپ کی دعوت کے منکروں کو بھی مر جانا ہے۔ (لیکن جس طرح مشرک اور موحد یکساں نہیں ہو سکتے اسی طرح ان کی موت اور آپ ﷺ کی موت بھی یکساں نہیں ہو سکتی۔ یاد رہے کہ یہ خبر موت ہے وقوعِ موت نہیں جس سے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کی نفی ہو سکے) البتہ تم اپنے اپنے مقدمات قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش کرو گے۔



پارہ (۲۴) فمن اظلم
خلاصۂ رکوعات

چوبیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے " فمن اظلم ممن کذب علی اللہ " کی مناسبت سے " فمن اظلم " کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الزمر کے رکوع نمبر ۴ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ المومن مکمل اور سورۃ حٰم سجدہ رکوع نمبر ۵ تک اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ الزمر کے رکوع نمبر ۴ میں اخلاص فی العبادت والوں کے لئے حمایت الٰہی کا اعلان ہے۔ دیکھئے آیت ۳۶، ۳۸۔

رکوع نمبر ۵ میں تارکینِ اخلاص فی العبادت کے لئے شفاعت کی نفی ہے۔ دیکھئے آیت ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶۔

رکوع نمبر ۶ میں اخلاص فی العبادۃ والوں کی نجات کا اعلان ہے۔ دیکھئے آیت ۵۳، ۵۴، ۶۱، ۶۲۔

رکوع نمبر ۷ میں ترک اخلاص فی العبادۃ کی سزا کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷

رکوع نمبر ۸ میں مخلصین اور تارکین اخلاص کے نتائج اخروی کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ دیکھئے آیت ۲۷، ۳۷، ۴۷

سورۃ المومن کے رکوع نمبر ۱ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار ہے، بضمن

تذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۵، ۶

رکوع نمبر ۲ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۱۰، ۱۸

رکوع نمبر ۳ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۲۱، ۲۲

رکوع نمبر ۴ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار۔ (۱) بضمن تذکیر بایام اللہ۔ (۲) و بما بعد الموت۔ دیکھئے (۱) آیت ۳۰، ۳۱۔ (۲) آیت ۳۲

رکوع نمبر ۵ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار (۱) بضمن تذکیر بما بعد الموت و بایام اللہ۔ دیکھئے (۱) آیت ۴۳۔ (۲) ۴۵، ۴۶

رکوع نمبر ۶ میں مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۵۲، ۶۰

رکوع نمبر ۷ میں تذکیر بآلاء اللہ یعنی جس خدا تعالیٰ کے احکام کی ممانعت سے ہم تمہیں ڈراتے ہیں، وہ ان خوبیوں والا ہے۔ دیکھئے آیت ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۷، ۶۸

رکوع نمبر ۸ مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۷۰ تا ۷۲، ۷۶، ۷۸

رکوع نمبر ۹ میں تذکیر بآلاء اللہ و بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۷۹، ۸۲

سورۃ حٰمٓ السجدۃ کے رکوع نمبر ۱ میں دعوت الی القرآن اور بضمن قرآن دعوت الی التوحید مقصود ہے۔ دیکھئے آیت ۲، ۶

رکوع نمبر ۲ میں دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر (۱) بآلاء اللہ (۲) و بایام اللہ۔ دیکھئے (۱) آیت ۹، ۱۳ (۲) آیت ۱۵، ۱۷

رکوع نمبر ۳ میں دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۱۹، ۲۰، ۲۳، ۲۵

رکوع نمبر ۴ میں دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے،

بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ دیکھئے آیت ۲۸،۲۷

رکوع نمبر ۵ میں دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر بآلاء اللہ۔ دیکھئے آیت ۳۹،۳۸،۳۷،۳۳

درس (۲۴)

اللہ پر جھوٹ بولنے والا سب سے بڑا ظالم ہے

پھر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے، اور جب کوئی سچی بات اسے بتائی جائے تو وہ اسے بھی جھٹلا دے! کیا ایسے منکروں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے؟ البتہ سچائی کے خوگر کے لئے اس کے رب کے ہاں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی اسے طلب ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

پارے کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ اور ان کی رسالت و نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو "متقون" قرار دیا ہے۔ تفسیر مظہری کی ایک روایت کے مطابق قرآن لانے والے رسول اللہ تھے اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

کافروں کی دھمکی اور اللہ کی اپنے رسول ﷺ کو تسلی

کفار نے رسول اللہ ﷺ کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی کہ آپ ﷺ ہمارے اندھے بہرے، بے ضرر اور گم سم معبودوں کی توہین کرتے ہیں، اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا، اللہ نے اس دھمکی کے جواب میں اپنے پیغمبر ﷺ کی تسلی اور ہمت افزائی کی ہے، فرمایا: "کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟" (یقیناً کافی ہے) یہ آیت اگرچہ حضور ﷺ کی ذات کے لئے بطور تسلی نازل فرمائی تاہم اس کا مفہوم عام ہے، جو

بھی شخص پیغمبر کی دعوت لے کر کھڑا ہوگا چاہے اس کے مقابلے میں وقت کی واحد سپر پاور ہی اٹھ کر کیوں نہ آجائے اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کیوں نہ کرڈالے، اللہ اپنے اس بندے کو جب تک اس دنیا میں زندہ رکھنا چاہے گا اکیلا اللہ اپنی کسی طاقت کو میدان میں لائے بغیر اس کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ تھوڑا آگے چل کر یہ بھی فرمایا کہ کیا اللہ زبردست انتقام لینے والا نہیں ہے؟...... بے شک ہے! جب وہ انتقام لینے پر آجائے تو اللہ کے دشمنوں کا بیج مٹ جاتا ہے۔ اس کی ہزارہا مثالیں دنیا میں بکھری پڑی ہیں۔

روحیں اللہ کے قبضے میں ہیں

آیت نمبر ۴۲ میں جانداروں کی روحوں پر اللہ کی قدرت اور دسترس کا بیان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جانداروں کی روحیں ان کی موت کی صورت میں قبضہ کر لیتا ہے اور نیند کی صورت میں بھی قبض کر لیتا ہے، اور ہلکی سی شعاع رہنے دیتا ہے، جس سے وہ ہلتے جلتے، کروٹیں بدلتے یا خواب دیکھتے ہیں، اور پھر اللہ ان کی روح واپس کر کے انہیں کھڑا کر دیتا ہے۔ البتہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر روح اس کے بدن میں واپس نہیں بھیجی جاتی۔

توحید اور قیامت سے متعلق ارشادات فرماتے ہوئے آیت نمبر ۴۷ میں فرمایا کہ اگر گنہگاروں کو زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں موجود ہے سب چیزوں کا مالک بنا دیا جائے تو قیامت کے دن ان کی حالت یہ ہوگی کہ خود کو چھڑوانے کے لئے سب کچھ قربان کر ڈالیں گے (اگر چہ کچھ بھی ان کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا) اور قیامت کے دن انہیں ایسے حالات سے سابقہ پڑے گا، جن کا انہیں گمان ہی نہیں تھا۔

اللہ کی طرف سے توبہ کی دعوتِ عام

آیت نمبر ۵۳ سے گنہگار اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر بڑے سے بڑے گناہ بھی تم سے سرزد ہو چکے ہیں تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بلکہ اسی کے دروازے پر جھک جائیں، الحاح وزاری کے ساتھ اسے پکاریں اور اس سے اپنے گناہوں

کی معافی طلب کریں اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال کا رخ اسی کی طرف موڑ دیں۔

جب عزرائیل علیہ السلام کو بھی موت آجائے گی

آیت نمبر ۶۸ سے قیامت کے حالات کا بیان ہے۔ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو پہلے پہل تمام انسان اور جاندار بے ہوش ہو جائیں گے، پھر بے ہوشی کے عالم میں سب مرجائیں گے۔ اسی دوران زمین و آسمان اور تمام کائنات برباد ہو جائے گی۔ جو لوگ پہلے سے مر چکے ہوں گے ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی۔ چار مقرب فرشتے، جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیل علیہم السلام اور بعض روایات کے مطابق عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے بھی ابھی زندہ ہوں گے۔ پھر عزرائیل علیہ السلام کے علاوہ ان سب کو بھی موت آجائے گی۔ سب سے آخر میں عزرائیل علیہ السلام کو موت آئے گی۔ اس وقت اللہ کے سوا سب مر چکے ہوں گے۔

اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کتنا عرصہ اس حالت میں گزرے گا، پھر اللہ تعالیٰ مقرب فرشتوں کو زندہ کریں گے، اور اسرافیلؑ کو دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دیا جائے گا۔ اچانک سب کے سب ہوش میں آکر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور حیران و پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ زمین پر نزول فرمائیں گے، اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور سب کا نامہ اعمال ہر ایک کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ سب انبیاء کرام اور فرشتے حاضر ہوں گے اور سب کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

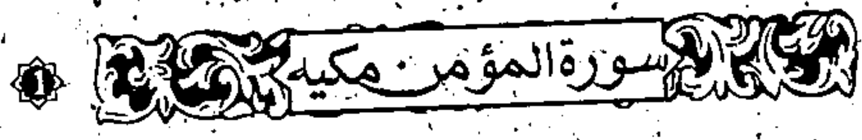
کافروں کے قافلے جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے

کافر لوگ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور جب جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ دوزخ کے محافظ فرشتے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے تعلق رکھنے والے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو تمہیں رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تمہیں

اس دن سے ڈرایا کرتے تھے۔ وہ لوگ اقرار کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ اس میں رہو تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے!

اہل ایمان کا جنت کے دروازے پر استقبال

اور اللہ سے ڈرنے والے اہل ایمان اور متقی لوگ گروہ در گروہ جنت میں طرف روانہ ہوں گے۔ جب جنت کے پاس پہنچیں گے تو دروازوں کو کھلا پائیں گے جنت کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے "السلام علیکم" تم مزے میں ہو۔ اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت میں داخل ہو کر کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم اس میں جہاں چاہیں ٹھہریں۔ اس وقت اللہ کے فرشتے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوں گے، تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔



سورۃ المؤمن مکیہ ①

فرمانبرداروں پر شفقت اور نافرمانوں کی گرفت

آیت نمبر ۱ تا ۹، اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی اپنے فرمانبرداروں پر

① یہ قرآن کریم کی چالیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۶۰ پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۸۵ آیات ۱۲۴۲ کلمات اور ۵۲۱۳ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: حوامیم سبعہ مکیۃ ہیں، سب میں دعوت الی القرآن ہے، البتہ ہر ایک کا عنوان علیحدہ ہے۔ چنانچہ سورۂ مومن کا موضوع مخالفین قرآن مجید کے لئے انذار ہے۔

وجہ تسمیہ: یہاں سے سورۃ احقاف تک سات سورتیں "حم" سے شروع ہوتی ہیں، انہیں ان کے مضامین کی فصاحت و بلاغت کی بناء پر "عرائس" یعنی قرآن کی دلہنیں کہا گیا ہے۔ اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں فرعون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کے سلسلہ میں ایک مومن شخص جو کہ فرعون کے خاندان سے تھا اور پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حمایت کی تھی اور فرعون کو بھی سمجھا دیا تھا اس مرد مومن کے تذکرہ کی نسبت سے سورۃ کا نام مومن قرار دیا گیا اس سورۃ کا دوسرا نام غافر بھی ہے چونکہ سورۂ کی ابتدائی آیات میں خدا کی صفات کے ذیل میں فرمایا گیا ہے "غافر الذنب" اس نسبت سے اس سورۃ کا نام غافر بھی ہوا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شفقت اور نافرمانوں پر گرفت کا بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر دینے والے، توبہ قبول کرنے والے، اور سخت عذاب کے مالک، اور کامل قدرت والے ہیں، اس کے سوا کوئی ہستی اس قابل نہیں کہ اسے معبود مانا جائے، نیز یہ کہ (آیت نمبرے کے مطابق) فرمانبرداروں کے حق میں عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے اور ان کے دیگر ساتھی فرشتے بھی مومنین کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

آج کے دن بادشاہت کس کی!

قیامت کے مناظر بیان ہو رہے ہیں۔ آیت نمبر ۱۶ میں فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ زمین و آسمان، دریا اور پہاڑ غرضیکہ ہر چیز فنا ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کے حاملینِ عرش کی بھی روحیں قبض کر لی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ کون بچا؟ عرض کریں گے اے اللہ میں اور آپ! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم بھی جاؤ۔ چنانچہ عزرائیل علیہ السلام بھی فنا ہو جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" (آج بادشاہت کس کی ہے؟) صدیاں گزر جائیں گی، جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ تب خود اللہ تعالیٰ ہی اپنے سوال کا جواب دیں گے، "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" بادشاہت صرف اللہ واحد اور قہار کی ہے۔

مومن آلِ فرعون کا خطاب اور فرعون کی سرکشی

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور معجزات کے ساتھ فرعون، ہامان

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کا حاصل تین مضامین ہیں (۱) توحید (۲) معاندین فی الحق کی تہدید (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا اور سورۃ سابقہ کے ختم پر مومنین و کفار کے احوال کا آخرت میں مختلف ہونا مذکور ہے کہ ایک ناجی ہے اور ایک ناری یعنی مبتلائے عذاب ہے اور سورۃ مومن میں دنیا میں دونوں احوال کا تفاوت بیان کیا گیا ہے کہ ایک مومن منقاد اور دوسرا گرفتار جدال و ضلال ہے۔ اس تفصیل سے دونوں سورتوں کے شروع و آخیر میں تناسب ظاہر ہو گیا۔

اور قارون وغیرہ کے پاس بھیجا تو ان سب نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر ماننے کی بجائے جادوگر قرار دیا۔ اور فرعون نے ایک بار پھر حکم جاری کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، اور ان کی عورتیں زندہ رہنے دی جائیں تاکہ بعد میں ہمارے کام آئیں۔ اس کے علاوہ فرعون کو ایک اور خیال سر چڑھا اور کہنے لگا، مجھے چھوڑو میں موسیٰ ہی کو قتل کرتا ہوں۔ اور یہ بے شک بلا لے اپنے رب کو، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر یہ زندہ رہا تو تمہارے دین کو بگاڑ دے گا اور ملک میں فساد پھیلائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا کیونکہ میں ہر شیخی خورے اور قیامت کے منکر سے اللہ کی پناہ میں آچکا ہوں۔ اسی دوران فرعون کی قوم کا ایک شخص جو درحقیقت ایماندار تھا، لیکن اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا کھڑا ہوا اور فرعون سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، ''کیا تو اس شخص کو قتل کرتا ہے جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔ یاد رکھ اگر وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر تم پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ کیونکہ اللہ بدتمیزوں اور جھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا...... اے میری قوم آج ملک پر تمہاری بادشاہت ہے، اس حال میں اگر اللہ کی طرف سے ہم پر کوئی آفت آگئی تو کون ہماری مدد کرے گا''۔

الغرض مومنِ آلِ فرعون نے بھرے دربار میں سوزِ جگر سے معمور تقریر کی مگر فرعون کے سر سے اقتدار کا نشہ پھر بھی نہ اترا اور وہ اپنے وزیر ہامان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم میرے لئے ایک بہت بلند و بالا محل تیار کرو، جس پر چڑھ کر میں آسمانوں میں جھانک کر موسیٰ کے رب کو دیکھنا چاہتا ہوں، کیونکہ موسیٰ کی بات پر تو مجھے اعتماد نہیں اور اسے میں محض جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ مومن آل فرعون نے فرعون کو پھر سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن فرعون تو پھر فرعون ہی تھا، چنانچہ بہت جلد وہ وقت آگیا کہ فرعون کو اس کی قوم کے ہزارہا افراد سمیت بحیرہ قلزم کی لہریں چٹ کر گئیں، موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم اور مومن آل فرعون سمیت اللہ نے بحیرہ قلزم کی لہروں اور

فرعون کی بدمعاشی سے مستقل طور پر نجات دے دی۔

برزخ و قبر کے عذاب کا ثبوت

آیت نمبر ۴۵ سے برزخ اور قبر کے عذاب کا اثبات ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ فرعون والوں پر بری طرح عذاب الٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ جس دن قیامت قائم ہوگی تو فرمایا جائے گا، فرعون والو! سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی سخت ترین عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تو قیامت کے دن ہوگا، اور اس سے پہلے جس آگ پر انہیں صبح و شام پیش کیا جا رہا ہے یہ عذابِ برزخ ہے۔

دعا مانگنا بندگی اور نہ مانگنا تکبر ہے

آیت نمبر ۶۰ میں دعا کی اہمیت جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا حکم بیان ہوا ہے۔ ”فرمایا آپ کے رب نے مجھے پکارو، میں تمہاری پکار قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔“

سورۃ حٰمٓ السجدۃ مکیہ [1]

قرآن کی خصوصیات

سورۃ کے شروع میں قریش مکہ کو قرآن مجید کو عربی زبان میں تمہاری خاطر نازل کیا گیا۔ تاکہ تمہیں اس کے مضامین سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ دوم یہ کہ اس کی آیات کو مبہم نہیں رکھا بلکہ مفصل طور پر کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ یہ کتاب

[1] یہ قرآن کریم کی ۴۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے ۶۱ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۵۴ آیات ۸۰۹ کلمات اور ۳۴۰۶ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن، رحمٰن اور رحیم کی رحمت کے تقاضا سے قرآن نازل ہوا ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ یہ سورۃ حروف مقطعات حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے اور ایک جگہ اس سورۃ میں سجدہ تلاوت آیا ہے اس لیے بطور علامت اس کا نام حٰمٓ سجدہ مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: یہ سورۃ مضمون توحید سے شروع ہو رہی ہے اور سورۃ گذشتہ اس پر ختم ہوئی تھی یہی دونوں سورتوں کے اول و آخر میں ربط و تناسب ہے۔

بشیر اور نذیر ہے۔ ماننے والوں کو جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دیتی ہے اور نہ ماننے والوں کو ابدی عذاب سے ڈراتی ہے۔

مشرکین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

پھر قریش مکہ کے تین قول نقل کئے گئے ہیں:

① اس کلام سے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

② آپ ﷺ کے کلام سے ہمارے کان بہرے ہیں۔

③ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان پردے حائل ہیں اس لئے ہم مجبور ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں آیات قرآنی کو سمجھنے کی پوری پوری صلاحیت موجود تھی۔ مگر انہوں نے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی تو سزا کے طور پر ان پر غفلت اور جہالت مسلط کر دی گئی۔

قرآن سن کر مشرکین کا اودھم مچانا

اور جب یہ لوگ قرآن مجید کو ماننے سے بھی انکاری رہے اور مقابلے سے بھی عاجز ہو گئے تو انہوں نے یہ حرکت کی کہ جب حضور ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کرتے تو ابوجہل کے کہنے پر کچھ چھچھوروں نے چیخ و پکار اور شور و غل کرنے، سیٹیاں اور تالیاں بجانا اور طرح طرح کی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ قرآن سن کر اس پر ایمان لانے سے باز رہیں تاکہ ہمارا غلبہ برقرار رہے۔ چنانچہ ان لوگوں کی اس حرکت کا ذکر فرما کر انہیں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

اصحابِ عزیمت کیلئے خوشخبری

آیت نمبر ۳۰ سے مومنین مخلصین کے بارے میں اجر و ثواب کا بیان ہے۔ ارشاد فرمایا بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس قول پر ہر طرح

کے لرزا دینے والے حالات کے باوجود قائم رہے۔ ان پر اللہ کے فرشتے نازل کرتے اور انہیں تسلی دیتے ہیں کہ مت ڈرو اور غم کھاؤ تمہارے لئے اس جنت کی خوشخبری ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دنیا اور آخرت کے دوست ہیں، اور تمہارے لئے جنت میں تمہاری ہر مرغوب نعمت موجود ہے۔ جو کہ تمہارے غفور اور رحیم رب نے تمہارے لئے نازل فرمائی ہے۔

اللہ کی طرف بلانے والے سے زیادہ بہتر دعوت کس کی؟

آیت نمبر ۳۳ سے اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے کی فضیلت اور اہمیت کا بیان ہے، فرمایا کہ اللہ کی طرف بلانے والے سے زیادہ بہتر دعوت کس کی ہوسکتی ہے؟ حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر ؓ و عکرمہ ؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت موذنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر مظہری، ابن کثیرؒ)

قرآن کے عربی زبان میں نازل ہونے کی حکمتیں

انسان جب ایک حقیقت کو جھٹلانے پر بضد ہو جائے تو پھر اس میں مین میخ نکالتا اور اپنی دانشوری بگھارتا ہے۔ قریش مکہ کو بھی قرآن مجید کے بارے میں نئی نئی سوجھتی رہتی تھیں، کچھ لوگ کہنے لگے کہ سارا قرآن عربی میں نازل ہورہا ہے اس کا کچھ حصہ کسی عجمی زبان میں بھی ہونا چاہئے تھا، تاکہ اس کا اعجاز ظاہر ہوتا، نبی کریم ﷺ چونکہ کوئی عجمی زبان نہیں جانتے اس کے باوجود بھی وہ کسی عجمی زبان میں تکلم کرتے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر ہم اسے مکمل یا اس کا کچھ حصہ بھی عجمی زبان میں نازل کرتے تو پھر انہی لوگوں کی زبانوں پر یہ اعتراض ہوتا کہ اس قرآن کی یہ آیتیں صاف صاف کیوں نازل نہیں کی گئیں؟ یہ کسی اوپری زبان میں کیا نازل ہورہا ہے؟ جب رسول ﷺ عربی ہے تو قرآن عجمی کیوں ہے؟ وغیرہ وغیرہ!

اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے راہنما اور باعث شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ اور دلوں میں

اندھیرا ہے اور یہ لوگ گویا کہیں دور سے پکارے جا رہے ہیں کہ آواز سنتے ہیں مگر سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اے پیغمبر ! آپ دل شکستہ نہ ہوں ہم نے آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی، اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان لوگوں کا فیصلہ دنیا میں ہی ہو جاتا۔ یہ لوگ ایسے شک میں مبتلا ہیں جو انہیں چین نہیں لینے دیتا۔ صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ جو شخص بھلائی کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا اور جو برائی کرتا ہے وہ بھی اپنے لئے کرتا ہے اور اے پیغمبر! آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔



پارہ (۲۵) الیہ یرد
خلاصۂ رکوعات

پچیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے " الیہ یرد علم الساعة " کی مناسبت سے " الیہ یرد " کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ حمٓ سجدہ کے رکوع نمبر ۶ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ شوریٰ، زخرف، الدخان، اور سورۃ الجاثیہ مکمل اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ حمٓ سجدہ کے رکوع نمبر ۶ میں دعوت الی القرآن اور مقصد دعوتِ قرآن دعوتِ توحید، بضمن تذکیر بمابعد الموت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۴۷، ۴۸

سورۃ الشوریٰ کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا گیا کہ آپ کی وحی انبیاء علیہم السلام سابقین کی وحی سے مماثل ہے، لہٰذا اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ دیکھئے آیت ۳، ۷

رکوع نمبر ۲ میں دعوت الی القرآن (عنوان خصوصی) آپ کی وحی انبیاء سابقین علیہم السلام کی مثل ہے۔ دیکھئے آیت ۱۳، ۱۵۔

رکوع نمبر ۳ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۲۱، ۲۴۔

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا کہ آیاتِ الٰہی میں مجادلہ کرنے والوں کی نجات نہیں ہو گی، ہاں ان پر ایمان لانے والوں کو نجات نصیب ہو گی، اور ایمان لانے والوں کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۳۵، ۳۶، ۳۶ تا ۳۹۔

رکوع نمبر ۵ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۵۱، ۵۲۔

سورۃ الزخرف کے رکوع نمبر ا میں فرمایا کہ تمہارے اعراض کی وجہ سے قرآن حکیم زمین سے اٹھایا نہیں جاسکتا۔ دیکھئے آیت ۵ تا ۷۔

رکوع نمبر ۲ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۲۴

رکوع نمبر ۳ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۳۰، ۳۱

رکوع نمبر ۴ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۳۶، ۴۳، ۴۴

رکوع نمبر ۵ میں تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۴۶، ۴۷

رکوع نمبر ۶ میں کفار مکہ کے ایک شبہ کا جواب۔ قرآن کریم کی تعلیم کا حاصل سبق توحید ہے، جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن میں آیا تو کفار مکہ نے کہا کہ نصاریٰ کے معبود کی عزت کرتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اس شبہ کا جواب ہے۔ دیکھئے آیت ۵۷۔

رکوع نمبر ۷ میں دعوت الی القرآن۔ دیکھئے آیت ۶۸، ۶۹، ۷۸

سورۃ الدخان کے رکوع نمبر ا میں تذکیر بایام اللہ احکام الٰہی سے اعراض کے باعث فرعون کا دینوی عذاب میں مبتلا ہونے کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۷، ۲۴

رکوع نمبر ۲ میں تذکیر بایام اللہ، احکام الٰہی کی مخالفت سے قوم تبع کی تباہی۔ دیکھئے آیت ۳۷۔

رکوع نمبر ۳ میں احکام الٰہی سے انکار کرنے والوں کے لئے عذاب اُخروی کا اعلان۔ دیکھئے آیت ۴۳، ۴۴۔

سورۃ الجاثیہ کے رکوع نمبر ا میں فرمایا، ترک اتباع کتاب اللہ سے ذلت لازمی ہے۔ دیکھئے آیت ۷ تا ۱۱

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا جو شریعت (بذریعہ قرآن) آپ کو ملی ہے، آپ اسی کا اتباع کریں، ان کفار کی خواہشات کا لحاظ نہ کریں۔ دیکھئے آیت ۱۸۔

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا، ترکِ اتباعِ کتاب اللہ سے فطرتِ سلیمہ سلب ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آیت ۲۳۔

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا، آیات الٰہی پر استہزاء کرنے والے قیامت کے دن رحمت الٰہی سے محروم ہوں گے اور دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ دیکھئے آیت ۳۴، ۳۵

درس (۲۵)

علم الٰہی کی وسعتیں

فرمایا، اللہ ہی کو قیامت کی خبر معلوم ہے اور جو میوے اپنے غلاف سے نکلتے ہیں اور جو حمل کسی مادہ کے پیٹ میں ہوتا ہے سب کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکین سے پکار کر کہیں گے وہ میرے شریک اب کہاں ہیں انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں آج مصیبت سے بچالیں۔

انسانی خواہشات اور خیالات کی حقیقت

فرمایا کہ ترقی کی خواہش سے انسان کا دل نہیں بھرتا، اگر اسے کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا اُمید اور ہراساں ہو جاتا ہے۔ جب تنگی دور ہو جاتی ہے اور ہم اسے اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا۔ پھر عیش و راحت کو ہمیشہ رہنے والا خیال کرتے ہوئے کہتا ہے میرا تو نہیں خیال کہ قیامت آئے گی! اگر آ بھی گئی اور میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے وہاں بھی ضرور بہتری ہوگی۔ یعنی قیامت کے بارے میں شک کرتا اور دولت و راحت کو اپنا حق قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس قماش کے لوگ جب ہمارے پاس آئیں گے تبھی انہیں حقیقت معلوم ہوگی۔

آفاق و انفس میں قدرتِ الٰہی کی نیرنگیاں

سورۃ حٰم کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کائنات اور خود انسان کی ذات کے اندر جو راز ہیں ان کے بارے میں

انہیں مطلع فرمائے گا اور یہ راز جب کھلیں گے تو ہر کوئی جان لے گا کہ یہ کتاب برحق ہے۔ اللہ کا یہ وعدہ سچا تھا اور گذشتہ چودہ سو سال سے اس وعدہ کا ایفاء ہو رہا ہے، کائنات اور انسان کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات ہو رہے ہیں جن کا قدیم زمانے کے انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، بالخصوص ہمارا زمانہ انکشافات، ایجادات اور تحقیقات کا زمانہ ہے، کوئی دن نہیں جاتا جب انسان اور کائنات کے بارے میں کوئی نئی تحقیق اور کوئی نیا انکشاف سامنے نہ آتا ہو۔ بتایئے کس نے سوچا تھا کہ انسان چاند تک پہنچ جائے گا؟ اور پورے کرۂ ارض کے اردگرد گھوم جائے گا؟ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ مشرق میں رہنے والوں کی آوازیں اہلِ مغرب اور اہلِ مغرب کی آوازیں اہلِ مشرق سن سکیں گے بلکہ آج تو آوازیں ہی نہیں ان کی صورتیں اور حرکات وسکنات بھی دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک وقت تھا کہ انسان سورج کو کائنات کی عظیم ترین چیز سمجھ کر اس کے سامنے جھکتا تھا، آج اس نے معلوم کرلیا کہ نظر آنے والا سورج تو کائنات کا ایک چھوٹا سا کرہ ہے اور اس جیسے کئی سوملین سورج پسِ پردہ موجود ہیں۔ انسان سمندروں اور دریاؤں کے پیٹ میں گھس گیا اور ان کے پیٹ میں جو کچھ چھپا تھا اس نے اسے دیکھ لیا، انسان نے اپنے جسم، اس کی بناوٹ، اس کی خصوصیات اور اس کے اسرار ورموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا، انسانی نفسیات کے بارے میں بھی اس پر کئی راز منکشف ہوئے ہیں، لیکن اس کے باوجود کس کے اندر جرأت ہے کہ وہ دعویٰ کرسکے کہ وہ کائنات اور انسان کے سارے رازوں سے واقف ہوگیا ہے؟ اور علمی تحقیقی اور سائنسی ترقی، کمال کی آخری حد کو پہنچ گئی ہے، علم وتحقیق کی اس تیز رفتاری کا کوئی بھی مذہبی کتاب، قرآن کے سوا ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہی بات قرآن کو دائمی معجزہ ثابت کرتی ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت کی طرح مادی معجزہ نہیں ہے، یہ ایک علمی معجزہ ہے اور علمی دور کے لیے نازل ہوا ہے، انسان کا علم جتنی ترقی کرتا جائے گا، اس پر قرآن کی صداقت اتنی ہی کھلتی جائے گی۔ وہ وقت

کررہے گا جب ہر غیر متعصب صاحبِ علم کی گردن قرآن کے سامنے جھک جائے گی۔(ان شاء اللہ)

سورۃ الشوریٰ مکیہ ①

اللہ تعالیٰ کی صفات اور یکتائی کا بیان

شروع کی چند آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات بھی بیان کی گئی ہیں۔مثلاً عَزِیْزٌ، حَکِیْمٌ، عَلِیٌّ، عَظِیْمٌ اور غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ وغیرہ، یہ ایسی صفات ہیں کہ جن سے اللہ جل جلالہ کی قدرت اور عظمت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔یوں تو اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار ہیں، یہ ان میں سے چند ایک بیان فرمائی گئی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ" اس کی مثل کوئی نہیں یعنی وہ ہر لحاظ سے یکتا اور بے مثال ہے۔

تمام ادیان کے اصول مشترک ہیں

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جو اس نے نوح کیلئے مقرر

---

① یہ قرآن کریم کی ۴۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۶۲ پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۵۳ آیات ۸۶۹ کلمات اور ۳۵۸۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن۔

عنوان خصوصی: ......آپ کی وحی انبیاء علیہم السلام سابقین کی وحی سے مماثل ہے، لہٰذا اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

وجہ تسمیہ: لفظ شوریٰ کے معنی مشورہ کے ہیں اس سورۃ کی ۳۸ ویں آیت میں جہاں اہل ایمان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں انہی میں سے ایک صفت " اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ" ذکر فرمائی گئی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں اس لیے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ شوریٰ قرار پایا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ شوریٰ کا سورۃ حٰمٓ سجدہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سورۃ میں یہ مضامین ایک دوسرے میں متداخل ہیں (۱) توحید و ابطال شرک (۲) رسالت (۳) بعث و جزا (۴) انہماک فی الدنیا کی مذمت اور ترغیب طلب آخرت (۵) اہل ایمان کا حسن اعمال و حسن مآل اور کفار کا قبح اعمال و قبح مآل اور سورۂ سابقہ کا افتتاح و اختتام توحید و رسالت و بعث میں مشترک ہے۔یہی دونوں سورتوں کے درمیان تناسب ہے۔

کیا تھا۔ اور جسے وحی کے ذریعے آپ کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کو بھی اسی دین کی تعلیم دی گئی تھی۔ دین کے اصول درحقیقت تمام دینوں میں مشترک رہے ہیں۔ مگر پھر بھی مشرکوں کو دعوت توحید بڑی ناگوار گزرتی ہے اور بہت سے لوگ مثلاً یہود و نصاریٰ وغیرہ صحیح علم پہنچنے کے باوجود بھی متفرق ہوگئے۔ اس کے باوجود بھی اے پیغمبر! آپ ثابت قدمی سے انہیں اللہ کے دین کی طرف بلاتے چلے جائیں۔

نبی علیہ السلام کو استقامت کا حکم

قرآن کریم نے اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ کو استقامت کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ "وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ" آپ اپنے امر پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے لوگوں کی خواہشات کی طرف آپ ادنیٰ توجہ نہ کیجئے۔ اس موقعہ پر چونکہ انسانی طبیعت میں یہ بات پیدا ہوسکتی ہے کہ اپنے کسی مقصد کے لئے دوسرے کی کسی خواہش کو پورا کرے تو قانون مقرر کردیا گیا کہ اہلِ کفر کی کسی خواہش کی کوئی پرواہ دعوتِ ایمان اور توحید کے پیغام میں ہرگز نہ کرنا چاہئے، واضح طور پر خدا کا فیصلہ دنیا کے سامنے پیش کردینا چاہئے۔

فکر دنیا اور فکر آخرت پر کھیتیوں کی مثال

اور فرمادیں کہ میں تو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب پر یقین رکھتا ہوں۔ مجھے اپنے اور تمہارے درمیان انصاف کا حکم ملا ہے۔ جو لوگ اللہ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں ان کا دعویٰ باطل ہے اور ان کے لئے اللہ کے ہاں سخت عذاب تیار ہے۔ فرمایا کہ جو شخص آخرت کی کھیتی کاشت کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کاشت کرے ہم اسے دنیا میں ہی کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

اقرباء سے مودّت اور محبت کا مسئلہ

آیت نمبر ۲۳ میں ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا، وہ یہ کہ اے پیغمبر! فرمادیجئے

کہ میں تم سے دعوت و تبلیغ کا کوئی صلہ اور اجر نہیں مانگتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ اپنے اقرباء کی محبت، یعنی تم سے جو میرے خاندانی و نسبی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی۔ لیکن کم از کم قرابت و رحم کا خیال کر کے ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پرورگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں۔ کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ (تنبیہ) آیت کے یہ معنی حضرت ابن عباس ؓ سے صحیحین میں منقول ہیں۔ بعض سلف نے "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو، اور حقِ قرابت کو پہچانو۔ اور بعض نے "قربیٰ" سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے یعنی ان کاموں کی محبت جو خدا سے قریب کرنے والے ہوں مگر صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو ہم نے اوّل نقل کی ہے۔ بعض علماء نے "مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" سے اہلِ بیتِ نبوی ؐ کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہلِ بیت اور اقاربِ نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی اُمت پر لازم و واجب اور جزء ایمان ہے اور اُن سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شانِ نزول اور روایاتِ صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شانِ رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ اعلم! (تفسیر عثمانی)

تمام انسانوں کیلئے رزق کی فراوانی زمین میں فساد کا سبب بن جاتی

آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لئے اپنی اس حکمت بالغہ کا تذکرہ کیا ہے جس کے تحت اس نے پوری کائنات کو ایک مستحکم نظام

میں جکڑ رکھا ہے اور اس مضمون کی ابتداء اس نظام معیشت کی طرف اشارہ فرما کر کی ہے جو اس نے اپنی حکمت سے دنیا میں جاری کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو رزق کی فراوانی دے دیتا تو زمین میں فساد حد سے زیادہ پھیل جاتا۔ کوئی کسی کس محتاج نہ ہوتا اور کوئی کسی سے نہ دبتا، دولت کی خاصیت ہے کہ جس قدر بڑھتی ہے اتنا ہی حرص و ہوس میں اضافہ ہو جاتا ہے، دنیا میں آئے روز جھگڑے اسی حرص و ہوس کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی نفسیات سے بے خبر نہیں۔ اور اس نے اپنی نعمتوں کو بندوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ کسی کے پاس مال و دولت کے ذخائر ہیں۔ کوئی صحت و قوت میں بڑھا ہوا ہے کوئی حسن و جمال سے مالا مال ہے کسی کے پاس علم و حکمت باقی لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی کام میں ضرور دوسرے کا محتاج ہے۔ اور اللہ نے اپنی نعمتیں ایک خاص انداز ے سے لوگوں پر نازل کی ہیں۔ اور وہ اس سے بھی باخبر ہے کہ کسی شخص کے لئے کون سی نعمت مفید ہے اور کون سی نقصان دہ، اللہ کی اس تقسیم پر نکتہ اعتراض اٹھانے والے ان حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

آخرت کے مستحقین اجر وثواب

فرمایا، دنیا میں جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ محض چند روزہ زندگی کے لئے ہے اور جو اجر وثواب آخرت میں اللہ کے ہاں ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پھر آخرت کے اجر وثواب کے مستحقین کی چند خصوصیات ارشاد فرمائیں۔

① ہر کام اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

② کبیرہ گناہوں اور بالخصوص زنا اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرنے والے ہیں۔

③ جب غصہ میں آتے ہیں تو انتقام لینے کی بجائے معاف کر دیتے ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے اسے بلا چون و چرا اور بلا تامل قبول کر

کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

⑤ ان کے کام باہمی مشورہ سے ہوتے ہیں۔

اللہ کی بادشاہت اور قدرت کی دلیل

توحید کے بارے میں دلائل دیتے ہوئے ایک نہایت ہی خوبصورت دلیل ارشاد فرمائی: ''اللہ کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ جسے چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہے بیٹے، یا دیتا ہے دو دو بیٹے اور دو دو بیٹیاں، یا بنا دیتا ہے جسے چاہے بانجھ، بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے کر سکتا ہے''۔

مشرکینِ مکہ کی ہدایت پر تکوینی امر سے استدلال

اس مضمون کو ذکر کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے اپنے ایک خاص انعام و رحمت کا تذکرہ فرمایا کہ "وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ" کہ پروردگارِ عالم کا یہ تکوینی نظام ہے کہ بارش برساتا ہے جب کہ لوگ مایوس ہو چکتے ہیں کہ اب ہم سے کوئی غلہ نہیں ہوگا کوئی کھیتی نہیں اُگے گی اور اللہ تعالیٰ اس مایوسی کے عالم میں بارش برسا کر اپنی رحمت بکھیر دیتا ہے تو اسی طرح وہ قوم کہ جس سے آج اے ہمارے پیغمبر! جس کو مایوسی نظر آ رہی ہے کوئی بعید نہیں کہ پروردگار ان پر ابرِ رحمت برسا کر ان میں سے اہلِ ایمان پیدا کر دے۔ یہ ایک بشارت تھی اس بات کے لئے کہ اب عنقریب اہلِ مکہ ایمان سے سرفراز کر دیئے جائیں گے۔

نبی علیہ السلام کو صبر کی تلقین

پروردگارِ عالم نے اس موقع پر نبی کریم ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی اور ہدایت و گمراہی کا راز بیان کر کے یہ فرما دیا کہ آپ تو لوگوں کو ایسی چیز کی دعوت دیتے رہیے "اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ" اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرو، اگر یہ اعراض کرتے ہیں تو بہرحال اس کا انجام انہی کو بھگتنا ہوگا۔ ہم نے آپ کو کسی

کے اوپر نگران مسلط بنا کر نہیں مبعوث کیا ہے، آپ پر تو اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔

وحی اور رسالت کی حقیقت

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی وحی اور رسالت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا" کسی بھی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر یا تو بصورت وحی یا بصورتِ پردہ یا اس صورت سے کہ کوئی قاصد اس کی طرف بھیج دیا اور وہ اللہ کا قاصد اور فرشتہ اس کے سامنے آکر خدا کا پیغام پہنچا دے۔ یہی ہے وحی الٰہی جو ہم آپ کی طرف اے نبی کریم! کر رہے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے، "اس سے پہلے آپ کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کامل کیا چیز ہے، لیکن یہ ایک نور ہے جو اللہ کی طرف سے ہم نے آپ پر اتارا۔ "وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" اور آپ لوگوں کو خدا کے سیدھے راستے کی طرف بلانے والے ہیں جو اللہ رب العالمین آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے، اس کی طرف تمام امور کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے یہ سورۃ مکمل ہوئی۔ (از خلاصۃ البیان فی تفسیر القرآن)

سورۃ الزخرف مکیہ [1]

قرآن کریم اپنے اعجاز کی بنا پر اپنی حقانیت کی دلیل ہے

سورۃ کے شروع میں قرآن کریم کی قسم کھا کر اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ

---

[1] یہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے ۴۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۷ رکوع ۸۹ آیات اور ۸۴۳ کلمات اور ۳۶۵۶ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: تمہارے اعراض کی وجہ سے قرآن حکیم زمین سے اٹھایا نہیں جا سکتا۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ۳۵ ویں آیت میں لفظ زخرف آیا ہے زخرف کے معنی ہیں سنہرا۔ آراستہ زینت اور کسی شئے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں دینوی مال و دولت، سونا، چاندی کی حقیقت واضح کی گئی کہ دنیا کی جاہ و دولت اللہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہے اس لئے علامت کے طور اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن کریم بذاتِ خود اپنے اعجاز کی وجہ سے اپنی حقانیت کی دلیل ہے۔ اور ساتھ ہی منکرین و کفار کو واضح کر دیا گیا ہے کہ تم اپنی سرکشی و نافرمانی میں جس قدر بھی حد سے گزر جاؤ لیکن ہم تمہیں قرآن کے ذریعے نصیحت کرنا نہیں چھوڑیں گے کیونکہ تم بہر حال ہماری مخلوق ہو، اور خالق کو اپنی مخلوق سے جو پیار ہوتا ہے اس کی بناء پر وہ چاہتا ہے کہ تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔ تمہیں چاہئے کہ اللہ کی تخلیقات پر غور و فکر کرو کہ اس نے دنیا میں تمہاری آسائش و رہائش کے لئے اوپر نیچے دائیں بائیں کیا کچھ تخلیق کیا ہے۔ اور سابقہ قوموں کے جو حالات ہم نے تمہیں اپنی اس کتاب میں بار بار سنائے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔

کفارِ مکہ کی مشرکانہ رسوم

اس موقع پر کفارِ مکہ کی بعض مشرکانہ رسوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عجیب قوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی باتوں سے انکار کرتی ہے اور پروردگارِ عالم کے لئے بیٹیوں کو ثابت کرتی ہے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ کس قدر غضبناک بات ہے ان کی جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ حق تعالیٰ تو ہر چیز کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ غرض اس قسم کی چیزیں پہلی اُمتوں کے اندر بھی پیش آئی ہیں اور ہر بستی کے جو عیش پرست لوگ ہوتے تھے وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ کرتے رہے۔

تسلیٔ رسول ﷺ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

اس کی مناسبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی اور اعلان کر دیا

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ زخرف کا سورۂ شوریٰ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سورۃ میں یہ مضامین ہیں (۱) اثبات توحید (۲) ابطال شرک (۳) مشرکین کے اعتراض کا بے ہودہ ہونا (۴) اثبات رسالت (۵) جواب بعض شبہات متعلقہ رسالت (۶) آپ ﷺ کی تسلی (۷) منکرین کی تہدید۔ اور سورۂ شوریٰ کے ختم پر ایسے ہی سورۂ زخرف کے ختم پر مضمون رسالت مابہ الاشتراک ہے۔ واللہ اعلم!

کہ میں تمہارے معبودوں سے بَری ہوں سوائے اس پروردگار کے جس نے مجھے پیدا کیا میں کسی کی طرف رُخ نہیں کرتا۔ انہوں نے نصیحت کی اور نصیحت کرنے کے باوجود قوم باز نہ آئی۔

مشرکین کا ایک لغو اعتراض

مشرکین کے اعتراض نقل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ کہتے ہیں قرآن مجید مکہ اور طائف کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ محمد ﷺ کے پاس مال و دولت کا نام ونشان نہیں یہ تو پیغمبر نہیں ہو سکتے! جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ نبوت و رسالت کو اپنے ہاتھوں اور اپنی مرضی سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر نادانی ہے یہ تو دنیا کی زندگی میں خود اپنی روزی کے مالک نہیں، وہ بھی ہم ہی ان میں تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ نبوت و رسالت کے مقابلے میں وہ ادنیٰ درجے کی چیز ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی قوم کے سامنے جب نشانیاں لے کر آئے تو قوم ہنسنے لگی، ان کا مذاق اڑانے لگی اور کہنے لگی وہ قوم کہ اے جادوگر! تم جادو کے ذریعے ہمارے سامنے ان چیزوں کی دعوت دیتے رہو تم اپنے رب کو بلا لاؤ جو کچھ تم ڈرا رہے ہو عذاب سے تو تمہارا رب وہ عذاب ہم پر نازل کر دے۔ کس قدر گستاخی کی چیز تھی، فرعون نے بھی اپنی قوم میں اعلان کر دیا کہ اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ یہ ملک مصر میرا ہے تمام نہریں میری ملکیت ہیں، یہ باغات و شادابیاں میں نے قائم کی ہیں، یہاں پر بتلاؤ کہ میں بہتر ہوں یا یہ موسیٰ، جو نہایت حقیر و ذلیل ہے (العیاذ باللہ) یہ جو اپنی بات کو بھی واضح نہیں کر سکتے یہ بہتر؟ نہ ان پر کوئی سامان عزت و عظمت کا ہے نہ ان پر کوئی زیورات ہیں نہ ان کا کوئی لباس قیمتی ہے، غرض اس طرح پر فرعون اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی عظمت سے

دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

حیات الانبیاء علیہم السلام

سورہ زخرف کی آیت نمبر ۴۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اے پیغمبر! آپ پوچھیں ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، کیا ہم نے رحمان کے بغیر اور معبود بنائے؟ جن کی عبادت کی جائے۔ اس آیت کی تفسیر میں علماءِ تفسیر نے یہ فرمایا ہے:

یستدلُّ بہٖ علٰی حیاۃِ الانبیاء علیہم السلام۔ (مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

اس سے حیات الانبیاء بعد الوفات پر استدلال کیا گیا ہے۔

نیز سورۃ الٓمٓ سجدہ، آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا:

”وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی الْکِتَابَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ“

”اور تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب، سو اس کے ملنے میں شک میں نہ رہنا“۔

شاہ عبد القادرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، ”معراج کی رات میں ان سے ملے تھے، اور بھی کئی بار“ اور ملاقات بغیر حیات ممکن نہیں۔ لہٰذا اقتضاء النص سے حیات الانبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ (مقامِ حیات، ص ۱۱۷)

عیسائیوں اور مشرکین مکہ کا اعتراض

ادھر عیسائی قوم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو خدا کے بندے سمجھنے کی بجائے خدا کی خدائی میں شریک ماننے لگے۔ اس پر مشرکین مکہ یہ اعتراض کرنے لگے کہ بتلاؤ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معبود ہیں اور آپ علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے معبود جہنم کا ایندھن ہوں گے تو بتلاؤ کہ یہ نصاریٰ کے معبود کہاں جائیں گے؟ الغرض اس قسم کی باتیں محض لوگوں کو ورغلانے کے لئے اور ان کے ذہنوں میں تشویش پیدا کرنے کے لئے کرنے لگے۔

مطیعین اور مجرمین کا انجام

اس پر قرآن کریم نے واضح طور پر قانون ذکر فرمایا ''یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون'' اے میرے بندو! تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں ہوگا قیامت کے روز اور نہ تم غمگین ہو گے۔ یہ جنت اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے پیدا کی ہے ایسی نعمتیں اللہ تعالیٰ مطیعین کو دے گا۔ مجرمین عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور ان کے لئے کوئی مددگار وہاں پر نہ ہو سکے گا۔

سورۃ الدخان مکیہ ﴿۱﴾

قرآنِ مجید کا لیلۃ القدر میں آسمانِ دنیا پر نزول

اس سورۃ کے شروع کی آیات میں قرآن کی عظمت اور بعض خاص صفات کا بیان ہے، اور واضح فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید کو ہم نے ایک مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں قرآن مجید کو آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اور پھر نجماً نجماً بتدریج حسب ضرورت نازل ہوتا رہا یہاں تک کہ ۲۳ سال میں اللہ نے اپنی یہ امانت مکمل طور پر حضرت انسان کے حوالے کر دی۔

سرکشوں کی موت پر نہ آسمان روتا ہے نہ زمین!

حضور ﷺ کی بد دعا کی وجہ سے اہل مکہ غلہ کے قحط میں مبتلا ہو گئے تھے۔

﴿۱﴾ یہ قرآن کریم کی ۴۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۴ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۳ رکوع ۵۹ آیات ۳۴۲ کلمات اور ۱۴۹۵ احروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ : دعوت الی القرآن، کتاب مبین کا نزول لیلہ مبارکہ میں ہوا ہے، اور لیلہ مبارکہ میں ہر امر حکیم کا فیصلہ ہوتا ہے، اگر اس قرآن کا اتباع نہیں کرو گے تو دنیاوی ذلت اور اُخروی عذاب سے بچ نہیں سکو گے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان آیا ہے دخان کے لفظی معنی ہیں ''دھواں'' اور اس دخان سے ایک خاص قسم کا دھواں مراد ہے اسی لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام دخان مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سے پہلے سورۃ ''الزخرف'' کا اختتام مضمون توحید رسالت پر ہوا تھا اور اس سورۃ کا افتتاح انہی مضامین سے ہے، اس لئے دونوں سورتوں میں تناسب ظاہر ہے۔

بھوک کی شدت اور خشکی کے عالم میں آسمان و زمین کے درمیان انہیں ایک قسم کا دھواں سا نظر آتا تھا اور یہ لوگ بھوک کی بناء پر اپنی جانوں سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنے لگے تھے۔ اسی دھویں کی خبر اس سورۃ میں دی گئی اور اس کا نام ''الدخان'' یعنی دھواں رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے بھی مختلف قوموں اور بالخصوص قوم فرعون کو سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا کر چکے ہیں کہ انہیں ہم نے سمندر میں غرق کر ڈالا، وہ اپنے پیچھے بہت سے باغات، چشمے، کھیتیاں اور عمدہ مکانات چھوڑ گئے۔ جنہیں ہم نے بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا۔ اور فرعون کے ساتھی چونکہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے تھے تو ان کی دردناک اور عبرت ناک بربادی پر نہ تو آسمان کو رونا آیا، اور نہ ہی زمین کو رنج و صدمہ ہوا، ہم نے جب انہیں گرفت میں لینے کا فیصلہ کیا تو پھر ڈھیل نہیں دی۔ اب اہل مکہ کو سوچنا چاہئے کہ قوت و طاقت اور دولت و شوکت میں یہ زیادہ ہیں یا یمن کے ''تبع'' کی قوم ان سے زیادہ تھی۔ المختصر یہ کہ قیامت کے روز ہم انہیں ذلیل و خوار کریں گے اور ''کوڑ تمہ'' کی خصوصی ڈشیں انہیں جہنم میں کھانے کو دی جائیں گی جیسے پگھلا ہوا تانبا یا کھولتا ہوا پانی وغیرہ (اعاذنا اللہ منہ) سورۃ کے آخر میں اہل تقویٰ کو جنت میں اعزاز و اکرام کی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے۔

سورۃ الجاثیۃ مکیہ ①

ہر طرف قدرتِ خداوندی کی نشانیاں

سورۃ جاثیہ کے پہلے رکوع میں آسمان، زمین، انسان کی اپنی تخلیق، د

---

① یہ قرآن کریم کی ۴۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۵ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۷ آیات ۴۹۲ کلمات اور ۲۱۳۱ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن۔

تفصیل موضوع: اتباع کتاب اللہ میں عزت محدود ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے آخری رکوع میں اہل باطل اور غیر مقبولین فرقوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں لفظ جاثیہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ''خوف سے زانوں کے بل گر جانا'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وسرے حیوانات کا وجود، رات دن کا اُلٹ پھیر، آسمان سے پانی کا برسایا جانا اور اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو زندہ کر دینا اور ہواؤں کا چلانا ان سب چیزوں میں مومنوں اور عقلمندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا تباہی ہے ہر جھوٹ باندھنے والے گناہ گار کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی آیات سُن کر تکبر کرتا ہے اور سُنی اَن سُنی کر دیتا ہے۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات بیان کئے کہ تم لوگ سمندر کے راستے جو تجارتی سفر کرتے ہو تو یہ انتظام بھی اُسی نے تمہارے فائدے کے لئے بنایا ہے، غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔

فلسفیوں اور دہریوں کی نادانی

فرمایا یہ کافر کہتے ہیں کہ زندگی تو ہماری بس یہ دنیا کی زندگی ہی ہے کہ یہیں مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانے کے اُلٹ پھیر سے ہی ہم ہلاک ہوتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں۔ یہ تو فقط خیالات دوڑاتے ہیں۔

لگے گا میدانِ حشر، کھلیں گے سب راز

آخری رکوع میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور جس دن قیامت برپا ہوگی اُس دن باطل پرست خراب ہوں گے اور تم ہر اُمت کو گھٹنوں کے بَل گرا دیکھو گے۔ ہر اُمت کو اس کے نامۂ اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتا دے گا، جو کچھ تم لوگ کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

یعنی تمام اہل باطل فرقوں اور امتوں کے بارے میں بتلایا گیا کہ قیامت میں یہ اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور مارے خوف کے زانوں کے بل گر پڑیں گے اس تذکرہ کی بناء پر سورۃ کا نام ہی جاثیہ قرار پایا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ کے خلاصۂ تین مضمون ہیں توحید، نبوۃ، معاد اور دوسرے مضامین انہی کی مناسبت سے ذکر ہوئے ہیں اور سورۃ سابقہ کے آخر میں بطور نتیجہ اور خلاصہ کے اور اس سورۃ کے شروع میں بطور تمہید کے قرآن پاک کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں میں باہمی تناسب حاصل ہے۔

پارہ (۲۶) حٰمٓ

خلاصۂ رکوعات

چھبیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ" کی مناسبت سے "حٰمٓ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ احقاف سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ محمد، سورۃ فتح، سورۃ حجرات، سورۃ قٓ مکمل ہیں جبکہ سورۃ الذاریات رکوع نمبر۲ تک اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ الاحقاف کے رکوع نمبر۱ میں فرمایا، ہر چیز کی اجل معین ہے، لہٰذا کفار کے اعراض پر ان کی تباہی کی بھی ایک مدت معین ہے۔ دیکھئے آیت ۳، ۶۔

رکوع نمبر۲ میں فرمایا، اعراض کے بعد مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔ دیکھئے آیت ۲۰

رکوع نمبر۳ میں ذکر قوم عاد بطور تذکیر بایام اللہ (انذار منذر سے انکار کے باعث عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں)۔ دیکھئے آیت ۲۱، ۲۳۔

رکوع نمبر۴ میں فرمایا، اعراض عن الکتاب کے وقت عذاب الٰہی سے بچنا ناممکن ہے، البتہ مہلت سنت اللہ میں داخل ہے۔ دیکھئے آیت ۲۷، ۲۸، ۳۴، ۳۵۔

سورۃ محمد کے رکوع نمبر۱ میں تقابل الاسلام بالکفر۔ دیکھئے آیات (کفر) ۱، ۳، ۸، ۹، ۱۱۔ آیات (اسلام) ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۱۔

رکوع نمبر۲ میں تقابل الاسلام بالکفر۔ دیکھئے آیات ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶۔ آیات

(اسلام) ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷۔

رکوع نمبر ۳ میں تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔ دیکھئے آیات (کفر) ۲۰ (اسلام) ۲۰

رکوع نمبر ۴ میں تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔ دیکھئے آیات (کفر) ۳۴ (اسلام) ۳۵۔

سورۃ الفتح کے رکوع نمبر ۱ میں رسول اللہ ﷺ کی سرفرازی میں (۱) مواعید اربعہ کا ذکر (۲) اور منافقین و مشرکین پر غضب ولعنت الٰہی اور داخلہ جہنم کی پیش گوئی۔ دیکھئے آیت ۲۔۶

رکوع نمبر ۲ میں (۱) مخلفین (۲) اور عاجزوں کا ذکر۔ دیکھئے آیات ۱۱، ۱۲، ۱۷

رکوع نمبر ۳ میں نتائج بیعت علی الموت۔ دیکھئے آیات ۱۸ تا ۲۱۔

رکوع نمبر ۴ میں (۱) اسلام کی سرفرازی کا اعلان عام۔ (۲) متبعین رسول اللہ ﷺ کو ایک زریں اصول کی تلقین کہ ہمیشہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ رہیں۔ دیکھئے آیات ۲۸۔۲۹

سورۃ الحجرات کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) امیر کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں۔ (۲) مرکز سے دور افتادہ بھائیوں کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں۔ (۳) مرکز میں رہنے والوں کے ساتھ تعلقات کس طرح ہوں، اور بگڑ جائیں تو ان کی اصلاح کیسے ہو۔ دیکھئے (۱) آیت ۱ تا ۵۔ (۲) آیت ۶ تا ۸۔ (۳) آیت ۹، ۱۰۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، آپس میں طرز معاشرت ایسا اختیار کریں کہ تعلقات میں کشیدگی ہونے نہ پائے۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۲۔

سورۃ قٓ کے رکوع ۱ میں فرمایا (۱) اگر یہ لوگ قرآن حکیم میں غور کرتے تو انہیں مسئلہ رسالت میں شک نہ رہتا۔ (۲) دراصل انکار کا باعث انکار مجازت ہے، اگر امم سابقہ کی تباہی میں غور کرتے تو (۳) معلوم ہو جاتا کہ ان کی تباہی کا موجب تکذیب رسل ہی تھا۔ دیکھئے (۱) آیت ۱۔ (۲) آیت ۳۔ (۳) آیت ۱۳، ۱۴۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، یہ تو مجازات کے منکر ہیں (۱) اور ہماری طرف سے

ہر لحہ مجازات کی تیاری ہو رہی ہے (۲) اس دن ضال اور مضل ایک دوسرے کے سر تھوپیں گے لیکن یہ مخاصمت بیکار ہوگی۔ دیکھئے (۱) آیت ۱۸۔ (۲) ۲۳ تا ۲۸۔

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا، اس عذاب (۱) سے بچنے کے لئے ادب وانابت الی اللہ کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو آپ (۲) اپنا تعلق باللہ شب وروز، مضبوط سے اضبط بناتے رہیں، اور تشنہ (۳) لبوں کی تربیت فرمائیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۳۱ تا ۳۳۔ (۲) آیت ۳۹، ۴۰۔ (۳) آیت ۴۵۔

سورۃ الذاریات کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا، مجازات یقیناً ہونے والی ہے۔ دیکھئے آیت ۵، ۶، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۳۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، جزاء اعمال یقینی ہے۔ دیکھئے آیت ۳۲، ۳۸، تا ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، تا ۴۵، ۴۶

درس (۲۶)

سورۃ الاحقاف مکیہ ①

''سورۃ الاحقاف'' سے چھبیسویں پارے کا آغاز ہو رہا ہے، اس کے

① یہ قرآن کریم کی ۴۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۵ آیات ۷۵۰ کلمات ۲۷۰۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: دعوت کے بعد مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی ابتداء میں لفظ احقاف آیا ہے احقاف حقف کی جمع ہے اس کے لفظی معنی ہیں ''ریت کے لمبے لمبے بلند ٹیلے'' لیکن اصطلاحاً ہی صحراء عرب کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں اس وقت کوئی آبادی نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن قدیم زمانہ میں یہاں قوم عاد آباد تھی جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست ونابود کر دیا تھا چونکہ اس سورۃ میں اسی بڑے حادثہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام احقاف مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ احقاف کا سورۂ جاثیہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ جاثیہ کے شروع میں توحید ومعاد کا ذکر ہے بایں طور کہ معاد کا ذکر مفصل ہے اور توحید کا مجمل ہے اور سورۃ احقاف کے آخر میں بھی توحید ،معاد کا ذکر ہے مگر توحید کا ذکر مفصل ہے اور معاد کا ذکر اجمالاً ہے یہی دونوں میں وجہ ربط ہے۔

مضامین کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

کارخانۂ کائنات بے مقصد نہیں

عقیدۂ توحید کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور ان میں موجود تمام مخلوقات کو حق کے ساتھ بنایا اور ان کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، نیز اس بات کی دعوت دی گئی کہ جو لوگ اللہ کے سوا اور معبود بناتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے معبودوں کی طاقت وقدرت کا کوئی ثبوت پیش کریں کہ کیا ان جھوٹے خداؤں نے زمین پیدا کی ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ یا ان کی کوئی اور کاریگری سامنے آئی ہو تو بتا دیں۔ یقیناً اس قسم کی کوئی عقلی دلیل مشرکین کے پاس موجود نہیں تو پھر انہیں چاہئے کہ کوئی نقلی دلیل ہی پیش کر دیں۔ کیا کسی آسمانی کتاب میں بت پرستی اور شرک کی اجازت دی گئی ہے؟ یا انبیاء سابقہ میں سے کسی نبی کا کوئی مسلمہ قول ہی اس سلسلے میں پیش کر دیں اور جب یہ بھی پیش نہیں کر سکتے تو ان کے شرکیہ اقوال واعمال سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون......؟

فرمایا کہ اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو ایسی چیزوں کو اپنا خدا سمجھ بیٹھے کہ وہ چیزیں قیامت تک اس کے کام نہ آسکیں اور انہیں اس کی چیخ وپکار کی کوئی خبر ہی نہ ہو اور قیامت کے دن بھی اس کے کام آنے کی بجائے اس کی دشمن ہو بیٹھیں اور اس کی زندگی بھر کی عبادت کا بھی انکار کر دیں۔ فرمایا کفار ومشرکین ہماری آیات پر ایمان لانے کی بجائے اسے جادو کا اور من گھڑت کلام قرار دیتے ہیں، اے پیغمبر! آپ فرما دیں کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں! میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا یا تمہارے ساتھ کیا ہوگا، مجھے تو غیب کی باتوں میں سے صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ جو اللہ نے وحی کے ذریعے مجھے بتا دیا ہے۔

اس مناسبت سے کفارِ مکہ نبی کریم ﷺ کی رسالت سے لوگوں کو منحرف

کرنے کیلئے برگشتہ کرنے کیلئے ایک عجیب قسم کا فلسفہ اختیار کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ تو بشر ہیں ہم جیسی حاجت بشریہ کے ساتھ متفق ہیں، کھانا کھاتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، اور یہ اعتراض اس لئے کیا تا کہ لوگ اس چیز سے برگشتہ ہوکر آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لائیں تو اس کے بالمقابل اعلان کر دیا گیا "قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" کہہ دو اے پیغمبر! میں رسولوں میں سے کوئی عجیب وغریب رسول نہیں ہوں، جیسے اللہ کے پہلے رسول اولادِ آدم میں سے اور جنس بشر میں سے آئے ہیں میں بھی اسی طریقے پر اولادِ آدم میں سے ہوں اور یہ نہیں فیصلہ کر سکتا کہ "مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ" کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا میں یہ نہیں جانتا یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تمہارا انجام کیا ہوگا اس لیے کہ ہر شخص کا نتیجہ اور انجام خدا کے علم میں ہے۔ میرے ذمہ تو یہ ہے کہ جو وحی اللہ کی مجھ پر کی جائے میں اس کی پیروی کروں۔

والدین اور بالخصوص والدہ سے حسنِ سلوک کے متعلق اللہ کی وصیت

آیت نمبر ۱۵ سے ۱۸ تک چار آیتوں میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق اللہ تعالیٰ کی وصیت کا بیان ہے، فرمایا کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا اور بالخصوص ماں کے ساتھ! کیونکہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا، اور بڑی تکلیف کے ساتھ اسے جنم دیا۔ پھر بچے کے حمل اور وضع حمل کی مشقت کے بعد بھی ماں کو محنت سے فراغت نہ ملی، کیونکہ اس کی غذا اللہ نے اس کی ماں کی چھاتیوں میں اتاری اور وہ اسے دودھ پلاتی رہی۔ بچے کا حمل اور دودھ چھڑانا اکثر تیس ماہ میں پورا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس نے مزید نشوونما پائی یہاں تک کہ جوانی کی عمر کو پہنچ گیا پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ اگر وہ سعادت مند ثابت ہوا تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے ہمیشہ توفیق دیتے رہئے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کروں، جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کروں، جس سے مجھے آپ کی

رضا حاصل ہو، میری اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر دیجئے، نیز میں آپ کی بارگاہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق سیدنا صدیق اکبر ؓ ہیں اور یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مزید فرمایا کہ اور جو شخص بد بخت ثابت ہوا وہ اپنے ماں باپ سے کہتا ہے تف ہے تم پر، کیا تم مجھے یہ خبر دیتے ہو کہ میں قبر سے زندہ کر کے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں۔ چنانچہ وہ اپنے کفریہ عقائد و اعمال کی بناء پر اپنے والدین کو ذلیل کر دیتا ہے اور وہ گھبرا کر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اسے بھی بار بار سمجھاتے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو، ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

قومِ عاد پر عذاب کیوں آیا؟

تیسرے رکوع میں قومِ عاد کا تذکرہ کیا جو مقامِ احقاف میں گزری تھی اور اس کے اوپر جو عذابِ خداوندی نازل ہوا تھا اس کا بھی ایک تاریخی حوالہ بیان فرمایا گیا۔ یہ قوم بھی اپنے پیغمبر کا انکار کرتی تھی۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک بادل ان کے سامنے آیا اس بادل کے سامنے آتے ہوئے کہنے لگے "هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا" کہ یہ بادل ہمیں بارش برسائے گا۔ قدرتِ خداوندی کی طرف سے ان کا جواب دیا گیا نہیں جھوٹ بولتے ہو "بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ" یہ بادل تو وہ ہے جس کی تم جلد بازی کر رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے۔ اس بادل میں "رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ" ایک ہوا ہوگی جو نہایت ہی دردناک عذاب لے کر تمہارے اوپر آ رہی ہے "تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا" اور ایسی تیز آندھی ہوگی کہ اپنے رب کے امر سے ہر چیز کو پارہ پارہ کر دے گی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ قوم سب کی سب اس طرح پر ہلاک کر دی گئی کہ "فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ" صبح کا جب وقت آیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کوئی انسان ہی آباد نہیں تھا۔ قرآنِ کریم اس قانون کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے "كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ" قومِ مجرمین کا بدلہ ہماری طرف سے اسی طریقہ پر ہوا کرتا ہے۔

جنات کا قرآنِ مجید سن کر ایمان لے آنا

آیت نمبر ۲۹ سے ''جنات'' کی ایک جماعت کا تذکرہ ارشاد فرمایا جس نے حضور ﷺ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور ایمان لے آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ''بطن نخلہ'' نام کی ایک جگہ پر صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ جنات کی جماعت یہاں پہنچی اور اس نے حضور ﷺ کی قرأت سنی اور حیران ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگی بس یہ وہی نئی بات ہے، جس نے آسمان کے راستے ہمارے لئے بند کر دیئے ہیں۔ (حضور ﷺ کی بعثت سے قبل جنوں کو آسمان تک آنے جانے کی اجازت تھی آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ نے انہیں اوپر جانے سے روک دیا تھا) چنانچہ قرآن مجید سن کر یہ جماعت مسلمان ہو گئی اور واپس اپنی قوم میں جا کر انہیں بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد ﷺ پر ایک کتاب آسمان سے نازل ہوئی ہے جسے سن کر ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تمہیں بھی چاہئے کہ اس کتاب پر ایمان لے آؤ۔ چنانچہ ان کی ترغیب پر تین سو جنات نے اسلام قبول کیا اور بار بار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ سورۃ کے بقیہ حصے میں کفار و مشرکین کے انجام بد کا ذکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور صبر کی تلقین

آیت نمبر ۳۵ میں پھر نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی اور صبر و استقامت کے ساتھ آپ ﷺ کو فرمایا گیا کہ اپنے کام میں لگے رہیں جیسا کہ سابقہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور مکذبین کا انجام ہلاکت و تباہی ضرور ان کے اوپر مسلط ہو کر رہے گا۔

سورۃ محمد مدنیہ [1]

اس سورۃ میں جہاد کے احکام بیان ہوئے ہیں اور یہ ہجرت مدینہ کے بعد فوراً

---

[1] یہ قرآن کریم کی ۴۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۵ ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۸ آیات ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ : تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نازل ہوئی ہے۔

مشرکین کے اچھے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے

ابتداء ہی میں واضح کیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین کے اچھے اعمال کا اللہ کی طرف سے اجر بھی صرف اسی صورت میں ملے گا کہ پہلے اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لائیں، ورنہ ان کے اچھے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے۔ دیگر احکام کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

جہاد و قتال کی ترغیب اور قیدیوں کے احکام

کفار سے خوب اچھی طرح قتال کیا جائے اور ان کی کمر ٹوٹ جائے تو بجائے قتل کرنے کے انہیں قیدی بنالیا جائے۔ پھر ان قیدیوں کے متعلق اختیار دیا گیا کہ ان پر احسان کرتے ہوئے بغیر کسی فدیہ اور معاوضہ کے انہیں چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑا جائے۔ فدیہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے کچھ مسلمان ان کے ہاتھوں قید ہو چکے ہوں تو تبادلہ کے ذریعے انہیں رہا کرالیا جائے۔

فرمایا کہ اس امت کے لئے جہاد و قتال درحقیقت ایک رحمت ہے، کفر شرک اور اللہ سے بغاوت کی سزا پچھلی قوموں کو آسمانی اور زمینی عذابوں کے ذریعے دی گئی، مگر امت محمدیہ میں رحمت اللعالمین ﷺ کی برکت سے اس امت کو عام عذابوں سے بچالیا گیا اور جہاد شرعی کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جس میں بڑی سہولتیں اور بے شمار حکمتیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

وجہ تسمیہ: اس سورۂ کے شروع ہی میں ایمان والوں کے متعلق بتلایا گیا ہے۔ "وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ" کہ وہ ان سب چیزوں پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس لئے اطمرما امت اس سورۃ کا نام سورۃ محمد رکھا گیا۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ قتال بھی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ محمد کا سورۃ احقاف کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ احقاف کے آخر میں فاسقین یعنی کفار کی مذمت مذکور تھی اور اس سے پہلے وعظ جنات میں مؤمنین کی فضیلت اور کفار کی مذمت کا ذکر تھا۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مدح و ذم مذکور ہے اس سے تناسب و ربط ظاہر ہے۔

شہداء ومجاہدین کے لئے خوشخبری

فرمایا کہ جولوگ اللہ کے راستے میں شہید ہوتے ہیں اگر انہوں نے کبھی کچھ گناہ بھی کیئے ہوں تو ان کے نیک اعمال ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ جو شخص جہاد میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے شامل ہوا، اگر چہ اسے شہادت نہ بھی ملے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوآخرت کے حالات درست فرمادے گا۔

منافقین کی نقاب کشائی

آیت نمبر ۱۲ سے اہل ایمان، اعمال صالحہ کے حاملین اور شہداء کے اجر و ثواب نیز اہل ایمان کی قرآن کے مضامین سے رغبت کے ساتھ ساتھ منافقین کے چہروں کے بنتے بگڑتے زاویوں کا منظر پیش فرمایا گیا ہے اور حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو آپ ﷺ کو منافقین کی ظاہری علامتیں اور ان کا حلیہ تک بتادیں، جس سے آپ ﷺ ہر ایک منافق کو شخصی طور پر پہچان لیں۔ مگر ہم حکمت ومصلحت کی بناء پر فی الحال انہیں رسوا نہیں کرنا چاہتے۔ البتہ آپ ﷺ کو ایسی بصیرت ہم نے دیدی ہے کہ آپ ﷺ منافق کو خود اس کے طرز گفتگو سے پہچان سکتے ہیں۔ (بعض روایات میں ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کا آپ ﷺ کو شخصی طور پر بھی علم دے دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ کے دوران چھتیس خاص خاص منافقین کے نام لے کر انہیں مجلس سے اٹھادیا تھا۔ (ابن کثیر))

جنت کی چار نہروں کا ذکر

آیت نمبر ۱۵ میں نہروں کا ذکر ہے۔ جس جنت کا متقیوں کے لئے ذکر کیا گیا ہے، اس میں ایسی نہریں ہیں جن میں ذرا بھی تغیر نہ ہوگا۔ بہت سی نہریں دودھ کی ہیں۔ جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، بہت سی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی۔ بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا، اور اہل

جنت کے لئے بے شمار پھل اور رب کی رحمت ہوگی۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت

آخری آیات میں کفار کی تہدید کے ساتھ ساتھ دنیا کی زندگی کو کھیل تماشہ قرار دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام ﷢ کو فتح کی خوشخبری، نیز تمام مسلمانوں کو اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز فرمایا "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ" الخ...... یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت و مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اُس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کیجئے تم اگر بخل کرو اور اُس کے حکم سے رُوگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے گا جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے گی۔ بہر کیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی۔ ہاں تم اِس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ حدیث میں ہے صحابہ ؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اُس کو اُتار لائیں گے"۔ الحمد للہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس بے نظیر ایثار اور جوشِ ایمانی کا ثبوت دیا کہ اُن کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بے شک حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق یہ ہی قوم تھی جو بوقتِ ضرورت عرب کی جگہ پُر کر سکتی تھی۔ ہزار ہا علماء و ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشینگوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے۔ بلکہ اس بشارتِ عظمٰی کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ (تفسیر عثمانی)

سورۃ الفتح مدنیہ ①

یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد واپس کے دوران راستے میں نازل ہوئی اور اس میں واضح کر دیا گیا کہ حضور ﷺ نے عمرہ کرنے کا جو خواب دیکھا اور جس کی بناء پر مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے اور صلح تک کے جو واقعات پیش آئے یہ خواب یقیناً سچا ہے اور اس کی تعبیر کچھ عرصہ بعد فتح مکہ کی صورت میں سامنے آئے گی۔

فتحِ مبین اور غفرانِ عظیم کا وعدہ

سورۃ کی ابتدائی آیات میں فتح مبین کا وعدہ ہے جس سے مراد فتح مکہ ہے۔ صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کا تذکرہ بھی اس سورۃ میں موجود ہے۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی توصیف اور تعریف ہے۔ اس سورت کا ابتدائی حصہ سفر میں نازل ہوا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ منورہ کے لئے تشریف لا رہے تھے اور حضرات صحابہؓ کے دلوں میں اس بات کا رنج تھا کہ عمرہ نہ کر سکے۔ اس وقت سورۃ فتح نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے، جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ جب آپ ﷺ نے "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مبارک ہو، اس میں تو آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ ایسا ایسا ہوگا۔ سوال یہ

---

① یہ قرآن کریم کی ۴۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۱۱ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۴ رکوع ۲۹ آیات ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ : بشارت فتح اسلام مع شرائط فتح (۱) صلح حدیبیہ فتح مبین ہے، کیونکہ کفار مکہ صلح میں مقید ہو چکے جس کے شرائط وہ نباہ نہیں سکیں گے، بالآخر فتح معاہدہ کے باعث جنگ ہوگی جس میں فتح مکہ ہوگی۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم ﷺ کو ایک فتح کی بشارت دی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الفتح مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ کے ختم پر اللہ کے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی اس سورۃ میں اس خرچ کرنے کے چند مواقع کا ذکر ہے۔

ہے کہ ہمارا کیا بنے گا؟ اس کا بھی پتہ چلنا چاہئے! اس پر آیت کریمہ ''لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ''......الخ نازل ہوئی۔ (انوار البیان بحوالہ معالم التنزیل للبغویؒ)

صلح حدیبیہ کا واقعہ ۶ ھ میں پیش آیا۔ اس کی بعض شرائط ظاہری طور پر مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھیں، جن کی بناء پر بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشانی میں مبتلا تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جس کا ذکر آیت نمبر ۴ میں موجود ہے اور آیت نمبر ۵ میں انہیں جنت کی خوشخبری سے نوازا گیا بعد ازاں منافقین پر عذاب جہنم کی وعید ہے۔

حضور ﷺ کی تعظیم کا سبق

آیت نمبر ۸ سے حضور ﷺ کی خصوصیات ارشاد فرمائیں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور اُمت کو آپ ﷺ کی عزت و توقیر کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو، ان کی تعظیم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو، اے پیغمبر! جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

آیت نمبر ۱۱ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے والے منافقین اور بعض مخلص اہل ایمان دیہاتی لوگوں سے خطاب کے ذریعے انہیں اصلاح احوال کا حکم دیا گیا ہے۔

شرکاءِ بیعتِ رضوان کے لئے رضاءِ الٰہی کا اعلان

آیت نمبر ۱۸ سے بیعت رضوان کا ذکر ہے جس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی سفر کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تھا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سفر کی غرض و غایت سے آگاہ کریں کہ آپ ﷺ کے چودہ سو اصحاب رضی اللہ عنہم محض عمرہ کی غرض سے آرہے ہیں، جہاد و قتال کا پروگرام نہیں ہے لہٰذا کوئی رکاوٹیں نہ ڈالی جائیں۔ لیکن ہوا یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے اپنا قیدی بنا لیا اور ادھر حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو

شہید کردیا گیا ہے جس پر حضور ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی کہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لئے بغیر واپس نہ جائیں گے اس پورے رکوع میں اس واقعہ کے بارے میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

محمد ﷺ کی رسالت اور اصحابِ محمد رضی اللہ عنہم کی صفات

سورۃ کی آخری آیت میں اصحابِ رسول اللہ ﷺ کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے۔ انہیں کافروں پر نہایت سخت اور آپس میں مہربان، رکوع وسجود میں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار قرار دیا گیا ہے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے اثرات کو ان کے رجوع الی اللہ کی علامت بتایا گیا ہے۔ ان کی یہ علامت تورات میں بھی بیان ہو چکی ہے۔ جبکہ انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے۔ جس نے پہلے پہل سوئی نکالی، پھر اس نے مٹی، پانی ہوا وغیرہ سے غذا حاصل کر کے اپنی اس سوئی کو قوی کیا۔ پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی یہاں تک کہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اس عالم میں کسان کو بہت بھلی معلوم ہوئی، لیکن دشمن دیکھ کر جل گیا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ مضبوطی اس لئے عطا فرمائی تاکہ کافروں کو حسد میں جلا دے۔ آخری جملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

اصحابِ رسولؐ سے بغض کافروں کا کام ہے

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کھیتی کی مثال دیتے ہوئے کھیتی کے پک کر تیار ہوجانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے "لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ" کا جملہ ارشاد فرمانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد اصحابِ رسولؐ سے بغض وعداوت رکھنے والوں کے کفر کی وضاحت ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہاں یہ جملہ ارشاد فرمانے کی بجائے "لِيَغِيظَ بِهِمُ الْاَعْدَاءُ" بھی فرما سکتے تھے۔

چنانچہ اکثر مفسرین نے یہاں پر یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ مواہب لدنیہ میں

ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت سے روافض کی تکفیر پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ وہ صحابہؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ اوران سے بغض نص قرآنی سے کفر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول اور فتویٰ کی تائید بہت سے اکابر فقہاء اور آئمہ سے منقول ہے۔

(بحوالہ معارف القرآن کاندھلویؒ)

سورۃ الحجرات مدنیہ ①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی گواہی، اوران کیلئے دربارِ رسالت ﷺ میں حاضری کے خصوصی آداب کی تعلیم

اس سورۃ میں اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ کی تعلیمات کا بیان ہے۔ اس کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور بعدازاں تمام اہل ایمان کو یہ تعلیمات دی گئی ہیں۔

① اے ایمان والو اللہ اور رسول ﷺ کی اجازت سے پہلے کسی قول یا فعل میں

---

① یہ قرآن کریم کی ۴۹ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۰۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۱۸ آیات ۳۵۰ کلمات ۱۵۱۲ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کا دستور العمل (ا) رسول اللہ ﷺ کا جو ادب سکھایا گیا ہے، اس سے استنباطاً آداب امیر نکالے جائیں گے، واللہ اعلم!

پہلا ادب آپ کی مجلس میں ادب سے خاموش بیٹھو، بات کرنے میں پیش قدمی نہ کرو۔

دوسرا ادب آپ کے سامنے بات کرتے وقت بلند آواز نہ نکالو۔

تیسرا ادب اور بلاتے وقت اس طرح مت بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے بلاتے ہو۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جو حجرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے یعنی کوٹھری خلوت خانہ، پردہ کا مکان یہاں حجرات سے مراد ازواج مطہرات کے مکانات ہیں۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب حضور ﷺ حجرہ یعنی پردہ کے مکان میں تشرف فرما ہوں تو حجرہ کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارا نہ جائے کہ یہ گستاخانہ انداز ہے بلکہ صبر کے ساتھ باہر انتظار کیا جائے جب آپ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لے آویں تب ملاقات کی جائے، اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۂ حجرات مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد کا ذکر ہے اور اس میں اصلاح انفس بالارشاد کا بیان ہے اور اس سورۃ کے اجزاء کا مجموعہ حقوق سید المرسلین ﷺ اور حقوق اخوان فی الدین کا بیان ہے۔

سبقت نہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو۔

② اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو، آپ ﷺ سے ایسے کھل کر بھی نہ بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولتے ہو، کیونکہ اللہ کے ہاں یہ ناپسندیدہ بات ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ اپنی آوازیں حضور ﷺ کے سامنے دھیمی اور نرم رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کو حجروں سے باہر مت پکارا کریں، بلکہ ان کی تشریف آوری تک انتظار کیا کریں۔

④ کوئی فاسق (گنہگار) شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اسے سچا ماننے سے پہلے تحقیق کر لیا کرو، تاکہ بے سمجھی کی بناء پر کسی کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر تمہیں نادم نہ ہونا پڑے۔

⑤ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان میں تمہارا کہنا مانتے چلے جائیں تو تمہیں بعد میں پریشانی یا نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے لہٰذا یہ مت سوچو کہ ہر بات میں وہ آپ کا کہنا کیوں نہیں مانتے۔

اصلاحِ معاشرہ کی تعلیمات

⑥ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کا تصفیہ کرا دو، اگر اس کے باوجود بھی ایک گروہ باز نہ آئے اور دوسرے پر زیادتی کرے تو تم مظلوم کی حمایت میں اس سے لڑو، یہاں تک وہ راہ راست پر آجائے پھر ان میں عدل وانصاف سے صلح کرا دو۔

⑦ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس دو بھائیوں میں کوئی جھگڑا یا ناچاقی ہو جائے تو صلح کرا دیا کرو۔

8. مسلمانوں کا کوئی قبیلہ گروہ یا جماعت دوسرے مسلمانوں کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ عورتیں (جو کہ خاص طور پر اس مرض میں مبتلا ہوتی ہیں) بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑایا کریں۔ شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔
9. ایک دوسرے پر عیب الزام نہ لگاؤ۔
10. چڑانے کے لئے الٹے سیدھے نام سے نہ پکارو۔
11. ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچو۔
12. کسی کی کمزوریوں کا کھوج مت لگاؤ اور ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو۔
13. پیٹھ پیچھے کسی کو برا نہ کہو، ایسا کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔

غیبت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ایسی مثال بیان فرمائی ہے جس سے ہر سلیم الطبع انسان نفرت کرتا ہے:

......غیبت کرنے والا کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا گوشت کھاتا ہے۔
......جس انسان کا گوشت یہ کھا رہا ہے وہ کوئی غیر نہیں ہے بلکہ اس کا مسلمان بھائی ہے۔
......وہ گوشت کسی زندہ کا نہیں بلکہ مردہ کا ہے۔

اللہ کے ہاں عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے

باہمی تعلقات کی خرابی کا ایک بڑا سبب حسب نسب اور مال و دولت پر فخر و غرور بھی ہوتا ہے اس لیے سورۂ حجرات میں اس کی بھی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ قوم، قبیلہ، ذات پات اور رنگ و نسل جیسی غیر اختیاری چیزوں میں سے کوئی چیز بھی انسان کو اللہ کے ہاں مکرم اور محبوب نہیں بناتی ہے، اللہ کے ہاں عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی ہر قسم کے شرک اور حرام سے بچنا اور اللہ اور اس کے رسول

کی اطاعت کرنا۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانۂ جاہلیت کی عار اور آباء پر تفاخر کو ختم کر دیا ہے، لوگ بس دو ہی قسم کے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو نیک متقی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی نظر میں شقی اور ذلیل ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔''

صرف لفظی اور ظاہری ایمان کا اعتبار نہیں

آخری آیات میں بتایا گیا ہے کہ صرف لفظی اور ظاہری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں اس ایمان کا اعتبار ہے جو دلوں میں پیوست ہو جائے اور مومن کو اللہ کی راہ میں مال و جان کی قربانی پر آمادہ کر دے۔

سورۃ قٓ مکیہ [1]

اس سورۃ میں قیامت کے روز مردوں کے زندہ ہونے اور حساب و کتاب سے متعلق مضامین ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

مشرکین کا انسان کے نبی بن جانے پر اظہارِ تعجب

یہ سورۃ اسلام کے بنیادی عقائد پر مشتمل ہے، اسے عام طور پر نبی کریم صلی

---

[1] یہ قرآن کریم کی پچاسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۳۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۴۵ آیات ۳۷۶ کلمات اور ۱۵۱۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: اثبات مجازات (۱) قرآن مجید گواہ ہے کہ آپ مرسل من اللہ ہیں۔ (۲) کفار آپ کی رسالت کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے ابتداء حروف مقطعات میں سے لفظ ''ق'' سے ہے جس کی تفاسیر علماء نے مختلف فرمائی ہیں۔ اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۂ ق مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: گذشتہ سورۃ کے ختم پر ''وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ'' میں وقوع مجازات کی طرف اشارہ ہے اور اس سورۃ میں تمام تر یہی بعث اور اجزاء کا مضمون ہے اسی کا امکان اس کا وقوع اس کے واقعات اور جو مضامین ان کے مناسب ہیں مذکور ہے جس سے دونوں کے درمیان تناسب ظاہر ہے۔

اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین جیسے بڑے اجتماعات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس سورت کی آیت ۲، ۳ میں قرآنِ مجید کی قسم کھائی گئی ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے یعنی کلام میں مذکور نہیں اور وہ ہے "لیبعثن" (انہیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا) یہ سورت بتاتی ہے کہ مشرکین کو دوسری زندگی اور انہی میں سے ایک انسان کے نبی بننے پر بڑا تعجب ہوتا تھا۔

حالانکہ محسوسات کی اس دنیا میں ایسے عجائبات اور مخلوقات کی کوئی کمی نہیں جن میں غور و فکر کر کے انسان اللہ کی بے پناہ قدرت کا ادراک کر سکتا ہے۔ ان سے پہلے قوم نوح، قومِ ثمود، قومِ عاد، قومِ لوط، فرعون اور قومِ شعیب بھی انہی کی طرح تکذیب کا راستہ اختیار کر کے ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہیں۔ (۱۲۔۱۴)

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتوں کا تقرر

یہ سورت انسان کو اس کی مسئولیت کا احساس دلاتی ہے کہ انسان کے دل میں جو وساوس اور خیالات گزرتے ہیں ان تک کا اللہ کو علم ہے اور اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اعمال و اقوال کی نگرانی کرتے ہیں۔ جب موت آئے گی تو وہ انسان کے اعمال نامہ کو لپیٹ دیں گے اور پھر اسے میدانِ حشر میں اپنے اعمال کا حساب اور جواب دینا ہوگا۔ (۱۶۔۳۷)

مشرکین کی بیہودہ گوئی پر رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین

سورت کے اختتام پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی بے ہودہ گوئی پر صبر کی تلقین اور صبح و شام اللہ کی تسبیح اور عبادت کی تلقین کی گئی ہے۔ (۳۹۔۴۰)

آخری آیت میں فرمایا گیا "یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو، جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اسے قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔" (۴۵)

سورۃ الذّٰریٰت مکیہ (1)

قیامِ قیامت کی شہادتیں

اس سورت کے آغاز میں چار قسم کی ہواؤں کی قسم کھا کر اللہ فرماتے ہیں کہ ”جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے اور انصاف کا دن ضرور واقع ہو گا“ (۱۔۶) پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ ”تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو“ کل کے کافر ہوں یا آج کے کافر ہوں، یہ سب کسی ایک بات پر متفق نہیں، قیامت کے بارے میں، قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں ان کے اقوال بالکل مختلف ہیں۔

قیام اللیل اور سحری کی فضیلت

پھر یہ سورت متقین کا اچھا انجام اور ان کی اعلیٰ صفات بھی بتاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں، رات کو کم سوتے ہیں سحر کے وقت توبہ اور استغفار کرتے ہیں، ان کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کے بیّن دلائل

متقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کے تین دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ پہلی نشانی زمین ہے، ارشاد ہوتا ہے: ”اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں“ (۲۰) زمین گول ہونے کے باوجود

---

(1) یہ قرآن کریم کی ۵۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۶۰ آیات ۳۶۰ کلمات اور ۱۵۵۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: جزاءِ اعمال یقینی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پہلے فقرے میں والذاریات کا لفظ آیا ہے۔ ذاریات وہ ہوئیں کہلاتی ہیں جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں اس سورۃ کا نام ذاریات اسی ابتدائی فقرہ سے ماخوذ ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں معاد کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں یہی مضمون زیادہ ہے چنانچہ سورۃ کی ابتداء اسی مضمون سے فرمائی گئی ہے۔

ایسے بچھا دی گئی ہے جیسے کوئی بچھونا بچھایا جاتا ہے، اس میں آنے جانے والوں کے لیے راستے ہیں، اس میں میدان بھی ہیں، پہاڑ بھی، سمندر بھی، دریا بھی، گنگناتے چشمے بھی ہیں اور لوہے، تانبے، سونا، چاندی، کوئلہ اور پٹرول جیسی خاموش معدنیات بھی، اس میں رب تعالیٰ نے وہ سب کچھ رکھ دیا ہے جس کی انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ضرورت پیش آسکتی ہے، دوسری نشانی خود انسان ہے جو کہ حقیقت میں عجائب میں سے سب سے بڑا عجوبہ ہے، کروڑوں اور اربوں انسانوں میں سے ہر ایک کی صورت، رنگ، چلنے کا انداز، لہجہ، آواز، طبیعت اور عقلی سطح مختلف ہے، اسے سننے، دیکھنے، بولنے، سوچنے، محسوس کرنے، سانس لینے، ہضم کرنے، خون کی گردش، رگوں کے پھیلاؤ اور اعصاب کا ایسا باریک اور محکم نظام دیا گیا ہے جس کے مقابلے میں جدید سے جدید ترین آٹومیٹک آلات کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے، اسی لئے فرمایا گیا ہے: ''اور خود تمہارے نفوس میں بھی تو نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں'' (۲۱)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنی تخلیق کے بارے میں غور وفکر کرے گا وہ جان لے گا کہ اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے جوڑ اور اعضاء عبادت کے لیے نرم ہو جائیں گے۔''

تیسری نشانی یوں بیان کی گئی ہے: ''اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے'' (۲۲) انسان کی زندگی اور اسبابِ زندگی کی فراہمی کا بہت زیادہ انحصار آسمان پر ہے، بارش برستی ہے جس سے زمین پر بسنے اور اُگنے والی ہر چیز کو بشمول انسان زندگی حاصل ہوتی ہے، اگر سورج طلوع نہ ہو تو نہ کوئی کھیتی اُگے، نہ کوئی جانور دودھ دے۔ ثابت ہوا کہ انسانی زندگی بارش کے برسنے اور شمس وقمر کے ظہور پر موقوف ہے، موسموں کا ادل بدل بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے جو کہ غلہ جات کو اُگانے اور پکانے میں خاص تاثیر رکھتا ہے۔ (خلاصۃ القرآن از مولانا شیخوپوری)

آیت نمبر ۱۵ سے اہل جنت کا بیان ہے فرمایا کہ اس دن متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کا رب انہیں جو جو انعامات عطا فرمائے گا وہ خوشی سے

قبول کریں گے۔ دنیا کی زندگی میں وہ لوگ نیکوکار تھے، اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر وہ لوگ راتوں کو بہت کم سوتے تھے۔ شب کے آخری حصے میں اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرتے اور اپنے مال و دولت میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق سمجھتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا تذکرہ

آیت نمبر ۲۴ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں مہمانوں کے روپ میں فرزند ارجمند کی خوشخبری لے کر آنے والے فرشتوں کا ایمان افروز قصہ مذکور ہے اسی دوران آیت نمبر ۳۱ سے پارہ نمبر ۲۷ کا آغاز ہوا۔



پارہ (۲۷) قال فما
خلاصۂ رکوعات

ستائیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ" کی مناسبت سے "قال فما" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الذاریات کے رکوع نمبر۳ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الطّور، سورۃ النجم، سورۃ القمر، سورۃ الرحمٰن، سورۃ الواقعہ اور سورۃ الحدید اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ الذاریات کے رکوع نمبر۳ میں فرمایا (۱) جزاء اعمال یقینی ہے۔ اس کے علاوہ (۲) جن اور انسان کی پیدائش کی غرض کا بیان۔ دیکھئے (۱) آیت ۴۹ (۲) آیت ۵۶

سورۃ الطّور کے رکوع نمبر۱ میں ہے کہ معاندین حق پر عذاب آنے والا ہے۔ دیکھئے آیت ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶

رکوع نمبر۲ میں فرمایا، آپ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں، کیا آپ کا ارشاد نہ ماننے میں انہیں مندرجہ ذیل امور مانع ہیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۹۔ (۲) آیت ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۵ تا ۴۳

سورۃ النجم کے رکوع نمبر۱ میں فرمایا، ارشاداتِ نبویہؐ وحی الٰہی ہیں اور تمہارے معتقدات ظنیات محضیہ۔ دیکھئے آیت ۲، ۴، ۵، ۱۰، ۱۱، ۲۳

رکوع نمبر۲ میں پھر فرمایا، ان کے معتقدات ظنی ہیں، آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ دیکھئے آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹۔

رکوع نمبر۳ میں فرمایا (۱) کیا انہیں علم نہیں ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کی جزا پائے گا؟ (۲) اور جزا اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا، چنانچہ اس نے عاد، ثمود، قوم نوح وغیرہ کو (۳) شامت اعمال کے باعث تباہ کیا۔ دیکھئے (۱) آیت ۴۱۔ (۲) آیت ۴۲۔ (۳) آیت ۵۰ تا ۵۴۔

سورۃ القمر کے رکوع نمبر ا میں (۱) رفع استبعاد قیامت (۲) وتذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے (۱) آیت ا۔ (۲) آیت ۹ تا ۱۶، ۱۸۔

رکوع نمبر۲ میں پھر تذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۲۳ تا ۳۱، ۳۳ تا ۳۷۔

رکوع نمبر۳ میں بھی تذکیر بایام اللہ۔ دیکھئے آیت ۴۱۔

سورۃ الرحمٰن کے رکوع نمبر ا میں تذکیر بآلاء اللہ۔ دیکھئے آیت ۲، ۳، ۴، ۷، ۱۱

رکوع نمبر۲ میں فرمایا (۱) ہر چیز پر فنا طاری ہونے والی ہے، جس منعم نے تم پر یہ (۲) احسان کئے ہیں، وہ حساب لے گا، نعمتوں کو بیجا (۳) صرف کرنے والوں سے یہ سلوک ہوگا۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۶۔ (۲) آیت ۳۱۔ (۳) آیت ۴۱۔

رکوع نمبر۳ میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو برمحل صرف کرنے والوں سے سلوک الٰہی کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۴۶، ۴۸

سورۃ الواقعہ کے رکوع نمبر ا میں (۱) اجمال اقسام ثلاثہ۔ (۲) دو ناجی قسموں کی نعمتوں کا ذکر۔ دیکھئے (۱) آیت ۷ تا ۱۱۔ (۲) آیت ۱۲ تا ۳۷۔

رکوع نمبر۲ میں (۱) اصحاب الشمال کے سلوک کا ذکر۔ (۲) اور رفع استبعاد بعثت ثانیہ۔ دیکھئے (۱) آیت ۴۱، ۴۲۔ (۲) آیت ۶۲۔

رکوع نمبر۳ میں اقسام ثلاثہ کے سلوک کا اعادہ بطور نتیجہ۔ دیکھئے آیت ۸۸ تا ۹۴

سورۃ الحدید کے رکوع نمبر ا میں (۱) اگر عزت اور غلبہ پانا چاہتے ہو تو فنا فی ارادۃ اللہ ہونا (۲) اور انفاق فی سبیل اللہ کرنا سیکھو۔ دیکھئے (۱) آیت ۱ تا ۳ (۲) آیت ۱۰

رکوع نمبر۲ میں فرمایا (۱) انفاق سے دنیا میں ترقی ایمان اور آخرت میں نور

حاصل ہوگا۔ (۲) اور ترک اتفاق سے دنیا میں نفاق اور آخرت میں نور سلب ہوگا۔
دیکھئے (۱) آیت ۱۲۔ (۲) آیت ۱۳۔

رکوع نمبر ۳ میں ترک انفاق فی سبیل اللہ سے تفاخر وتکاثر فی الاموال والا ولاد وغیرہ امراض پیدا ہوں گے۔ دیکھئے آیت ۲۰

رکوع نمبر ۴ میں فرمایا، خلق اللہ پر رأفت ورحمت پیش نظر رہے، اور منزل من اللہ قانون میں اختلاط بدعت نہ ہونے پائے۔ دیکھئے آیت ۲۷

درس (۲۷)

قومِ لوط پر اللہ کے عذاب کا تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے ان کی تشریف آوری کا مقصد پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کو سزا دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر کنکریاں برسا کر ان کا ستیاناس کر دیں۔ چنانچہ اگلی آیات میں قومِ لوط پر عذاب کا ذکر ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی مخالف اقوام کے عبرتناک انجام کی طرف اشارات فرمائے گئے۔ یہاں قومِ لوط علیہ السلام کے علاوہ قومِ فرعون، قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ نوح کا انجام بتلانے کے بعد ارض وسماء کی تخلیق کی طرف متوجہ کیا گیا اور اس علمی تحقیق کا اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔

جن وانس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے

سورت کے اختتام پر جن وانس کی تخلیق کا مقصد بتایا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ ساری مخلوق کے رزق کا اللہ کفیل ہے اور کفار ومشرکین کو قیامت کے دن کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ الطور مکیہ [۱]

اللہ کا عذاب برحق ہے

اس سورۃ کی ابتدا میں پانچ قسمیں کھا کر فرمایا: ''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، اسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا''۔ (۱ تا ۸) ان آیات کی تفسیر کے ضمن میں بعض مفسرین نے دلوں پر قرآن کی شدتِ تاثیر کے حوالے سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ زمانۂ کفر میں بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں بات چیت کرنے کے لیے مدینہ منورہ آئے، وہ جب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے، جب آپ ﷺ نے آیت ۷ پڑھی جس کا ترجمہ ہے: ''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا'' تو حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے یوں لگا کہ میرا دل پھٹ جائے گا، چنانچہ میں نے نزولِ عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا، پھر جب آپ ﷺ نے آیت ۳۵ اور ۳۶ تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ سوال فرماتے ہیں ''کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے یا انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کر لیا یا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے'' تو فرماتے ہیں کہ یہ آیات سن کر مجھے خیال ہوا کہ میرا دل اور ہوش و حواس اُڑ جائیں گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شب مدینہ منورہ کے گلی

---

[۱] یہ قرآن کریم کی ۵۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۷۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۹ آیات ۳۱۹ کلمات ۱۳۳۴ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... بداعمالی کی سزا یقینی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ طور سے ہوئی اس کو اس سورۃ کا علامتی نام قرار دیا گیا طور سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ہم کلامی کی اور آپ کو توریت ملی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ طور کا سورۂ والذاریات سے ربط یہ ہے کہ پہلی سورۃ یوم موعود کی وعید پر ختم ہوئی اور یہ سورۃ یوم موعود سے شروع ہوئی ہے۔ پھر حسب عادت قرآنیہ مؤمنین کے لئے وعدہ مذکور ہے اس سے دونوں سورتوں کے درمیان تناسب ظاہر ہے۔

کوچوں میں طواف کرتے ہوئے ان کا گزر ایک مسلمان کے گھر کے پاس سے ہوا جو کہ نماز میں سورۂ طور کی ابتدائی آیات تلاوت کر رہا تھا، جب وہ تلاوت کرتے ہوئے اس آیت تک پہنچا "اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ" تو آپ ﷺ گدھے سے اُتر پڑے اور کافی دیر تک ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہے، پھر ایک مہینہ تک آپ گھر ہی میں رہے۔ لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے تھے مگر انہیں آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ تھا۔ تاثیر قرآن کے بے شمار واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں مگر تمام واقعات کا جمع کرنا مقصود نہیں ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ ہم ان واقعات سے سبق حاصل کریں اور ہم بھی قرآن کی تلاوت اور سماع غور و تدبر سے کریں تا کہ ہمارے دل بھی متاثر ہوں۔

متقین کا دائمی مسکن

اس کے بعد یہ سورت متقین کے دائمی مسکن یعنی جنت کا تذکرہ کرتی ہے کہ وہاں انہیں حور و غلمان، لذیذ پھل، گوشت اور لبالب جام جیسی نعمتیں مہیا ہوں گی، پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کہیں گے: "ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں کے درمیان ڈرا کرتے تھے، پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں تیز گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا، ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ محسن اور مہربان ہے۔" (۲۶۔۲۸) اگلی آیات میں یہ سورت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں مشرکین کے موقف کی وضاحت کرتی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور آپ کو کاہن اور مجنون قرار دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ دعوت و تذکیر کا سلسلہ جاری رکھیں، یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ظالموں کے لئے دو عذاب

سورت کے اختتام پر مشرکین کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہے، الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے ہیں اور ان احمقوں کی مذمت کی گئی ہے جو

ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و دعوت میں صبر کرنے اور اللہ کی تسبیح و تحمید کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ آپ کی حفاظت کرے گا اور ظالموں کو دو عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ایک دنیا کا عذاب اور دوسرا آخرت کا عذاب۔

سورۃ النجم مکیہ ❶

حضور ﷺ کا معجزۂ معراج

اس سورت کی ابتداء میں گرتے ہوئے ستارے کی قسم کھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر جو کچھ بھی آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے معجزۂ معراج کا ذکر ہے جس میں آپ نے اللہ کی قدرت و بادشاہت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا، جنت، دوزخ، بیت معمور اور سدرۃ المنتہٰی جیسی آیات اور نشانیوں کی

---

❶ یہ قرآن کریم کی ۵۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۲۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۶۲ آیات، ۵۲۵ کلمات اور ۱۴۵۰ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی الٰہی ہیں، اور تمہارے معتقدات ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ النجم سے ہوئی اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام النجم مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی توحید و رسالت و بعث و مجازات کا بیان ہے جس سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

خصوصیت: اس سورۃ کی خصوصیت میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہی سب سے پہلی سورۃ ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے سجدۂ تلاوت کیا اور اس سجدہ میں ایک عجیب سورۃ یہ پیش آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سورۃ مجمع عام میں تلاوت فرمائی جس میں اہل ایمان و کفار سب شریک تھے جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اہل اسلام تو آپ ﷺ کی اتباع میں سجدہ کرتے ہی باقی سب لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا تعجب خیز یہ پیش آئی کہ جتنے کفار و مشرکین تھے وہ بھی سب سجدہ میں گر گئے صرف ایک متکبر شخص نے سجدہ نہیں کیا عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو کفر کی حالت میں مرا ہوا دیکھا۔

زیارت کی۔

بندگان لات ومنات کی مذمت

یہ سورۃ مشرکین کی مذمت کرتی ہے جو لات وعزیٰ اور منات جیسے بتوں کی عبادت کرتے تھے، اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

آیت نمبر ۱۹ سے مشرکین کو ان کے جعلی خداؤں لات، عزیٰ اور منات کے وجود میں غور کر کے دیکھنے کی دعوت دی گئی ہے کیونکہ انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا تھا لہٰذا ان کے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے ایک بار خاص تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو واضح کیا کہ اللہ کو ان رشتوں اور سہاروں کی کوئی ضرورت نہیں۔

رسولِ پاک ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کی انگلوں پر دھیان نہ دیں کیونکہ یہ لوگ آپ کو ان باتوں میں الجھا کر ہماری یاد سے غافل کرنا چاہتے ہیں۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

آیت نمبر ۳۳ سے ایک بے وقوف اور بدنصیب کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کفر اختیار کر لیا تھا، ایک دوست نے اسے کہا کہ تیرا عذاب میں اپنے سر لیتا ہوں تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے دوست کی اس بات پر یقین کر لیا! کیا وہ غیب جانتا ہے کہ واقعی اتنی سی بات پر اس کا عذاب دوسرے کے سر پڑ جائے گا اور اس سے ٹل جائے گا؟ جبکہ ہم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحائف اور کتب وغیرہ میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ قیامت کے روز کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نیز یہ کہ ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہوگا اس کی کمائی اسے دکھائی جائے گی اور پورا پورا حساب کیا جائے گا۔

یہاں ”وَاَنَّ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی“ میں سعی ایمانی مراد ہے نا کہ سعی عملی (یہاں سے ایصالِ ثواب کی نفی مراد نہیں لی جا سکتی، کیونکہ ایصالِ ثواب کا مسئلہ اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے۔) ایک شخص کی دعا اور صدقے کا ثواب دوسرے شخص

کو پہنچنا نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت

آیت نمبر ۴۳ سے اللہ کی قدرت و وحدانیت کے بعض دلائل ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ ہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے، وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے، اسی کے ذمے دوبارہ پیدا کرنا ہے، وہی مالدار بناتا اور سرمایہ دیتا ہے، اسی نے نافرمان قوموں کو ہلاک کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا مذاق نہ اڑاؤ بلکہ اللہ کے سامنے سجدہ کرو

سورت کے اختتام پر قرآن کے بارے میں مشرکین کا جو رویہ تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ''پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو، ہنس رہے ہو، روتے نہیں ہو؟ بلکہ تم کھیل رہے ہو۔ اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور اسی کی عبادت کرو۔''

سورۃ القمر مکیہ [1]

قربِ قیامت اور معجزۂ شق القمر

سورۃ القمر کی ابتداء میں قرب قیامت کے علاوہ حضور کے معجزہ شق القمر کا بیان ہے رسول ایک مرتبہ ''منیٰ'' میں تشریف فرما تھے، رات کا وقت تھا، چاند پوری

[1] یہ قرآن کریم کی ۵۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۳۷ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۳ رکوع ۵۵ آیات ۳۴۸ کلمات اور ۱۴۸۲ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......رفع استبعادِ قیامت (قیامت نظام عالم کی برہمی کا نام ہے، نظام عالم میں سے ایک بڑے رکن کی شکست اس امر پر دال ہے کہ بقیہ ارکان میں بھی یونہی اختلال وقع ہوسکتا ہے)۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ''وانشق القمر'' کا جملہ آیا ہے یعنی چاند پھٹ گیا جس میں اشارہ ہے آنحضرت ﷺ کے معجزہ شق القمر کی طرف کی لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قمر مقرر ہوا۔

فائدہ: اس سورۃ میں معجزہ شق القمر کا ذکر آیا ہے جس سے اس کا زمانہ نزول متعین ہوجاتا ہے اکثر محدثین ومفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال پہلے مکہ معظمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے نبوت کی نشانی طلب کی اللہ کے حکم سے حضور نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ فرمایا چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ سب لوگوں نے کھلی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا، پھر یہ دونوں ٹکڑے آپس میں اسی جگہ آ کر مل گئے جہاں پہلے تھے۔ بدنصیب مشرکین کہنے لگے کہ محمد نے ہم پر تو جادو کر دیا ہے لیکن ساری دنیا پر جادو نہیں کر سکتے لہٰذا اطراف و جوانب کی طرف سے آنے والے لوگوں سے اس بارے میں پوچھو کہ انہوں نے بھی کچھ دیکھا یا نہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام اطراف سے آنے والے مسافروں سے اس بارے میں پوچھا گیا تو سب نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اعتراف کیا ان آیات میں یہ منظر دیکھ کر بھی ہدایت قبول نہ کرنے والوں کو اللہ کی ناراضگی سے ڈرایا گیا ہے۔

ذکر نوح علیہ السلام سے نبی ﷺ کو تسلی کا بیان

حق تعالیٰ نے ان مکذبین و منکرین کا ذکر کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے پیغمبر! یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی تکذیب کی اور کہنے لگے نوح علیہ السلام تو مجنون ہے اور ان کی توہین و تحقیر کرتے رہے۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا یہ کہتے ہوئے کہ "اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" اے پروردگار! میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما، تو اللہ نے آسمانوں سے بارش کے دروازے کھول دیئے، زمین کو پھاڑ دیا کہ چشمے اُبلنے لگے، آسمانوں کا پانی اور زمین سے اُبلنے والا پانی مل گیا، اس طرح اس طوفان نے تمام قوم کو اور آبادی کو تباہ کر دیا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ" دیکھنے والو! میرا عذاب کیسا تھا؟ میری دھمکیاں اور ڈرانے والی باتیں کیسی عظیم تھیں؟

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ)

سابقہ سورة سے ربط: سورۂ قمر کا سورۂ نجم کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ سابقہ کے ختم پر "اَزِفَةُ الْاٰزِفَةُ" میں ڈرانے کے واسطے قیامت کے قریب ہونے کا مضمون تھا اور اسی مضمون سے اس غرض انذار کے لئے اس سورۃ کا اختتام ہوا ہے اس کے بعد سورۃ میں واقعہ شق القمر کو ذکر فرمایا چونکہ قرب قیامت کے ظاہر ہونا ثبت و مؤکد ہے اور اس کے ساتھ مکذبین کے عدم انذار پر آپ کی تسلی اور ان کی تہدید احوال قیامت سے مذکور ہے۔

قومِ ثمود وقومِ لوط پر عذاب کا ذکر

یہ ذکر کرتے ہوئے پھر حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی ناقہ (اونٹنی) کا تذکرہ کیا، قومِ لوط اور آلِ فرعون کی تکذیب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سب کے ہلاکت کے انجام بیان فرماتے ہوئے حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ متقین اللہ کی رحمتوں اور عنایتوں میں جگہ دیئے جائیں گے۔ "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ "......

سورۃ الرحمٰن مدنیہ ❶

اس سورۃ میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی دنیاوی اور اخروی نعمتوں کا بیان ہے۔ اور تقریباً ہر نعمت کے بیان کے آخر میں "فبای الاء ربکما تکذبن " کا جملہ لایا گیا ہے اس طرح اس جملے کی تعداد ۳۱ بنتی ہے اور اس جملے کی وجہ سے اس سورۃ میں جو شیرینی اور حلاوت پیدا ہوئی ہے وہ اپنی جگہ پر ایک عظیم اور قابل شکر نعمت ہے۔

رحمان کی پہچان، تعلیم القرآن، تخلیقِ انسان اور دیگر عظیم الشان نعمتوں کا بیان

کفار ومشرکین اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے "رحمان" سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے اس سورۃ کو اسی لفظ سے شروع کیا گیا تا کہ ہر خاص وعام کو اللہ تعالیٰ

---

❶ یہ قرآن کریم کی ۵۵ ویں سورۃ ہے اور نزول کے اعتبار سے ۹۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۷۸ آیات ۳۵۱ کلمات اور ۱۶۸۳ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... کفار نے کہا تھا "ما الرحمٰن" اس اعتراض کا جواب، واللہ اعلم!

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پہلے ہی لفظ الرحمٰن کو جو اللہ جل شانہ کا ایک ہی نام ہے سورۃ کا نام قرار دیا گیا اور اس نام کو سورۃ کے مضامین سے بھی گہری مناسبت ہے کیونکہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی دنیوی واُخروی نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ کی صفت رحمت کے مظاہر اور ثمرات ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں زیادہ مضمون نقم (عذاب) کا تھا اور کچھ اول وآخر میں مضمون نعم (نعمتوں) کا بھی تھا اور اس سورۃ میں زیادہ مضمون نعم کا ہے کچھ دنیویہ اور کچھ اخرویت اور کچھ درمیان میں مضمون نقم کا بھی ہے گرچہ بحیثیت اسباب ہدایت ہونے کے وہ بھی نعم اخرویہ میں داخل ہیں اسی بناء پر مثل نعم کے ان نقم کے بعد بھی "فبای آلاء ربکما تکذبان" کو تقریر مضمون کے لئے متفرع فرمایا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے اس اسم گرامی کا علم ہو جائے اس کے بعد سب سے پہلے اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا جو دیگر نعمتوں سے بڑی ہے اور وہ ہے تعلیم قرآن کریم! پھر اللہ نے انسان کی تخلیق اور اس کو گویائی سکھانے کا ذکر فرمایا۔ گویائی کتنی بڑی نعمت ہے کسی گونگے سے پوچھ لیجئے جو اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت نہیں رکھتا غوں غاں کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور مختلف اعضاء کی حرکات کے ذریعے کچھ سمجھنے سمجھانے پر مجبور ہے۔ اس کے بعد سورج، چاند، ستارے، درخت، آسمان، ترازو، زمین، میوہ جات، کھجوریں اناج اور اناج میں سے جانوروں کے کھانے کے لئے نکالے جانے والے بھوسے اور خوشبودار پھولوں کا ذکر فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب وغریب نعمتیں ہیں جو انسان کو بار بار رحمان کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ لیکن انسان ہے کہ رحمان کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر بگٹٹ دوڑتا جا رہا ہے۔ رحمان نے انسان کو کھنکھناتی مٹی یا ٹھیکری سے پیدا کیا اور شیطان کو آگ سے...... رحمان ہی گرمی اور سردی میں سورج کے طلوع اور غروب کے مقامات کا کنٹرولر ہے۔ اسی نے ہی پہلو سے پہلو ملا کر چلنے والے دریاؤں کو پیدا کیا اور پھر ان کے درمیان میں پردہ لگا دیا کہ ایک دوسرے سے متجاوز نہیں ہوتا۔ پھر ان دونوں سے موتی اور مونگے نکالے۔ اور انہی میں پہاڑوں جیسے بلند و بالا اور وزنی جہاز چلا دیئے۔ تو اے انسانو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

ہر چیز کیلئے فنا، مگر خالق کیلئے بقاءِ دوام

یاد رکھو جو چیز پیدا ہوئی اس نے ضرور ایک دن مرنا ہے بقاء دوام صرف تمہارے رب کو حاصل ہے جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سورۃ رحمٰن کے خواص: جو شخص اس سورت کو لکھ کر گلے میں ڈال لیوے وہ آنکھ دکھنے سے محفوظ رہتا ہے اور اگر اس کو لکھ کر اور پاک پانی سے دھو کر پلھ والے کو پلا دیا جائے بیماری جاتی رہتی ہے اور اگر اس کو لکھ کر گھر کی دیوار پر لگا دیا جائے اُس گھر سے سانپ بچھو بھاگ جاتے ہیں یعنی جملہ حشرات الارض اس گھر کو چھوڑ جاتے ہیں۔

جس شخص کا سانس پھول جاتا ہو قرأت، وعظ کرتے یا مناظرہ کرتے وقت تو اس سورۃ کی پہلی دو آیتیں ایک ہزار مرتبہ روزانہ نماز عشاء کے بعد اکتالیس دن تک پڑھے انشاء اللہ یہ مرض جاتا رہے گا۔

فرمایا اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تم ہمارا حکم ماننے سے انکاری ہو، اور ہم سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو بھاگ نکلو! کہاں بھاگو گے؟ ہر طرف ہماری سلطنت ہے۔ آسمانوں کے کناروں سے یا زمین کے کناروں سے کہیں بھی بھاگ جانا چاہتے ہو اور بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔ لیکن یاد رکھو ہماری سند کے بغیر تم آسمان و زمین کے کناروں سے نہیں نکل سکتے۔

قیامت کے نشان اور مجرموں کی پہچان

آیت نمبر ۳۷ سے ۴۵ تک مجرمین اور ان کے انجام کا بیان ہے۔ قیامت کے روز یہ بدنصیب لوگ اپنی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹے جائیں گے۔ فرمایا یہ ہے وہ جہنم جسے اے مجرم لوگو تم جھٹلاتے تھے۔ آج ان لوگوں کو کھولتے ہوئے پانی میں چکر کھلائے جائیں گے۔

جنت اور اہلِ جنت کا ذکرِ جمیل

تیسرے رکوع میں جنت اور اہل جنت کا تذکرہ نہایت ہی دلنشین پیرائے میں فرمایا ہے۔ جو شخص اپنے رب کی بغاوت سے ڈرا اور اسی کا ہو کر رہا اس کے لئے جنت میں دو باغ ہیں۔ جن میں بہت سی شاخیں ہیں ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں مختلف اقسام کے میوہ جات ہیں اہل جنت ان باغات میں اپنے اپنے تخت پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے جن کے غلاف عمدہ ریشم کے ہوں گے اور باغات کے میوے ان پر جھک رہے ہوں گے۔ وہاں عورتیں ہیں نیچی نگاہوں والی شرم وحیا اور حسن و جمال کی پیکر ایسی کہ جن وانس میں سے کسی نے ان سے کبھی قربت نہیں کی۔ گویا یاقوت اور مرجان! المختصر یہ کہ آخر تک اہل جنت کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔

سورة الواقعة مكية ①

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ''واقعہ'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس سورت میں قیامت، اہل جنت اور اہل جہنم کا تفصیلی ذکر ہے۔

وقوعِ قیامت اور میدانِ حشر کی تین جماعتوں کا ذکر

میدان حشر میں حاضرین کی تین قسمیں ہوں گی۔

① ایک جماعت عرش الٰہی کے دائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو آدم کی دائیں جانب سے پیدا ہوئے انہیں انہیں ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ سب لوگ جنت میں جائیں گے۔

② ۔ دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی جو آدم کی بائیں جانب سے

---

① یہ قرآن کریم کی ۵۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۴۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۹۶ آیات ۳۸۴ کلمات اور ۱۷۶۸ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

موضوع سورۃ: ......قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی۔ دو ناجی، ایک ہالک۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام پہلی ہی آیت "اذا وقعت الواقعة" سے ماخوذ ہے واقعہ بمعنی واقع ہونے والی اس سے مراد یہاں قیامت ہے۔ یہ پوری سورۃ قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے لرزہ خیز حالات و کیفیات پر مشتمل ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام واقعہ مقرر ہوا۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مجھے سورۂ ہود نے اور سورۂ واقعہ اور والمرسلات وعم یتساءلون نے اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا چونکہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال مذکور ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: یہ سورۃ باعتبار مضامین کے سورۂ سابقہ میں ساتھ تقریباً متماثل ہے اور باعتبار ترتیب کے تقریباً متقابل ہے چنانچہ پہلی سورۃ میں قرآن کا ذکر اول میں ہے اور اس سورۃ کے آخر میں وہاں نعم دنیویہ کا ذکر جو دلائل قدرت بھی ہیں۔ بعد قرآن کے آیا ہے اور یہاں ایسے امور کا ذکر قبل قرآن کے آیا ہے وہاں دنیوی نعمتوں کے ذکر کے بعد قیامت و نار و جنت کا ذکر آیا ہے یہاں اس کا ذکر نعم دنیویہ سے پہلے آیا ہے اور بالکل ختم کے قریب معاد کی تفصیل کو اجمالاً لایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اجمال و تفصیل میں تغایر نہیں یہی دونوں سورتوں میں تناسب ہے۔

سورۃ الواقعہ کے خواص: حضرت ابن مسعود ﷛ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ واقعہ کو ہمیشہ رات کے وقت پڑھ لیا کرے اس کو فاقہ کبھی نہ آئے گا، اور جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر صبح کے وقت پڑھے، فقر اور تنگی رزق اس کے نزدیک کبھی نہ آئے گی۔

پیدا ہوئی انہیں اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا یہ سب لوگ جہنم میں جائیں گے۔

③ تیسری جماعت سابقین کی ہوگی جو اللہ کے عرش کے سامنے ہوں گے یہ جماعت انبیاء کرام کے علاوہ صدیقین، شہداء، اور صالحین (اولیاء اللہ) پر مشتمل ہوگی۔ یہ لوگ نامۂ اعمال اور حساب کتاب کے بغیر ہی جنت میں چلے جائیں گے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ" یہ امت کے پہلے طبقے میں سے بہت زیادہ اور آخری طبقے میں کم ہوں گے۔ اس سے صحابہ کرام ﷺ کی فضیلت اور ان پر اللہ کی رضا کا واضح اظہار اور اعلان ہو رہا ہے۔

خدا کی قدرت کے منکرین اور دہریوں کو کھلا چیلنج

آیت نمبر ۱۰ سے ۳۸ تک اہل جنت اور ان پر ہونے والے انعامات کا اور آیت نمبر ۳۹ سے ۵۶ تک اہل جہنم اور ان پر برپا ہونے والے عذاب وعتاب کا ذکر ہے۔

آیت نمبر ۵۷ سے منکرین قیامت کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا لیکن تم ہماری بات کو سچا نہیں مانتے۔ انہیں دعوت فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو جو قطرہ تم رحم مادر میں ٹپکاتے ہو اس قطرے کو یا اس سے پیدا ہونے والے خوبصورت گول مٹول بچے کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

زمین میں جو بیج تم بوتے ہو اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے روندے ہوئے گھاس کی طرح نیم جان یا بے جان کر ڈالیں تو تم باتیں ہی بناتے رہو گے۔

جو پانی تم پیتے ہو اسے بادلوں سے تم اتارتے ہو یا ہم اتارتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس سے مٹھاس چھین کر اُسے کھاری کر دیں تو تم شکر کیوں نہیں کرتے؟

جو آگ تم سلگاتے ہو اسے تم ہی پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم

نے ہی یہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں تا کہ تم استعمال کرو اور شکر بجالاؤ۔

قرآن مجید کو بے وضو شخص مت چھوئے

آیت نمبر ۷۷ سے عظمت قرآن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی نازل کردہ ہے اور اس کی عظمت و تقدیس کا تقاضا ہے کہ اسے ناپاک (بے وضو) لوگ چھو بھی نہیں سکتے!

ستاروں کے جائے وقوع کی قسم کھانے میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کو عظیم قرار دیا تھا، آج سائنس، کروڑوں ستاروں پر مشتمل دنیا کے بارے میں جن تحقیقات اور عجائبات کا اظہار کر رہی ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی یہ بڑی قسم ہے۔

سائنسدان بتاتے ہیں کہ کائنات پانچ سو ملین کہکشاؤں پر مشتمل ہے اور ہر کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یا اس سے کم و بیش ستارے پائے جاتے ہیں اور یہ ساری کہکشائیں مسلسل گردش کر رہی ہیں، چاند مسلسل گھوم رہا ہے، زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔

سورج چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے، پھر ستاروں میں سے کسی کی گردش کی رفتار آٹھ میل فی سیکنڈ ہے۔ کسی کی ۳۳ میل فی سیکنڈ کسی کی ۸۴ میل فی سیکنڈ، اگر یہ سیارے آپس میں ٹکرا جائیں تو تمام نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے، اگر ان سیاروں کی رفتار میں فرق آ جائے تو ہمارے دن اور رات اور موسم تک بدل جائیں، ان جیسی تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی قسم کھائی ہے۔

ستاروں اور قرآن کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جیسے ستاروں کے ذریعے بر و بحر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یونہی قرآنی آیات سے جہالت اور ضلالت کی ظلمات میں سامانِ ہدایت حاصل کیا جاتا ہے، جیسے ستاروں کی دنیا کے

سارے عجائب ابھی تک انسان پر آشکارا نہیں ہوئے، یونہی قرآنِ کریم کی آیات و سور میں پوشیدہ سارے علوم ومعارف سے بھی انسان آگاہ نہیں ہوسکا۔

سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے تینوں گروہوں کے لیے جس جزا اور سزا کی میں نے خبر دی ہے ''یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح بیان کر۔''

(آخری دو آیات کی تشریح خلاصۃ القرآن ازمولانا شیخو پوری سے ماخوذ ہے)

......☆......

سورۃ الحدید مدنیہ ❶

اس سورت میں بنیادی طور پر تین مضامین مذکور ہیں:

تمام مخلوقات اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں

پہلا یہ کہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے، وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، کائنات کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح بیان کرتی ہے۔ انسان اور حیوان، شجر اور حجر، جن اور فرشتے، جمادات اور نباتات سب کے سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتے ہیں۔ جب کچھ نہیں تھا، وہ تھا۔ جب کچھ بھی نہیں رہے گا، وہ تب بھی ہوگا۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ وہ ظاہر اتنا ہے کہ ہر چیز میں اس کی شان ہویدا ہے اور باطن اور مخفی ایسا ہے کہ کوئی عقل اس

---

❶ یہ قرآن کریم کی ۵۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۲۹ آیت ۵۸۶ کلمات اور ۲۵۹۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......طریق حصول سلطنت۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں ''وانزلنا الحدید'' کے الفاظ آئے ہیں کہ ہم نے لوہے کو پیدا کیا حدید کے معنی ''لوہے'' کے ہیں۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام حدید قرار پایا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کا خاتمہ اور اس سورۃ کا شروع دونوں تسبیح پر مشتمل ہیں وہاں امر تھا یہاں پر خبر ہے اور اس خبر سے مقصود دوسرے افعال وصفات کی خبر کے ساتھ اثبات توحید ہے۔

کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی اور حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ (۱۔۶)

جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

دوسرا مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور دین کی سربلندی کے لیے مال اور جان قربان کر دینے کا حکم دیا گیا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا "تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حقیقت میں تو آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک اللہ ہی ہے"۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنت کا وعدہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت

آیت نمبر ۱۰ میں اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں چند خاص باتیں ارشاد فرمائیں۔

① اہلِ ایمان میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام پر اپنا مال خرچ کیا، اور جہاد و قتال میں شریک ہوئے وہ اس قدر عزت و عظمت کے مالک ہیں کہ بعد والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔

② "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" یعنی تمام اصحابِ رسولؐ سے اللہ کی طرف سے اچھائی اور بھلائی کا وعدہ ہے۔

گویا قرآن کریم نے اس کی ضمانت دے دی کہ حضراتِ صحابہ سابقین و آخرین میں سے کسی سے بھی اگر عمر بھر میں کوئی گناہ سرزد ہو بھی گیا، تو وہ اس گناہ پر قائم نہ رہے گا، توبہ کر لے گا یا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و نصرت اور دین کی خدماتِ عظیمہ اور ان کی بے شمار حسنات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا، اور ان کی موت اس سے پہلے نہ ہوگی کہ ان کا گناہ معاف ہو کر وہ صاف و بیباق ہو جائیں۔

(معارف القرآن، مفتی اعظمؒ)

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی

ہے کہ ایک روز میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے ایک لباس پہنا ہوا تھا جو سینہ پر کئی جگہ سے پھٹا ہوا اور پیوند لگا ہوا تھا، کیونکہ انہوں نے اپنا تمام مال واسباب (قبل الفتح وہجرت) اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا، تو جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے قبل مجھ پر خرچ کر ڈالا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام کہنے لگے کہ اللہ رب العزت کا ان کو پیغام سلام ہے اور یہ کہ ان سے پوچھیں کہ کیا تم مجھ سے راضی ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ پیغام سنایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے رب سے ناراض ہوؤں؟ میں تو اپنے رب سے راضی ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴، معارف کاندھلویؒ)

تمہاری موت کے بعد اللہ ہی وارث ہوگا

تمہاری موت کے بعد تمہارے مال ومتاع اور سیم وزر کا وہ اکیلا ہی وارث ہوگا، پھر فرمایا ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے''۔ (۱۱) انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ مخلص اہل ایمان اور منافقوں کا جو حال ہو گا اُسے بیان کیا گیا ہے۔ (۱۲۔۱۵)

دنیا کی زندگی اور ظاہری کشش سے دھوکہ نہ کھایئے

پھر ایمان والوں کو جھنجھوڑنے والے انداز میں خبردار کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں اور یہود ونصاریٰ کی طرح دنیا کی زندگی اور اس کی ظاہری کشش سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ارشاد ہوتا ہے ''کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو

ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ (۱۶)

تیسرا مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ نے انسان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کی ہے تا کہ وہ اس کی ظاہری زیب و زینت سے دھوکہ نہ کھا جائے، سمجھایا گیا کہ دیکھو، یہ دنیا سراب ہے، دھوکہ ہے، لہو ولعب ہے، کم عقل لوگ مال واولاد کی کثرت پر فخر کرتے ہیں، حسب نسب پر اکڑتے ہیں، اپنی پوری زندگی اور ساری صلاحیتیں دنیا کا سامان جمع کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جس کی سرسبزی اور تروتازگی دیکھ کر کاشت کار خوش ہوتا ہے، دیکھنے والے رشک کرتے ہیں، پھر ایک وقت آتا ہے کہ کوڑا کرکٹ بن کر سب کچھ ہوا میں اڑ جاتا ہے، یہی دنیا کی زندگی کا حال ہے، یہ فانی ہے اور یہاں کی ہر چیز زوال پذیر ہے لیکن آخرت کی زندگی دائمی ہے اور وہاں کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ (۲۰) اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لئے دوڑ لگاؤ، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے ''لوہا'' اتارنے کا ذکر کرتے ہوئے اس کی دو حکمتیں ارشاد فرمائی ہیں:

- ...... اوّل یہ کہ ہر قسم کے آلاتِ حرب وضرب اس سے تیار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مخالفین پر اس کا رعب پڑتا ہے، سرکشوں کو اس کے ذریعے سیدھا کیا جا سکتا ہے۔
- ...... دوم یہ کہ اس میں لوگوں کے لئے بے شمار منافع اور فوائد ہیں کہ جس قدر صنعتیں اور ایجادات ومصنوعات دنیا میں ہوئیں یا آئندہ ہوں گی ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر کوئی صنعت نہیں چل سکتی۔

۞۞۞۞۞

پارہ (۲۸) قد سمع اللّٰہ
خلاصۂ رکوعات

اٹھائیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ" کی مناسبت سے "قد سمع اللّٰہ" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الجادلہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الحشر، سورۃ الممتحنہ، سورۃ الصّف، سورۃ الجمعہ، سورۃ المنافقون، سورۃ التغابن، سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم تک اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ المجادلہ کے رکوع نمبر ا میں ہے کہ اہل حل وعقد کو شکایات سننے کے لئے علیحدہ بیٹھنا جائز ہے۔ دیکھئے آیت ا۔

رکوع نمبر ۲ میں ہے (ا) اہل حل وعقد، اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر خیال کریں (۲) اور ان کا دائرہ اختیارات (۳) اس جماعت کا صدر اہل علم ہونا چاہیے۔ (۴) اطاعت صدر۔ دیکھئے (ا) آیت ۷ (۲) آیت ۹ (۳) آیت ۱۱ (۴) آیت ۱۱

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا، اعدائے اسلام سے دوستی کرنے والے جماعت شوریٰ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ دیکھئے آیت ۱۴، ۱۹

سورۃ الحشر کے رکوع نمبر ا میں واضح فرمایا کہ (ا) مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ (۲) اور اسباب بقا کیا ہیں۔ دیکھئے (ا) آیت ۲ (۲) آیت ۷ تا ۱۰

رکوع نمبر ۲ میں فنائے سلطنت کے اسباب، آیت ۱۱۔ (ا) تفصیل یہ ہے کہ

جس وقت کسی قوم میں منافق پیدا ہو جائیں جو بظاہر اپنی قوم میں ملے رہیں، اور در پردہ اپنی قوم کے دشمنوں سے ساز باز رکھیں، اور بجائے اپنی قوم کے دشمنوں کی خیر خواہی میں منہمک رہیں، ایسے وقت میں اس قوم کی سلطنت کو زوال آتا ہے، لہٰذا اس رکوع میں مسلمانوں کو اس نالائق طبقے کے حالت سے مطلع کیا گیا ہے، تا کہ ان سے بچیں۔

رکوع نمبر ۳ میں فرمایا (۱) قرآن حکیم پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلت اٹھانا ناممکن ہے۔ (۲) شرائط استفادہ عن القرآن جب تک اللہ کے متعلق ایک خاص حسن عقیدت دل میں نہ ہو اور اس کی طاقت اور زور کا اندازہ معلوم نہ ہو، اس وقت تک انسان اس کے قانون اور فرامین سے پورا استفادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۰ (۲) آیت ۲۱ تا ۲۴

سورۃ الممتحنہ کے رکوع نمبر ۱ میں اسباب مقاطعہ کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱

رکوع نمبر ۲ میں اقسام الکفار کا بیان (کفار کی دو قسمیں ہیں) ایک کے ساتھ (۱) صلح ناجائز، اور دوسری کے ساتھ (۲) لڑنا جائز نہیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۸ (۲) آیت ۹

سورۃ الصف کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) عند اللہ سرفروشی کا درجہ (۲) ادا نہ کرنے کی حالت میں سزا (۳) اس فرض کے ادا کرنے کا میدان بیان ہیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۴ (۲) آیت ۵ (۳) آیت ۷

رکوع نمبر ۲ میں جزاء احب الاعمال الی اللہ کا بیان ہے۔ دیکھئے آیت ۱۲، ۱۳

سورۃ الجمعہ کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) فرائض علمائے کرام۔ (۲) نہ ادا کرنے کی حالت میں سزا (۳) صحیح ادا کرنے کا معیار۔ دیکھئے (۱) آیت ۲ (۲) آیت ۵ (۳) آیت ۶

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا کہ تبلیغ قرآن کا دن جمعہ ہے، لہٰذا ہر مسلم کا فرض ہے کہ اس میں شریک ہو۔ دیکھئے آیت ۹

سورۃ المنافقون کے رکوع نمبر ا میں فرمایا، اہل دولت اگر باوجود وسعت ہونے کے انفاق فی سبیل اللہ نہ کریں تو ان پر نفاق کا حکم لگتا ہے۔ دیکھئے آیت ۷۔

رکوع نمبر ۲ میں مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تاکہ ان کے اندر مرض نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں۔ دیکھئے آیت ۹، ۱۰

سورۃ التغابن کے رکوع نمبر ا میں آیات انفس و آفاق کا بیان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے مجبور کرتی ہیں، اور آپ کے اتباع سے قیامت کے دن فوز عظیم حاصل ہوگا۔ دیکھئے آیاتِ انفس آیت ۲۔ آیات آفاق آیت ۵۔ فوز قیامت آیت ۹۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، اتباع نور پر مصائب پیش آئیں گے، ایسے وقت میں اتباع سے جی نہ چرایا جائے، رفع موانع یعنی جو موانع ایمان اور عمل صالح میں پیش آسکتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۱۱، ۱۴، ۱۵۔

سورۃ الطلاق کے رکوع نمبر ا میں مسائلِ طلاق کا بیان۔ دیکھئے آیت ا

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، حقوق العباد میں ترمیم و تنسیخ کرنے سے بھی عذابِ الٰہی آتا ہے۔ دیکھئے آیت ۸

سورۃ التحریم کے رکوع نمبر ا میں فرمایا (ا) اگر ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی میں حارج ہوں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے، (۲) علیٰ ہذا القیاس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ساتھ اہل وعیال کو بھی جہنم سے بچائیں کہ انہیں فرض منصبی اسلام میں حارج نہ ہونے دیں۔ دیکھئے (ا) آیت۔ (۲) آیت ۶۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (ا) صحیح رجوع الی اللہ کی جزائے خیر (۲) مقربین الٰہی کے ساتھ نسبت دنیاوی بغیر اتباع کوئی چیز نہیں ہے۔ دیکھئے (ا) آیت ۸۔ (۲) آیت ۱۰۔

درس (۲۸)

سورۃ المجادلۃ مدنیۃ ①

سورۃ المجادلہ سے پارہ نمبر ۲۸ کا آغاز ہو رہا ہے۔

ظہار کے احکامات

ابتدائی آیات ایک مخصوص واقعہ سے متعلق ہیں لیکن ان میں جو احکام بیان فرمائے وہ عام ہیں، زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ "تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ" تو ان کے نزدیک یہ جملہ کہنے سے بیوی اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی۔ یہی صورت ایک مرتبہ حضرت خولہ نامی خاتون کے ساتھ بھی پیش آئی کہ انہیں ان کے خاوند اوس بن الصامت ﷺ نے یہی

① یہ قرآن کریم کی ۵۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۵ پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۲۲ آیات ۴۷۹ کلمات اور ۲۱۰۳ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: (۱) مسلمانوں کی سیاسی کے فرائض (۲) اور ان کا دائرہ اختیارات (۳) اور جماعت سیاسی کا انتخاب صدر (۴) اور تعمیل احکام صدارت (۵) اور ان نااہل لوگوں کا ذکر جو سیاسی جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت میں "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا" آیا ہے لفظ مجادلہ یہ تجادل سے ماخوذ ہے۔

مجادلہ کے معنی ہیں بحث و تکرار چونکہ اس روایت میں ان صحابیہ کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے شوہر کے ظہار کا قصہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر کے بار بار اظہار کیا تھا کہ آپ ایسی کوئی صورت بتائیں جس سے ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے اور یہ ظہار کی صورت جو عربوں میں ایام جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی اس کے باعث میاں بیوی میں علیحدگی واقع نہ ہو اللہ نے ان صحابیہ عورت کے اصرار کو لفظ مجادلہ سے تعبیر فرمایا اور اس لئے یہی اس سورۃ کا نام قرار پایا۔ مدینہ میں ۵ھ یا اس سے قریب زمانہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کا خاتمہ رسالت پر تھا اور اس سورۃ کا مفتح یعنی ابتداء مسائل توحید سے ہے نیز پہلی سورۃ کے ختم پر اہل ایمان پر فضل اخروی کا بیان تھا اور اس سورۃ کے شروع میں فضل دنیوی کا بیان ہے۔ بایں طور کہ مسئلہ ظہار میں جو پہلے شدت تھی اس کو رفع فرما دیا پس توجہ فضل دونوں سورتوں میں مشترک ہے۔ لہٰذا تناسب ظاہر ہے۔

جملہ کہہ دیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور صورتحال سے آگاہ کر کے شرعی حکم دریافت کیا، حضور ﷺ کے پاس اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے قول مشہور کے موافق فرمادیا کہ میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہو چکیں، وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی، اب بڑھاپے میں مجھے یہ صلہ ملا۔ اب میں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچوں کا گذارہ کیسے ہوگا؟ پھر کہنے لگیں میرے خاوند نے تو طلاق کا نام بھی نہیں لیا پھر طلاق کیسے ہوگئی؟

اللہ نے سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کی فریاد سن لی

ایک روایت کے مطابق انہوں نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ میں اپنے معاملے کی تجھ سے شکایت کرتی ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ پر وحی کے آثار طاری ہوئے اور وحی میں اللہ نے فرمایا، تحقیق اللہ نے اس خاتون کی بات سن لی، جو اپنے خاوند کے قول پر آپ سے جھگڑتی اور اللہ سے شکایت کرتی تھی......الخ! چنانچہ درج ذیل احکام نازل فرمائے:

① جو لوگ اپنی بیویوں سے یہ جملہ کہہ دیتے ہیں، اس کی وجہ سے ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ البتہ یہ ایک نامعقول اور جھوٹی بات ہے، لہٰذا گناہ ضرور ہوگا، اور اس گناہ کا تدارک کر دیا جائے تو معاف بھی ہو جائے گا۔ البتہ تدارک کئے بغیر بیوی حلال نہیں ہوگی۔

② گناہ کے تدارک کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام یا ایک لونڈی آزاد کی جائے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو لگاتار دو ماہ روزے رکھے جائیں اور اگر روزے رکھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا ساٹھ مسکینوں کی فی کس پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے دے!

اللہ ہر جگہ موجود ہے

آیت نمبر ۷ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ساری کائنات پر حاوی ہے۔ جہاں تین آدمی آپس میں سرگوشی یا مشورہ کر رہے ہوں تو سمجھو کہ چوتھا وہاں اللہ تعالیٰ موجود ہے اور پانچ آدمی مشورہ کر رہے ہوں تو چھٹا وہاں اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بتانے کے بعد حکم ارشاد فرمایا کہ آپس میں اس طرح سرگوشیاں اور کانا پھوسی نہ کیا کرو کہ دیکھنے والوں کو پریشانی ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ ہمارے خلاف کوئی منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔

صحابہ کرام اور علماء اسلام کی فضیلت

آیت نمبر ۱۱ میں بعض آدابِ مجلس بھی ارشاد فرمائے اور ساتھ ہی صحابہ کرامؓ اور علماء کی فضیلت ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اہلِ ایمان اور ان لوگوں کے، جن کو علم کی دولت سے نوازا گیا درجات بلند فرمائے ہیں، کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت اہلِ ایمان صرف صحابہ کرامؓ ہی تھے لہٰذا ان کی فضیلت اس آیت سے بھی عیاں ہے۔

مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے دوستی گانٹھنا جرم ہے

آیت نمبر ۱۴ سے ان لوگوں کی بدحالی کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے دشمنوں مشرکین، یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں سے دوستیاں گانٹھتے ہیں، اور ایسے لوگوں کو عذاب شدید کا مستحق قرار دیا ہے۔ ان پر احسان یا حسن اخلاق سے پیش آنا یا تجارتی معاملات رکھنا جائز ہے لیکن ان سے دلی دوستی یا مسلمانوں کو کچلنے کے لئے انہیں اڈے فراہم کرنا قطعاً حرام ہے۔

حزب اللہ اور اس کی خصوصیت

یہاں غضب اللّٰہ علیھم سے مراد یہودی ہیں اور ان سے دوستی گانٹھنے والے منافقین ہیں۔ ان میں قدرِ مشترک اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت ہے۔

اور ''حزب اللہ'' یعنی اللہ کے لشکر کی ایک اہم صفت یہ ارشاد فرمائی کہ وہ اللہ و رسولؐ کے دشمنوں سے محبت و مودّت کے تعلقات نہیں رکھتے۔ اگر چہ وہ ان کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے کے ہی افراد کیوں نہ ہوں۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت میں اس طرح کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔

ابن المنذرؒ نے بحوالہ ابو جریج بیان کیا کہ (حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے والد) ابوقحافہ نے (مسلمان ہونے سے پہلے) رسول اللہ ﷺ کو بُرا بھلا کہا، حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے اس پر اپنے والد ابوقحافہ کو ایک گھونسا رسید کیا جس سے وہ گر پڑے۔ بات حضور ﷺ تک پہنچی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، ابوبکر! کیا واقعی تم نے ایسا کیا ہے؟ حضرت ابوبکر ﷺ نے جواب دیا، جی ہاں! حضور اگر میرے پاس اس وقت تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا، اگر چہ وہ میرے والد ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی یہ ادائیں اللہ تعالیٰ کو نہائت پسند آئیں اور فرمایا ''اولـئـک کتب فی قلوبھم الایمـان'' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے۔ اور جن کی تائید اللہ نے روح القدس سے فرمائی ہے، اور انہی لوگوں کے لئے بہشت بریں، اس کی ٹھنڈی میٹھی نہریں اور وہاں کا مستقل ٹھکانہ ہے۔

جبکہ آیت نمبر ۱۴ میں جس ''حزب الشیطان'' یعنی شیطانی لشکر کا ذکر ہوا تھا، اس کے اوّلین مصداق یہود اور دوسرے نمبر پر منافقین تھے۔ اور ان میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے عداوت قدر مشترک قرار دی گئی تھی۔ اس بناء پر یہ آیت موجودہ دور کے مذہبی سیاسی زعماء کے لئے نہائت قابلِ غور ہے جنہوں نے بعض اندیشوں اور بعض مفادات کے تحت ''حزب اللہ'' کے دشمن ''حزب الشیطان'' یعنی روافض وغیرہ سے یارانے گانٹھے ہوئے ہیں۔

سورۃ کی آخری آیت میں صحابہ کرام ﷺ کی عظمت و تقدیس کا واشگاف اعلان کرتے ہوئے انہیں باغات جنت کا حق دار قرار دیا اور اللہ ان سے راضی، وہ اللہ سے راضی، کا مژدہ سناتے ہوئے انہیں ''حزب اللہ'' قرار دیا۔

سورۃ الحشر مدنیہ ①

یہود کی عہد شکنی اور جلاوطنی کی تفصیل

یہود مدینہ سے حضور ﷺ نے کچھ معاہدات طے کئے تھے۔ غزوۂ احد کے بعد یہودیوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر خیانت اور غداری شروع کردی اور ایک مرتبہ حضور ﷺ کو گفتگو کے بہانے ایک جگہ بٹھا کر اوپر سے پتھر لڑھکا کر آپ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بروقت اپنے پیغمبر کو اس سازش سے آگاہ فرما دیا۔ آپ ﷺ فوراً اٹھ کر چل پڑے اور انہیں کہلا بھیجا کہ تم نے معاہدہ توڑ دیا ہے اب تمہیں دس دنوں کی مہلت ہے، یہاں سے نکل جاؤ، بعد میں جو بھی نظر آیا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ یہود موت کے خوف سے بھاگنے لگے مگر عبداللہ بن ابی

---

① یہ قرآن کریم کی ۵۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۰۱ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۲۴ آیات ۴۵۵ کلمات اور ۲۰۱۶ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... اس میں پانچ چیزیں آئیں گی۔ (۱) مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء۔ (۲) اسباب بقاء (۳) اسباب فنا۔ (۴) قرآن پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلیل ہو کر رہنا ناممکن ہے۔ (۵) شرائط استفادہ من القرآن۔ جو اس سورت میں دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں مسلمانوں کو ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہر ضرورت سے پاک ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی دوسری آیت میں حشر کا لفظ آیا ہے حشر کے لفظی معنی ہیں لوگوں کو اکٹھا کرنا اور ان کو گھیرنا اس سورۃ میں یہود کے اکٹھا کرنے اور ان کو گھیرنے اور گھروں سے نکالنے کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا علامتی نام سورۂ حشر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اس سورۃ کا نام سورۂ بنی نضیر بیان فرمایا ہے کیونکہ یہ پوری سورۃ غزوہ بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ کے اکثر حصہ اخیرہ میں منافقین کی مذمت اور کفار یہود سے دوستی رکھنا مذکور تھا اس سورۃ کے اکثر حصہ اولیہ میں یہود کی بعض عقوبت اور منافقین کی دوستی کا ان کے کام نہ آنا مذکور ہے اور بہ مناسبت خصوصیت عقوبت مذکورہ کہ جلاوطنی ہے درمیان میں فیئ کے بعض احکام بیان فرمائے گئے اور اخیر حصہ میں مسلمانوں کو کفار مذکورین جیسے اعمال سے نفرت دلائی گئی ہے اور اسی غرض سے آخرت کی تیاری اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی تاکید و تقویت کے لئے اپنے صفات جلال و جمال کو ذکر فرمایا ہے اور مضامین آپس میں ایک دوسرے کے مناسب ہیں جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

منافق نے دو ہزار آدمیوں کو ان کی حفاظت کے لئے مقرر کرنے کا چکمہ دے کر انہیں روک لیا۔ دس دنوں بعد حضور ﷺ ان پر حملہ آور ہوئے تو وہ قلعہ بند ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا، ان کے درخت جلوا دیئے اور کچھ کٹوا لئے، آخر تنگ آ کر انہوں نے جلاوطنی قبول کر لی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا سامان لے جاسکتے ہو لے کر بھاگ جاؤ چنانچہ وہ کڑیاں، تختے اور کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئے۔ پہلی پانچ آیات میں انہی کا بیان ہے۔

اطاعتِ رسول کا حکم

آیت نمبر ۶ سے اموال فئے اور ان کی تقسیم کے طریقہ کار کا بیان ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم عطا فرمائیں اسے قبول کر لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم حقیقت میں اللہ کا حکم ہی ہے) اور اللہ سے ڈرنے نیز شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

مہاجرین صحابہ کرامؓ کی فضیلت

مالِ فئے کی تقسیم کے ضمن میں آیت نمبر ۷ سے رسول اللہ ﷺ کے ان جانثاروں کی عظمت و فضیلت کا بیان ہو رہا ہے جنہیں اللہ کے دین کی خاطر مال چھین کر گھروں سے نکال دیا گیا اور ہجرت پر مجبور کر دیا گیا، اور وہ لوگ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرے، مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دینِ برحق کی نصرت و سربلندی کا پرچم تھامے رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" یہی لوگ قول و عمل کے سچے ہیں۔ اس آیت نے عام مہاجرین صحابہ کرامؓ کی صداقت کا عام اعلان کر دیا جو شخص ان میں سے کسی کو جھوٹا قرار دے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اس آیت کا منکر ہے۔ ان حضرات مہاجرین کا یہ مقام تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا وسیلہ دے کر اللہ سے دعائیں مانگتے تھے۔ (مظہری)

انصار صحابہ کرامؓ کے اوصاف

آیت نمبر ۹ میں انصار صحابہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ جو لوگ مہاجرین صحابہ کرامؓ کی آمد سے قبل مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے، انہوں نے انتہائی محبت اور اخلاص کے ساتھ مہاجرین کو خوش آمدید کہا، ان کی خدمت کی حتی کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے پر تیار ہو گئے۔ ان کے دل میں نو وارد مہاجرین کی امداد کیلئے کوئی تنگی نہیں ہے، بلکہ وہ انہیں اپنی جان سے بھی مقدم رکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ خود فاقہ مستی کا شکار بھی ہوں، لیکن چونکہ وہ بخل اور حرص وغیرہ عیوب سے قدرتاً محفوظ ہیں اور جو شخص ان صفات کا حامل ہو، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

چنانچہ اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ مہاجرین کیلئے انصار صحابہ کرامؓ نے کس محیر العقول حسنِ سلوک اور ایثار کا مظاہرہ کیا۔ اس آیت کا شانِ نزول بھی اسی قسم کے چند واقعات ہیں۔ اس لئے مفسر قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کی محبت ہم پر واجب ہے۔ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص کسی صحابی کو بُرا کہے، یا اس کے بارے میں برائی کا اعتقاد رکھے اس کا مسلمانوں کے مالِ فئے میں کوئی حصہ نہیں۔

مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کے متبعین کا مقام

آیت نمبر ۱۰ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام ﷺ کے بعد تا قیامت آنے والی امتِ محمدیہ کے ان لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو ان سے محبت رکھتے ہیں، اپنے لئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ساتھ ہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کا بیر نہ رکھ، اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان! اس آیتؒ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے کسی طرح کا بغض ہو تو اس کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوگا، جن کا ذکر اس آیت میں کیا

گیا ہے۔ یعنی نواصب، خوارج اور شیعہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں بلکہ بحمد اللہ اس کا مصداق صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔

منافقوں کی چالبازیاں

سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۱ سے منافقین کی کارستانیوں کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کو مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے یہود کی کمر ٹھونکی اور انہیں کہا کہ تم ہرگز مدینہ نہ چھوڑو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مدینہ چھوڑنا پڑا تو بھی تمہارے ساتھ ہم بھی چھوڑیں گے اور اگر محمد ﷺ سے جنگ کرنا پڑی تو بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے، یہودی مدینہ سے نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی کوئی مدد نہیں کریں گے اور پشت پھیر کر چلے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بدنصیبوں کے دل میں تمہارا (مسلمانوں کا) ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے۔ مجبوراً انہیں مسلمانوں کے سامنے آنا بھی پڑا تو اکٹھے ہو کر نہیں آئیں گے بلکہ قلعوں اور دیواروں کی آڑ ڈھونڈھیں گے۔ ان کی آپس میں بھی شدید دشمنیاں ہیں۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں۔ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ لوگوں کو ورغلا کر کافر بناتا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

اللہ سے ڈرنے اور آخرت کے لئے فکر مند ہونے کا حکم

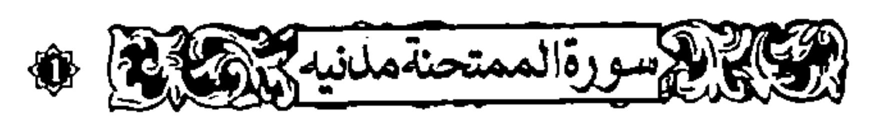
آیت نمبر ۱۸ سے اہل ایمان کو موت کے بعد کے احوال درست کرنے اور وہاں کے لئے فکر مند ہونے کی تلقین کی جارہی ہے۔ اللہ سے غافل ہو جانے والے فاسقوں کی طرح ہو جانے سے روکا جارہا ہے۔ فرمایا کہ دوزخی اور جنتی لوگ برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ جنتی لوگ تو کامیاب ہیں۔

قرآنِ مجید کی صفتِ جلیلہ

آیت نمبر ۲۱ سے قرآن مجید کی عظمت وجلالت کا بیان ہے۔ فرمایا کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو آپ دیکھ لیتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ ہم اس طرح کی مثالیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ فکر کریں۔ آخری تین آیات میں اللہ تعالیٰ کے مقدس صفاتی ناموں کا ذکر ہے۔

آخری آیات کے خواص

صبح وشام "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" پڑھ کر سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو اس کے لئے رحمت بھیجتے رہیں گے۔ اگر اس دن مر جائے تو شہید مرے گا، اسی طرح رات کو بھی پڑھ لے اور مر جائے تو بھی یہی اجر ملے گا۔ (ترمذی)



سورۃ الممتحنۃ مدنیہ ①

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت، اور ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم

سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت میں ہی مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ اور مشرکین وغیرہ کی دوستی سے منع کیا گیا ہے اور ان کفار کو "عدو اللہ" یعنی اللہ کا دشمن کہا گیا

---

① یہ قرآن کریم کی ۶۰ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۱ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع، ۱۳ آیات ۳۷۰ کلمات ۱۵۶۳ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......مقاطعہ عن الکفار

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں ایمان والوں کو خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس ہجرت کر کے آئیں "فامتحنوھن" تو ان کا امتحان کر لیا کرو، اسی نسبت سے اس سورۃ کا نام "ممتحنہ" مقرر ہوا جس کے معنی ہیں امتحان لینے والی سورۃ۔ یہ سورۃ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی کرنے کی مذمت تھی اس سورۃ کے اول وآخر میں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات، دوستی اور بالخصوص مشرکات عورتوں سے تعلق نکاح رکھنے کی ممانعت ہے اور مشرکات ومؤمنات میں تمیز کے لئے صرف اظہار ایمان پر اکتفا کرنے کا اشارہ ہے۔

ہے۔ ساتھ ہی خبردار کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کا وجود بھی کفار کے لئے ناقابل برداشت ہے اور جونہی ان کا بس چلا وہ تمہارے ساتھ واضح دشمنی سے نہیں چوکیں گے۔ لہٰذا تمہیں اگر اللہ کی رضا مطلوب ہے تو ان سے دور رہو، اور چاہئے کہ اس مسئلہ میں ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اختیار کرو کہ انہوں نے عقیدۂ توحید کی خاطر اپنے باپ اور پوری برادری کو چھوڑ دیا تھا، اور تمہیں چاہئے کہ اللہ سے دعا کرتے رہو کہ اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا، تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری طرف ہی لوٹیں گے۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لئے تختۂ مشق نہ بنا، ہمیں معاف فرمادے، بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۷ میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ کی رحمت وقدرت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج کل تمہارے بدترین دشمن ہیں کل کو مسلمان ہو جائیں اور ایمان کی وجہ سے تمہاری محبتیں بھی بحال ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد یہ صورتحال کھل کر سامنے آ گئی۔ آیت نمبر ۸ میں ان کافروں کے متعلق احکام ہیں، جنہوں نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں بھی شریک نہ ہوئے، فرمایا کہ ان سے حسنِ سلوک منع نہیں ہے بلکہ معاند کافر سے دوستی حرام ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے خلاف خیانت، غداری اور ظلم ہے۔

دار الحرب سے دار الاسلام میں آنے والی عورتوں کے مسائل

آیات نمبر "۱۰، ۱۱" ایک خاص واقعہ سے متعلق ہیں لیکن ان سے جو عمومی احکام نکلتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جو عورت کسی کافر کے نکاح میں تھی اور پھر وہ مسلمان ہو گئی تو کافر سے اس کا نکاح خود بخود ختم ہو گیا، یہ اس کے لئے اور وہ اس کے لئے حرام ہو گئے۔ کافر شوہر نے جو مال وزر بطور مہر اس خاتون کو دیا ہو وہ اسے واپس کر دیا جائے گا اور یہ مال وہ خاتون اپنی گرہ سے نہ دے گی بلکہ مسلمان مل کر جمع کرینگے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خاتون وہ مال خرچ کر چکی ہو، لہٰذا اسلامی حکومت کے بیت المال سے یا مسلمانوں کے چندے سے یہ ادائیگی کی جائے گی اور اس خاتون کا نکاح کسی مسلمان مرد سے کر دیا جائے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ خاتون کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں اس کے کافر خاوند کو بلا کر اسلام کی ترغیب دی جائے گی۔ اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا۔ نیز اسی آیت میں آئندہ کے لئے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان سلسلہ مناکحت کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔

مومن عورتوں کی بیعت رسول اللہ ﷺ سے

آیت نمبر ۱۲ میں حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان کی عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوں ان سے درج ذیل امور پر بیعت لیں:

① اللہ کا شریک کسی کو نہیں ٹھہرائیں گی......
② چوری نہ کریں گی (خاوند کے مال سے بھی)......
③ زنا سے بچیں گی......
④ فقر و فاقہ کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے بھی اولاد کو قتل نہ کریں گی......
⑤ کسی پر جھوٹ اور بہتان نہ باندھیں گی......
⑥ کسی بھی نیک کام میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گی!!

یاد رہے کہ یہ بیعت صرف عورتوں کے لئے مخصوص نہیں رہی بلکہ انہی چیزوں کی بیعت کا مردوں سے لینا بھی روایات سے ثابت ہے اس سورۃ کا اختتام بھی اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنے کے حکم پر ہوا ہے۔

سورۃ الصّف مدنیہ ①

قول و فعل میں مطابقت اور مجاہدین کی محبوبیت

سورۃ الصّف کے شروع میں اللہ کی تسبیح و تقدیس کے بعد اہل ایمان کو قول و

① یہ قرآن کریم کی ۶۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۹ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۴ آیات ۲۲۳ کلمات اور ۹۹۱ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......فرائض سرفروشان۔ ہر قوم میں تین جماعتیں کار آمد ہوتی ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فعل کے تضاد سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہیں کہ تم ایک ایسی بات کہو جس پر عمل کرنیکا کوئی ارادہ ہی نہ ہو۔ لہٰذا مومن کا قول و فعل یکساں ہونا چاہیئے۔ مجاہدین اور جہاد کے بارے میں فرمایا کہ جو صف دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہو، وہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی بشارت دینا

آیت نمبر ۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے ان کی جفا کاریوں پر شکوہ اور ان کی بدنصیبی کا بیان فرمانے کے بعد آیت نمبر ۶ سے مشہورِ عالم نوید مسیحا کا بیان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور تورات کی بھی تصدیق کرتا ہوں اور تمہیں اپنے بعد ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ﷺ ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائیوں نے انجیل میں اس قدر تحریف کی کہ اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور حضور ﷺ کے متعلق پیشین گوئی کو گول کر گئے، دراصل یہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پھیلانا چاہتا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آیت نمبر ۹ میں اسی مضمون کو مکمل کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ رسول ﷺ کو

(گذشتہ صفحہ سے متعلق حاشیہ) اہل علم، اہل دولت، سرفروش۔ اگر تینوں اپنے فرائض ادا کریں تو وہ قوم زندہ ہو جاتی ہے، اگر ایک بھی اپنا فرض ادا کرنا چھوڑ دے تو قوم مٹ جاتی ہے۔ لہٰذا سورۃ الصف میں فرائض سرفروشان ہیں، اور سورۃ الجمعہ میں فرائض اہل علم اور سورۃ المنافقین میں فرائض اہل دولت آئیں گے۔

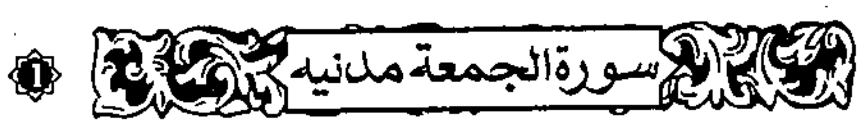
وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی تیسری آیت میں جہاد کرنے والوں کی صفت ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی "اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ" کہ اللہ کو یہ بات بہت محبوب ہے کہ لوگ راہ حق میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کے لئے اس طرح ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ اس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام الصف مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ میں کفار سے دوستی نہ رکھنے کا ذکر تھا اس سورۃ میں کفار سے مقابلہ (جنگ) کا ذکر ہے اور کچھ مضمون تبعیت میں مذکور ہے۔

ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمانے والا اللہ ہی ہے، اور اس کا منشاء یہ ہے کہ دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب ہوکر رہے گا، چاہے یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار گزرے۔

ایک منافع بخش تجارت اور اس کی ترغیب

آیت ۱۰ سے اہل ایمان کو ایک منافع بخش تجارت سے آگاہ کیا گیا ہے اور وہ ہے اللہ و رسول ﷺ پر کامل ایمان اور اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد۔ اس تجارت کے عوض اخروی کامیابی کا یقینا لایا گیا ہے، اور اس کے ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح مجاہدات اور قربانیوں کی ترغیب دی گئی ہے، کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور ہر طرح کی قربانیوں سے گزر کر اللہ کی مدد سے کامیاب ہوگیا۔ جبکہ دوسرا گروہ عداوت پر کمربستہ رہا اور ذلیل و خوار ہوا۔



❶

جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

سورۃ الجمعہ کے شروع میں اللہ کی تسبیح و تقدس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''اُمّیین'' میں مبعوث ہوئے۔ خود بھی اُمّی تھے، لیکن آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت نے انہی ان پڑھوں کو زمانے بھر کا پیشوا اور امام بنادیا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد یہ ہیں:

❶ یہ قرآن کریم کی ۶۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۱۰ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۱ آیات ۱۷۶ کلمات اور ۷۸۷ حروف ہیں۔

موضوعِ سورۃ: فرائض علماء کرام......

وجہ تسمیہ: سابقہ سورۃ ''الصف'' میں توحید و رسالت کا اثبات تھا اور قوم موسیٰ کا ذکر تھا کہ وہ کس طرح مذمت اور قتل وعید کے مستحق ہوئے اور اسی سورۃ کے اول میں توحید و رسالت کا اثبات اور مکذبین میں سے یہود کا جو بعنوان قوم موسیٰ اوپر کی سورۃ میں مذکور ہے مستحق مذمت و وعید ہونا مذکور ہے اور چونکہ ان یہود کا اصل مرض حُبِ دنیا تھا اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے دوسرے رکوع میں احکام جمعہ کے ضمن میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا امر اور عکس سے نہی کا حکم ہے۔ بس دونوں سورتوں کے اخیر میں تجارت کا ذکر ہے اول میں تجارت دینیہ کا اور دوسری میں تجارت دنیویہ کا جس سے دونوں کا باہمی ارتباط ظاہر ہے۔

(۱) تلاوتِ آیات......

(۲) تزکیۂ نفس......

(۳) تعلیم کتاب وحکمت!!

ان مقاصد کو سمجھنے اور عمل پیرا ہونے والی دیگر اقوام نے بھی اس سے عزت وعظمت حاصل کی۔

علماءِ یہود کے لئے ایک شایانِ شان مثال

بعدازاں علماءِ یہود کیلئے ایک شایان شان مثال فرمائی، کیونکہ انہوں نے تورات کی آیات سمجھنے کے باوجود ان کے تقاضوں پر پورا اترنے کی بجائے رسول عربی ﷺ کے خلاف محاذ کھول دیئے گویا وہ گدھے ہیں جن پر کتابوں کا بوجھ لادا ہوا ہے، اے یہودیو، اگر تم خود کو اللہ کے دوست تصور کرتے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ موت کے دروازے سے گزر کر تم اللہ کے حضور پہنچ جاؤ گے۔ فرمایا یہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، بلکہ یہ تو موت کے آگے آگے بھاگتے ہیں اور موت ان کے پیچھے ہے، وہ عنقریب انہیں مل کر رہے گی۔

نماز جمعہ کی فضیلت واہمیت کا بیان

آخری تین آیتوں میں نماز جمعہ کی فضیلت واہمیت کا بیان ہے اور جمعہ کی اذان سنتے ہی کاروبار چھوڑ کر نماز کی طرف دوڑنے کا حکم اور نماز کی ادائیگی کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

سورۃ المنافقون مدنیہ (۱)

منافقین پر پھٹکار، اور ان کے سرغنہ کے لئے ممانعتِ استغفار

اس سورۃ میں منافقین کا پردہ چاک کیا گیا ہے جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ

---

(۱) یہ قرآن کریم کی ۶۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۴ پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۱ آیات ۱۸۳ کلمات اور ۸۲۱ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... فرائض اہل دولت۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو معصومانہ صورتیں اور مومنانہ وضع قطع اختیار کر کے رسول ﷺ کی گواہی کا اقرار کرتے ہیں یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ واقعی اس کے رسول ﷺ ہیں لیکن اللہ کو یہ بھی معلوم ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ دو غلے اور جھوٹے ہیں۔ یہ بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں، پھر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے اور ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ انہوں نے بظاہر تو اسلام قبول کیا لیکن اندر سے کھوٹے نکلے۔ اے پیغمبر! ان کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر آپ کو بھی تعجب ہوگا لیکن درحقیقت ''منہ موموناں کرتوتِ کافراں'' کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی مثال اس سوکھی لکڑی کی سی ہے جسے دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا ہو، حالانکہ یہ اس قدر بے فائدہ ہے کہ سوائے جلانے کے اس کا کوئی مصرف نہیں۔ یہ منافق بھی ایسے ہی ہیں کہ دوزخ کا ایندھن بننے کے سوا ان کا کوئی مصرف نہیں، بزدل، نامرد اور ڈرپوک ہیں اور ایسے لوگ چونکہ سامنے آنے کی بجائے چھپ کر وار کرتے ہیں لہٰذا اے پیغمبر! ان سے بچ کر رہیے، اللہ ان کا بیڑا غرق کرے گا۔

اس کے بعد رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بارے میں فرمایا، اے پیغمبر آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں برابر ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ بدطینت لوگ غریب اور نادار مسلمانوں پر مال خرچ کرنے سے بھی روکتے ہیں اور مدینہ منورہ سے نکال دینے کے خواب بھی دیکھتے ہیں حالانکہ عزت اللہ اور رسول کے لئے اور اہلِ ایمان کیلئے ہے لیکن یہ منافق لوگ جانتے نہیں۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ''اذا جاءک المنافقون'' آیا ہے یعنی اے نبی! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں چونکہ اس سورۃ میں منافقین کے اقوال اور طرزِ عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے اس لئے اس اس سورۃ کا نام ہی منافقون مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں یہود کا ذکر تھا اس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہے اور اکثر منافق یہودی تھے۔ نیز سورۃ کے اخیر میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا ذکر تھا وہی اس سورۃ کے اخیر میں ہے اس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہے۔

اموال واولاد کی بے جا محبت اللہ کے ذکر سے غفلت کا سبب ہوتی ہے

اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال اور اولاد کی محبت اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے کیونکہ یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔ تمہیں چاہئے کہ موت کے آنے سے قبل اپنے ہاتھوں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ حسرت دل میں ہی رہ جائے اور تم اللہ کو پیارے ہو جاؤ۔

سورۃ التغابن مدنیہ ①

چند احکام ومسائل کا بیان

سورۃ التغابن میں اللہ کی بے مثال قدرت وعلم اور سابقہ نافرمان اور باغی امتوں کے انجام کی طرف اشارات کے ذریعے اللہ، رسول ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی تلقین کے ساتھ یوم حشر سے ڈرایا گیا ہے۔ آخری آٹھ آیات میں درج ذیل احکام ومسائل کا بیان ہے

(۱) انسان پر جو بھی مصیبت پڑتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔

(۲) اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) اہل ایمان کی بعض ازواج واولاد اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی کی بناء پر ان کی

---

① یہ قرآن کریم کی ۶۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۸ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۸ آیات ۲۴۷ کلمات اور ۱۱۳۲ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ : (۱) آیات انفس وآفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ (۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے قیامت کے دن فوز عظیم حاصل ہوگا۔ (۳) اور رفع موانع۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پہلے رکوع میں قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں ہار جیت کا دن، زندگی کی بازی کی ہار جیت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اس مناسبت سے قیامت کے دن کو یوم التغابن کہا گیا اور اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام التغابن ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کے اخیر میں تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت سے ترہیب ہے۔ اس سورۃ میں اہل تحصیل آخرت کی مجازرۃ کی تفصیل ہے اور مضمون ترغیب وترہیب کی تکمیل ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

دشمن ہوتی ہیں ان سے بچتے رہنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۴) جو شخص اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی اس کے راستے میں خرچ کرتا ہے، اسے مغفرت اور دوگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

......☆......

سورۃ الطلاق مدنیہ ①

طلاق اور عدت کے مسائل

سورۃ الطلاق میں خصوصیت سے طلاق اور عدت وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے۔ یاد رہے کہ اسلام نے اگرچہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اصول وقواعد کے تحت اس کی اجازت دی ہے۔ اس سورۃ میں یہی قواعد بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ کو مخاطب بنا کر پوری امت کو تعلیم دی گئی ہے۔

① طلاق طہر کے دوران دی جائے۔ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔ نیز حمل کے دوران طلاق نہیں دینی چاہئے، لیکن اگر دے دی جائے

① یہ قرآن کریم کی ۶۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۹ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۲ آیات ۲۹۸ کلمات اور ۱۲۳۷ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... حقوق العباد میں ترمیم وتنسیخ جائز نہیں۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں طلاق کے متعلق چند خاص احکام بیان فرمائے گئے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ طلاق مقرر ہوا۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول سورۂ بقرہ کے بعد ۶ ھ کے قریب ہے چونکہ بعض احکام طلاق سورۂ بقرہ میں بیان ہوئے تھے اس سورۃ میں مزید احکام طلاق کے متعلق بیان فرمائے گئے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کے اخیر میں بیوی اور اولاد کا دشمن ہونا مذکور تھا۔ چونکہ بعض وقت خیال عداوت مانع ہو جاتا ہے ان کے حقوق واجبہ ادا کرنے کا بالخصوص جب کہ ظاہری مفاد بھی ہو جائے۔ اس سورۃ میں مطلقہ ازواج کے متعلق احکام اور اولاد رضیع کے احکام کے بیان سے اس کی اصلاح ہو گئی کہ جب مفارقت (جدائی) پر بھی حقوق کی رعایت واجب ہے تو موافقت کی صورت میں بطریق اولیٰ اس کا وجوب ہوگا۔ اور چونکہ ان احکام کے ضمن میں چار جگہ تقویٰ کا حکم اور ترغیب ہے اس لئے دوسرے رکوع کا مضمون اس کی تائید میں ہے نیز اس سے اس بات پر بھی دلالت ہے کہ معاملات دنیویہ میں بھی احکام شرعیہ کی رعایت واجب ہے۔ برخلاف زعم بعض جہلاء کے۔ واللہ اعلم!

تو واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) عدت کے ایام کو اچھے طریقے سے یاد رکھا جائے۔

(۳) ایام عدت میں مطلقہ کو اپنے سابقہ خاوند کے مکان میں رہنے کا حق حاصل ہے۔

(۴) عدت گزارنے والی عورت کو زبردستی مکان سے نکال دینا حرام ہے۔ اسی طرح مطلقہ عورت کو دورانِ عدت کسی سخت مجبوری کے بغیر بھی گھر سے نکلنا حرام ہے۔ مگر عورت فاحشہ ہو تو اسے گھر سے نکالا جا سکتا ہے۔ اسی طرح طلاق دینے والا مرد خود بدکردار ہو اور عورت کو اس سے خطرہ ہو تو وہ اس گھر کو چھوڑ سکتی ہے۔

(۵) عدت کی مدت ختم ہونے تک یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ اسے رکھنا ہے یا چھوڑنا ہے (طلاق رجعی کی صورت میں) اگر اسے رکھنا ہو تو رجوع کر لو اور اس پر دو گواہ بھی مقرر کر لو اور اگر آزاد کرنا ہو تو کچھ دے دلا کر اسے رخصت کر دو۔

(۶) طلاق رجعی ہونی چاہئے تاکہ صلح صفائی کی صورت میں گھر بسانے کی گنجائش موجود رہے۔

(۷) عدت کے اختتام پر اگر آزاد کرنا مقصود ہو تب بھی دو گواہ بنائے جائیں۔

(۸) عدت طلاق عام حالات میں تین حیض پورے ہیں۔ البتہ جن عورتوں کو عمر کی زیادتی یا بیماری کی بناء پر حیض آنا بند ہو چکا ہو یا کم عمری کی بناء پر ابھی شروع بھی نہ ہوا ہو، ان کی عدت تین ماہ جبکہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ (عدت کی مذکورہ مدت مطلقہ عورتوں کے لیے ہے، نا کہ بیوہ کے لئے۔ بیوہ اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ خواہ کم عمر ہو یا جوان، یا سنِ ایاس کو پہنچی ہوئی ہو، اس پر اجماعِ سلف ہے)

(۹) عدت کے ایام میں جب مطلقہ عورت تمہارے مکان میں رہ رہی ہو تو طعن و تشنیع یا اس کی ضرورت میں تنگی کر کے اسے پریشان نہ کرو۔

⑩ مطلقہ عورت اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کے اخراجات مرد کے ذمہ ہیں۔

⑪ مطلقہ عورت وضع حمل کے بعد بچے کی دودھ پلائی کی اُجرت مرد سے وصول کر سکتی ہے۔

⑫ عورت دودھ پلائی کی اُجرت عام دستور سے زیادہ نہ مانگے اور شوہر عام دستور کے مطابق ادائیگی سے انکار نہ کرے۔

⑬ مطلقہ عورت بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دے تو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

⑭ بیوی کے نفقہ کی مقدار میں شوہر کی مالی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔

تقویٰ کا بیان اور اس کی پانچ برکات

ان احکامات کے دوران بار بار اللہ کے خوف اور تقویٰ کا مضمون دہرایا گیا ہے، تا کہ پڑھنے والوں کو بار بار تنبیہ ہو کہ عورتوں کے معاملات میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

یہاں پر تقویٰ کی پانچ برکتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ متقی کے لیے دنیا و آخرت کے مصائب و مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔

۲۔ متقی کے لئے رزق کے ایسے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا۔

۳۔ اس کے تمام کاموں میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ اس کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔

سورۃ کی آخری آیات میں نافرمانوں اور فرمانبرداروں کے انجام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تخلیقات اور اس کے وسیع علم کا بیان ہے۔

سورۃ التحریم مدنیہ ❶

اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام مت کیجئے

سورۂ تحریم میں جو مسائل و احکام بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے زیادہ کا تعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ طیبات کے ساتھ ہے، اور سب سے پہلی آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کا تعلق براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ ہے۔ آپ ﷺ نے کسی وجہ سے شہد کو یا دوسری روایت کے مطابق اپنی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے محبت آمیز انداز میں آپ ﷺ پر عتاب ہوا اور فرمایا گیا اے پیغمبر! جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جائز کی ہے آپ اسے خود پر حرام کیوں کرتے ہیں؟ کیا صرف اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے؟ یعنی آپ ایسا نہ کریں۔

آپ ﷺ نے تحریم کا یہ راز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا اور انہوں نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے فاش کر دیا جس سے آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بعض ازواج کو طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا۔ لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہیں آئی۔ اللہ نے ان ازواج کو بھی تنبیہ فرمائی کہ اگر پیغمبر ﷺ تم کو طلاق دے دیں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے

---

❶ یہ قرآن کریم کی ۶۶ ویں سورۃ ہے اور اس کا شمار ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۱۰۷ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۲ آیات ۲۵۳ کلمات اور ۱۱۲۴ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:......انسان کے فرض منصبی میں کوئی چیز حارج نہیں ہونی چاہئے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ آنحضرت ﷺ نے ایک حلال چیز کھانے سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ التحریم متعین ہوا چونکہ تحریم کے لفظی معنی ہیں ''حرام کر دینا''۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں طلاق پر مرتب ہونے والے احکام کا بیان تھا اس سورۃ میں ازواج مطہرات کو تخویف بالطلاق ہے یعنی طلاق سے ڈرایا گیا ہے اور جس سابقہ سورۃ کے خاتمہ پر اطاعت کی عام تاکید تھی اسی طرح اس سورۃ میں ازواج کو خطاب کے بعد رجوع الی اللہ کی تاکید ہے اس ربط و تناسب ظاہر ہے۔

دے۔ لیکن یہ سب کچھ بطور تادیب فرمایا، خود اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات سے زیادہ بہتر عورتیں پیدا ہی نہیں کی تھیں۔ اگر کی ہوتیں تو یقیناً انہیں حرمِ نبوی کی زینت بنایا جاتا، خود بھی آیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ فافھموا!—

اپنے آپ کو اور اہلخانہ کو جہنم سے بچانے کا حکم

آیت نمبر ۶ میں اہلِ ایمان سے خطاب فرما کر انہیں خود کو اور اپنے اہلِ خانہ کو دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب سے بچانے کی تلقین کی جارہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خود بھی احکامِ شریعت کی پابندی کریں اور اہلخانہ و اولاد سے بھی پابندی کرواؤ۔ تاکہ وہ جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ کیونکہ جہنم کا ایندھن مجرم لوگ ہیں اور پتھر! اور ان پر نہائت سخت مزاج فرشتوں کا پہرہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ ساتھ ہی اہلِ ایمان کو "توبة النصوح" کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ایسی پُر خلوص توبہ، کہ جس کے بعد ذہن سے گناہ کا تصور ہی ختم ہو جائے۔ ایسی صورت میں گناہوں کی معافی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

نبی ﷺ کو کفار و منافقین سے جہاد کا حکم

آیت نمبر ۹ میں نبی ﷺ کو حکماً فرمایا جارہا ہے کہ کفار کے ساتھ ساتھ منافقین سے بھی جہاد کریں اور وہ بھی نہائت غلظت و شدت کے ساتھ، یعنی ایک تو منافقین سے بھی جہاد کریں، دوسرا یہ کہ ان سے جہاد کرتے وقت یہ مت سوچیں کہ جھوٹ موٹ سہی یہ کلمہ تو پڑھتے ہیں لہٰذا ان سے نرمی کی جائے، ہرگز نہیں! ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، جو کہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

سورۃ کے آخر میں کفار کے لئے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثالیں پیش کی گئیں، باوجودیکہ یہ دونوں اللہ کے نبیوں کی بیویاں تھیں، لیکن اللہ اور اس کے نبیوں کی نافرمانی کی سزا سے نہ بچ سکیں۔ جبکہ اہل ایمان کے لئے حضرت آسیہ (سلام اللہ علیہا) زوجۂ فرعون کی مثال پیش فرمائی کہ باوجود ایک ظالم و جابر بادشاہ کی بیوی ہونے کے اس نے اللہ سے تعلق مضبوط کر لیا، اور سیدہ مریم علیہا السلام بھی جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اور وہ واقعی اللہ کی بندگی کرنے والی تھیں۔

پارہ (۲۹) تبارک الذی

خلاصۂ رکوعات

اُنتیسویں پارے کو اس کے پہلے جملے "تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ" کی مناسبت سے "تبارک الذی" کہا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الملک سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ القلم، سورۃ الحاقہ، سورۃ المعارج، سورۃ نوح، سورۃ الجن، سورۃ المزمل، سورۃ المدثر، سورۃ القیامہ، سورۃ الدہر اور سورۃ المرسلات تک اسی پارے میں شامل ہیں۔

سورۃ الملک کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا (۱) اللہ تعالیٰ اس سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ (۲) کیونکہ اسی نے بنایا ہے۔ (۳) جو اس بادشاہ سے بغاوت کرے گا، جیل خانہ میں بھیجا جائے گا اور وہ جہنم ہے۔ (۴) اور جو وفاداری کا ثبوت دیں گے وہ مغفرت اور اجر کبیر پائیں گے۔ دیکھئے (۱) آیت ۱۔ (۲) آیت ۳ تا ۵۔ (۳) آیت ۶ تا ۱۱۔ (۴) آیت ۱۲

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (۱) وہ زمین (۲) و آسمان سے گونا گوں عذاب لانے پر قادر ہے (۳) تمہارے لشکر اس کے لشکروں کے مقابلہ میں کام نہیں آسکتے۔ دیکھئے (۱) آیت ۱۶۔ (۲) آیت ۱۷۔ (۳) آیت ۲۰

سورۃ القلم کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا (۱) آپ پر یہ لوگ الزامات لگاتے ہیں۔ (۲) آپ کو صبر کا بے انتہا اجر ملے گا۔ (۳) آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں۔ (۴) یہ لوگ باغ والوں کی طرح بالآخر نقصان اٹھائیں گے۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۔

(۲) آیت ۲۔ (۳) آیت ۸۔ (۴) آیت ۱۷۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (۱) ہاں (۱) موافق اور (۲) مخالف برابر نہیں ہو سکتے (۲) قرآن پر ایمان لانے میں کیا مندرجہ ذیل رکاوٹیں انہیں پیش آ رہی ہیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۳۴، ۳۵۔ (۲) ۳۷، ۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۷۔

سورۃ الحاقہ کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا (۱) ثمود (۲) عاد اور (۳) فرعون وغیرہ کو (۴) دنیا میں بھی سزا ملی اور (۵) آخرت میں بھی ملے گی۔ دیکھئے (۱) آیت ۵ (۲) آیت ۶۔ (۳) آیت ۹ ½ (۴) آیت ۱۹ تا ۲۴۔ (۵) آیت ۲۵ تا ۳۷

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (۱) یہ قرآن معزز رسول (جبرائیل علیہ السلام) لایا ہے، (۲) اور رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ (۳) البتہ فائدہ فقط متقین اس سے اٹھا سکتے ہیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۴۔ (۲) آیت ۴۳۔ (۳) آیت ۴۸۔

سورۃ المعارج کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) تشریح یوم المجازات (۲) اور بہشتیوں کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۸ تا ۱۴ (۲) آیت ۲۲ تا ۳۴

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، منکرین قیامت کو اپنے خوض ولعب میں چھوڑ دیں، قیامت میں حاضر ہو کر سب کچھ خود دیکھ لیں گے۔ دیکھئے آیت ۴۲ تا ۴۴

سورۃ نوح کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) مقصد تبلیغ۔ (۲) مشغلہ مبلغ در روز و شب۔ (۳) قبولیت احکام پر نتائج حسنہ کا ترتب بیان کیا گیا ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۳ (۲) آیت ۵۔ (۳) ۱۰ تا ۱۲

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا، مخاطبین اگر داعی الی اللہ کے اخلاص کی قدر نہ کریں تو پھر اس مظلوم کے دل کی آہ خرمن قوم کو جلا دیتی ہے۔ دیکھئے آیت ۲۵، ۲۶۔

سورۃ الجن کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) جنوں کا قرآن مجید سن کر فوراً متاثر ہونا۔ (۲) اور اپنی قوم کو جا کر تبلیغ کرنا بتایا گیا ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۱۔ (۲) آیت ۲ تا ۱۴۔

رکوع نمبر ۲ میں فرمایا (۱) مقصد تبلیغ دعوت الی اللہ ہے۔ (۲) انبیاء علیہم السلام کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہوتے۔ (۳) ان کا کام تبلیغ احکام الٰہی

ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۰۔ (۲) آیت ۲۱۔ (۳) آیت ۲۳

سورۃ المزمل کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) قبل از تبلیغ مبلغ کی تیاری۔ (۲) تقسیم اوقات مبلغ۔ (۳) مبلغ کا تعلق باللہ۔ (۴) تبلیغ کے بعد مخالفین کی بربادی کا بیان ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۲ تا ۴۔ (۲) آیت ۶، ۷۔ (۳) آیت ۸۔ (۴) آیت ۱۱ تا ۱۴

رکوع نمبر ۲ میں، چونکہ آپ کی امت کا دائرہ زیادہ وسیع ہونے والا تھا، اس لئے عبادت میں تخفیف کردی گئی۔ دیکھئے آیت ۲۰۔

سورۃ المدثر کے رکوع نمبر ۱ میں فرمایا کہ (۱) آپ تبلیغ حق فرمائیں۔ (۲) اور مکذبین کو میرے سپرد کردیں۔ دیکھئے (۱) آیت ۲۔ (۲) آیت ۳۔

رکوع نمبر ۲ میں منکرین کے حق میں فرمایا، اگر انکار دائمی رہا اور عبادت بدنیہ اور مالیہ سے تنفر رہا تو داخلہ دوزخ یقینی اور نجات ناممکن ہوگی۔ دیکھئے آیت ۴۲ تا ۴۸

سورۃ القیامہ کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) اثبات قیامت بآیات النفس (۲) نقصان انکار قیامت (۳) سبب انکار قیامت (۴) اقسام الناس یوم القیامت کا بیان ہے۔ دیکھئے (۱) آیت ۱ تا ۴۔ (۲) آیت ۵، ۶۔ (۳) آیت ۲۰، ۲۱۔ (۴) آیت ۲۲، ۲۳، ۳۰

رکوع نمبر ۲ میں رفع استبعادِ قیامت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۳۶ تا ۴۰

سورۃ الدھر کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) اثبات صانع۔ (۲) اقسام الانس۔ (۳) قائلین صانع کے اوصاف۔ (۴) اور ان کی جزائے اعمال کا بیان۔ دیکھئے آیات ۱، ۳، ۷ تا ۱۰، ۱۱ تا ۱۲۔

رکوع نمبر ۲ میں (۱) مسلک مطیعین صانع (۲) بیان عجز المخلوقات کا بیان۔ دیکھئے آیات ۲۴ تا ۲۶، ۲۸۔

سورۃ المرسلات کے رکوع نمبر ۱ میں (۱) اثبات مجازات (۲) تشریح یوم المجازاۃ (۳) نتائج قبیحہ منکرین یوم المجازاۃ۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۷، ۸ تا ۱۵، ۲۹ تا ۴۰۔

رکوع نمبر ۲ میں (۱) یوم المجازاۃ کے ماننے والوں کی جزائے خیر کا بیان

(۲) اعادۂ انذار۔ دیکھئے آیات ۴۱ تا ۴۴، ۴۶ تا ۵۰

درس (۲۹)

سورۃ الملک مکیہ [1]

سورۃ الملک کی ابتداء سے انتیسواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی چار صفات کا دعویٰ اور اس کے دلائل

سورۃ الملک کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے چار صفات کا دعویٰ کیا گیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ موجود ہے

(۲) انتہائی درجے کی صفات کمال کا مالک اور سب سے بالا و برتر ہے۔

(۳) آسمان و زمین پر اس کی حکومت ہے۔

[1] یہ قرآن کریم کی ۶۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۷۷ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۳۰ آیات ۳۳۵ کلمات اور ۱۳۵۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ...... مخالفین سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو اس نظام عالم کا بادشاہ مان کر وفاداری کا ثبوت دو۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء میں "تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ" کا جملہ آیا ہے یعنی بڑا عالی شان ہے وہ جس کے قبضہ میں تمام بادشاہت ہے۔ اس سورۃ کا نام ملک اسی جملہ سے ماخوذ ہے۔ حدیث پاک میں اس سورۃ کا نام منجیہ اور واقیہ بھی آیا ہے اس واسطے کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے اور نجات بخشتی ہے اور قیامت کے ہول اور صعوبتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں حقوق رسالت کا بیان تھا اس سورۃ میں حقوق توحید اور ان کے ایفاء و اخلال پر جزا و سزا کا بیان ہے نیز سورۂ سابقہ کے اخیر میں بعض اہل سعادت و شقاوت کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں مطلقاً سعداء اور اشقیاء کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں میں ربط ظاہر ہے۔

سورۃ الملک کے خواص: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی تیس آیتوں والی ایک سورت ایک شخص کو اپنی سفارش سے بخشوادے گی، اور وہ سورت تبارک الذی ہے اور اگر یہ سورت مرض رمد پر ہر روز تین بار تین روز تک پڑھے، شفا ہو جاتی ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد روزانہ پڑھنا قبر کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ چلّہ کے اندر زچہ کو یہ سورت پڑھ کے پانی پر دم کر کے پلانے سے جملہ آفات سے حفاظت رہتی ہے۔ تہجد کی نماز میں دو رکعتوں کے اندر سورۃ الملک کو چالیس روز تک پڑھنے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے فرزند صالح پیدا ہوتا ہے۔

(۴) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگلی آیات میں اس دعوے کے دلائل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اللہ نے موت اور حیات کو پیدا کیا، اور اس کا مقصد یہ بتایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تہہ در تہہ سات آسمان بنائے، اتنی عظیم الشان تخلیقات میں آپ کو کوئی خلل نظر نہیں آئے گا۔ ایک بار پھر غور کیجئے۔ پھر بار بار نظر دوڑایئے آپ کی نظریں تھک کر واپس آ گریں گی لیکن کوئی دراڑ یا رخنہ نظر نہیں آئے گا۔ پھر فرمایا کہ پہلے آسمان کو ہم نے ستاروں سے مزین کر رکھا ہے اور ان ستاروں کو شیاطین کے بھگانے کے لئے انگارے بنا دیا ہے کہ شیاطین اور جنات جو آسمانی خبریں چرانے کے لئے اوپر چڑھتے ہیں انہیں ان کے ذریعے دفع کر دیا جاتا ہے۔ زمین کی خاصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین کو اللہ نے تمہارے لئے ایسا مسخر کر دیا ہے کہ تم اس کے مونڈھوں پر چڑھتے پھرو، نہ تو اسے پانی کی طرح سیال اور بہنے والا بنایا ہے اور نہ کیچڑ کی طرح دلدل بنایا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس پر انسان کی آبادکاری ممکن نہ ہوتی، پھر اسے لوہے اور پتھر کی طرح سخت بھی نہ بنایا کہ اس طرح کھیتی باڑی نہ ہو سکتی اور نہ ہی نہریں کھودی جا سکتیں۔ ان سب چیزوں پر نظر کر کے تمہیں اپنے رب کا مطیع ہو جانا چاہئے تا کہ نہ تو تمہیں زمین نگل جائے اور نہ ہی تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو۔ فرمایا کہ کیا اللہ کے دشمنوں نے کبھی پرندوں میں غور و فکر نہیں کیا۔ جو ان کے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں۔ کبھی اپنے بازوؤں کو پھیلاتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ عام قاعدہ کی رو سے وزنی چیز کو خلاء میں ٹھہرنے اور پرواز کرنے کی بجائے زمین پر گر جانا چاہئے۔ لیکن اللہ نے انہیں ایسی وضع پر بنایا ہے کہ وہ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا جو رزق تمہیں بادلوں سے پانی کے برسنے اور زمین کے نباتات اگانے سے مل رہا ہے یہ محض اللہ کی قدرت اور عطا ہے۔ لیکن منکرین اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی جاتے ہیں کیا جو شخص اوندھا اپنے چہرے کے بل چلے وہ صحیح رستے پر چلنے والا ہے یا جو سیدھا راستہ کو دیکھ کر چلے وہی منزل پر

پہنچے گا؟ آخر میں ایک بار پھر پانی جیسی عظیم نعمت کی مثال بیان فرمائی کہ جو پانی زمین کی تہہ سے نکال کر پی رہے ہو اگر وہ زمین کی گہرائی میں اتر جائے اور نکالے نہ نکلے تو بتاؤ کونسی طاقت ہے جس کے ذریعے اسے حاصل کرو گے؟

سورۃ القلم مکیہ ①

حضور ﷺ کے خلقِ عظیم کا بیان اور کفار و مشرکین کے مطاعن کا جواب

سورۃ القلم میں کفار و مشرکین مکہ کے ان مطاعن کا ذکر ہے جو وہ حضور کی ذات گرامی پر کیا کرتے تھے۔ ان کا پہلا طعنہ یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کو ''مجنون'' قرار دیا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں بلکہ اپنے عمل کی بناء پر آپ ﷺ کو اجر عظیم ملنے والا ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ خلقِ عظیم کے مالک ہیں، جبکہ مجنون لوگ اس صفت سے کبھی متصف نہیں ہوتے۔ پھر فرمایا کہ اے پیغمبر! بہت جلد آپ ﷺ بھی اور آپ ﷺ کے دشمن بھی دیکھ لیں گے کہ مجنون کون ہے؟ معاذ اللہ آپ ﷺ مجنون تھے یا آپ ﷺ کو یہ طعنہ دینے والے خود ہی مجنون تھے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ طعنہ دینے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے خود اسلام قبول کر لیا اور ایک بہت بڑی تعداد جنگوں میں ماری گئی۔

آیت نمبر ۸ سے حضور ﷺ کو تلقین فرمائی کہ ان جھٹلانیوالوں کی باتوں پر توجہ نہ

---

① یہ قرآن کریم کی ۶۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۲ آیات ۳۰۶ کلمات اور ۱۲۹۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ......اگر اس دین کو خود ساختہ سمجھتے ہو تو تمہارے ہاتھ میں قلم ہے، ایسا قرآن لکھ کر لا دو۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی میں "نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ" فرمایا گیا یعنی "قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ فرشتے لکھتے ہیں۔ یہاں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے تمام مخلوق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ قلم ہوا۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۂ نٓ بھی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ میں زیادہ تر روئے سخن منکرین توحید کی طرف تھا اور اس سورۃ میں زیادہ روئے سخن طاعنین فی النبوت کی طرف ہے اور چونکہ انکار نبوت کفر ہے اس لئے کفار کی عقوبت دنیویہ واخرویہ کا مضمون بھی بعض آیات میں آیا ہے۔

دیں۔ کیونکہ یہ تو چاہتے ہیں کہ آپ دعوت توحید میں نرم پڑ جائیں۔ اور انہیں شرک و بت پرستی سے روکنا چھوڑ دیں، اور آپ قسمیں کھانے والے بے وقعت، طعنہ زن، چغل خور، نیک کام سے روکنے والے، فاسق وفاجر، بدمزاج اور بدنام شخص ولید بن مغیرہ کی بات نہ مانیں کیونکہ وہ اپنی عادات رذیلہ کے علاوہ اپنے مال اور اولاد کا گھمنڈ بھی رکھتا ہے، اور ہماری آیات کو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں سمجھتا ہے۔ ہم قیامت کے روز اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے، جس سے یہ میدان محشر میں مجرمین کی صف میں نمایاں ہو جائے گا۔

باغ والوں کی داستان اور مشرکینِ مکہ کی مثال

اگلی چند آیات میں مشرکین مکہ کی مثال باغ والوں کے قصہ سے واضح فرمائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے کچھ عرصہ بعد پیش آیا۔ یمن میں صنعاء سے کچھ فاصلے پر ایک باغ تھا جسکا مالک نہایت دیندار شخص تھا اور غریب وفقیر لوگوں پر نہایت مہربان تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے تین بیٹے باغ کے وارث بنے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے گھر کے افراد پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں اور پیداوار ان کی ضرورت سے کم ہے۔ فقراء وغیرہ کا حصہ نکالنا ہمارے بس کی بات نہیں، ہمارا باپ تو بے وقوف تھا۔ غلہ اور پھل کی اتنی بڑی مقدار غریب لوگوں میں لٹا دیتا تھا۔ ہمیں یہ سلسلہ بند کر دینا چاہئے۔ لہٰذا انہوں نے قسم کھائی کہ ہم صبح سویرے ہی جا کر پھل توڑ لیں گے اور مساکین وغیرہ کو پتہ ہی نہ چلنے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عزم بالکل اچھا نہ لگا اور رات ہی کو اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعے سے باغ میں آگ لگوا دی یہ لوگ سو رہے تھے۔ منصوبہ کے مطابق اٹھے تو ایک دوسرے کو آہستہ آہستہ آوازیں دے کر بلاتے رہے کہ جلدی چلو اور پھل توڑیں لیکن جب باغ میں پہنچے تو باغ کا نام ونشان ہی مٹ چکا تھا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شاید ہم بھول کر کسی اور جگہ آ گئے ہیں۔ یہاں تو نہ باغ ہے نہ کھیت! پھر نشانات اور راکھ وغیرہ پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جگہ تو یہی ہے مگر باغ جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ کہنے لگے ہم تو اس نعمت سے

محروم کردیئے گئے۔ تب انہیں اپنی غلط تدبیر پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا احساس ہوا۔ ایک دوسرے پر الزامات لگانے کے بعد بہر حال انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کی اور پر امید رہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس باغ سے بھی بہتر باغ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا باغ عطا فرمایا جس کے انگوروں کا ایک ایک خوشہ اتنا بڑا تھا کہ اسے ایک ایک خچر پر لادا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ کو بھی ہم ان باغ والوں کی طرح آزمائیں گے۔ چنانچہ اہل مکہ کچھ عرصہ بعد قحط میں مبتلا ہو کر جینے سے بے زار ہو گئے تھے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے مجرم لوگوں کو ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دی ہوئی ہے اور ہم ان سے نمٹ لیں گے۔

آیت نمبر ۴۷ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صبر کی تلقین فرمائی گئی کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہ فرمائیں، کیونکہ انہوں نے اللہ کے حکم کا انتظار کیے بغیر بستی سے کوچ فرمالیا تھا، جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں امتحان میں مبتلا کر دیا اور ایک وقت مقررہ تک انہیں اس میں مبتلا رہنا پڑا۔ آخری دو آیتوں میں مشرکین کے اس قول کی تردید ہے کہ وہ قرآن سن کر نصیحت حاصل کرنے کی بجائے آپ ﷺ کو مجنون ہونے کا طعنہ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ القلم کی آخری دو آیتیں نظرِ بد کے علاج میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔

سورۃ الحاقۃ مکیہ ①

وقوعِ قیامت اور اس کے مختلف مناظر کا بیان

سورۃ الحاقہ میں قیامت کے وقوع کی حقیقت، قیامت کو جھٹلانے والی قوموں، بالخصوص ثمود و عاد اور فرعون کی سرکشی اور اس کا انجام بیان فرمانے کے بعد

① یہ قرآن کریم کی ۶۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۷۸ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۲ آیات ۲۶۰ کلمات اور ۱۱۳۴ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:...... جزائے اعمال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملتی ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

قیامت کے روز زمین وآسمان کے تہس نہس ہوجانے اور دیگر مختلف مناظر کا بیان ہے۔ فرمایا کہ جس شخص کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ خوشی کے مارے لوگوں کو دکھاتا پھرے گا۔ لوگو میرا نامہ اعمال پڑھ لو۔ مجھے تو یقین تھا کہ میرا حساب پیش آنے والا ہے۔

جنتی کی خوشی اور جہنمی شخص کے رنج وملال کا بیان

چنانچہ وہ شخص بہشت بریں میں ہوگا جہاں پکے ہوئے میوے جھکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے مزے کے ساتھ کھاؤ پیو اپنی اس کمائی کے بدلے میں جو تم آگے بھیج چکے ہو۔ اور جس شخص کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا اے کاش مجھے یہ نہ ملا ہوتا اور مجھ سے حساب نہ ہوا ہوتا کیا ہی اچھا ہوتا کہ موت مجھے ہمیشہ کے لئے مار دیتی۔ میرا مال اور عہدہ ومنصب میرے کسی کام بھی نہ آیا۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کو پکڑو، اسے گلے سے زنجیر میں جکڑ و اور دوزخ میں داخل کردو، پھر ایک ہی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہوگی اسے جکڑ دیا جائے گا۔ اس پر عذاب کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ شخص خدائے بزرگ وبرتر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ غریب آدمی کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔ چنانچہ آج اس شخص کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور کھانے کے لئے اسے زخموں کا دھوون نصیب ہوگا اور یہ ایسی غلیظ چیز ہے جسے اس روز ان مجرموں کو کھلایا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں "غسلین" نامی جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مجرموں اور جہنمیوں کی غذا بنے گی اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

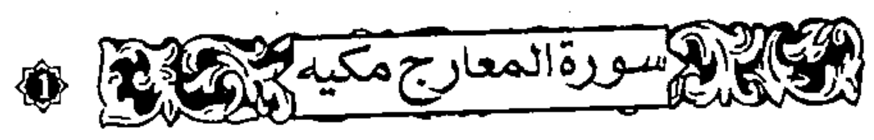
وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ الحاقۃ سے ہوئی ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو ہوکر رہے۔ ایسے ہی حاقہ کے معنی حق اور ثابت کے بھی ہیں یہاں اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں جزاء وسزا واقع ہوکر رہے گی اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الحاقہ ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ میں اثبات رسالت کے ساتھ کفار کی مجازاۃ کا بیان تھا اس سورۃ میں مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور مواقعات مذکور ہیں اور ختم سورۃ میں حقانیت قرآن کا بیان ہے۔

قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت کا بیان

آیت نمبر ۳۸ سے دیکھی جانے والی اور نہ دیکھی جانے والی چیزوں کی قسم کے بعد یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کوئی شاعری اور کہانت وغیرہ نہیں بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے جسے ایک بزرگ ترین فرشتہ بزرگ ترین پیغمبر ﷺ پر لے کر نازل ہوا ہے، خدانخواستہ یہ اللہ کا کلام نہ ہوتا اور خود وضع کر کے اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا تو ہم ایسا کرنے والے کو ضرور اپنی گرفت میں لیتے، اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی گردن کاٹ ڈالتے، اور اسے بچانے والا کوئی نہ ہوتا۔

آخری آیات میں واضح کیا کہ یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ جو اسے جھٹلاتے ہیں اور ان کا یہ فعل ان کے لئے حسرت ثابت ہوگا، یہ قرآن اعلیٰ درجے کے یقین کی چیز ہے، چنانچہ اے پیغمبر! آپ اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کرتے رہیں۔



①

کافروں پر وقوعِ عذاب اور ان کی بدحالی

نضر بن حارث نامی مشرک نے دعا کی تھی کہ اے اللہ اگر یہ قرآن ہی حق ہے اور تیری ہی کتاب ہے تو ہم اسے قبول کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں تو بے شک ہم پر

---

① یہ قرآن کریم کی ۷۰ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۷۹ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۴ آیات ۲۳۰ کلمات اور ۹۹۷ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:......تشریح یوم المجازات۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی تیسری آیت میں معارج کا لفظ آیا ہے، معارج معراج کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ہیں درجات، زینہ، سیڑھیاں مگر یہاں مراد ہے آسمان جو ایک کے اوپر ایک ہے اور اس پر فرشتے چڑھتے اترتے ہیں۔ اس لفظ معارج کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ کی طرح اس سورۃ میں بھی مجازات کا اور بعض اعمال موجبہ مجازات کا بیان ہے جس سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی اور دردناک عذاب نازل کردے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں اسے مسلمانوں کے ہاتھوں دردناک عذاب دلایا اور وہ جہنم واصل ہوا۔ اس کی مذکورہ ہفوات کے جواب کے طور پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس میں قیامت کے مناظر اور کفار پر عذاب الٰہی کا بیان ہے اور قیامت کے دن کی لمبائی پچاس ہزار برس بتائی گئی ہے، جس کی وحشت ۔ ردوزخ کے خوفناک عذاب سے مومنین صالحین محفوظ رہیں گے۔

مومنین صالحین کی صفات اور ان کا اکرام وانعام

یہاں پر مومنین صالحین کی علامات ارشاد فرمائی ہیں:

(۱) وہ لوگ نماز کو قائم و دائم رکھنے والے ہیں۔

(۲) اپنے مال میں غرباء و فقراء کا حق سمجھتے ہیں۔

(۳) قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

(۴) اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

(۵) اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی پر ظاہر نہیں کرتے یعنی زنا اور فحاشی سے دور رہتے ہیں۔

(۶) اپنی امانتوں اور قول کو نبھاتے ہیں۔

(۷) گواہی پر قائم رہتے ہیں۔

(۸) اپنی نمازوں سے خبردار رہتے ہیں، یعنی غافل نہیں ہوتے۔ فرمایا یہی لوگ جنت کے مستحق ہیں۔

سورۃ نوح مکیہ ①

نوح علیہ السلام کی داستانِ درد اور قوم کا عبرتناک انجام

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال مسلسل اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے لیکن وہ ظالم لوگ آپ کی بات سننے کی بجائے کونوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور کپڑے

① یہ قرآن کریم کی ۷۱ ویں سورۃ ہے اور اس کا شمار ترتیب نزولی کے اعتبار سے بھی نمبر ۷۱ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۸ آیات ۲۳۱ کلمات اور ۹۷۴ حروف ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لپیٹ لیتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نہایت شفقت اور نرمی سے انہیں سمجھایا اور آسمان و زمین، سورج اور چاند ستارے اور نباتات وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور دلائل توحید کے طور پر پیش کیا۔ مگر وہ لوگ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ بتوں کی پوجاپاٹ پر ڈٹ گئے اور بھی بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے عاجز آ کر دعا مانگی اے میرے رب میں تھک گیا ہوں، اس سرزمین پر کافروں کا ایک گھر بھی سلامت نہ رہنے دے۔ تو اب بھی اگر نہیں پکڑے گا تو یہ مٹھی بھر ایمان والوں کو ورغلائیں گے اور یہ اس قدر بدبخت ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ یہ زندہ رہے تو ان کی نسلوں میں بھی کوئی ایمان لانے والا پیدا نہیں ہوگا۔ اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس آہ وزاری اور بددعا کا ذکر ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے پانی کے ریلے چھوڑ کر تمام کافروں کو غرقاب کر دیا۔

سورۃ الجن مکیہ ①

جنات کا قرآن سننا اور قبولِ اسلام

حضور ﷺ عکاظ کے میلے میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے راستے

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

موضوع سورۃ:...... طریقہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس پوری سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی نوح مقرر ہوا۔

فائدہ: قرآن کریم میں صرف دو سورتیں ایسی ہیں جن میں مسلسل ایک خاص ذکر کے علاوہ دوسرا ذکر نہیں۔ ایک سورۂ یوسف کہ اس میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور ایک یہ سورۂ نوح کہ اس میں قصۂ نوح کے سوا اور کچھ مذکور نہیں ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان تھا ان میں سے ایک رسول اللہ کی تکذیب بھی ہے۔ اس سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اس کا بیان ہے نیز مذکورہ سورۃ سابقہ کے ساتھ اس سورۃ میں کفر پر استحقاق عقوبت دینویہ کا بھی اثبات ہے۔ نیز آپ کو تسلی دینا ہے کہ مشرکین مکہ کی طرح قوم نوح نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تھی لہٰذا آپ تنگ دل نہ ہوں۔

① یہ قرآن کریم کی ۷۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۴۰ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۸ آیات ۲۸۷ کلمات اور ۱۱۲۶ حروف ہیں۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں بطن نخلہ کے مقام پر صبح کی نماز کی امامت فرمائی، اسی دوران نصیبین کے علاقے سے ۹ جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی قرأت سنی تو بہت متاثر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اس ''قرآن'' کی حقانیت پر مطلع کیا تو تین سو جنات نے رسول اللہ اور قرآن کی تعلیمات پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔

اللہ کے ذکر سے روگردانی عذاب کا سبب ہے

اس سورۃ میں اسی واقعہ کی تفصیل اور توحید کا بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ نے خود یہ واقعہ لوگوں کو سنا دینے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر انسان اور جن اسلام کے طریقے پر مضبوطی سے چلنے والے بن جاتے تو ہم انہیں مال کی فراوانی سے نوازتے اور انہیں بڑی بڑی نعمتیں دیتے۔ اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دیتے ہیں۔

مساجد میں غیر اللہ کی پکار کی ممانعت

فرمایا کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی سجدہ کرنے کی جگہ ہے خواہ عبادت کرنے کے لئے التزاماً کوئی عمارت بنالی جائے یا ضرورت کے وقت سفر و حضر میں کہیں بھی کسی جگہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرلیا جائے، یہ عبادت بہرحال اللہ تعالیٰ کے لئے

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ) **موضوع سورۃ**: جس طرح فطرت سلیمہ والے انسان قرآن کے آب حیات کے لئے تشنہ لب ہیں، اسی طرح سلیم الطبع جن بھی قرآن کریم کے لئے چشم براہ ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی میں جنات کی ایک جماعت کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے قرآن سنا اور اس پر ایمان لائے اور پھر اپنی قوم میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کی اس واقعہ کے ذکر کی بناء پر اس سورۃ کا نام سورۃ الجن متعین ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں قصۂ کفر سے ترتیب تھی کفار کے ایمان نہ لانے پر اس سورۃ میں جنات کے ایمان لانے سے ترغیب ہے کفار معاصرین کو ان امور پر ایمان لانے کی اس طور پر کہ ناری الاصل باوجود علو وغلو کے ایمان لائے تو ترابی الاصل باوجود انحفاض کے کیوں ایمان نہیں لائے ترغیب و ترہیب کے اس تقابل سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

مخصوص رکھنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی پکارنا یا سجدہ کرنا حرام ہے۔

اللہ کی گرفت بڑی زبردست ہے

آیت نمبر ۲۰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق کا اور نافرمانوں کی تعذیب کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفت علم کمال اور جامعیت کا بیان ہے۔ حکم فرمایا اے اللہ کے رسول! آپ فرمادیجئے میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ فرمادیجئے بے شک میں تمہارے لئے کسی ضرر اور کسی بھلائی کا مالک نہیں۔ فرمادیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یعنی خدانخواستہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی گرفت فرمائے (اگرچہ یہ ہوگا نہیں بلکہ صرف اللہ کی قدرت سمجھانا مقصود ہے) تو کوئی مجھے اس کے عتاب سے نہیں بچا سکتا۔

عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے

آیت نمبر ۲۵ سے قیامت کا تذکرہ ہے، فرمایا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے (یعنی قیامت) وہ قریب ہے یا بعید، اس کا علم مجھے نہیں کیونکہ غیب کا جاننے والا اللہ ہے اور وہ اپنے رازوں کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، مگر اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے جسے چاہے اُسے مطلع کر دیتا ہے۔ اور پھر اس کے آگے پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور ان کے احوال کا اللہ نے احاطہ کیا ہوا ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

سورۃ المزمل مکیہ ①

حضور ﷺ کو نمازِ تہجد کا حکم

مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کو اس وجہ سے کہ ان کی دعوت کی بناء پر دوست

① ۔یہ قرآن کریم کی ۷۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۳ پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۰ آیات ۲۰۰ کلمات اور ۸۶۴ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:......دستور العمل مبلغ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

دوست سے جدا ہو جاتے ہیں، ساحر (جادوگر) کہنا شروع کیا تو آپ ﷺ کو اس کا شدید صدمہ ہوا اور آپ ﷺ کپڑے میں لپٹ کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی اس ادا کو ہمیشہ کے لئے یادگار بناتے ہوئے یہ سورۃ نازل فرمائی اور آپ کو راتوں کو جاگ کر نماز تہجد اور تلاوت قرآن پاک کا حکم فرمایا۔ تلاوت قرآن ترتیل کے ساتھ یعنی ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا کرنے اور بقدر اختیار خوش آوازی کے ساتھ کرنے، نیز نماز قائم کرنے، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی تلقین فرمائی، یاد رہے کہ یہ سورۃ نزول قرآن کے بالکل ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس لئے فرمایا کہ بلاشبہ ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ بھاری کلام سے مراد قرآنِ کریم ہے کیونکہ جب آپ ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو آپ کو شدید مشقت برداشت کرنا پڑتی تھی۔ نیز آپ ﷺ پر تہجد فرض کی گئی اور تہجد کے لئے رات کو جاگنا موسم کی تلخی ترشی یا بشری تقاضوں کے ہوتے ہوئے خوب مشقت کا کام ہے۔

اللہ و رسول ﷺ کو جھٹلانے والوں کو سخت عذاب کی وعید

آیت نمبر ۱۰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ تسلی دے رہے ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی "یاایھا المزمل" کے خطاب سے ہوئی ہے اس لئے سورۃ کا نام مزمل قرار پایا، مزمل لغت عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے مثلاً چادر، کمبل وغیرہ کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ نماز تہجد اور قرآن کریم کی تلاوت کے لئے جتنا اس وقت نازل ہوا تھا، رات کو اٹھتے تو ایک دراز کمبل اوڑھ لیتے تھے تا کہ سردی سے حفاظت رہے اور نماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کو اس سورۃ میں مزمل کے خطاب سے مخاطب فرمایا گیا کہ اے کمبل یا چادر اوڑھنے والے، اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام مزمل مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں کفار کو امور ثلٰثہ توحید، رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اس سورۃ میں کفار کے ایمان نہ لانے پر جناب رسول اللہ ﷺ کا تسلیہ ہے اور تقویت تسلیہ کے لئے آیت " فاصبر علیٰ مایقولون وسبح بحمد ربک" نازل ہوئی اسی کے ساتھ آپ کو کثرت ذکر اور قیام لیل کا امر فرمایا گیا اور اس مجموعہ کے ضمن میں امور ثلٰثہ مذکورہ کا اثبات بھی ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

مشرکین کی ہفوات پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے، جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ بس تھوڑی سی مہلت انہیں درکار ہے اس کے بعد ان کیلئے ہمارا عذاب تیار ہے۔

رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن گواہیں دیں گے!

فرمایا، اے آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے والے بدنصیبو! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا، جو تمہارے اوپر قیامت کے دن گواہی دے گا کہ ان لوگوں نے مجھے اور آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ اسی طرح جس طرح کہ فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا اور اس نے انہیں جھٹلایا اور نافرمانی کی، پس ہم نے اسے مضبوط گرفت میں لے کر اس کا بیڑا غرق کر دیا۔ تم اگر اپنی روش برقرار رکھو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جس کی وحشت سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

تہجد کی فرضیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قیام اللیل کا حکم ہوا تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی ساری ساری رات تہجد پڑھنے لگے جس کی بناء پر ان کے پیر پھول گئے اور رنگ سیاہ پڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل کی آخری آیت نازل فرمائی جس میں پہلا حکم منسوخ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اب تم سے جتنا قرآن آسانی سے (تہجد میں) پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو، ساتھ ہی تہجد کی فرضیت بھی امت کے لئے منسوخ ہوگئی۔ اس آیت میں مریضوں، مزدوروں اور مجاہدین کی رعائت رکھتے ہوئے تہجد کی فرضیت منسوخ کر دی گئی۔ پہلے حکم اور دوسرے حکم کے درمیان آٹھ ماہ کا وقفہ بتایا جاتا ہے۔ آیت کے آخر میں نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی (بشرطِ وجوب) ادائیگی، نیز فی سبیل اللہ قرضِ حسنہ اور مخلوق پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور اس پر اجرِ عظیم کا وعدہ کیا۔

......☆......

سورۃ المدثر مکیہ ①

حضور ﷺ کے لئے خصوصی احکامات

سورۃ المدثر بھی نزول قرآن کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ پہلی وحی میں جبرئیل سے پہلی ملاقات کے اثرات کی بناء پر کانپتے اور لرزتے ہوئے جب اپنے گھر تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فوراً اپنے اوپر کپڑا ڈالنے کا حکم فرمایا اور کچھ دیر اسی حالت میں کپڑا لپیٹ کر آرام فرماتے رہے بعدازاں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کو چند احکام ارشاد فرمائے گئے۔

① کپڑا لپیٹ کر سورہنے کی بجائے کھڑے ہوجایئے اور لوگوں کو اپنے رب سے ڈرایئے۔

② اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

③ اپنے لباس کو پاکیزہ رکھیے۔

④ حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر عام انسانوں سے فرمایا بتوں کی پوجا اور ہر قسم کے گناہ ومعصیت کو چھوڑ دیجئے۔

---

① یہ قرآن کریم کی ۷۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر۴ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۶ آیات ۲۵۶ کلمات اور ۱۰۴۵ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ---- آپ خلق اللہ میں تبلیغ حق فرمائیں، اور مخالفین کی بربادی ہمارے سپرد کردیں (یہ مضمون سورۃ علق، مزمل اور مدثر میں مشترک ہے)۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی "یا ایھا المدثر" سے ہوئی یعنی آنحضرت ﷺ کو مدثر کہہ کر خطاب فرمایا گیا۔ مدثر عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک لمبا چوڑا کپڑا اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر اوڑھ لے جیسے چادر، کمبل، رضائی، لحاف وغیرہ جس سے سردی دور ہوسکے چونکہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ گھر آکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے گرم کپڑا کمبل وغیرہ اوڑھادو اور آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے اس لئے آپ ﷺ کو "یا ایھا المدثر" سے خطاب فرمایا اور اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ مدثر قرار پایا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں آپ کا تسلیہ مقصود تھا اور انذار کفار تبعاً مذکور تھا اس سورۃ میں انذار کفار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً ارشاد ہے یہی وجہ ہے کہ سورۃ سابقہ میں آیات تسلیہ زیادہ اور آیات انذار کم تھیں اور اس سورۃ میں آیات انذار زیادہ اور آیات تسلیہ کم ہیں اس تقریر سے ربط واضح ہے۔

⑤ کسی شخص پر احسان اس نیت سے نہ کیجئے کہ جو کچھ اسے دیا ہے اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی پر اپنے نفس کو ثابت قدم رکھئے۔

بعد ازاں قیامت اور جنت وجہنم کا تذکرہ ہے۔ ساتھ ہی ایک اور شاتم رسول ولید بن مغیرہ کی گوشمالی کی گئی ہے۔

ولید بن مغیرہ کی دنیاوی حیثیت اور اس کا انجام

ولید بن مغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی عطا کی تھی۔ مکہ سے طائف تک اس کے باغات پھیلے ہوئے تھے۔ ایک کروڑ درہم سالانہ آمدنی تھی، اور کثیر الاولاد تھا۔ سیاسی قوت بھی حاصل تھی۔ لیکن حرص اور ناشکری میں اوّل درجے پر تھا۔ اس نے بھی وحی الٰہی کی مخالفت کی اور حضور ﷺ کو جادوگر قرار دیا اور قرآن کو جادو، اس پر اللہ کی لعنت برسی، دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب نعمتوں سے محروم ہو گیا اور تنگدست ہو کر مرا۔ آخرت میں بھی اس کے لئے بربادی ہے، اور دوزخ اس کا مقدر ہے جس پر انیس فرشتے نگران ہیں، اور انیس نگران مقرر کرنے میں بھی اللہ کی حکمت ہے، کہ کون اس بات کو سن کر ایمان لاتا ہے اور کون مذاق اڑاتا ہے۔ اصل میں اللہ کے لشکر اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔

اہل جنت کا سوال اور جہنمیوں کا جواب

آیت نمبر ۳۲ سے چاند اور جاتی ہوئی رات اور روشن ہوتی ہوئی صبح کی قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ جہنم ایک بہت بڑی بھاری چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو ڈرانا چاہتا ہے۔ اب تم میں سے جو چاہے اس سے اپنے ایمان و اعمال کے ذریعے بچنے کی کوشش کرے اور جو چاہے اپنی بداعمالیوں کے ذریعے اس میں کود جائے۔ قیامت کے روز جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے تو مل کر مجرمین سے سوال کریں گے، ''تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لا پھینکا؟'' تو وہ جواب میں اپنے جرائم

بتلائیں گے:

① ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے......

② مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے......

③ دین کی باتیں سن کران کا مذاق اڑاتے اور اپنی دانشوری بگھارا کرتے تھے

④ قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔

ہمیں یہ چیزیں یہاں لے آئیں، حتیٰ کہ اب ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مثال بدکنے والے گدھوں سے دی ہے، کہ انہوں نے قرآن سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے اپنا بیڑا غرق کرلیا۔

سورۃ القیامۃ مکیہ ①

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس سورۃ میں قیامت کے بارے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قیامت کو اٹھنا یقینی ہے

سورۃ القیامہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور "نفس لوّامہ" (مومن کا نفس) کی قسم ارشاد فرما کر واضح کیا کہ انسان یہ گمان رکھتا ہے کہ اس کی ہڈیاں جمع نہیں کی جاسکیں گی؟ کیوں نہیں، ہم اس کی ہڈیاں حتیٰ کہ انگلیوں کی پوروں بھی صحیح

---

① یہ قرآن کریم کی ۷۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۳۱ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۰ آیات ۱۶۴ کلمات اور ۶۸۲ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:......اثبات قیامت۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی "لا اقسم بیوم القیامۃ" کے جملہ سے ہوئی یعنی قسم ہے قیامت کے دن کی، تو اس سورۃ کی ابتداء قیامت کی قسم سے فرمائی گئی اور بعد میں بھی قیامت کے حالات اور قیامت کے ثبوت میں مختلف دلائل دیئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "سورۃ القیامہ" ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ کے ختم کے قریب ارشاد ہے "کلا بل لاّ یخافون الآخرۃ" اور اس سے پہلے کچھ احوالِ آخرت بھی مذکور ہیں۔ اس سورۃ میں بھی آخرت کے احوال کی تفصیل ہے اور تبعاً مقدمۂ آخرت یعنی موت کے وقت کا بھی حال مذکور ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

صحیح جمع کر کے دکھادیں گے۔

انسان اپنے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے، قیامت کا دن کب آئے گا؟ چنانچہ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے مختلف مناظر ارشاد فرمائے ہیں۔ اس دن آنکھیں چندھیا جائیں گی، اور چاند گہنا جائے گا، سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ انسان اس دن حسرت سے کہے گا، کہ اس آفت سے بچنے کے لئے کہاں بھاگوں؟ ہر گز نہیں! ایسا ہر گز نہیں ہوگا کہ وہ کہیں بھاگ سکے!!

رسول اللہ ﷺ کا حفظِ قرآن

نیز رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اسے یاد کرنے کے لئے جلد جلد پڑھنا شروع کر دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ آپ ﷺ اس طرح نہ کیا کریں کیونکہ اس کلام کا جمع کرنا اور آپ ﷺ کو پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل جنت کو اپنا دیدار کرائیں گے اور جنت میں بھی انشاء اللہ ہمیں یہ نعمت نصیب ہوتی رہے گی۔ فرمایا کہ کچھ چہرے اس روز بدرونق ہوں گے اور سوچتے ہوں گے کہ ان کی کمر توڑ دی جائے گی۔

عالمِ نزع اور انسان کی دنیا پرستی

واقعتاً ان کے ساتھ ایسا ہی ہوگا، ان کی تو موت ہی نہائت بھیانک ہوگی اور قیامت کے روز بھی بُرا انجام ہوگا۔ کیونکہ اس نے آیاتِ الٰہی کی تصدیق نہ کی اور نہ نماز پڑھی۔ اس نے حق کو جھٹلایا اور منہ موڑا، پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا۔ تیرے لئے کم بختی ہے پھر کم بختی ہے، پھر تیرے لئے کمبختی ہے پھر کم بختی ہے۔

کیا اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا، اسے اپنی حقیقت پر غور

کرنا چاہئے کہ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا، جو ٹپکایا گیا؟ پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا، پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے، پھر اس کو مرد و عورت بنایا تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟؟

سورۃ الدھر مکیہ ①

انسان کی پیدائش سے پہلے کی حالت

فرمایا کہ انسان پر ایک وقت ایسا بھی آ چکا ہے جب وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا کہ اس کا ذکر بھی کیا جاتا یعنی سب سے پہلے عناصر اربعہ کا جزو تھا، پھر غذا بنا اور پھر اسے مخلوط نطفے کے ذریعے ہم نے پیدا کیا اور سننے دیکھنے والا انسان بنا دیا۔ (یہاں پر "امشاج" نطفہ کی صفت ہے۔ نطفہ مفرد ہے اس کی صفت اس لئے لائی گئی ہے کہ اس

---

① یہ قرآن کریم کی ۷۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۸ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۳۱ آیات ۲۴۶ کلمات اور ۱۰۹۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ :......نفی دہریت۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ دہر آیا ہے جس کے معنی ہیں زمانہ دراز یا طویل مدت، اس سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔ نیز اس سورۃ کا نام دہر اس واسطے بھی ہے کہ اس سورۃ کے شروع میں دہر کے باطل عقیدہ کا ذکر فرمایا گیا ہے دہر کے باطل عقیدہ رکھنے والے جن کو دہریہ کہا جاتا ہے ان کے باطل عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ اس جہان میں کچھ تجددات اور انقلابات ہو رہے ہیں سب گردش زمانہ اور آسمان کے ستاروں کے تاثرات سے ہوتے ہیں بعض وضع وحالت دن رات میں تبدیلی ہو جاتی ہے بعض مہینہ میں بعض برس میں اور بعض زمانہ دراز میں انقلابات عظیمہ رونما ہو جاتے ہیں آبادیاں جنگل سے اور جنگل آبادیوں سے، خشکی تری سے اور تری خشکی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان وحیوان پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا تھے وہ مٹ جاتے ہیں اور ایک نوع بدل کر دوسری نوع بن جاتی ہے تو اس سورۃ میں اس دہر کے باطل عقیدہ کا رد فرمایا گیا ہے اور توحید کا ثبوت کیا گیا ہے۔

فائدہ: اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورۃ کا دوسرا رکوع بلا شبہ مکی ہے البتہ پہلے رکوع میں احتمال ہے کہ مدنی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں زیادہ تر مجازات کا اثبات اور کچھ مجازات کی تفصیل تھی اس سورۃ میں زیادہ تر مجازات کی تفصیل ہے جس میں ترغیب کے جزائے ایمان کا بیان ہے اور اول وآخر میں اس کا کچھ امکان واثبات ہے اس کے ساتھ ساتھ انسان کا مکلف ہونا بھی ارشاد ہے اور چونکہ کفار کے انکار مجازات سے آپ کو رنج ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی بھی فرمائی گئی۔

سے مراد عورت اور مرد دونوں کا پانی ہے۔) پھر ہم نے اسے راستہ دکھا کر چھوڑ دیا کہ حق کو تسلیم کرے یا ناشکری اور کفران میں مبتلا ہو جائے۔ بے شک جو لوگ منکر ہو جائیں، ہم نے انکے لئے زنجیریں، طوق اور آگ تیار کر رکھی ہے۔ آیت نمبر ۵ سے سورۃ کے آخر تک جنت میں اللہ تعالیٰ کے بیش بہا انعامات کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

شکر گزاروں کی تین نشانیاں

شکر گزاروں کو جنت میں وہ جام پلائے جائیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی، شکر گزاروں کی یہاں تین نشانیں بتائی گئیں:

① جب وہ کوئی نذر مان لیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

② قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

③ صرف اللہ کی رضا کیلئے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ان کے نیک اعمال اور صبر کا نتیجہ انہیں جنت کی صورت میں ملے گا، جہاں نہ سردی ہوگی نہ گرمی، نہ دکھ اور نہ کوئی غم۔

جنتیوں پر انعامات کی بارش

اہل جنت اس دن جنت میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں دھوپ کی شدت ہوگی نہ ہی ٹھنڈک، پھل دار درختوں کی شاخیں ان پر جھکی ہوئی ہوں گی، اور گچھے لٹک رہے ہوں گے۔ چاندی کے بنے ہوئے شیشہ نما آبخوروں میں جنت کے غلمان ان کے لئے مشروب لائیں گے اور وہ نوشِ جان کریں گے اور انہیں جنت کے ایک خاص چشمے سلسبیل سے جام بھر بھر کر پلائے جائیں گے۔ جنت کے غلمان بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ان کے گرد منڈلاتے رہیں گے۔ اہل جنت کی پوشاک باریک اور گاڑھے ریشم کے لباس ہوں گے۔ انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور شراب طہور پلائی جائے گی۔

قرآن مجید کا بتدریج نازل ہونا

آیت نمبر ۲۳ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم اور بے بدل نعمت کا ذکر فرمایا جس کے احسان کے نیچے آج تک ساری انسانیت دبی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ اے محمد! بے شک ہم نے آپ پر بتدریج قرآن نازل کیا ہے، پس اپنے رب کے حکم پر قائم رہیں۔ ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہا نہ مانئے، صبح و شام اپنے رب کی عبادت، ذکر و سجود وغیرہ میں لگے رہئے اور راتوں کو اٹھ کر اس کی تسبیح بیان کیا کیجئے۔ آخری آیات میں مشرکین کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ان کو ختم کر کے ان کے عوض ان جیسے اور بھی پیدا کر سکتا ہے، ساتھ ہی کافروں، ظالموں کو دردناک عذاب کی نوید سنائی۔

سورۃ المرسلٰت مکیہ ①

قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے بربادی ہے

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ ہواؤں کی قسمیں کھا کر قیامت کے یقینی طور پر آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ انسان کو اس کی تخلیق، زمین، پہاڑ، پانی اور مختلف نشانیوں پر غور

① یہ قرآن کریم کی ۷۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۳۳ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۰ آیات ۱۸۱ کلمات اور ۸۴۶ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ :.....مسئلہ مجازاۃ

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی "والمرسلات عرفاً" سے ہوئی اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ میں قیامت کا وقوع اور تفصیل اسباب و کیفیات مجازات مذکور تھی اس سورۃ میں بھی یہی مضمون ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ وہاں ترغیب کا مضمون تھا اور یہاں ترہیب کا مضمون ہے اسی وجہ سے اس سورۃ میں دس جگہ " ویل للمکذبین" مذکور ہے اور چونکہ متعلق تکذیب متعدد ہے اس لئے معنی تکرار نہیں ہے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے غار میں تھے جب یہ سورۃ اتری حضور ﷺ اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں یہ سن کر یاد کر رہا تھا، ناگہاں ایک سانپ ہم پر کودا، حضور ﷺ نے فرمایا اسے مارو، ہم جھپٹے لیکن وہ نکل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسا کہ تم اس کی برائی سے محفوظ رہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

وفکر کی دعوت دیتے ہوئے دس مرتبہ واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے بربادی یقینی ہے۔

نیز یہاں پر آیت نمبر ۲۰ سے تخلیق انسانی کے مختلف مراحل بیان فرمائے۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر بعض حسّی دلائل بھی ارشاد فرمائے اور ثابت کیا کہ وہ اللہ جو زمین کو مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی بنا سکتا ہے، وہ دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔ متقین اور مجرمین کا الگ الگ انجام فرمانے کے بعد مجرموں کو ایک بار پھر تنبیہ کی کہ کھا پی لو۔ دنیا کی زندگی سے تھوڑا بہت فائدہ اٹھالو، یقیناً تم مجرم ہو اور چونکہ ہمارے مجرم ہم سے بھاگ نہیں سکتے اس لئے یاد رکھو کہ قیامت کے دن ہمیں اور ہماری آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے بربادی لازم ہو چکی ہے۔



پارہ (۳۰) عَمَّ یَتَسَاءَ لُوْنَ
خلاصۂ رکوعات

تیسویں (آخری) پارے کو اس کے پہلے جملے "عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ" کی مناسبت سے "عَمَّ" کہا جاتا ہے۔ یہ پارہ سورۃ النباء سے شروع ہو کر سورۃ الناس (آخری سورۃ) تک پھیلا ہوا ہے۔ یاد رہے تیسویں پارہ میں ۳۷ سورتیں اور ۳۹ رکوع ہیں۔

سورۃ النباء کے رکوع نمبر ا میں (ا) جس طرح کھیتی مقصود بالذات ہوتی ہے، اور کاشتکاری کے آلات بالتبع مہیا کئے جاتے ہیں، اسی طرح اس نظام عالم میں فقط انسان مقصود ہے، اور بقیہ نظام اس کے تابع۔ (۲) جس طرح کھیتی کے لئے ایک یوم الفصل ہوتا ہے، جس میں اناج اور بھوسہ الگ کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں ایک یوم الفصل ہونا چاہئے جس میں دونوں قسم کے انسانوں کو جدا جدا کیا جائے۔ دیکھئے آیات ۶ تا ۱۶، ۱۷

رکوع نمبر ۲ میں (ا) متقین (جو بمنزلہ اناج کے ہیں) کی جزائے خیر (۲) اور جزا کے علاوہ عطا بھی ان پر ہوگی۔ دیکھئے آیات ۳۱، ۳۶۔

سورۃ النازعات کے رکوع نمبر ا میں رفع استبعاد قیامت۔ دیکھئے آیات ا تا ۶، ۱۵

ان دو مثالوں سے انقلاب فوری شخصی دکھایا گیا ہے، پہلی میں انسان کے دم نکلتے ہی ایک آن واحد میں سب چیز اس کے قبضہ سے نکل جاتی ہے، یہ جسمانی انقلاب

ہے، اور دوسری مثال میں ایک روحانی فوری انقلاب دکھایا گیا ہے، تو جس طرح انقلاب شخصی شب وروز دیکھتے ہو، انقلاب نوعی یا انقلاب عالم کو اسی پر قیاس کرلو۔

رکوع نمبر ۲ میں (۱) رفع استبعاد قیامت اور (۲) قیامت میں انسانوں کی دو قسمیں ہوں گی۔ دیکھئے آیات ۲۷ تا ۳۳، ۳۷ تا ۴۱۔

سورۃ عبس میں (۱) تعلیم دین میں دنیا دار کی رعایت نہیں ہونی چاہئے۔ (۲) صحف قرآن کا رتبہ۔ (۳) ابتداءِ خلقت اور (۴) انتہائے زندگی اور معاشرت کی ضروریات جب ایک طریقہ سے پوری ہوتی ہیں، جن سے امیر وغریب یکساں نفع اٹھاتے ہیں، تو تعلیم میں کیوں مساوات نہ ہو۔ دیکھئے آیات ۵، ۱۱ تا ۱۴، ۱۸، ۲۱، ۲۴ تا ۴۲۔

سورۃ التکویر میں نبی کے پاس علم کس طرح آتا ہے، اور کہاں سے آتا ہے، کی وضاحت ہے۔ دیکھئے آیات ۱۹، ۲۰

سورۃ الانفطار میں فرمایا (۱) اپنے بنانے والے سے تمہیں تعلق بگاڑنا نہ چاہئے، ورنہ یوم المجازاۃ میں بھلائی کی کوئی امید نہیں۔ (۲) تعلق باللہ خراب ہونے کی حالت میں کوئی معین وناصر نہیں ہوگا۔ دیکھئے آیات ۶، ۱۹۔

سورۃ المطففین میں وعید تطفیف۔ (تطفیف سے مراد اپنا حق پورا لینا اور دوسرے کا حق دیتے وقت نقصان پہنچانا ہے)۔ دیکھئے آیات ۲ تا ۳۔

سورۃ الانشقاق میں یوم المجازاۃ میں اعطائے صحف کی تشریح۔ دیکھئے آیات ۷ تا ۱۴

سورۃ البروج میں فرمایا خدا پرستوں کی دل آزاری کرنے والے گرفت الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ دیکھئے آیات ۱۰۔

سورۃ الطارق میں رفع استبعادِ قیامت کا بیان۔ دیکھئے آیات ۶ تا ۸۔

سورۃ الاعلیٰ میں (۱) ضرورتِ نبوت۔ (۲) اور طریقہ تعلیم نبوت کا بیان۔ دیکھئے آیات ۴ تا ۶، ۹

سورۃ الغاشیۃ میں عاملین کے اقسام مع نتائج۔ دیکھئے آیات ۲ تا ۱۶

سورۃ الفجر میں فرمایا (۱) اعمال کی جزا اور سزا دنیا میں شروع ہوجاتی ہے۔ (۲)

اور مصائب دنیاوی عام طور پر بداعمالی سے پیش آتے ہیں۔ دیکھئے آیات ۱۲ تا ۱۳، ۱۷ تا ۳۰
سورۃ البلد میں فرمایا، انسان دنیا میں آرام پانے نہیں بلکہ کام کرنے آیا ہے۔ دیکھئے آیت ۱۴۔

سورۃ الشمس میں فرمایا مظاہر قدرت نے ابتدائے عالم سے مشاہدہ کرادیا ہے کہ اخلاق حمیدہ والی قوموں نے نجات پائی اور بداخلاق قومیں ہمیشہ قعر مذلت میں گرتی ہیں، جن کی ایک مثال قوم ثمود ہے۔ دیکھئے آیات ۹، ۱۱۔

سورۃ اللیل (۱ تا ۳) ان چیزوں میں غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے (۴) کہ انسانوں کی کوشش میں اختلاف ہے۔ (۵، ۶) جس کی سعی کا یہ طریقہ ہے (۷) اس کے یہ نتائج نکلیں گے۔ (۸، ۹) اور جس کی سعی کا یہ مسلک ہے۔ (۱۰) اس کے نتائج یہ نکلیں گے۔ (۱۱) اس مکذب کو مال کوئی نفع نہیں دے گا (۱۲) ہدایت کا واضح کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۱۳) علاوہ اس کے دنیا اور آخرت کے تمام امور کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

اس سورۃ میں قوائے طبعیہ (۱) کے اختلاف اور بعض اثرات خارجیہ کے اختلاف سے اعمال انسانی میں اختلاف لازمی ہے۔ (۲) اخلاق حمیدہ والوں کے لئے دنیوی اور اخروی نجات لازمی ہے، اور بداخلاقوں کے لئے دنیاوی اور اُخروی ذلت لازمی ہے۔ دیکھئے آیات ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰۔

سورۃ الضحیٰ میں (۱، ۲) یہ چیزیں اس امر پر گواہ ہیں۔ (۳) کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہی ہوا ہے۔ (۴) وحی بند ہونے کے بعد دوبارہ جب وحی نازل ہوگی تو وہ حالت آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہوگی۔ (۵) آپ کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا، تب آپ بڑے خوش ہوں گے۔ (۶ تا ۸) کیا ان مصائب میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کبھی آپ کا ساتھ چھوڑا (ہرگز نہیں!) (۹، ۱۰) فترۃ الوحی کے وقت ان مساکین کی خدمت کیجئے، واللہ اعلم! (۱۱) اور نعمت رب (یعنی قرآن انہیں پڑھایئے) واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:.....زمانہ فترۃ الوحی قوائے ایمانیہ کیلئے موجب تکمیل ہے۔

دیکھئے آیات ۱، ۲، ۳، ۴

سورۃ الم نشرح تتمہ سورۃ الضحیٰ۔ دیکھئے آیت ۱۔

سورۃ التین میں فرمایا انسان اگر فرض منصبی ادا کرے تو بہترین مخلوقات ار اگر فرض منصبی ادا نہ کرے تو بدترین مخلوقات۔ دیکھئے آیات ۵، ۶۔

سورۃ العلق میں فرمایا (۱) آپ تبلیغ کے لئے کمربستہ رہیں، اور (۲) اعدائے اسلام کی سرکوبی ہمارے سپرد کیجئے۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۵، ۱۵۔

سورۃ القدر میں فرمایا لیلۃ القدر میں قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۵۔

سورۃ البینہ میں فرمایا (۱) ضرورت بعثت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) آپ کا دین ادیان سابقہ سے اصولاً متفق ہے۔ (۲) تعلیم اسلام کے موید خیرالبریہ اور مخالف شرالبریہ ہیں۔ دیکھئے آیات ۱، ۵، ۶، ۷۔

سورۃ الزلزال مدنیہ میں ابتداء وقائع قیامت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱، ۲، ۳، ۴

سورۃ العٰدیٰت میں (۱) بیان مرض۔ (۲) سبب مرض (۳) علاج مرض کا بیان۔ دیکھئے آیات ۲، ۸، ۹۔

سورۃ القارعہ میں انتہائے واقعہ قیامت کا بیان۔ دیکھئے آیات ۶ تا ۹

سورۃ التکاثر میں فرمایا، فرض منصبی سے غافل کرنے والا مرض تکاثر اموال ہے۔ دیکھئے آیت ۱

سورۃ العصر میں اقوام عالم کی کامیابی کے اصول اربعہ کا بیان۔ دیکھئے آیت ۳

سورۃ الھمزۃ میں زر پرستوں سے سلوک الٰہی کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱، ۲۔

سورۃ الفیل میں توہین شعائر اللہ سے دائمی ذلت کا لزوم۔ دیکھئے آیت ۱۔

سورۃ القریش میں فرائض علماء کرام وصوفیاء عظام کا بیان۔ دیکھئے آیات ۳، ۴

سورۃ الماعون میں اوصاف مکذبین قیامت کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱ تا ۳

سورۃ الکوثر میں اصول ہزیمت اعدائے اسلام کا بیان۔ دیکھئے آیت ۲، ۳

سورۃ الکافرون میں مقاطعہ عن الکفار کا بیان۔ دیکھئے آیت ۶

سورۃ النصر میں رسول اللہ ﷺ کی کامیاب زندگی کی حد اور انتقال پر ملال کی پیش گوئی کا بیان۔ دیکھئے آیت ۱ تا ۳

سورۃ اللّھب کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ حق میں حارج نوع ابی لہب میں داخل ہے۔

سورۃ الاخلاص میں ممتاز توحید اسلام کا ذکر ہے۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۴

سورۃ الفلق میں مضرات جسمانی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تلقین ہے۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۵

سورۃ الناس میں مضرات روحانی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تلقین ہے۔ دیکھئے آیات ۱ تا ۶

درس (۳۰)

سورۃ النباء مکیہ ①

قیامت کے متعلق کافروں کی چہ میگوئیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اور اس میں قیامت کا ذکر اہمیت کے ساتھ بار بار آنے لگا تو کافروں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ قیامت قائم بھی ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کب ہوگی؟ کچھ

① یہ قرآن کریم کی ۷۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸۰ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۰ آیات ۱۷۴ کلمات اور ۸۰۱ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ:..... یوم المجازات کی تشریح کاشتکاروں کے اصول پر۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "عم یتساء لون عن النباء العظیم" سے ہوئی نبأ کے معنی خبر کے ہیں اور نباء عظیم کے معنی ہیں بڑی خبر چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کی خبر اور واقعات جزا و سزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اور مناسبت سے اس کا نام سورۃ النباء مقرر ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

لوگ اسے محض ڈراوا سمجھ کر انکار کر دیتے اور کچھ لوگ دبے لفظوں میں اس کا واقع ہونا تسلیم کرتے۔ چنانچہ یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس کے شروع میں ان کا یہ حال ذکر کر کے آگے قیامت کا واقع ہونا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا۔ کافروں کو اپنی قدرت کی طرف متوجہ فرما کر زمین و جبال، انسانوں کے جوڑے، رات اور دن، سات آسمان، آفتاب و مہتاب، بادلوں سے پانی کی رم جھم اور اس کی برکت سے غلہ، سبزی اور باغات وغیرہ، اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں ارشاد فرما کر دعوت فکر دی کہ جو رب اس قدر قدرتوں والا ہے، تمہیں اس کے وعدے کے مطابق قیامت کا واقع ہونا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا بے شک قیامت کا دن مقرر ہو چکا ہے اور اس روز جب صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ فوج در فوج ہمارے دربار میں آن کھڑے ہو گے۔

کفار کے لئے عذابِ جہنم اور قرآن کی سخت ترین آیت

اس دن آسمان کھل کر دروازوں کی صورت ہو جائیں گے اور پہاڑ چمکتی ہوئی ریت کی طرح اڑتے پھرتے ہوں گے۔ یہاں سے جہنم اور اہلِ جہنم کا ذکر فرماتے ہوئے کفار کو فرمایا کہ "**فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا**" اب تم اپنے کئے کا مزہ چکھو، ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ کے بقول کفار کے حق میں یہ سب سے سخت ترین آیت ہے۔

(بقیہ حاشیہ متعلقہ گذشتہ صفحہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں سورۃ سابقہ کی طرح قیامت کا امکان وقوع اور واقعات جزاء و سزا مذکور ہیں جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہے۔

سورۃ النباء کے خواص:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو سورۃ النباء پڑھتا رہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ٹھنڈا مشروب پلائیں گے۔

۲۔ سورۃ النباء کی تلاوت کا معمول رکھنے سے آدمی چوری کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ جہاں کسی بھی موذی کی ایذا کا خطرہ ہو وہاں سورۃ النباء کی تلاوت کرنے سے آدمی موذی کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

متقین کے لئے انعاماتِ ربانی

آیت نمبر ۳۱ سے متقین کا ذکر ہے۔ جنت میں ان پر انعاماتِ ربانی کی برسات ہوگی۔ انگوروں سے لدے ہوئے باغیچے ہوں گے، نوجوان نوخیز شباب اور ہمجولی لڑکیاں ہوں گی جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سن وسال کی ہوں گی، شرابِ طہور کے چھلکتے جام ہوں گے، جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا، یہ سب کچھ ان پر آپ کے رب کی طرف سے عطاوعنایت ہوگی جو کہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ بھی آسمان اور زمین کے درمیان ہے ان سب کا۔ کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اس کے رعب وجلال کی بناء پر اس سے لب کشائی کر سکے۔ قیامت کے دن کافر حسرت سے ہاتھ ملے گا، اور کہے گا ہائے کاش! میں مٹی ہوگیا ہوتا۔

سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ ①

پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم اور قیامت کی حقانیت کا بیان

اس سورۃ کے شروع میں......

① یہ قرآن کریم کی ۷۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸۱ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۶ آیات ۱۸۱ کلمات اور ۷۶۹ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ :.....مجازاۃ۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا پہلا لفظ والنازعات ہے جس کے معنی ہیں قسم ہے کھینچنے والوں کی، اکثر مفسرین نے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں۔ اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام نازعات ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ کی طرح اس سورۃ میں بھی واقعات اور "ء انتم اشد خلقاً" میں اور "ھل اتاک" الآیہ میں مکذبین کی تخویف اور ان کی تکذیب پر آپ کا تسلیہ مذکور ہے۔

سورۃ النازعات کے خواص:

۱۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو سورۃ النازعات پڑھتا رہے، وہ جنت میں داخل ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مسکراتا ہوگا۔

۲۔ اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو اور وہ دشمن کے سامنے اس سورۃ کو پڑھ کر اس پر دم کر دے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

① کافروں کی روح سختی کے ساتھ کھینچ کر نکالنے والے۔
② مومن کی روح کے بندھن کو آسانی سے کھول دینے والے۔
③ روح قبض کرنے کے بعد تیزی سے اسے آسمان کی طرف لے جانے والے۔
④ روحوں کو ان کے اچھے یا برے ٹھکانے پر پہنچانے میں سبقت کرنے والے
⑤ اللہ کے حکم کے مطابق ان روحوں کے لئے ثواب یا عذاب کے اسباب جمع کرنے والے

ان پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کی حقانیت اور اس کے ہولناک مناظر بیان فرمائے گئے۔

اللہ کی قدرت اور قیامت کی تلخی کا بیان

پہلے پہل تمام تر مخلوقات کا نیست و نابود ہونا اور بعد ازاں دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے پر زندہ ہو کر ایک ہی آواز پر میدانِ حشر میں جمع ہو جانے کا بیان ہے۔ آیت نمبر ۱۵ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی صورت میں حق و باطل کی دیرینہ کشمکش، فرعون کی ہٹ دھرمی اور اس کے انجام کو بطور تمثیل پیش فرما کر سوال فرمایا کہ اے قیامت کے منکرو! یہ بتاؤ کہ تمہاری تخلیق مشکل کام ہے یا آسمان کی تخلیق؟

ہم نے آسمان و زمین، پانی اور پہاڑ، تمہارے جانور اور ان کے لئے چارہ پیدا کیا۔ اگر ان ساری چیزوں کی پیدائش تمہیں واقعی نظر آتی ہے اور اسے مانتے ہو تو پھر قیامت کے وقوع کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

آخر میں قیامت کے دن کی لمبائی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں تو ہم صرف ایک شام یا صبح کے برابر وقت گزار کر آئے ہیں۔

......☆......

سورۃ عبس مکیہ ①

سورۃ ''عبـــس'' سے اختتام قرآن تک تمام سورتیں ایک ایک رکوع پر مشتمل ہیں۔

حضور ﷺ کا جذبۂ تبلیغ اور حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کی فضیلت

ایک مرتبہ حضور ﷺ مشرکین مکہ کے سرداروں، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ اور ابی ابن خلف سے گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور کوئی سوال پوچھا، آپ ﷺ کو اس وقت ان کی آمد اور گفتگو میں مداخلت ناگوار گزری، اور آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ فرمانے کی بجائے مشرکین سے گفتگو جاری رکھی۔

چنانچہ مجلس کے اختتام پر جب آپ ﷺ تشریف لے جانے لگے تو یہ سورۃ نازل ہوئی اور ناگواری کی بناء پر آپ ﷺ کے چہرے کی سلوٹوں کو قرآن کی سطور میں ظاہر کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ کو کیا خبر کہ شاید وہ نابینا آپ ﷺ کی تعلیم کی بناء پر سنور جاتا اور نصیحت قبول کرتا۔

جو شخص دین سے بے پرواہی کرتا ہے آپ ﷺ اس کی تو فکر میں پڑے

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۰ ویں نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۴ ہے اس سورۃ میں ارکوع ۴۲ آیات ۱۳۳ کلمات اور ۵۵۳ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ :.....مساوات فی التعلیم۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ''عبس وتولی'' سے ہوئی عبس کے معنی ہی اس نے تیوری چڑھائی وہ ترش رو ہوا وہ چیں بجبیں ہوا، چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبوس تھا جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوگا۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی قیامت کا مضمون زیادہ ہے اگرچہ اور مضامین بھی مذکور ہے۔ مگر مضمون قیامت سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

سورۃ عبس کے خواص: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو سورۃ عبس پڑھتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

ہوئے ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے آپ ﷺ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ آپ ﷺ آئندہ ایسا ہرگز نہ کیجئے۔

ان آیات کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ ظاہری الفاظ کی بناء پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ عتاب فرما رہے ہیں کہ آپ نے ایک نابینا صحابی کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور قریش کے سرداروں کی طرف متوجہ رہے، لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو دراصل ان آیات میں آپ ﷺ کے جوشِ تبلیغ اور آپ ﷺ کی بے انتہا شفقت کی تعریف کی گئی ہے جو کہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضور ﷺ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی بہت قدر افزائی فرماتے تھے۔

قرآن اور کاتبینِ قرآن کی عظمت

۔ آیت نمبر ۱۱ سے کلام الٰہی اور اس کے کاتبین کی عظمت کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ قرآن تو ایک عام نصیحت ہے جو کوئی چاہے اس سے نصیحت پکڑے، یہ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہائت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے اوراق میں لکھی ہوئی ہیں، اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اس کے اوراق نہائت عزت واحترام و تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ پر رکھتے ہیں۔ (تفسیر عثمانیؒ)

وہاں (لوحِ محفوظ میں) فرشتے اس کو لکھتے ہیں، اس کے موافق وحی اترتی ہے اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین، پاکباز، نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

یہاں قرآن کی کتابت کرنے والوں کے لئے جملہ "بایدی سفرۃٍ" استعمال ہوا ہے، اور "سفرہ" سفیر سے ہے، ادھر دیکھا جائے تو سب سے پہلے جن خوش نصیبوں کو قرآن کی کتابت اور حضور ﷺ کی سفارت کا شرف حاصل ہوا، وہ صحابہ کرام ہیں اور ان میں ایک نام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو "کرامٍ بررۃٍ" کا خطاب دے رہے ہیں۔ یعنی اعلیٰ درجہ کے نیکوکار! موجودہ دور کے جو نام نہاد مفسرین اور مفکرین، جو خیر سے فہم قرآن کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں، انہیں قرآنِ مجید کے اس مقام پر غور وفکر کرنا چاہئے، ورنہ ڈر ہے کہ ان پر اگلی آیت "قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ" کا اطلاق ہو، اور ان کی ساری محنت رائیگاں چلی جائے۔

مرنے کے بعد جی اٹھنے کے عقلی دلائل

انسان کو اپنی تخلیق پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے کس طرح اسے ایک بوند پانی سے تخلیق کیا، اس کے اعضاء میں تناسب قائم کیا اور ماں کے پیٹ سے ایک تنگ سوراخ کے راستے اسے باہر نکالا، یہ بات اپنی جگہ پر نہائت عجیب ہے۔ پھر اسے دنیا میں کچھ سال گزارنے کے بعد موت دی اور قبر میں رکھوا دیا، پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ لیکن حیرت ہے کہ اِن روزمرہ واقعات کو بھی انسان نے سمجھنے کی کوشش نہ کی اور اپنے مالک کا حق نہ پہچانا، انسان کو اپنے کھانے پر نظر دوڑانی چاہئے کہ ہم نے کس طرح اوپر سے پانی برسایا، پھر زمین کو چیرا پھاڑا۔ پھر اس میں اناج، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجوریں اور گھن کے باغات، میوے اور گھاس وغیرہ اگائے، تو کیا یہ سب چیزیں قابلِ غور نہیں ہیں؟؟

قیامت کے دن کی گھبراہٹ

بقیہ سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات اور قیامت کے دن کا بیان ہے۔ وہ ایسا خوفناک گھبراہٹ والا دن ہوگا کہ ہر انسان دوسرے سے بیگانہ ہوگا، نہ بھائی کی فکر ہوگی نہ ماں اور باپ کی، ہر انسان اپنی فکر میں لگا ہوگا۔ بہت سے چہرے اس دن روشن اور ہنستے مسکراتے ہوں گے اور بہت سے چہرے غبار آلود ہوں گے جن پر سیاہی پھیلی ہوگی، یہ مکروہ چہرے والے لوگ ضدی کافر ہوں گے۔

......☆......

سورۃ التکویر مکیہ ①

پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد کی جھلکیاں

سورۃ ''التکویر'' میں قیامت کی منظر کشی فرمائی گئی ہے۔ پہلی چھ آیات میں پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا بیان ہے۔

فرمایا: ''جب سورج بے نور ہو جائے اور جب ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔''

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۷ ہے۔ اس سورۃ میں ارکوع ۲۹ آیات ۱۰۴ کلمات اور ۴۳۶ حروف ہیں۔

موضوع سورۃ: ....(۱تا۹) بذریعہ قرآن منزل من اللہ علم الٰہی اسی دن کام آئے گا جس دن یہ واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ''اذا الشمس کورت'' سے ہوئی کہ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی وہ بے نور ہو جائے گا۔ اسی جملہ سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں بھی قیامت کے واقعات کا بیان کرنا مقصود ہے اور آخر میں قرآن کریم کی حفاظت کا تذکرہ ہے تاکہ لوگ قیامت کی تیاری کریں۔

فائدہ: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہ تین سورتیں پڑھے **اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت، اذا السماء انشقت** ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ پر اس قدر جلد بڑھاپے کے آثار کیوں ظاہر ہو گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت۔ ان سورتوں میں منکرین اور مخالفین پر عذاب الٰہی کا ذکر ہے مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم ہوتا ہے اور غم کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔

سورۃ التکویر کے خواص:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو سورۃ التکویر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔

۲۔ جو آدمی بارش برستے وقت سورۃ التکویر پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳۔ جو آدمی عرقِ گلاب پر سورۃ التکویر پڑھے اور اس عرق کو اپنی آنکھوں پر لگائے تو اس کی نظر تیز ہو گی اور آنکھوں کی صحت برقرار رہے گی۔

۴۔ ایسا گھر جس میں جادو کیا گیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ جادو کی چیزیں کہاں دفن ہیں تو اس گھر میں سورۃ التکویر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ جگہ ذہن میں ڈال دیں گے اور وہ اثر ختم ہو جائے گا۔

ربیع ابن خثیم نے پہلی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ آفتاب کو سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔ جس کی گرمی سے سارا سمندر آگ بن جائے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شمس وقمر قیامت کے دن دریا (سمندر) میں ڈال دیئے جائیں گے۔ مختلف روایات میں ستاروں کو بھی سمندر میں ڈال دینے کا ذکر ہے۔ قیامت کے دن پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں (جو زمانہ قدیم کے عرب صحرا نشینوں کا قیمتی ترین اثاثہ اور انہیں عزیز از جان ہوتی تھیں) بے مہار ہو کر دوڑتی پھریں گی، اور وحشی جانور گھبراہٹ کے مارے پناہ کی تلاش میں انسانی بستیوں میں آگھسیں گے، اور دریا گڈمڈ کر دیئے جائیں گے شیریں اور کھاری آپس میں مل جائیں گے۔

دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد کی جھلکیاں

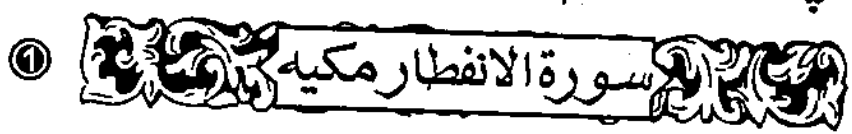
اگلے واقعات کا تعلق دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد سے ہے، فرمایا جب حاضرین محشر کے جتھے بنا دیئے جائیں گے یعنی کافر الگ اور مومن الگ اور زندہ درگور کر دی جانے والی لڑکی کے بارے میں سوال ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟ جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی یا اسے لپیٹ دیا جائے گا، دوزخ دہکا دی جائے گی اور جنت نزدیک کر دی جائے گی، تب ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ دنیا سے کیا ساتھ لے کر آیا ہے۔

منکرینِ قرآن کے شبہات کا رد

آیت نمبر ۱۵ سے خمسہ متحیرہ (یعنی پانچ ستارے زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد) کے علاوہ تاریک رات اور طلوعِ صبح کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرائیل علیہ السلام کی معرفت امین اور صادق پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، اور محمد ﷺ مجنون نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے تو جبرئیل علیہ السلام کی صاف کناروں پر زیارت بھی کی ہے۔ یہ سب کچھ مشرکین مکہ کے

شبہات واعتراضات کے جوابات کے طور پر ارشاد فرمایا، کیونکہ وہ بدنصیب لوگ حضور ﷺ کو دیوانہ، کاہن اور جادوگر قرار دیتے تھے۔

ساتھ ہی آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد فرمایا کہ یہ پیغمبر ﷺ ہر قسم کی مخفی اور غیب کی خبریں جو وحی کے ذریعے انہیں بتلائی جاتی ہیں لوگوں تک پہنچانے میں بخل نہیں کرتے۔ نعوذ باللہ یہ قرآن شیطان مردود کا قول نہیں ہے بلکہ رحمان کا کلام ہے، لہٰذا اس سے روگردانی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے، اور جو شخص بھی تم میں سے سیدھے راستے پر چلنا چاہتا ہے اس کے لئے بھی نصیحت ہے، مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کے چاہے جانے کے بغیر تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے، یعنی ہر کام میں اس کی مرضی چلتی ہے۔



①

جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی

اس سورۃ میں بھی قیامت کے مناظر اور جزاء وسزا کا بیان ہے۔ فرمایا کہ

---

① یہ قرآن کریم کی نمبر ۸۲ کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول اس کا ۸۲ ہے۔ اس سورۃ میں ا رکوع ۱۹ آیات ۸۰ کلمات ۳۳۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "اذا السماء انفطرت" سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا انفطار کے معنی پھٹ جانے کے ہیں۔ اس سورۃ میں قیامت کے دن آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے سورۃ کا نام سورۂ انفطار ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں سابقہ سورۃ کی طرح قیامت ومجازاۃ کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تنبیہ ہے جس سے ماقبل سے اس کا ربط واضح ہے۔

سورۃ الانفطار کے خواص: (۱) قیدی اگر اس سورت کی تلاوت کرتا رہے تو اسے قید سے رہائی مل جائے گی۔ (۲) اگر کسی کو بخار ہو تو وہ پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اور اسی پانی سے غسل کرلے تو بخار جاتا رہے گا:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ...... مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ

اگر دشمن کو خوفزدہ کر کے بھگانا ہو تو مینڈھے کے چمڑے کا ایک ٹکڑا لے اور ایک ٹکڑا بوڑھی عورت کے کپڑے سے لے اور اس چمڑے اور کپڑے پر سو مرتبہ پڑھے اور ساتھ ہی ہر دفعہ دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام بھی لے۔ پھر چمڑے کو دشمن کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن کرے اور کپڑے کو اس کے دروازے کے اوپر دفن کرے تو دشمن اس کا مقابلہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

جب آسمان چر جائے اور جب تارے جھڑ جائیں اور جب سمندر بہہ پڑیں، اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی، تب ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا۔ یعنی تمام پردے نظروں کے سامنے سے ہٹ جائیں گے، اور ہر انسان کو اس کے اعمالِ نیک و بد کی خبر ہو جائے گی۔

انسان کو اپنے رب سے کس چیز نے دھوکے میں مبتلا کیا!

فرمایا کہ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم سے دھوکے میں مبتلا کیا؟ جس رب نے تجھے متناسب الاعضاء بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا، تو اس قدر اس کا محتاج ہونے کے باوجود بھی انصاف کے دن کو جھٹلاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم پر نگہبان فرشتے متعین ہیں جو عزت دار اور لکھنے والے ہیں۔ انسان کے ہر ہر عمل کو لکھتے ہیں، اور تمام کارکردگی پر نظر رکھتے ہیں۔ آخری چند آیات میں اہل بہشت اور اہلِ جہنم کو خوبصورت انداز میں انصاف کے دن کی یاددہانی کرائی اور واضح کر دیا کہ اس دن اللہ ہی کا حکم چلے گا، دوسری کوئی قوتِ حاکمہ نہیں ہوگی۔

سورۃ التطفیف مکیہ ①

ناپ تول میں کمی باعثِ ہلاکت ہے

اس سورۃ کا شانِ نزول حاشیہ میں دیکھ لیجئے! ناپ تول میں کمی انسانی معاشرے کا باعثِ فساد جرم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے اس جرم میں مبتلا لوگوں کی ہلاکت کا اعلان فرمایا کہ جب وہ لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۳ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۸۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۳۶ آیات ۱۷۲ کلمات اور ۷۵۸ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء میں "ویل للمطففین" آیا ہے جس کے معنی ہیں بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام المطففین یا سورۃ تطفیف ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سورۃ میں بھی سابقہ سورۃ کی طرح اعمال کے بدلہ کا بیان ہے اور ان میں سے بعض حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے اعمال کو بیان فرمایا ہے بالخصوص ناپ تول میں کمی کرنا۔ لہٰذا مضمون مجازاۃ اس سورۃ اور سابقہ سورۃ میں مشترک ہے جس سے ربط ظاہر ہے۔

پورا بھر لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ کیا وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو قیامت کے دن اٹھنا اور اس جرم کا خمیازہ بھگتنا ہے۔ جس دن لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں رب العالمین کی راہ دیکھ رہے ہوں گے کہ وہ ان کے حق میں کب اور کیا فیصلہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد مدینہ کے وہ لوگ جو پہلے اس جرم کے عادی تھے، یکسر باز آ گئے اور اسلامی معاشرے سے اس قباحت کا خاتمہ ہو گیا۔

گناہگاروں کا انجامِ بد

آیت نمبر ۷ سے ۱۷ تک گنہگاروں کے انجامِ بد کا تذکرہ ہے، اور جو لوگ قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کی ہلاکت اور بربادی کا اعلان کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی آیات کو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے! قیامت کے دن وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے اور جہنم میں پھینکے جائیں گے۔

(گذشتہ صفحہ سے متعلقہ بقیہ)

شانِ نزول: بعض مفسرین نے اس سورۃ کو مکی اور بعض نے مدنی قرار دیا ہے اور شانِ نزول یہ بتایا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کو ابوجہینہ کہتے تھے وہ اپنے پاس دو صاع رکھتا تھا ایک بڑا جس سے وہ دوسروں سے مال لیتا تھا اور ایک چھوٹا جس میں سے ناپ کر وہ بیچتا تھا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ امام نسائیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگ چیزوں کے ناپنے میں چوری یعنی کمی کیا کرتے تھے، اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

سورۃ التطفیف کے خواص:

۱۔ جو آدمی اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب رحیقِ مختوم پلائیں گے۔

۲۔ اگر کسی سٹور کی ہوئی چیز کی حفاظت مقصود ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر اس چیز پر دم کر دیں، ان شاء اللہ آپ کا مال محفوظ رہے گا۔

فائدہ: لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ناجائز منافع خوری کے لئے غلہ اور دیگر اشیائے ضرورت کا سٹاک کرتے ہیں، ان کے لئے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو کام شرعاً ممنوع ہے اس کی حفاظت کے لئے شرعی چیزوں کا سہارا لینا اُلٹا گناہ ہے۔

نیک لوگوں کے لئے جنت میں عیش وراحت

آیت نمبر ۱۸ سے ۲۸ تک واضح کیا گیا ہے کہ نیکوکار لوگوں کا نامہ اعمال ''علیین'' میں ہے۔ علامہ مفسر عثمانیؒ کے بقول، کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے، اور یہ لوگ جنت میں عیش وراحت میں ہوں گے۔ ان کے چہرے ایسے پُر رونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے گا کہ یہ لوگ عیش وراحت میں ہیں۔ جنت میں ان کو شرابِ خالص جو کہ مہر بند ہوگی مشک سے، پلائی جائے گی۔ مجرم لوگوں کے لئے جو اہلِ ایمان پر ہنستے تھے اور انہیں ہر وقت اپنے طعن وتشنیع اور ہفوات وغیرہ کا نشانہ بنائے رکھتے تھے اس سورۃ کی آخری آیات میں واضح کیا کہ ان کے لئے قیامت کے دن حسرت اور ان کے اعمال کے بدلے کا ہوگا۔

سورۃ الانشقاق مکیہ ①

احوالِ قیامت اور نیک وبد کا انجام

اس سورۃ میں بھی قیامت کے احوال اور نیک وبد لوگوں کے انجام کا تذکرہ ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم پر آسمان پھٹ جائے گا اور زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور اس میں پوشیدہ تمام خزانے اُگل پڑیں گے۔ فرمایا کہ اے

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۸۳ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۵ آیات ۱۰۸ کلمات اور ۴۴۸ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء میں لفظ اذ السماء انشقت واقع ہوا ہے کہ انشقاق کے معنی ہیں پھٹ جانا اس میں آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام انشقاق ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: مجازات اعمال کا مضمون سورۂ سابقہ اور اس سورۃ میں مشترک ہے جس سے تناسب ظاہر ہے۔

سورۃ الانشقاق کے خواص:

۱۔ جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو تو یہ سورت لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائی جائے تو اس کے بچے ہونے لگیں گے۔

۲۔ جس آدمی کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو اور شدید درد ہو تو اس پر سورۃ الانشقاق پڑھ کر دم کریں۔

۳۔ اس سورۃ کو لکھ کر گھر میں رکھنے سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر حشرات الارض سے حفاظت رہے گی۔

انسان! تو نیکی کا راستہ اختیار کرے یا بدی کا، بہرحال تجھے طرح طرح کی مشقتوں کے بعد اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔

آیت نمبر ۷ سے آخر تک کافروں اور اہلِ ایمان کو علیحدہ علیحدہ ان کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

سورۃ البروج مکیہ ①

مومنین اہلِ خندق کی ثابت قدمی اور ظالموں کا انجامِ بد

یہ سورۃ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے، جو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً ستر سال پہلے پیش آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان، قیامت کے دن، شاہد اور مشہود (اس سے مراد بالترتیب جمعہ اور عرفہ کے دن ہیں) کی قسم ارشاد فرما کر واضح فرمایا کہ خندقوں والے مارے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات یوں ہیں کہ:

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۵ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۲۷ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۲ آیات ۱۰۹ کلمات اور ۴۷۵ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام سورۂ بروج اس وجہ سے مقرر ہوا کہ اس میں آسمان کے برجوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ بروج برج کی جمع ہے جس کے معنی قلعہ۔ مضبوط عمارت اور بلند عمارت کے ہیں۔ یہاں بروج سے مراد یا تو وہ بارہ بروج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں طے کرتا ہے یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے مراد ہیں جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: اس سے قبل کی سورۃ میں کفار اور مؤمنین کی سزا و جزا کا ذکر تھا۔ اس سورۃ میں کفار کے مسلمانوں کے خلاف معاملات میں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے اور اس کے بعد کفار کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

سورۃ البروج کے خواص:

۱۔ جس بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں، وہ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

۲۔ رات کو بستر پر جا کر اس سورۃ کو پڑھ کر سوئیں تو رات بھر ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گی۔ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ۔

مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنے گھر کے دروازہ میں کھڑے ہو کر یہ آیات پڑھ لے تو وہ خود اور اس کا سازوسامان سب محفوظ رہے گا۔

یمن کے بادشاہ ذونواس کے پاس ایک کاہن تھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے ایک ذہین نوجوان دیا جائے تا کہ میں اپنا علم اس کے سینے منتقل کر دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے عبداللہ بن تامر نامی ایک نوجوان کو اس مقصد پر مامور کیا، جو روزانہ اس کاہن کے پاس جادو سیکھنے کے لئے جایا کرتا راستے میں ایک عیسائی پادری رہتا تھا۔ اس زمانے میں عیسائی راہب کے پاس آنے جانے لگا اور بالآخر خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ شیر میرے ہاتھوں سے مارا جائے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے۔ یہ کہہ کر اس نے پتھر مارا جو شیر کو جا لگا اور شیر ہلاک ہو گیا۔ لوگوں میں شور مچ گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، کسی اندھے نے سنا تو آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دیجئے، لڑکے نے مسلمان ہونے کی شرط رکھی، اندھے نے قبول کر لی، لڑکے نے دعا کی تو نابینا کو بینائی مل گئی بادشاہ تک خبر پہنچی تو اس نے لڑکے کو راہب کو اور جس شخص کو بینائی ملی تھی تینوں کو طلب کیا، راہب اور اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اسے پہاڑ پر لے جا کر نیچے گرا دیا جائے۔

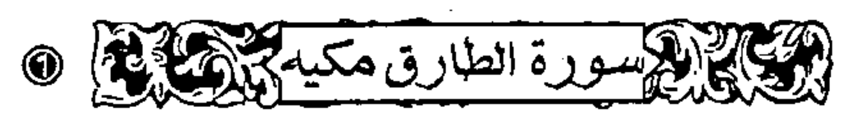
جو لوگ اسے لے کر گئے وہ خود پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے لڑکے کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ بادشاہ نے اسے سمندر میں غرق کر دینے کا حکم دیا جو لوگ اسے لے کر گئے وہ سب ڈوب کے مر گئے لڑکا واپس آیا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ مجھے بسم اللہ کہہ کر تیر مارو تو میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ لڑکا تیر لگتے ہی گرا اور شہید ہو گیا۔ اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر یکلخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اعلان کرا دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسی استقامت عطا فرمائی کہ ان میں سے ایک بھی اسلام چھوڑنے پر راضی نہ ہوا، اور آگ میں جل جانا قبول کر

لیا۔ صرف ایک عورت جس کی گود میں ایک بچہ تھا، وہ ذرا جھجھکی تو چھوٹا بچہ بولا اماں جان صبر کرو آپ حق پر ہیں۔ چنانچہ وہ بھی آگ میں کود گئی اور اپنے نومولود لخت جگر سمیت اللہ کو پیاری ہو گئی جو مسلمان جلتی آگ میں کود کر قربان ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔

اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

چنانچہ اس سورۃ میں ان اہل ایمان کی مظلومیت اور ظالموں کی سزا کا بیان ہے۔ ظالموں کے لئے آخرت میں عذاب جہنم بھی ہے اور دنیا میں عذاب حریق بھی: چنانچہ ذونواس کی خندقوں کی آگ اچانک بھڑک اٹھی اور اس نے پورے شہر کو لپیٹ لیا، تمام تماشائیوں کو پھونک ڈالا، ذونواس آگ کو لپکتا اور پھیلتا دیکھ کر بھاگا اور دریا میں ڈوب مرا۔

آیت نمبر ۱۱ سے آخر تک دونوں فریقوں کے انجام کا بیان ہے۔


سورۃ الطارق مکیہ ①

اللہ کی قدرت وقوت اور کافروں کے لئے ڈھیل

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستاروں کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انسان پر ایک فرشتہ نگران مقرر ہے جو اس کے تمام افعال واعمال اور حرکات و

---

① یہ قرآن کریم کی ۸۶ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۳۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۷ آیات ۶۱ کلمات اور ۲۵۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء والسماء والطارق سے فرمائی گئی طارق کے معنی ہیں جو چیز رات کو نمودار ہو اس سے مراد روشن ستارے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام الطارق ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ میں مؤمنین کی تسلی کے ساتھ کفار کو وعید کی گئی تھی اس سورۃ میں تحقیق وعید کے لئے اعمال کا محفوظ رہنا اور بعث کا امکان اور وقوع وبعث کی دلیل یعنی قرآن کریم کا حق ہونا مذکور ہے اور سورۂ سابقہ کے اخیر میں بھی حقیقت قرآن کا مضمون تھا۔ جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط وتناسب واضح ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سکنات کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ چنانچہ اس طریقے سے ہر انسان کا پورا ریکارڈ محفوظ ہو رہا ہے، جو کہ قیامت کے دن حساب کے دوران سامنے آجائے گا۔ چنانچہ انسان کسی وقت بھی فکر آخرت سے غافل نہ ہو۔ آخر میں کفار کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ جب کفر و شرک اور معاصی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں تو پھر دنیا میں ہی ان پر عذاب کیوں نہیں آجاتا۔ چنانچہ فرمایا کہ انہیں تھوڑے دنوں کی ڈھیل دی گئی ہے اور حساب کا وقت مقرر ہے۔

سورۃ الاعلیٰ مکیہ ①

اپنے رب کی تسبیح و تقدیس بیان کیجئے

اس سورۃ میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح و تقدیس بیان کریں۔ جس نے انہیں پیدا کیا اور ان کے فائدے کے لئے بے شمار نباتات و حیوانات اور دیگر مخلوقات پیدا کیں۔ حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ ہم کوئی وحی آپ ﷺ کے ذہن سے محو کر دیتے ہیں تو اس میں بھی ہماری حکمت ہوتی ہے۔

تزکیۂ نفس کامیابی کی ضمانت ہے

حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ نصیحت کرتے رہیے، آخر میں تزکیۂ نفس

(گزشتہ صفحہ سے متعلق حاشیہ)

سورۃ الطارق کے خواص:

(۱) پینے والی دوائیوں پر اگر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر لیا جائے گا تو ان کی (جزوی) مضرتوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

(۲) اگر کسی آدمی کو احتلام کی بیماری ہو تو وہ سونے سے پہلے اس سورت کو پڑھ لے، ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

① یہ قرآن کریم کی ۸۷ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸ ہے اس سورۃ میں ا رکوع ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۹ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "سبح اسم ربک الاعلی" سے ہوئی ہے یعنی اے پیغمبر! آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ لفظ اعلیٰ کے معنی ہیں سب سے برتر، غالب، سب سے اوپر، عالیشان...... یہ اللہ کی ایک صفت ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعلیٰ ہوا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرنے، اللہ کی یاد میں مصروف رہنے والوں اور (عید کی) نماز پڑھنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی گئی اور فکر آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بعض سلف کے مطابق تزکّٰی زکوٰۃ سے ہے جس سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے، ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ سے تکبیرات عید مراد ہیں، اور فَصَلّٰی میں نمازِ عید کا ذکر ہے، یعنی عید کے دن اوّل صدقۂ فطر، پھر تکبیریں، پھر نماز۔ (تفسیر عثمانیؒ)

سورۃ الغاشیۃ مکیہ ①

اونٹ، اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی

اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں اہل جہنم کی خوراک، اہل جنت پر انعامات اور

(سابقہ سورۃ کا بقیہ حاشیہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں مجازات آخرت کا ذکر تھا اس سورۃ میں بھی اصل مقصود یعنی فلاح آخرت کا مقصود ہونا اور اس کا طریقہ تسبیح اور معرفت ذات وصفات وتزکیہ وذکر وصلوٰۃ ہے بتلانا مقصود ہے اور مقصودیت آخرت کی تقریر کے لئے دنیا کا فانی ہونا اور اس کا اضمحلال اور طریقہ فلاح کی تعلیم کے لئے امر تذکیر بالقرآن کا ارشاد ہے اور اسی کے قریب قریب غرض سے سورۂ سابقہ میں بھی حقانیت قرآن بیان کی گئی تھی جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے خواص:

۱۔ جس آدمی کو بواسیر کا مرض ہو تو وہ اس سورت کی تلاوت کرتا رہے، ان شاءاللہ صحت یاب ہو جائے گا۔

۲۔ جمعہ کے دن اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے آدمی ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

۳۔ حاملہ عورت کے پہلو پر پہلے مہینہ میں یہ سورۃ لکھی جائے تو اس حمل سے جو بچہ ہوگا، وہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔

① یہ قرآن کریم کی ۸۸ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۶۸ نمبر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۶ آیات ۹۲ کلمات اور ۳۸۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ایک سوالیہ جملہ "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" سے ہوئی ہے کہ کیا آپ کو غاشیہ کی کچھ خبر پہنچی ہے؟ غاشیہ قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ غاشیہ کا مفہوم ہے چھپا جانے والی سب کو ڈھانپ لینے والی ایک ایسی چیز جس کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو اس لفظ غاشیہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ مقرر ہوا۔

سورۃ الغاشیہ کے خواص: اگر کھانے کی کسی چیز سے کسی تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس چیز پر پہلے سورۃ الغاشیہ پڑھ لیں پھر کھائیں تو اس چیز کے کھانے سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

آیت نمبر ۱۷ سے اللہ تعالیٰ کے نشانات کا بیان ہے۔ فرمایا کہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے کیسا عجیب وغریب جانور پیدا کیا ہے جس کی کوئی کل سیدھی ہی نہیں۔ آسمان کی بلندیوں، پہاڑوں کی بناوٹ اور زمین کے بچھونے کی طرف نہیں دیکھتے؟ اے پیغمبر! آپ انہیں نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ ﷺ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں، آپ ان پر نگران نہیں مقرر کیئے گئے۔ جو شخص اس دین سے منہ موڑے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔

سورۃ الفجر مکیہ ①

عاد وثمود کا انجام اور انسان کی خودغرضی کا بیان

اس سورۃ کے شروع میں صبح کے وقت اور ذی الحجہ کی پہلی دس تاریخوں کی قسم بیان فرمانے کے بعد قوم عاد وثمود اور فرعون کے انجام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انسان کی خودغرضی بیان فرمائی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ انسان کو تنگ دستی سے کشادگی عطا فرماتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی، اور جب اللہ تعالیٰ اسے پھر آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے ذلیل کر دیا۔ پھر اپنی عادتوں کو بھول جاتا ہے کہ کتنے یتیموں کو اس نے دھکے دے کر گھر سے نکالا، اور کتنے محتاجوں کو کھانا کھلانے کی بجائے بے آبرو کیا۔ مردوں کا مال سمیٹ کر ایصالِ ثواب کے بہانے ہڑپ کیا، اور مال کی محبت میں زندگی گزار دی۔ کوئی نہیں! انہیں اس وقت کا انتظار ہے جب زمین کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی اور تیرا رب

① یہ قرآن کریم کی ۸۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۳۰ آیات ۱۳۷ کلمات اور ۵۸۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ والفجر سے ہوئی ہے فجر صبح کی روشنی پھوٹنے کو کہتے ہیں۔ اس میں باری تعالیٰ نے اس وقت کی قسم کھائی ہے اسی مناسبت سے اس سورہ کا یہی نام مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ کا مضمون مؤمنین اور کفار کی سزا سے متعلق تھا اس سورۃ میں مقصود اصلی فریقین کی جزا وسزا کو واجب کرنے والے عمال کا بیان ہے۔ اور شروع میں تمہید کے طور پر بعض ہلاک کی ہوئی امتوں کا ذکر ہے اور آخر میں فریقین کی بعض سزا و جزا کا ذکر ہے۔

اپنے جاہ وجلال کے ساتھ انصاف کے لئے آئے گا اور فرشتے صف بستہ ہوں گے، اور جہنم بھی لائی جائے گی۔ اس وقت انسان حسرت سے سوچے گا، کاش! کہ میں نے کچھ آگے بھیج دیا ہوتا جو آج میرے کام آتا۔ الخ

نفسِ مطمئنہ کے مصداقِ خصوصی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سورۃ کے آخر میں "نفس مطمئنہ" کو بشارت جنت کا بیان ہے۔ نیک لوگوں کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ انہیں اللہ کے دوسرے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخلے کا حکم دیا جائے گا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! بوقتِ وفات فرشتہ تم سے یہی کہے گا اور "یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" کہہ کر تمہیں مخاطب کرے گا۔

سورۃ البلد مکیہ ①

انسان کو محنت ومشقت میں پیدا کیا گیا

شروع میں مکہ مکرمہ کی نیز آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ اس کی فطرت ہی یہ ہے کہ شروع سے لے کر آخر عمر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ اور گمان رکھتا ہے کہ اس پر کسی

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۳۵ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۰ آیات ۸۲ کلمات اور ۳۴۷ حروف ہیں۔۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ "لا اقسم بھٰذا البلد" سے کی گئی ہے اور بلد (شہر مکہ) کی باری تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام بلد مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ سابقہ میں اعمال موجب مجازات کا بیان تھا اس سورۃ میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے مگر وہاں کثرت لفظیہ اعمال شر کی تھی اور یہاں اعمال خیر کی ہے اور تمہید میں اعمال خیر کے بعض مقتضیات جو کہ مشقت وفتن کے قبیل سے ہیں مذکور ہیں اور ختم پر اعمال خیر وشر کی سزا وجزا مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا بس نہیں چلے گا یا اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ ہم نے اس کے دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ اور دیگر اعضاء جسمانی پیدا کئے پھر اسے خیر وشر کے راستے دکھا دیئے۔ مگر افسوس کہ یہ انسان دین کے راستے پر نہ چلا۔ آخر میں اس کی قدرے تفصیل اور گنہگاروں کے انجام کی طرف اشارہ ہے۔

سورۃ الشمس مکیۃ ①

ہم نے انسان کو خیر وشر کے راستے دکھا دیئے

اس میں سورج، چاند، دن، رات، آسمان، زمین اور انسانی جان کی قسم کھا کر

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سورۃ البلد کے خواص:

۱۔ بچہ جب پیدا ہو تو فوراً اس پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنے سے وہ بچہ ہر قسم کی مضرت رساں مخلوقات سے محفوظ ہو جائے گا۔

۲۔ وہ لوگ جو مالی مشکلات کا شکار ہوں اور اپنی گزران میں تنگ ہوں تو ان کے لیے یہ سورۃ کسی خزانہ سے کم نہیں ہے، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں، ان شاء اللہ کبھی ان کی جیب پیسوں سے خالی نہ ہوگی۔

① یہ قرآن کریم کی ۹۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۵ آیات ۵۶ کلمات اور ۲۵۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے شروع میں "والشمس وضحٰھا" آیا ہے۔ یعنی قسم ہے سورج کی اور اس روشنی کی۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ الشمس مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ میں اعمال ایمانیہ وکفریہ کی مجازات اخرویہ کا بیان تھا۔ اس سورۃ میں "کذبت ثمود" سے جو جواب قسم کے منزلہ میں ہے قصداً اعمال کفریہ پر مجازات دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے اور ضمناً قسم کے ذیل میں کفر وایمان کی طرف اعمال کی تقسیم اور ان دونوں کی مجازاۃ اخرویہ کا ذکر ہے جو اجمالاً ہے اور غالباً مضمون اول کا مقصوداً اور مقصود ثانی کا ضمناً وتبعاً آنا اس لئے ہو کہ مقصود اصل کفار مکہ کو ڈرانا ہے۔ واللہ اعلم

سورۃ الشمس کے خواص:

۱۔ جو شخص کثرت کے ساتھ اس سورۃ کی قرأت کرے تو وہ ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوگا۔

۲۔ جو آدمی سورۃ الشمس سے دم کیا ہوا یا سورۃ الشمس لکھ کر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی پیئے تو اگر اس پر گھبراہٹ اور خوف ہو تو وہ جاتا رہے گا۔

۳۔ اگر دشمن کا گھر ویران کرنا مقصود ہو تو ایک ایسی ٹھیکری پر سورۃ الشمس لکھے جسے غیر شادی شدہ آدمی نے بنایا ہو، پھر اس ٹھیکری کو کوٹ لے اور دشمن کے مکان میں بکھیر دے۔

ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو گناہ اور ثواب دونوں کی راہیں دکھادی ہیں جو ثواب کے راستے پر چلے گا وہ بامراد اور دوسرے راستے پر چلنے والا نامراد ہوگا جیسا کہ قوم ثمود نے اللہ کی اونٹنی کو ذبح کر کے نامرادی حاصل کی۔

سورة اللّيل مكيه ①

جنتی اور جہنمی انسان کی علامات

اس میں واضح کیا گیا ہے کہ عملی اعتبار سے انسانوں کے دو گروہ ہیں پہلا گروہ

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۱ آیات ۷۱ کلمات اور ۳۱۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ عزوجل نے لیل کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: "واللیل اذا یغشی" کہ قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے یا آفتاب کے نور کو چھپالے۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ اللیل مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ سابقہ میں اعمال اور ان کی جزاؤں کا اختلاف مذکور تھا اس سورۃ میں یہی مضمون ہے جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ارتباط ظاہر ہے۔ مکہ معظمہ میں دو شخص رئیسوں میں بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونوں کا معاملہ مال کے خرچ کرنے میں مختلف تھا۔ امیہ باوجود مالدار کے فقیر کو کوڑی بھی نہیں دیتا تھا اور اگر کوئی اس کو بطور نصیحت کے سمجھاتا کہ غریبوں پر خرچ کر کے آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا تو وہ جواب میں کہتا کہ آخرت ہے کہاں اور اگر بالفرض ہو بھی تو میرے پاس اس قدر مال ہے جو مجھے جنت کی نعمتوں سے کافی ہے۔ حضرت بلالؓ بھی اس کے غلام تھے خفیہ طور پر اسلام لے آئے تھے جب اس کو معلوم ہوا تو وہ ان کو بہت تکلیف دیتا تھا حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمادیا۔ الغرض حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کے تعاون اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ضروریات میں بے دریغ اپنا مال خرچ فرمایا۔ چنانچہ مکہ کی زندگی میں تیرہ سال کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام دولت صرف فرما دی صرف چھ ہزار درہم بچے تھے جو سفر ہجرت اور مسجد نبوی کے لئے زمین کی خریدار اور دوسرے نیک کاموں میں صرف فرمائے اس سورۃ میں انہیں دونوں حالتوں کا ذکر ہے کہ ابوبکرؓ ایمان صدق اور اکرم میں انتہائی درجہ رکھتے تھے اور امیہ بن خلف کفر کذب اور بخل میں انتہائی درجہ رکھتا تھا۔

سورۃ اللیل کے خواص:

۱۔ اگر کسی کو مرگی کا دورہ پڑجائے تو اس سورۃ کو اس کان میں پڑھنے سے مرگی کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔

۲۔ اگر کسی کو بخار ہو تو سورۃ اللیل پانی پر دم کر کے اس پانی کو پی لے، یا اسے لکھ کر اور پانی میں دھو کر پی لے۔ ان شاء اللہ بخار اتر جائے گا۔

کامیاب لوگوں کا ہے، ان کے تین عمل یہ ہیں، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا، اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا، اچھی بات کی عملاً تصدیق کرنا۔

دوسرا گروہ برباد لوگوں کا ہے، ان کے تین عمل یہ ہیں:

① اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا......

② زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی ادائیگی نہ کرنا......

③ کلمۂ ایمان کو جھٹلانا......!!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے عظیم خوشخبری اور ان کا خصوصی اعزاز

آیت نمبر ۱۷ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلاموں کی آزادی پر رقم خرچ کرنے کے جذبے کو سراہا گیا اور واضح فرمایا کہ ان پر کسی کا کوئی احسان نہیں کہ وہ اس کے بدلے میں اس پر اپنی دولت لٹائیں، بلکہ وہ محض اپنے تزکیۂ قلب کے لئے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ عنقریب ان کا رب انہیں راضی کردے گا۔

سورۃ الضحیٰ مکیہ ①

یقیناً آپ کو آپ کے رب نے نہیں چھوڑا

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ عرصہ وحی بند رہی تو ایک مشرکہ عورت اور بعض ناہنجار مردوں نے آپ ﷺ کو طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ نعوذ باللہ محمد (ﷺ) کو اس کے شیطان نے چھوڑ دیا۔ اللہ رب العزت نے ان

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۳ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۱ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۱ آیات ۴۰ کلمات اور ۱۶۶ احروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء اللہ عزوجل نے ضحیٰ کے وقت کی قسم کھائی ہے ضحیٰ یعنی چاشت، آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہنچنے کا زمانہ ہے اس نسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ ضحیٰ مقرر ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بدبختوں کی ان ہفوات کے جواب میں چاشت کے وقت کی اور تاریک رات کی قسم کے بعد ارشاد فرمایا کہ نہ آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑا نہ آپ سے دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضور ﷺ کی تسلی کے لئے قرآن کریم کی اہم ترین آیت

اور فرمایا عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا اور اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا تو مالدار کر دیا۔ آگے ان نعمتوں پر اداءِ شکر کا حکم ہے کہ آپ ان نعمتوں کے شکر میں یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے اور اپنے رب کے انعامات مذکور کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔ واللہ اعلم!

......☆......

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سابقہ سورۃ واللیل کی آیت "فاما من اعطی" سے "للعسری" تک بعنوان کلی مہمات اصول وفروع کا بیان اور ان کی تصدیق اور امتثال یا تکذیب واخلال پر وعدہ ووعید مذکور ہے۔ چنانچہ مہمات مذکور میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے مضامین مناسبہ کے جیسے حضور ﷺ پر بعض انعامات کا فیضان اور جیسے ان کے شکریہ میں ان مہمات کے کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورۃ کے شروع سے ان جزئیات ومناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جائے گی اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ارتباط اور ماقبل سے ارتباط واضح ہو گیا۔ اب جدا جدا ہر سورۃ کے لئے مستقل تقریر ربط کی ضرورت نہ ہوگی صرف اسی تقریر کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔ گو باہم سورۃ میں مستقل ربط بھی ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے چونکہ آگے چھوٹی چھوٹی پاس پاس سورتیں ہیں اس لئے سب کا تقریر واحد میں منسلک کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوا ہے۔ جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ نے بھی سورۂ کوثر کی تفسیر میں والضحی سے آخر تک کا ربط ایک ہی تقریر میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الضحیٰ کی خاصیت: حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس مبارک سورۃ کی ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم ہوئی چیز کے واسطے اس سورۃ کو سات بار پڑھے اور شہادت کی انگلی کے سرے کو اپنے سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اس کے بعد "اَصْبَحْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَاَمْسَیْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ اَمْسَیْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَاَصْبَحْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ" پڑھ کر دستک دیوے تو گم شدہ چیز پھر مل جاوے۔

سورۃ الانشراح مکیہ ①

حضور ﷺ پر تین خصوصی انعامات

روایت میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے پروردگار آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کی خلعت سے نوازا، حضرت داوٗد کو لوہا اور پہاڑوں کو تابع بنا کر ممتاز فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات وانسانوں پر سلطنت عطا فرما کر سرفراز فرمایا، اے الٰہ العالمین! میرے لئے کیا چیز خاص فرمائی؟ اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

پہلا انعام

اور فرمایا کہ اے محبوب! کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہیں فرمایا؟ یعنی آپ کے سینے کو منور، چوڑا، کشادہ اور رحمت وکرم والا نہیں کر دیا؟ جیسا کہ ایک

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی میں اس کا شمار نمبر ۱۲ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۲۷ کلمات اور ۱۰۲ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "الم نشرح لک صدرک" سے ہوئی ہے کہ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لئے نہیں کھولا تو بطور علامت جن الفاظ سے یہ سورہ شروع ہوئی وہی اس کا نام مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: یہ سورۃ دراصل سورۃ والضحیٰ کے مضمون کا تتمہ ہے۔ یعنی سورۃ ضحیٰ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فرمائیں وہ نعمتیں دو قسم پر ہیں ظاہری وباطنی پہلی سورۃ میں پہلی قسم کی نعمتوں کا ذکر ہے اور اس سورۃ میں باطنی انعامات کا ذکر ہے۔

سورۃ الانشراح کے خواص:

۱۔ اگر کسی کا دل تنگی اور گھٹن میں ہو تو اس کے سینہ پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کیا جائے، ان شاء اللہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۲۔ اگر کسی کے دل میں درد ہو تو بھی اس آدمی کے سینہ پر دل کی جانب میں یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنے سے راحت ہو جائے گی۔

۳۔ اگر کسی کو پتھری ہو یا مثانے میں کوئی اور تکلیف ہو تو یہ سورۃ پانی پر دم کرکے وہ پانی پئے یا کاغذ میں لکھے اور پانی میں دھولے اور پھر وہ پانی پی جائے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علٰی نورٍ من ربہ ......

''بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لئے، پس وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت بھی کشادگی والی، نرمی اور آسانی والی بنادی، جس میں نہ کوئی حرج ہے نہ تنگی، نہ ترشی نہ تکلیف! اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جانا ہے۔ یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو رازِ الٰہی کا گنجینہ بنا دینا۔ یاد رہے کہ شقِ صدر اور چیز ہے، شرحِ صدر اور چیز ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر برحق ہیں۔

دوسرا انعام

آگے فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کا بوجھ اتار دیا، جس نے آپ ﷺ کی کمر کو جھکا دیا تھا۔ یعنی جب آپ ﷺ پر وحی اترتی تھی تو آپ ﷺ اس کی شدت کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہوتے اور طبیعت پر بوجھ محسوس کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے رفع فرما دیا، اور مختلف قسم کے افکار کے علاوہ وہ امورِ مباحات جنہیں آپ ﷺ بعض ضروریات کے وقت انجام دے دیتے لیکن بعد میں فکر میں مبتلا ہو جاتے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا شرحِ صدر فرما کر ان تمام افکار کو آسانی میں بدل دیا۔

تیسرا انعام

پھر سب سے بلند ترین منصب آپ کو عطا فرماتے ہوئے آپ کے ذکرِ خیر کو بلند کر دیا۔ اذان میں، کلمے میں، نماز میں، تکبیر میں، التحیات میں، خطبہ میں ...... غرض کہ ہر ہر مقام پر آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا۔ جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اللہ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کا

اقرار بھی اس پر لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ یعنی ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کے ساتھ ''محمد رسول اللّٰہ'' کا اقرار لازم ہے۔

محبوب ہے کیا صلّ علیٰ نامِ محمدؐ
آنکھوں کی جِلا ، دل کی ضیاء نامِ محمدؐ
اللّٰہ رے رفعت کہ سرِ عرش خدا نے
ہے نام کے ساتھ اپنے لکھا نامِ محمدؐ
فرماتے تھے آدمؑ کہ مجھے خُلدِ بریں میں
لکھا ہوا طُوبیٰ میں ملا نامِ محمدؐ
تکبیر میں کلمہ میں نمازوں میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمدؐ

اور جیسا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

وَضَمَّ الْاِلٰــهُ اِسْـمَ الـنَّبِـىِّ اِلٰى اِسْـمِـهٖ
اِذَا قَــالَ فِــىْ الْـخَـمْـسِ الْـمُـؤَذِّنِ اَشْهَـدُ
وَشَــقَّ لَــهٗ مِــنْ اِسْـمِــهٖ لِيُـجَـلَّــهٗ
فَــذُوا الْـعَـرْشِ مَـحْـمُـوْدٌ وَهٰـذَا مُـحَـمَّـدٌ

سورۃ الانشراح کی آخری چار آیات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ کوئی کیفیت ہمیشہ نہیں رہتی اور ہر مشکل کے بعد ضرور آسانی آتی ہے۔

اس لئے فرمایا کہ اے محبوب! جب آپ فراغت میں ہوں تو عبادت میں مصروف ہو جایا کریں اور اپنے رب ہی سے لَو لگایا کریں۔ دعوت و تبلیغ کے ساتھ ذکر و استغفار بھی ضروری ہے۔

......☆......

سورۃ التین مکیہ ①

انسان تمام مخلوقات میں حسین ترین ہے

اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ اللہ نے انسان کو بہترین سانچہ میں ڈھالا ہے اور اس میں ظاہری و باطنی قوتیں نہایت مناسب طور پر رکھی گئی ہیں، اسے بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کر کے ارادے اور عمل کی آزادی دی گئی۔ چنانچہ اس آزادی کے نتیجہ میں انسان مختلف راہیں اختیار کرتے ہیں کچھ نیک عمل ہوتے ہیں کچھ بدکار، کچھ خدا کے فرمانبردار ہوتے ہیں کچھ اس کے باغی، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انجام کے اعتبار سے دونوں یکساں رہیں؟ جب دنیا کی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو ہمیں احکم الحاکمین کی صفتِ حاکمیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ایک دن صحیح صحیح فیصلہ کر کے اپنے وفاداروں کو اپنی عنایتوں سے نوازے اور مجرموں کو ان کے قصوروں کی سزا دے۔ واللہ اعلم!

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۵ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزولی کے اعتبار ۲۸ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات اور ۳۴ کلمات اور ۱۶۵ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ "والتین" سے ہوئی تین کے معنیٰ "انجیر" کے ہیں باری تعالیٰ نے انجیر کی قسم کھا کر مضمون کو بیان فرمایا ہے اس لئے بطور علامت اس کا سورۃ کا نام "التین" مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے انسان کا مبداء و معاد ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ کے ختم کی آیت "الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین" کے بعد "بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین" کہنا چاہیے۔

سورۃ التین کے خواص:

۱۔ اگر مسافر سفر میں کوئی خطرہ محسوس کرتا ہو تو اپنے ساتھ سورۃ التین رکھے۔ سفر سے واپس لوٹنے تک وہ ہر قسم کے امن میں رہے گا۔

۲۔ کھیتی اور باغ کے پھل پھول میں برکت اور حفاظت مطلوب ہو تو سفید شیشہ کے پاک برتن میں سورۃ التین لکھے اور اسے بارش کے پانی سے دھو کر کھیتی اور باغ میں چھڑکے، ان شاء اللہ کھیتی اور باغ خوب پھلے پھولے گا اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ العلق مکیہ ①

پہلی وحی کی صورت میں انسانیت کی ہدایت کے لئے ابدی پیغام

اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے ربوبیت کے لئے بطور دلیل کے انسان اور اس کی پیدائش اور انسان پر بعض دیگر انعامات خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے توحید کی دعوت دی گئی اور بتلایا گیا کہ اتنے احسانات الٰہی کے باوجود انسان سرکشی کرتا ہے اور وہ اپنے آپ کو تمام قیود وحدود سے آزاد سمجھتا ہے حالانکہ سب کو ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے پھر ایسے سرکشوں کو تنبیہ کی گئی جو آنحضرت ﷺ کو تبلیغِ دین اور ''وحدہٗ لاشریک لہ'' کی عبادت سے روکنا چاہتے تھے۔ ایسے منکرین و مخالفین کو قیامت کی پکڑ سے ڈرایا گیا اور اخیر میں حضور ﷺ کو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے اور قرب خداوندی حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ واللہ اعلم!

سورۃ القدر مکیہ ②

نزولِ قرآن اور لیلۃ القدر کی فضیلت

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے

① یہ قرآن کریم کی ۹۶ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزول میں پہلی سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۰ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: علق کے معنی ہیں جمے ہوئے خون کے۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں فرمایا گیا ''خلق الانسان من علق'' کہ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ اسی سے اس سورۃ کا نام 'علق' ماخوذ ہے۔ اس سورہ کو سورۂ ''اقراء'' بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: اس سورۃ کی ابتداء پانچ آیات اکثر مفسرین کے نزدیک سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئیں گویا وحی کی ابتداء انہیں آیات سے ہوئی۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے عطاء نبوت اور تعلیم وحی بھی ہے جو توحید کے بعد تمام مہمات کا مبنیٰ ہے اور اس کے مناسب صاحب وحی کی مخالفت پر مذمت اور جھڑکی ہے جس کا اس سورۃ میں بیان ہے۔

② یہ قرآن کریم کی ۹۷ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۲۵ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۳۰ کلمات اور ۱۱۵ حروف ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

انسان کی فلاح وسعادت دارین کے لئے قرآن حکیم نازل کیا اوراس کو شب قدر میں نازل کیا، جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک لیلۃ القدر جو ثواب میں ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بہتر ہے اس شب میں حضرت جبرئیلؑ اور گروہ ملائکہ کا دنیا میں نزول ہوتا ہے اور صبح تک یہ شب سراپا سلامتی اور امن ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ البینۃ مدنیہ ①

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس خود اپنی رسالت کی روشن دلیل ہے

اس سورۃ میں بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی بجائے خود

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) **وجہ تسمیہ:** چونکہ اس سورۃ میں شب قدر کا ذکر فرمایا گیا ہے اس بنا پر اس کا نام سورۃ ''القدر'' ہوا۔ قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت وشرف ہے اس لئے اس کو ''شب قدر'' کہتے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے قرآن کی حقانیت اور عظمت ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

شان نزول: روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بعض عابدین بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا جنھوں نے ہزار مہینے اور بعض روایت میں ہے کہ اسی برس عبادت کی تھی صحابہ کو تعجب ہوا اس پر یہ سورہ نازل ہوئی اور اسی برس کے تقریباً ہزار مہینے ہوتے ہیں جبکہ کسر کو چھوڑ دیا جائے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا یہ اشارہ نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

سورۃ القدر کی خاصیت: نظر کی تیزی، آنکھوں میں نور اور دل میں یقین کی پختگی کے لیے اس سورۃ کو لکھے اور پانی سے دھولے۔ پھر وہی پانی پئے۔

① یہ قرآن کریم کی ۹۸ نمبر کی سورہ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۰ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۹۵ کلمات اور ۴۱۳ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت میں ''حتیٰ تاتیھم البینۃ'' آیا ہے ''بینۃ'' کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل، روشن دلیل، جس سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن اور واضح دلیل ہے۔ اسی لفظ ''البینۃ'' کو سورۃ کا علامتی نام قرار دیا، جبکہ اس سورۃ کا نام سورۃ ''لم یکن'' اور سورۃ ''منفکین'' اور سورۃ ''قیامت'' اور سورۃ ''البریہ'' بھی ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کے مصدقین ومکذبین کی مجازات ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

سورۃ البینہ کے خواص: (۱) اگر کسی کو یرقان کا مرض ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے، ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ (۲) اگر کسی کا جسم پورا متورم ہو جائے یا کوئی ایک حصہ پر ورم ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے، ان شاء اللہ ورم اتر جائے گی۔

رسالت کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق واعمال وعقائد کی طرف دعوت دینے والی آیات لوگوں کو سناتے ہیں اور اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی تعلیم وہدایت فرماتے ہیں پھر بتلایا گیا کہ کفر وشرک کرنے والوں کا انجام جہنم کی آگ ہے اور یہ بدترین مخلوق ہیں اور ان کے برخلاف اللہ سے ڈرنے اور عمل صالح سے وابستہ رہنے والوں کے لئے آخرت میں جنت ہے جہاں کی زندگی دائمی ہوگی گویا اس طرح کفر وشرک کے انجام بد کو سنا کر ایمان اور عمل صالح پر بشارت سنا کر دنیا میں ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی۔

سورۃ الزلزال مدنیہ ①

قیامت کا ہولناک زلزلہ

اس سورۃ کا مرکزی مضمون قیامت اور جزاء وسزا کا بیان ہے۔فرمایا (اس وقت کو مت بھولو) جب زمین بری طرح ہلا ڈالی جائے گی، اور وہ اپنے تمام خزانے اُگل دے گی، تب انسان حیران ہوکر کہے گا کہ اِسے کیا ہوگیا؟ اُس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کردے گی کیونکہ اُسے تیرے رب کا حکم ہوگا، اُس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ

---

① یہ قرآن کریم کی ۹۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۳ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۳۷ کلمات اور ۱۵۸ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ''اذا زلزلت الارض زلزالھا'' سے ہوئی ہے یعنی جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی، اسی سے سورۃ کا نام سورۂ زلزال ماخوذ ہے۔ جس میں قیامت کے دن زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے قیامت کے دن بدلہ کے واقع ہونے کا اعتقاد ہے جس کا اس سورۃ میں بیان ہے۔

سورۃ الزلزال کے خواص:

۱۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جو اپنی نماز میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زمین کے خزانوں کو کھول دیں گے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جو آدمی اپنی نمازوں میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر خوف سے امن عطا فرمائیں گے۔

محشر کی طرف، یا حساب کے بعد جنت اور دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔

اُس دن کی خصوصیت ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ جس نے دنیا میں ذرّہ بھر بھی نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔ یعنی وہ نیکی کو حقیر سمجھ کر بھول بھلا گیا ہوگا، لیکن ہم اسے یاد دلا دیں گے اور اسی طرح جس شخص نے دنیا میں کوئی ذرّہ برابر بھی برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔

سورۃ العٰدیٰت مکیہ ①

مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات

اس سورۃ کی ابتدائی ۵ آیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) ہانپتے ہوئے دوڑنے والے......

(۲) ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والے......

(۳) پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والے......

(۴) گردوغبار اڑانے والے......

(۵) فوجوں کے درمیان گھس جانے والے!!

اور پھر ان پانچ صفات کو بطور قسم ارشاد فرما کر واضح کیا کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۴ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۱ آیات ۴۰ کلمات اور ۱۷۰ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: یہ سورۃ ''والعٰدیٰت ضبحاً '' سے ہوئی ہے عادیات یہ ''عادیۃ '' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تیز دوڑنے والا گھوڑا چونکہ اس میں تیز رو گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے اور ان کی وفاداری و جاں نثاری کا ذکر ہے اسی لئے لفظ ''عادیات '' کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورۃ میں اعمال قبیحہ کی مذمت اور اس پر جزا کا ترتب مذکور ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا احساس اور ان کے تقاضے

اس سورۃ کا مرکزی مضمون اللہ کی نعمتوں کا احساس اور ان نعمتوں کے تقاضے اور نتیجہ کے طور پر آخرت پر ایمان ویقین ہے اس سورۃ میں انسان کے اندر اللہ کی نعمتوں کا شعور پیدا کر کے جذبۂ شکر کو ابھارا گیا ہے، اور اسی بات کو سمجھانے کیلئے گھوڑے کی مثال پیش کی گئی کہ وہ اپنے آقا اور مالک کے اشاروں پر کس طرح بے تحاشا دوڑتا ہے اور میدان جنگ میں اپنے آقا کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے، لیکن ناشناس انسان اپنے مالک حقیقی کی اتنی بھی حق شناسی نہیں کرتا جتنا گھوڑا جانور ہو کر اپنے مالک کی کرتا ہے۔ آخر میں فرمایا اس دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی آنی ہے جہاں اس آقا و مالک کے سامنے جواب دہی ہوگی جس سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی اور اس دن بندہ کی ہر بات کھل کر اس کے آقا مالک کے سامنے آجائے گی جس پر جزاء وسزا کا مدار ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ القارعۃ مکیہ ⑥

قیامت کی ہولناکی اور وزنِ اعمال

قیامت وآخرت پر ایمان اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کو دل میں راسخ کرنے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں بھی

یہ قرآن کریم کی ۱۰۱ نمبر کی سورہ ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۰ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع اور ۱۱ آیات ۳۵ کلمات اور ۱۶۰ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء لفظ ''القارعۃ'' سے ہوئی جس کے معنی ہیں اچانک آجانے والی مصیبت کھڑکھڑانے والا حادثہ یہاں ''القارعۃ'' سے مراد حادثۂ قیامت ہے چونکہ قیامت بھی اچانک اور ناگہاں آجانے والی مصیبت ہے اور حادثۂ عظیم ہے اسی لئے اس کو ''القارعۃ'' کہا اور اسی لفظ کو سورہ سے موسوم کیا گیا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے ایک امر اعتقاد مجازات ہے۔ اس سورہ میں اس کا بیان ہے۔

سورۃ القارعہ کے خواص: (۱) جس آدمی کا روزگار تنگی کا شکار ہو تو وہ سورۃ القارعہ کو لکھ کر گلے میں پہنے، رزق فراخ ہوجائے گا۔ (۲) جو آدمی روزانہ سورۃ القارعہ کی قرأت کا معمول رکھے وہ امن میں رہے گا۔

انسانوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے اور آخرت کی کامیابی وناکامی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس دن جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ خاطر خواہ آرام اور ہر طرح راحت میں ہوگا اور جس کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔

سورۃ التکاثر مکیہ ①

دنیاوی حرص اور موت سے غفلت باعثِ ہلاکت ہے

اس سورۃ میں متنبہ کیا گیا کہ کثرت مال ودولت جاہ وحشمت عزت و مرتبت فخر کی چیزیں نہیں ہیں ان چیزوں پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور یہ غفلت موت تک چلی جاتی ہے لیکن موت کے بعد اصلیت معلوم ہو جائے گی

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۲۸ کلمات اور ۱۲۳ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا پہلا جملہ "الھٰکم التکاثر" ہے اسی سے اس سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔ تکاثر زیادتی اور کثرت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے اور فخر کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ زیادتی وکثرت مال کی ہو یا خاندان کی اس سورۃ میں اسی تفاخر کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

شان نزول: قریش کے قبائل بنی عبد مناف اور بنی سہم میں سے ہر قبیلہ نے کہا کہ ہم میں باعزت اور سردار تم سے زیادہ ہیں لہٰذا سرداری ہمارا حق ہے شمار کیا گیا تو بنی عبد مناف زیادہ نکلے پھر کہنے لگے کہ اب ہم اپنے مردوں کو شمار کریں گے چنانچہ مردوں کو شمار کیا تو بنی عبد سہم کی تعداد بڑھ گئی۔ اس بے ہودہ تفاخر کی برائی اور مذمت میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جو امور مذکور ہیں ان میں سے ایک امر غفلت عن الآخرۃ کا ترک کرنا ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

سورۃ التکاثر کے خواص:

۱۔ اگر کسی آدمی کو سر درد ہو، یا آدھے سر میں درد ہوتا ہو تو اس پر عصر کی نماز کے بعد یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا جائے، ان شاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

۲۔ جو آدمی بارش کا پانی اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جمع کرے اور پھر اس پانی کو کسی مشروب میں ملا لے تو اس مشروب کی افادیت اور نفع بہت بڑھ جائے گا۔

۳۔ جو آدمی روزانہ اس سورۃ کی تلاوت کا معمول رکھے وہ خوشحال ہو جائے گا۔

اور اس دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا نتیجہ جہنم کے معائنہ کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ آخرت کا اس وقت یقین آ جائے گا اس وقت خدا کی نعمتوں کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی اور کچھ جواب نہ بن پڑے گا اس وقت انسان پچھتائے گا مگر وہ تلافی مافات کا وقت نہ ہو گا۔ واللہ اعلم!

سورة العصر مكية ①

کامیاب انسان کی چار ضروری صفات

لکھا ہے ابو الاسد ایک کافر تھا جو زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوست تھا جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو یہ کہنے لگا کہ اے ابو بکر تمہاری عقل کو کیا ہوا تم نے تجارت میں تو کبھی نقصان نہیں اٹھایا اب یک لخت ایسے نقصان میں پڑے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر لات وعزیٰ کی شفاعت سے محروم ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے وقوف، دین حق کو قبول کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا۔ چنانچہ اس

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۳ نمبر کی سورة ہے مگر ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ تیرھویں نمبر پر ہے اس سورة میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۴ کلمات اور ۷۲ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورة کی ابتداء لفظ "والعصر" سے ہوئی یعنی قسم ہے زمانہ کی اسی سے سورة کا نام "العصر" ماخوذ ہے۔

سابقہ سورة سے ربط: سورۂ والضحیٰ میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے ای ایک امر اعمال و اطاعت کا بجالانا ہے۔ اس سورة میں اس کا بیان ہے۔

فائدہ: اس سورة کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے کہ اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورة نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی فی الحقیقت یہ ایک چھوٹی سی سورة ہے مگر سارے دین وحکمت کا خلاصہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب آپس میں ملتے کہ ایک دوسرے کو یہ سورة سناتے پھرتے سلام کر کے رخصت ہو جاتے۔

سورة العصر کے خواص:

۱۔ جسے بخار ہو تو اس پر سورة العصر پڑھ کر دم کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جائے گا۔

۲۔ چار ٹکڑوں میں سے ہر ایک پر سورة العصر لکھ کر جس مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو وہ مکان چاروں طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ میں اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کے اس کلام کی توثیق فرمائی۔

اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکرؓ کے کلام کا حسن ظاہر فرمایا اور اس کافر کے خیال باطل کی تردید فرمائی اور قسمیہ کلام کے بعد فرمایا گیا کہ ہر انسان خسارہ اور ٹوٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے (۱) جو ایمان لائے اور (۲) عمل صالح کیے اور (۳) جنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور (۴) ایک دوسرے کو صبر پر ثابت قدم رہنے کی فہمائش کرتے رہے۔

سورۃ الھُمَزۃ مکیہ ①

غیبت، بدگوئی اور حُبِّ مال باعثِ ہلاکت ہے

بعض کفار مکہ مثلاً اخنس بن شریق امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ یہ لوگ اپنی مجالس میں حضور ﷺ کی بدگوئی اور غیبت کیا کرتے تھے طعنے دیتے اور عیب نکالتے۔ یہ سورۃ ان کو متنبہ کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ایسے لوگوں کے انجام کا ذکر کیا گیا۔

یہ لوگ مالدار بھی تھے اور دولت کے نشہ نے ان میں غرور پیدا کر دیا تھا کہ اہل ایمان کو جن کے پاس مال و دولت نہیں تھا ان کی تحقیر کرتے تھے ان کو اس فعل شنیع سے سختی کے ساتھ روکا گیا اور ایسے افعال کرنے والوں کے لئے المناک عذاب تجویز

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں اس شمار نمبر ۳۲ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۹ آیات ۳۳ کلمات اور ۱۳۵ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت میں "ھُمَزَۃ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوگوں کے عیب ڈھونڈنے والا پس پشت عیب نکالنے والا چونکہ اس سورۃ میں اس مرض کی سخت سزا کا بیان ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام بھی مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ والضحیٰ کی تمہید میں مہمات امور میں سے ایک امر اپنے آپ کو عذاب کے موجبات سے بچانا ہے جس کا اس سورۃ میں بیان اور ربط ظاہر ہے۔

سورۃ الھمزہ کے خواص: مالی پریشانی اور رزق کی تنگی کے شکار لوگ اگر روزانہ نفل نماز پڑھ کر اس کے بعد سورۃ الھمزہ کا معمول رکھیں تو ان کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

فرمایا گیا ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ایسے لوگ نار جہنم کی خوراک بنیں گے وہ آگ دلوں تک پہنچ جائے گی۔

سورة الفيل مكيه ①

قصہ اصحابِ فیل، قدرتِ خداوندی کی دلیل

بادشاہِ حبشہ کی طرف سے یمن میں ابرہہ نامی ایک حاکم تھا ابرہہ نے ایک کنیسہ بنایا تھا چونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس نے یہ چاہا کہ کعبہ کے حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کردیا یہ بات عرب بالخصوص قریش کو بہت ناگوار ہوئی اور کسی شخص نے رات کو جا کر اس میں پاخانہ کردیا۔ اور مقاتلؒ نے کہا ہے کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا سے اس میں آگ جا لگی اور وہ کنیسہ جل گیا۔ ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکرِ عظیم لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب مُحَمّص میں جو کہ طائف کے راستہ میں ہے وہاں پہنچا اور عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیجا وہ اس وقت رئیس مکہ تھے اور یہ کہلایا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں اگر کوئی مخالفت کرے گا تو میں اس سے لڑوں گا

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۵ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۲۳ کلمات اور ۹۴ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں اصحاب فیل یعنی ہاتھی والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اس کا نام الفیل مقرر ہوا۔ فیل کے معنی عربی میں ہاتھی کے ہیں۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے عقاب الٰہی سے ڈرانا ہے۔ اس کے احکام کے ترک پر اس سورۃ میں ترک احترام بیت اللہ کے وبال سے اس پر استدلال ہے لہٰذا ربط ظاہر ہے۔

سورۃ الفیل کے خواص:

۱۔ جنگی حالات میں دشمن سے جنگ کے دوران اگر سورۃ الفیل کی تلاوت کی جائے تو دشمن شکست کھا جائے گا۔

۲۔ اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو تو اس کے سامنے آتے ہی اس پر سورۃ الفیل پڑھ دے تو اس کا دشمن ناکام و رُسوا ہوگا۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود حفاظت کرے گا۔ عبدالمطلب اس کے پاس گئے اور وہاں بھی زبانی یہی گفتگو ہوئی اور وہاں سے واپس آکر تمام قریش کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا اور جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو ہاتھیوں کی قطار میں سب سے پہلے اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا جس پر ابرہہ سوار تھا۔ فیلبان اسے ہر طرح آگے چلانے کی کوشش کرتا مگر وہ کسی طرح آگے بڑھنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ لیکن اگر اسے واپس یمن کی طرف چلاتے تو وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگتا تھا، اسی کشمکش کے دوران شہر جدہ کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے کبوتر سے کچھ پرندے آئے ان کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور چنے کے برابر کی کنکریاں تھیں اور انہوں نے لشکر پر چھوڑنا شروع کیں۔ وہ اللہ کی قدرت سے گولی کا کام کرتی تھیں اور ہلاک کر دیتی تھیں، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعض بھاگ گئے اور دوسری بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت سے ۵۰ روز پہلے پیش آیا یعنی محرم کے اخیر میں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے بڑے ہاتھی کے فیلبان کو اندھے ہو کر بھیک مانگتے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں۔ درّ منثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش اور چیچک نکل آئی تھی اور وہ سب کے سب انہی کنکریوں کے سبب ہلاک ہوگئے۔ **اللّٰھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ**

اس سورۃ میں اس بات کی تعلیم ہے کہ قدرت کے منشاء کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی نیز احکام خداوندی اور شعائر کی بے حرمتی کرنے والوں کو اس عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے باطل پرستوں اور مادی طاقت پر غرور کرنے والوں کے لئے یہ سورۃ مقام عبرت ہے کہ اللہ کی غیبی طاقت کے مقابلہ میں مادی اور دنیوی اسباب بے بس ہیں حقیقی متصرف حق تعالیٰ ہیں پھر اس میں کعبہ کی عظمت شان کا بھی اظہار ہے اور یہ کہ اس کے محافظ خود حق تعالیٰ ہیں۔ واللہ اعلم!

سورۃ القریش مکیہ ①

قریش کو انعامات کی یاددہانی اور عبادتِ الٰہی کی تلقین

اس سورۃ میں قریش مکہ کو سمجھایا گیا کہ تم کو بیت اللہ کی وجہ سے دنیوی وجاہت اور امن وسکون حاصل رہا ہے دوسرے اہل عرب قریش کی خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے عزت واحترام کرتے اور ان کے قافلے لوٹ مار سے محفوظ رہتے۔ پھر حرم میں قتال وجدال بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس اعزاز اور سکون کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خانہ کعبہ میں توحید کے تقاضوں کے مطابق رب کعبہ کی عبادت کرتے کفر وشرک سے کنارہ کش ہوتے اور بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک رکھتے، انہیں ان تمام احسانات کو یاد کر کے اللہ کا فرمانبردار بننا چاہئے تھا نہ کہ سرکشی اختیار کرتے اس سورۃ میں ان کو یہی تعلیم دی گئی ہے۔ واللہ اعلم!

......☆......

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۶ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۹ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۷۹ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں قبیلہ قریش کا ذکر فرمایا گیا جو کہ مکہ معظمہ میں آباد تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضور سرور کائنات ﷺ بھی اسی قبیلہ سے ہیں۔ بیت اللہ اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ اسی قبیلہ سے متعلق رہی اس لئے اس سورۃ کا نام سورۂ قریش ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ان میں سے نعمت الہیہ کے شکریہ میں عبادت کرنا ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

سورۃ القریش کے خواص:

۱۔ کھانے کے بارے میں اس کی کمی کا خوف ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کر دیں، ان شاء اللہ کھانا کم نہیں ہوگا۔ (شادیوں وغیرہ کے اجتماعات کے موقع پر اس طرح کا اندیشہ ہوتا ہے)

۲۔ اگر کسی کے گردوں میں درد ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کیا جائے یا کھانے پر دم کر کے وہ کھانا اسے کھلایا جائے۔

سورۃ الماعون مکیہ ①

کافروں کی تین علامتیں

اس سورۃ میں چھ چیزوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، فرمایا اے پیغمبر! کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا؟

① جو روزِ قیامت کو جھٹلاتا ہے......

② یہ وہی شخص (ابو جہل) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے......

③ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب بھی نہیں دیتا۔

یعنی ایک تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے قانونِ جزا وسزا کا انکاری ہے، مرنے کے بعد جی اٹھنے کا بھی قائل نہیں، پھر اس کے اس غلط اور فاسد عقیدے نے اسے اس قدر گمراہ اور بے رحم کر دیا ہے کہ یتیموں کی دست گیری کی بجائے یہ انہیں دھکے دیتا ہے

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۷ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۱۷ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۷ آیات ۲۵ کلمات ۱۱۵ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی آخری آیت "ویمنعون الماعون" ہے یعنی وہ لوگ ماعون کو روکتے ہیں۔ ماعون کے معنی ہیں زکوٰۃ، خیرات یا روزمرہ کے استعمال کی چیزیں جیسے ڈول رسی، پیالہ، نمک، پانی، آگ، ہانڈی، کلہاڑی، سوئی، دھاگہ وغیرہ۔ اس سورۃ میں ماعون کے روکنے یا منع کرنے کی مذمت کی گئی ہے اس سے سورۃ کا نام مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کے شروع میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے کفر ونفاق سے بچنا ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے جس سے ربط ظاہر ہے۔

شان نزول: مفسرین رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس سورۃ میں نصف اول کافروں کے بارے میں ہے اور نصف آخر منافقین کے بارے میں، لکھا ہے کہ ابو جہل ملعون قیامت کی تکذیب کرتا اور جب کسی یتیم کا وصی اور نگران بنتا اور یتیم اپنے مال میں سے کھانا، کپڑا مانگتا تو یہ ظالم اس یتیم کو مار لگاتا اور ہمیشہ لوگوں کو خرچ کرنے سے روکتا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

سورۃ الماعون کے خواص:

۱۔ جو آدمی کسی برتن پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر دے وہ برتن ٹوٹنے سے محفوظ رہے گا۔

۲۔ جو آدمی (صبح کو) کسی سے بات کرنے سے پہلے اس سورۃ کی تلاوت کا روزانہ کا معمول بنا لے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

اوراس کی کنجوسی کی انتہا یہ ہے کہ یہ مسکینوں کو کھانا خود تو کیا کھلاتا دوسروں کو بھی اس کی ترغیب نہیں دیتا۔ تو یہ جرم در جرم کا مرتکب ہے اور اسے ان دیگر جرائم پر اُکسانے میں اس کے سب سے پہلے جرم کا دخل ہے یعنی اگر یہ یومِ قیامت کا قائل ہوتا تو اگلی دو خرابیاں بھی اس کے دماغ میں سرایت نہ کرتیں۔

منافقوں کی تین علامتیں

ان تین آیتوں میں اس شخص کے اعمال و افعال کی کراہیت بیان فرمائی جو کھلا کافر ہے، جبکہ اگلی چار آیتوں میں اس شخص کا بیان ہے جس نے بظاہر کلمۂ توحید تو پڑھ لیا ہے اور مردم شماری میں بھی اس کا اندراج مسلمانوں کے خانے میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دل کی گہرائیوں تک اسلام کی رسائی نہیں ہوئی، یعنی یہ وہ تیسری جنس ہے جسے منافق کہا جاتا ہے۔ اس قماش کے لوگوں کے عمل میں اخلاص نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور ہر کام دکھاوے، شہرت اور نام و نمود کے لئے کرتے ہیں۔

اسی لئے فرمایا ایسے نمازیوں کے لئے بربادی ہے جو:

① اپنی نمازوں کو بھلا بیٹھتے ہیں......

② یہ لوگ ریاکاری کرتے ہیں......

③ عام برتنے کی چیزوں کو ایک دوسرے کے استعمال میں لانے سے منع کرتے ہیں۔

یعنی ان میں پہلی دو برائیاں تو خالص دینی ہیں، جن سے ان کا اپنے رب سے بگاڑ ثابت ہوتا ہے اور تیسری برائی معاشرتی ہے، معاشرے میں خوشگوار زندگی تبھی گزاری جاسکتی ہے جب اپنے ہمسایوں اور ملنے ملانے والوں کے ساتھ باہمی تعاون کے تعلقات ہوں، لیکن ان بدبختوں کی زندگی اس جوہر سے بھی عاری ہے۔

......☆......

سورۃ الکوثر مکیہ ①

عطائے خیر کثیر اور حکم قربانی

(اس سورۃ کے مضمون کو سمجھنے کے لئے حاشیہ میں درج شانِ نزول کا مطالعہ پہلے فرما لیجئے) یہ قرآنِ کریم کی سب سے چھوٹی سورت ہے۔ فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی، کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں۔ (اور خیر کثیر میں آپؐ کی کتاب میں نبوتِ عظمیٰ، علماء و اولیاء کی کثرت، اولاد میں برکت، بھی شامل ہیں)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سورت کے نزول کے بعد ایک مرتبہ صحابہ کرام ﷺ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۸ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۵ پر ہے۔ اور اس سورۃ میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۰ کلمات اور ۴۷ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: سورۃ کی ابتداء "انا اعطینک الکوثر" سے فرمائی گئی یعنی اے نبی ﷺ ہم نے بے شک آپ کو کوثر عطاء فرمایا کوثر کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بہتری اور بھلائی اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی، دنیوی، ظاہری باطنی دولتوں حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں ان میں سے ایک بڑی نعمت حوض کوثر بھی ہے چونکہ اس سورۃ میں آپ ﷺ کو کوثر دیئے جانے کا ذکر ہے اسی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام کوثر مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے حضور پر نور ﷺ سے عقیدت و محبت اور آپ کے مخالفین کے ساتھ بغض و عداوت ہے اس سورۃ کے اول و آخر کی آیتوں میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیان آیت میں پہلی آیت کے تابع بنا کر حضور ﷺ کو نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

شانِ نزول: آپ ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم ؓ تھے ان کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا تو عاص ابن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی۔ بس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام و نشان ہیں مطلب یہ تھا کہ آپ کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہو جائیں گے اس پر آپ کی تسلی کے لئے یہ نازل ہوئی۔

سورۃ الکوثر کے خواص:

۱۔ خواب میں رسولِ اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے جمعہ کی رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سورۃ الکوثر کو سو دفعہ پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھے اور باوضو ہی سو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

۲۔ جو آدمی سورۃ الکوثر کو لکھ کر اپنے گلے میں باندھے تو وہ امن میں رہے گا۔

کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، وہ ایک نہر ہے جنت میں، جو میرے رب نے مجھے عطا کی ہے۔اس پر خیر کثیر ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

اس نہر کے بارے میں احادیث میں بہت سی تصریحات آئی ہیں۔ قیامت کے روز حساب کتاب سے پہلے جس حوضِ کوثر کا تذکرہ ملتا ہے وہ اسی نہر کا حصہ ہے۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر تمہیں پانی پلانے کے لئے پہلے سے پہنچا ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا وہ حوض کا پانی پی لے گا، اور جس نے وہ پانی پی لیا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی، الخ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

علماء نے کوثر کے اور بھی بیسیوں معنی لکھے ہیں جو درحقیقت احادیث سے ماخوذ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اتنی بڑی خیر کثیر عطا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے اور یہ حکم اس لئے فرمایا کہ جب کسی کو کوئی نعمت یا تحفہ دیا جائے تو اس کے لئے شکر لازم ہو جاتا ہے۔چنانچہ اس میں بدنی اور مالی دو عبادتوں کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی "لربک" فرما کر یہ واضح کر دیا کہ دونوں اپنے رب کے نام پر ادا کیجئے۔یہ گویا امت کو تعلیم ہے، کہ نماز بھی خالص رب کے لئے اور قربانی پر بھی فقط اپنے رب کا نام لیا جائے۔

آپ ﷺ کے دشمن کا عبرتناک انجام

تیسری آیت میں واضح فرمایا کہ بے شک آپ کا دشمن جو نعوذ باللہ آپ کو بے نام ونشان گردانتا ہے خود ہی مقطوع النسل، اَبتر اور دُم کٹا ہوگا۔چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضور ﷺ کی اولاد تو آج تک کروڑوں اربوں کی تعداد میں چلی آتی ہے اور انہیں محض اس نسبت کی بنا پر ہی دنیا میں ادب واحترام حاصل ہے جبکہ آپ کو طعنہ دینے والوں کی نسل اُسی دور میں ہی ختم ہوگئی، اور آج رسول اللہ ﷺ کا کوئی بدترین دشمن بھی خود کو ان سے منسوب نہیں کرتا۔

سورۃ الکافرون مکیہ ①

ایمان اور کفر میں سودا بازی نہیں ہو سکتی

سورۃ کا شانِ نزول حاشیہ میں دیکھ لیجئے۔ ان کافروں کی اس پیشکش کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! ان پر واضح کر دیجئے کہ ایمان اور کفر میں سودا بازی ہرگز روا نہیں، یعنی یہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ میں توحید کا راستہ چھوڑ کر شرک کا راستہ اختیار کر لوں جیسا کہ تم چاہتے ہو، اور اگر اللہ نے تمہاری قسمت میں ہدایت نہیں لکھی ہے تو تم بھی اس توحید اور عبادتِ الٰہی سے محروم ہی رہو گے۔

یہاں دوسری اور تیسری آیت بظاہر چوتھی اور پانچویں آیت کے ہم معنی

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۰۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۸ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۶ آیات ۲۶ کلمات اور ۹۹ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "قل یایھا الکافرون" سے ہوئی اے نبی ﷺ! آپ کافروں سے کہہ دیجئے اس سے سورۃ کا نام "کافرون" ماخوذ ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ان میں سے مسئلہ توحید اور تبری عن الشرک ہے، اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

فائدہ: اس سورۃ کو سورۃ المعابد۔ سورۃ الاخلاص اور سورۃ المقشقشہ بھی کہتے ہیں مقشقشہ کے معنی ہیں بری کرنے والی، چونکہ اس سورۃ میں شرک سے برأت ہے۔

شانِ نزول: ایک مرتبہ چند روسائے کفار نے آپ سے کہا کہ آیئے ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کیا کریں جس میں ہم اور آپ دین کے طریقہ میں شریک رہیں جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو مل جاوے گا اس پر یہ نازل ہوئی۔

فضائل: یہ حدیث میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دو سورتیں بہتر ہیں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد متعدد صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو صبح کی سنتوں اور نماز مغرب کی سنتوں میں انہیں دو سورتوں کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت فروہ ابن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے میں جس سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں آپ ﷺ نے فرمایا: "قل یا ایھا الکافرون" پڑھ لیا کرو یہ شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔

سورۃ الکافرون کی خاصیت: جو آدمی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کا معمول رکھے وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔

ہے۔اس لئے بعض حضرات نے بعد والی دونوں آیتوں کو پہلی دو آیتوں کی تاکید قرار دیا ہے۔ جبکہ بعض نے پہلی آیت کو حال کے اور دوسری کو استقبال کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی اب بھی اور کبھی بھی ایسا ہر گز نہیں ہو سکے گا۔

سورۃ النصر مدنیہ ①

فتح مکہ اور لوگوں کے فوج در فوج قبولِ اسلام کی بشارت

اس سورت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح حاصل ہو جائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، پس آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو، اور اِس سے مغفرت طلب کیجئے بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تکمیلِ دین اور سفرِ آخرت کی تیاری

یاد رہے کہ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں الفتح سے مراد فتحِ مکہ ہے۔ یہ سورت حضور ﷺ کی وفات سے دو سال قبل نازل ہوئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور

① یہ قرآن کریم کی ۱۱۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۱۴ نمبر پر ہے۔اس سورۃ میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۹ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "اذا جاء نصر اللّٰہ" سے فرمائی گئی ہے یعنی جب خدا کی مدد آ پہنچے۔ اسی سے سورۃ کا نام "النصر" مقرر ہوا۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان میں سے تکمیل فوض کی نعمت کا شکر ہے، اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔ جس کا خطاب حضور ﷺ کو ہوا ہے اس کے ضمن میں آپ ﷺ کی نبوت کی تقریر بھی ہو گئی۔

سورۃ النصر کے خواص:

۱۔ جنگ میں دشمن کے خلاف فتح حاصل کرنے کیلئے اپنے ہتھیار پر سورۃ النصر کو نقش کر لیا جائے تو فتح حاصل ہوگی۔

۲۔ جو لوگ جال کے ساتھ مچھلی کا شکار کرتے ہوں اگر وہ کسی دھات پر سورۃ النصر نقش کر کے اس دھات کی ٹکڑی کو اپنے جال میں باندھ لیں تو جب جال کو شکار کے لئے پانی میں ڈالیں گے اس میں فوج در فوج مچھلیاں پھنسیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول اس سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ جلد دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں، اس لئے تسبیح وتحمید اور استغفار میں مشغول رہئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ معظّمہ فتح ہوگیا اور لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔

یہ سورت روافض کے غلط عقیدے کا راز فاش کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ صرف چار حضرات کے سوا دیگر صحابہ کرام مسلمان ہی نہ تھے، یا مسلمان تو تھے لیکن حضور ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس سورت میں لوگوں کے فوج درفوج داخلِ اسلام ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ کیا "افواجًا" کا مطلب فقط چار آدمی ہوسکتا ہے؟ یا وہ لوگ جنہوں نے آج اسلام قبول کر کے چند روز کے بعد مرتد ہو جانا تھا اللہ کو ان کی خبر نہ تھی کہ فوج درفوج ان کے اسلام میں داخل ہونے کی خبر تو دے دی لیکن کل کو بدل جانے کی پیشگوئی نہ فرمائی۔ ثابت ہوتا ہے کہ روافض کا یہ نظریہ محض صحابہ دشمنی کی بنیاد پر قائم ہے جو کہ درحقیقت اسلام دشمنی بلکہ خدا ورسول ﷺ سے دشمنی ہی ہے۔ العیاذ باللہ!

سورة اللهب مكيه ①

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

اس سورۃ میں ابولہب اور اس کی بیوی دونوں کا انجام ذکر فرمایا ہے جس

① یہ قرآن کریم کی ۱۱۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۶ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۲۴ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت "تبت یدا ابی لھب وتب" ہے جس کے معنی ہیں ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے اس میں آپ ﷺ کے ساتھ عداوت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ہلاک ہونے اور قیامت کے دن نار جہنم میں ڈالے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ "اللھب" مقرر ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سے مخالفین رسول کو متنبہ کیا گیا کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا، وہ آخر کار ذلیل وتباہ و برباد ہوگا۔ واللہ اعلم!

دشمنانِ رسول ﷺ کا عبرتناک انجام

روایت میں آیا ہے جب آپ ﷺ پر آیت کریمہ ''وانذر عشیرتک الاقربین'' نازل ہوئی کہ آپ اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے اور آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبیلوں کو آواز دی اور جمع کر کے سب کو دعوتِ اسلام دی تو ابولہب بن عبدالمطلب نے گستاخانہ کلمات کہے: ''تبًّا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا؟'' اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے بعد ساتویں روز اس کو طاعون کا ایک دانہ جس کو عدسہ کہتے ہیں نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ ابولہب اسی حال میں مر گیا اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھا کر ڈلوادیا انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اسی میں لکڑی سے دھکا دے کر اوپر سے پتھر بھر دیئے۔

طارق سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار دیکھا کہ سوق المجاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے دعوتِ اسلام کرتے ہوئے چلے جارہے ہیں اور پیچھے پیچھے ابولہب پتھر مارتا ہوا آرہا ہے جس سے آپ کے چہرے اور وجودِ مبارک سے خون رس رہا تھا۔ جب کہ اس کی بیوی اُم جمیل بھی حضور ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھایا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جو امور مذکور تھے منجملہ ان کے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچنا ہے اس سورۃ میں اس مخالفت کا وبال مذکور ہے۔

فائدہ: ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا اور ابولہب کنیت تھی چونکہ اس کے چہرہ کا رنگ سرخ تھا مگر قرآن میں کنیت کا اختیار کرنا اس کے شعلہ والی آگ میں پہنچنے کی وجہ سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ''حمالۃ الحطب'' سے مراد چغل خور ہے چونکہ وہ چغل خور تھی، چنانچہ فارسی میں ہیزم کش بھی اس معنی میں ہے۔

سورۃ اللھب کی خاصیت: ایسا درد جو بڑھتا ہی جارہا ہو تو اس سے نجات کے لئے درد کی جگہ پر سورۃ اللھب لکھیں درد کم ہوتا ہوتا بالکل ختم ہو جائے گا۔

کرتی تھی، جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

زنِ بولہب کا شرارۂ
یہ رویہ لیل و نہار تھا
رہِ مصطفیٰ میں بکھیرنا
خس و خار اس کا شعار تھا
کسی مرض میں ہوئی مبتلیٰ
گئے دیکھنے اسے مصطفیٰ
بکشادہ خاطر یہ کہا
تجھے تندرست کرے خدا

بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے واسطے لکڑیاں ڈھونڈتی تھی ایک دن لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر رکھے ہوئے تھی کہ تھک گئی، لکڑیوں کی رسی اس کی گردن میں پڑی تھی لکڑیوں کا گٹھا تو ایک پتھر پر رکھ دیا اور ستانے لگی۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ کو حکم ہوا اس نے اس گٹھے کو پیٹھ کے پیچھے سے پتھر کے نیچے گرا دیا رسی اس کے گلے میں رہی اور پھانسی ہوگئی جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔

سورۃ الاخلاص مکیہ ①

اللہ بے مثل و بے مثال ہے

"اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ وہ اللہ تنہا ہے"۔ اس آیت میں بتا دیا کہ

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۱۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۲ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۴۹ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں توحید باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام "اخلاص" رکھا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے خالص کر دے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا منجملہ ان کے توحید ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے، تنہا ہے، متوحد اور متفرد ہے۔ اس کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات سوچنا یا کوئی بھی ایسا سوال کرنا جس سے مخلوق کی کسی بھی مشابہت کی طرف ذہن جاتا ہو، غلط ہے۔

اللہ ''صمد'' ہے، صمد کے معنیٰ اردو میں بے نیاز کیا جاتا ہے۔ روح المعانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو معنیٰ نقل کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''وہ ذات ہر ایک سے بے پرواہ ہے اور ہر ایک اسی کا محتاج ہے''۔

فرمایا، نہ وہ کسی کی اولاد اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے۔ اس میں ان لوگوں کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے کہ اپنے رب کا نسب بیان کریں۔ ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کے اس عقیدے کا رد بھی ہو گیا، جنہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دے رکھا ہے۔ فرمایا کہ کوئی بھی بلند مرتبت ہستی اس کی ہم مرتبہ نہیں ہو سکتی کیونکہ خالق صرف وہی ہے اور باقی تمام اس کی مخلوقات اور تخلیقات ہیں۔

آخر میں ایک حدیثِ قدسی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''انسان مجھے گالی دیتا ہے یعنی میرے لئے اولاد ثابت کرتا ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، میں نے کسی کو جنا ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔'' (صحیح البخاری)

......☆......

(گذشتہ صفحہ سے متعلق بقیہ حاشیہ)

شانِ نزول: روایت میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتے ہیں، اپنے رب کے تو اوصاف بیان کریں، اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

سورۃ الاخلاص کے خواص:

۱۔ سورۃ الاخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲۔ جو آدمی اس سورۃ کو اخلاص کے ساتھ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔

۳۔ جو آدمی قبرستان کے قریب سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کی اموات کو کرے تو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۴۔ اپنے دل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے سورۃ اخلاص کو پڑھنا اور اس میں غور کرنا مفید ہے۔

سورة الفلق مکیہ ①

مخلوقات کے جسمانی شر سے خالق کی پناہ

اے پیغمبر (ﷺ)! آپ فرمادیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی، اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا اپھیل جائے، کیونکہ رات کے اندھیرے میں ہی خطرناک درندے اپنی کچھاروں سے اور موذی جانور اپنے بلوں سے اور اسی طرح جرائم پیشہ افراد اپنے

① یہ قرآن کریم کی ۱۱۳ نمبر سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۰ ہے، اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات اور ۲۳ کلمات اور ۷۳ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی پہلی آیت "قل اعوذ برب الفلق" ہے جس میں لفظ "فلق" آیا ہے "فلق" سے مراد صبح ہے کیونکہ رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ "الفلق" ہے۔

سابقہ سورۃ سے ربط: سورۃ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے حق تعالیٰ پر توکل اور اس کے ساتھ استعاذہ ہے۔ اس میں اور اس کے بعد والی سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

شان نزول: سورۃ "فلق" اور سورۃ "الناس" چونکہ ایک ساتھ نازل ہوئیں اس لئے ان کا سبب نزول ایک ہی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ پر لبید یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس سے آپ ﷺ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی۔ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جن میں سے ایک سورۃ میں پانچ اور ایک میں چھ آیتیں ہیں مجموعہ گیارہ آیات میں اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرادیا گیا تھا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھل گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بالکل شفا ہوگئی۔

سورۃ الفلق کے خواص:

۱۔ رزق کی آسانی کیلئے سورۃ الفلق کو روزانہ پڑھنا مفید ہے۔

۲۔ مخلوقات کے شر اور حسد سے بچنے کیلئے سورۃ الفلق کو روزانہ پڑھیں، ان شاء اللہ حفاظت ہوگی۔

جادو کی کاٹ کیلئے معوذتین کا عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلاویں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس پانی میں نہلادیں اور یہ دعا چالیس روز تک روزمرہ چینی کی طشتری پر لکھ کر پلایا کریں۔ "یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَةِ مُلْکِهٖ وَبَقَائِهٖ یَا حَیُّ" ان شاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر اس بیمار کے لئے بھی بہت مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دے دیا ہے۔

مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نکلتے ہیں، اس لئے "شرّ غاسق" کا لفظ لا کر ان تمام سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی، اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرنے لگے۔ حسد اس مذموم جذبے کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے حاسد، محسود سے زوالِ نعمت کی آرزو کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے بھی پناہ طلب کی گئی ہے۔ کیونکہ حسد ایک نہایت بڑی اخلاقی بیماری ہے جو نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

سورۃ الناس مکیہ ①

مخلوقات کے روحانی شر سے خالق کی پناہ

سورۃ الفلق کے ذیل میں ذکر کیا جاچکا ہے نیز اس سورۃ کا سورۃ الفلق کے ساتھ ربط بھی یہ ہے کہ اُس سورۃ میں دنیا میں نقصان پہنچانے والی چیزوں کے شر سے اللہ کی پناہ کا ذکر ہے اور اِس سورۃ میں دینی طور پر نقصان پہنچانے والی اشیاء سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے، یا یہ کہ سورۃ الفلق میں جن چیزوں کے شرور سے اللہ کی پناہ کی تعلیم دی گئی تھی وہ سب خارج میں پائی جاتی تھیں مثلاً کسی دوسرے کا ظلم، کسی چیز سے پہنچنے والی تکلیف جادو یا حسد وغیرہ اور اس سورۃ میں ان شرور سے پناہ چاہنے کا حکم

---

① یہ قرآن کریم کی ۱۱۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۱ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۶ آیت ۲۰ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اس سورۃ میں لفظ "الناس" کئی جگہ پر آیا ہے۔ اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ "الناس" ہوا۔

فائدہ: حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس سورۃ میں ایک عجیب لطیفہ ذکر فرمایا ہے جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس آخری سورۃ اور سورۂ فاتحہ جو کہ سب سے پہلی سورۃ ہے دونوں سورتوں کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے یعنی حکم میں اتحاد ہے، چنانچہ "رب الناس" کے مناسب سورۂ فاتحہ میں "رب العالمین" ہے اور "ملک الناس" کے مناسب "مالک یوم الدین" ہے اور "الٰہ الناس" کے مناسب "ایاک نعبد" ہے اور استعاذہ کے مناسب "ایاک نستعین" ہے اور "الوسواس الخناس" کے مناسب "اھدنا" ہے۔ واللہ اعلم!

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے۔ جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے ہیں یعنی شیطانی خیالات اور وساوس جو قلب پر اثر کر کے ایمان کو زائل یا ناقص کر دیتے ہیں اور جب قوت ایمانی جاتی رہی تو پھر آدمی نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کا اس لئے اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ آپ کے واسطے سے تمام مؤمنین کو حکم ہے کہ شیطانی خیالات اور وساوس سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔ واللہ اعلم!

❁❁❁❁❁

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ)

نیز مفسرین نے ایک نکتہ ابتداء واختتام قرآن کریم کی مناسبت میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کی ابتداء اللہ کے وصف ربوبیت سے تھی اور "الحمد للّٰہ رب العالمین" فرمایا تھا اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا اور "الٰہ الناس" فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔ صاحب تفسیر عزیزی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بقول بعض محققوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کی ابتداء "ب" کے حرف سے اور انتہا "س" کے حرف پر، "بس!" یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآنِ مجید دونوں جہاں میں بس ہے! چنانچہ حکیم سنائیؒ نے کہا ہے۔

اوّل و آخر قرآن زچہ با آمد و سین
یعنی اندر راہِ دین رہبر تو قرآن بس

سورۃ الناس کے خواص:

۱۔ جو آدمی سورۃ الناس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے وہ امن وسلامتی میں رہے گا۔
۲۔ جس آدمی کو یا جانور وغیرہ کو نظر بد کا اثر ہو تو سورۃ الناس پڑھ کر اس پر دم کریں، اللہ کے فضل سے درست ہو جائے گا۔
۳۔ مریض پر سورۃ الناس کا دم کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔
۴۔ جو آدمی نزع کے عالم میں ہو اس پر سورۃ الناس پڑھنے سے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔
۵۔ جنوں اور انسانوں کے شر سے اور وہم ووساوس سے محفوظ رہنے کیلئے سوتے وقت سورۃ الناس پڑھ کر سوئے۔
۶۔ بچوں کو جنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کیلئے سورۃ الناس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکانا مفید ہے۔
۷۔ جس آدمی کو بادشاہ یا افسر وغیرہ کے ظلم کا خوف ہو وہ اس کے پاس داخل ہوتے وقت سورۃ الناس پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لئے اسے کافی ہو جائے گا اور یہ امن وامان میں رہے گا۔



اللہ کے فضل اور توفیق سے خدمتِ قرآنِ کریم کے سلسلہ میں کی گئی یہ ناچیز سی کوشش بحمد اللہ تکمیل کو پہنچی، راقم السطور کا دل اللہ کے شکر کے جذبات سے لبریز اور سر اُس کی اس عظیم عنائت پر اس کی بارگاہ میں خم ہے......

اے اللہ! میں اس قابل نہ تھا لیکن آپ کی عنائت سے مجھے اس کام کا حوصلہ ہوا یقیناً اگر آپ کی توفیق شاملِ حال نہ ہوتی تو کبھی میں اس کام کو مکمل نہ کر سکتا تھا۔ اے میرے خالق و مالک! میں اپنے بے شمار گناہوں کے بوجھ سمیت آپ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنی خصوصی رحمت و مغفرت کے بحرِ بیکنار سے چند ایک قطرے مجھے بھی نصیب فرما دیجئے، تا کہ قیامت کے روز ذلت سے بچ کر عزت والوں میں میرا شمار ہو جائے کیونکہ حقیقی عزت اسی روز کی عزت ہے۔

اے میرے رب! اپنے کلامِ مقدس کی یہ ناچیز خدمت میری طرف سے قبول فرما کر اس کا ثواب میرے اور تمام عالمین کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، نیز آپ کی ازواجِ طیباتؓ، آپ کے خلفاءِ راشدینؓ اور دیگر تمام احباب و اصحابِ باصفا، نیز ان مقدس شخصیات سے لے کر قیامت تک کے تمام مخلصین خادمینِ دینِ متین و قرآنِ مبین اور میرے اساتذۂ کرام و مرحومین اجداد کرام کی ارواحِ مقدسہ کو نصیب فرما دیجئے۔ اے ربِ ذوالجلال اس کام کے دوران جو علمی و عملی کوتاہیاں سرزد ہوئیں تمام کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے معاف فرما دیجئے، نیز جن مفسرین کرام کی تفاسیر سے مدد لی گئی ان سب کو اپنے خصوصی انعامات سے مالا مال فرما دیجئے۔ جن حضرات نے اس کام کے دوران تعاون فرمایا بالخصوص میرے انتہائی واجب الکریم بزرگ اور عالم باعمل مولانا خواجہ خلیل الرحمٰن صدیقی متعنا اللہ بطولِ بقائہٖ جن کا شکریہ ادا کرنے سے میری زبان و قلم اپنی بے مائیگی کی بناء پر قاصر ہیں، اور میرے پیارے بھائی سیف اللہ خالد کہ کتابت اور تزئینِ کتاب کے سلسلہ میں جن کی شب و روز کاوشیں تیری ذاتِ علیم و خبیر سے چھپی ہوئی نہیں، نیز دیگر وہ تمام احبابِ کرام جنہوں نے اس کام کے دوران میرے حق میں خصوصی دعائیں فرمائیں، اے بارِ الٰہ ان سب کے دامن اپنی دنیاوی اور اُخروی رحمتوں سے مالا مال فرما دیجئے!

اے اللہ! اے ہمارے رب! اُمتِ محمدیہ کے اہلِ علم و فضل بزرگوں، جفاکش نوجوانوں، عفت مآب ماؤں اور بہنوں، معصوم بچوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو کفار و اشرار کے شر و فتن سے محفوظ فرما کر اسلام اور قرآن کا بول بالا فرما دیجئے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

اللّٰھم ارزقنا تلاوۃ القران الکریم اناء اللّیل واناء النھار واجعلہ لنا حجۃً یا رب العالمین. اللّٰھم صلّ علٰی محمدٍ وعلٰی آلِ محمدٍ کما تحبّ وترضٰی وعدد معلوماتٍ لّکَ دائمًا ابدًا ابدًا.



کتابیات

تفسیر ابن کثیر .... حافظ عماد الدین محمد بن اسماعیل ابن کثیرؒ

تفسیر مظہری .... مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

تفسیر حقانی .... علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ

تفسیر عزیزی .... شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

اردو ترجمہ قرآن .... شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی

معارف القرآن .... مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیعؒ

معارف القرآن .... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

تفسیر عثمانی .... علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ترجمۂ قرآن و حواشی .... شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

خیر التفاسیر (درسی تفسیر سورۂ فاتحہ) .... مولانا خیر محمد جالندھریؒ

انوار البیان فی کشف اسرار القرآن .... حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

تفسیر ماجدی .... مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

ضیاء القرآن .... پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

ترجمان القرآن .... مولانا ابوالکلام آزادؒ

خلاصۂ تفسیر .... مولانا محمد مالک کاندھلویؒ

معالم العرفان فی دروس القرآن .... حضرت مولانا عبدالحمید سواتی

گلدستۂ تفاسیر .... الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی

تفسیری حواشی .... مولانا صلاح الدین یوسف

علوم القرآن .... مولانا محمد تقی عثمانی

مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن .... مولانا عبدالقیوم قاسمی

تسہیل البیان فی تفسیر القرآن .... مولانا محمد اسلم شیخوپوری

خلاصۃ القرآن .... مولانا محمد اسلم شیخوپوری

الدرالنظیم فی خواص القرآن العظیم (اردو ترجمہ) عبداللہ یافع الیمنی

مقامِ حیات .... علامہ خالد محمود (پی ایچ ڈی)

درسِ قرآن .... ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

درسی تفسیر عم پارہ .... مولانا محمد نسیم غازی مظاہری

مفہومِ قرآن رکوع بہ رکوع .... مولانا عبدالستار ہاشمی

معارفِ اسمِ محمد .... مولانا ثناءاللہ سعد

رحمتِ کائنات .... مولانا قاضی زاہد الحسینی

آخری دس سورتوں کی تفسیر .... مولانا محمود الرشید حدوٹی

❀❀❀❀❀